بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُحَمَّدٌ اَحْمَدٌ حَامِدٌ مَحْمُوْدٌ قَاسِمٌ

عَاقِبٌ فَاتِحٌ شَاهِدٌ حَاشِرٌ رَشِيْدٌ مَشْهُوْدٌ بَشِيْرٌ نَذِيْرٌ

دَاعٍ شَافٍ هَادٍ مَهْدٍ مَاحٍ مُنْجٍ نَاهٍ رَسُوْلٌ

نَبِيٌّ اُمِّيٌّ تِهَامِيٌّ هَاشِمِيٌّ اَبْطَحِيٌّ عَزِيْزٌ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ رَءُوْفٌ

رَحِيْمٌ طٰهٰ مُجْتَبٰى طٰسٓ مُرْتَضٰى حٰمٓ مُصْطَفٰى يٰسٓ

اَوْلٰى مُزَمِّلٌ وَلِيٌّ مُدَّثِّرٌ مَتِيْنٌ مُصَدِّقٌ

طَيِّبٌ نَاصِرٌ مَنْصُوْرٌ مِصْبَاحٌ

مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اٰمِرٌ حِجَازِيٌّ نِزَارِيٌّ قُرَشِيٌّ

مُضَرِيٌّ نَبِيُّ التَّوْبَةِ حَافِظٌ كَامِلٌ

صَادِقٌ اَمِيْنٌ عَبْدُ اللّٰهِ كَلِيْمُ اللّٰهِ حَبِيْبُ اللّٰهِ نَجِيُّ اللّٰهِ

صَفِيُّ اللّٰهِ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ حَسِيْبٌ مُجِيْبٌ شَكُوْرٌ مُقْتَصِدٌ رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ قَوِيٌّ

حَفِيٌّ مَامُوْنٌ مَعْلُوْمٌ حَقٌّ مُبِيْنٌ مُطِيْعٌ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ اَوَّلٌ

اٰخِرٌ ظَاهِرٌ بَاطِنٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ يَتِيْمٌ كَرِيْمٌ حَكِيْمٌ خَاتَمُ الرُّسُلِ

سَيِّدٌ سِرَاجٌ مُنِيْرٌ مُحَرَّمٌ مُكَرَّمٌ مُبَشِّرٌ مُذَكِّرٌ مُطَهِّرٌ

قَرِيْبٌ خَلِيْلٌ مَدْعُوٌّ جَوَّادٌ خَاتَمٌ عَادِلٌ شَهِيْرٌ شَهِيْدٌ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سیرت سرورِ کونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد چہارم

ظہورِ نبوی و بعثت نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رانا محمد سرور خاں

رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
103-A کینال ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور (پاکستان)

Marfat.com

سیرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اشاعت اول ---- 27 رمضان المبارک 1428ھ (10 اکتوبر 2007ء)

مؤلف ---- رانا محمد سرور خاں

ناشر ---- رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز

تعداد ---- 1100

مطبع ---- شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ہدیہ (مکمل سیٹ) ---- 8800 روپے

ISBN 9789699116-06-3 Vol. 4

حسن ترتیب

Marfat.com

خالقِ کائنات کا وجہِ تخلیقِ کائنات

مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشری حالت میں طلوع فرمانا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی خلاقی کا ذکر تقریباً 250 مرتبہ، الرحمٰن کا 150 مرتبہ، الرحیم کا 200 مرتبہ، علیم کا 150 مرتبہ، غفور کا 100 مرتبہ عزیز کا 100 مرتبہ، سمیع کا 50 مرتبہ، قدیر کا 50 مرتبہ، ربّ کا تقریباً 1000 مرتبہ، اور اللہ کا 2700 سے زیادہ مرتبہ فرمایا ہے۔

خالقِ کائنات نے اپنی تخلیق کی ہوئی ہر چیز کو نہایت ہی احسن طریقے سے پیدا فرمایا ہے اس ازلی وابدی ذات کریمہ نے ہر تخلیق شدہ چیز میں ایسا حسن وکمال رکھ دیا ہے کہ انسان جس چیز کو دیکھتا ہے بے اختیار اس کی زبان سے نکلتا ہے "سبحان اللہ"

خالقِ کائنات نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک میں اپنی روح پھونک کر انہیں اپنا نائب اور خلیفہ بنایا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے علوم سکھائے۔ حضرت حوّا کو انکی رفاقت کے لیے پیدا فرمایا اور کچھ عرصہ بعد ان دونوں ہستیوں کو زمین پر بھیج دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ (سری لنکا) کے مقام پر جبکہ اماں حوّا کو جدّہ کی سرزمین پر اتارا کچھ عرصہ بعد دونوں کو میدان عرفات میں اکٹھا کیا یوں دونوں مل جل کر رہنے لگے اور یوں نسل انسانی کے سلسلہ پیدائش کی ابتدا ہوئی۔ خالقِ کائنات کے حسن لازوال نے دنیا کے نظاروں کو اس قدر دلفریب اور جاذب نظر بنایا ہے کہ انسان اس دلکش اور خوبصورت ترین ماحول کو جب حقیقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس حسین ماحول میں گم ہو جاتا ہے۔

انسان کی نظر جب آسمان کی طرف اٹھتی ہے تو اس کی نگاہ لامتناہی یعنی ختم نہ ہونے والی وسعتوں میں گم ہو جاتی ہے۔ سمندروں کی گہرائی کے متعلق سوچتا ہے تو پھر سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔ اطراف میں نظر آنے والی دلفریب رعنائیاں اس کے دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو دیکھ کر ان کے بنانے والے کی قدرت کاملہ کی تعریف میں مشغول ہو جاتا ہے۔ آخر اس کی سوچ اسی نکتے پر آ کر رک جاتی ہے کہ یہ کائنات ہست و بود و آب وگل اصل میں حسن وعشق کے ہنگاموں کا مرکز ومنبع ہے۔ یہاں حسن کبھی بلبل کے ترانے میں سنائی دیتا ہے تو کبھی پھول کی نرم ونازک پنکھڑیوں میں نظر آتا ہے اور ان کی بھینی بھینی دلفریب مہک انسانی دل ودماغ کو معطر کر دیتی ہے۔ یہی حسن صاف شفاف آبشاروں جھیلوں اور ندیوں کے پانی میں نظر آتا ہے۔ سمندر کے کنارے پر چلے جائیں تو حد نگاہ تک پر سکون پانی جمالیاتی حسن کو دوچند کر دیتا ہے۔ باغات اور ان میں لگے پھل اس چھپے ہوئے حسن کو ایسے ظاہر کرتے ہیں

کہ انسان چند لمحوں تک تو اس حسنِ جاں فزاء میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ صحراؤں کی طرف نکل جائے تو ہر طرف ہُو کا عالم اور خاموشیاں اس حسن میں بے پناہ اضافہ کر دیتی ہیں۔ بلند و بالا پہاڑوں کے پُر پیچ راستوں پر اُگے ہوئے قد آور درخت اور سبزہ اس حسن میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔ قدرت کے یہ تمام شاہکار دیکھ کر اہل دل اس حسن اور اس کی حقیقت کو کبھی جلوتوں میں تلاش کرتے ہیں اور کبھی خلوتوں میں غرض ہر ایک اس حسن لازوال کے منبع کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔

دوسری طرف عشق کے میدان میں کسی پُر سوز و ساز کی مستی طاری ہے تو کوئی وجد و حال کی کیفیت میں ہے۔ ان سب کیفیات کے باوجود عشق کی دنیا میں ہر کسی کو اس نور کی کوئی نہ کوئی شعاع ضرور میّسر ہے۔ دل و دماغ بار بار کہتا ہے کہ یہ تمام حسن و عشق کے رعنائیوں سے بھرپور جاں زیب جلوے جو ہر طرف کثیر تعداد میں بکھرے پڑے ہیں کسی نہ کسی جگہ اس کا مرکز ضرور ہوگا۔ کہیں نہ کہیں حسن و عشق کا یہ سمندر بے کنارہ یقیناً موجود ہے۔ جہاں سے اس کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ حسن و عشق کا یہ سفر جاں گداز کہیں نہ کہیں تو ختم ہوتا ہوگا۔ نظر کو یقین کامل ہے کہ اس ابتدائی و انتہائی حسن پری پیکر کا سراپا کہیں موجود ہے جسے دیکھ کر ہی جذبہ شوق کو اطمینان و سکون حاصل ہو سکتا ہے۔

مدتوں سے بادہ عشق و حسن کے متلاشی اسی آرزو کو دل میں بسائے چلے آ رہے تھے کہ حقیقی ازلی و ابدی حسن مطلق کا نظارہ کر سکیں یا کم از کم اس حسن کامل کی ایک جھلک ہی دیکھ لیں جو اس کارخانہ ہست و بود کو پیدا فرمانے والا ہے۔ اس گروہ کے سرخیل سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی آرزو کے تحت کوہ طور پر تشریف لے جا کر خالق انس و جاں کی خدمت اقدس میں یوں گزارش کی۔ سورۃ الاعراف آیت 143۔

رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ ؕ

ترجمہ: ''اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا۔ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں''۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گزارش کے جواب میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔ سورۃ الاعراف آیت 143۔

لَنۡ تَرٰىنِیۡ

ترجمہ: ''(فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام) تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا (یعنی تیری آنکھوں میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ ہمارے حسن ذات کے نظارے کی تاب لا سکیں)''۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عشق اور شوق دیدار الٰہی پوری جولانیوں پر تھا بار بار درخواست کرتے رہے آخر یہ بے تابی شوق زیارت کو دیکھتے ہوئے خالق ارض و سماء نے ارشاد فرمایا۔

سورۃ الاعراف آیت 143۔

انْظُرْ اِلَى
الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى
رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًاۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ
قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: ''(اے موسیٰ علیہ السلام ہم اپنے حسن ذات کی بجائے حسن صفات کا ظہور اس سامنے والے پہاڑ پر فرما رہے ہیں دیکھ کیا پہاڑ ہمارے اس حسن صفات کی تاب لاسکتا ہے)۔ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی ظاہر فرمائی تو اس تجلی نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ (پاش پاش) کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"۔

قرآن کریم کی اس سورۃ مبارکہ میں تجلی الٰہی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔یہ تجلی الٰہی حقیقت میں خالق کائنات کے حسن ذاتی کی تجلی نہ تھی بلکہ صفاتی حسن کا صرف ایک ہی نقاب الٹا تھا کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور کلیم اللہ جیسی عظیم شخصیت بے ہوش ہر کر گر پڑی۔پھر کس میں اتنی ہمت وطاقت تھی کہ حسن مطلق کا اپنے سر کی آنکھوں سے نظارہ کر سکتا۔ اس واقعہ کے بعد انسانی روح پکار اٹھی کہ میں اقرار کرتی ہوں تیرے حسن قطعی کو بے نقاب دیکھنا میرے بس میں ہی نہیں ہے۔

پھر جب حسن مطلق نے چاہا کہ صدیوں سے متلاشیان دیدار حسن وعشق کو اپنی ذات نہیں بلکہ صفات کا مشاہدہ کرواؤں تو اس نے اپنی تمام جملہ صفات کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی میں جنہیں اپنے بعد ازل سے ہی پیدا فرما رکھا تھا بشریت کا لبادہ پہنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا تا کہ پوری انسانیت اسکے نور کا مظہر اتم، حسن بے مثال کا مصداق اور اسکی تمام صفات کے حامل کو دیکھ کر نظارہ کر کے اپنی دیرینہ خواہش کو پوری کر سکیں۔خالق کائنات نے اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حسن ازلی کا کامل پرتو بنایا۔اور یوں حضور علیہ السلام کو نور کا پیکر بنا کر بنی نوع انسان کی قسمت بدلنے کے لیے دنیا میں مبعوث فرمایا۔

یہی نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر حسن حقیقت اور مظہر جمال مطلق ہے۔اسی ذات والا صفات، خلق عظیم، والضحیٰ کے چہرے واللیل کی زلف والے سدرۃ المنتہیٰ کے مکین نے اہل دنیا کو ابدی کامرانیوں سے ہمکنار فرمایا۔

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ ابوعلی الحسن بن علی الرھونی المعروف بہ ابن القطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''البشائر ولا علام'' میں

تحریر فرماتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا مرتبہ وجود وظہور میں جلوہ گر ہونے کا اولین مظہر اور انداز یہ تھا، جیسا کہ سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جدامجد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ سرورِکونین نورِ مجسم رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انسانی پیکر کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی سفید مٹی میرے پاس لے آؤ جو زمین کا دل اور اس کی رونق اور روشنی ہو (اور جسد اطہر کی تخلیق کے شایان شان ہو) چنانچہ جبریل امین، فردوس اور عالم بالا کے فرشتوں کے جلو میں زمین پر اترے اور روضہ اطہر کے مقام سے سفید مٹی کی ایک مٹھی لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے پھر اس مٹی کو تسنیم کے پانی سے دھو کر گوہر آبدار کی مانند چمکدار کیا گیا۔ پھر جنت کی تمام نہروں میں نہلا کر اسے آسمانوں زمین اور سمندروں میں پھرایا گیا، اس طرح فرشتوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف وکمال کو پہچان لیا، قبل اس کے کہ انہیں آدم علیہ السلام کی ذات اور مقام ومرتبہ سے آگاہی ہوتی، پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہوں (آدم) نے اپنے چہرے کی لکیروں سے ایک آواز سنی جو پرندے کی آواز کے مشابہ تھی، تعجب سے پوچھا: اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، یہ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! یہ تیری اولاد میں سے خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسبیح ہے''۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ''نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیشانی میں یوں چمکتا ہوا نظر آتا تھا جیسے فضائے آسمانی میں سورج اور ظلمت شب میں چاند، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ''یہ ''نور نبوی'' اس عہد و پیمان کے ساتھ لے لے کہ تو اسے صرف پاکیزہ پشتوں اور پاک دامن عورتوں (ماؤں) کے سپرد کرے گا''۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا ہاں ہاں! میرے معبود! میں نے اسے اس اقرار کے ساتھ قبول کیا ہے کہ میں اسے پاکباز مردوں اور عفت ماب عورتوں کی امانت میں دوں گا۔ اس وقت فرشتے آدم علیہ السلام کے پیچھے صف بستہ کھڑے تھے۔ عرض کیا اے پروردگار! یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں صف باندھے کھڑے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''یہ تیری پشت سے ہویدا نور مصطفیٰ کا دیدار کر رہے ہیں'' التجا کی اے پروردگار! مجھے بھی اس دولت دیدار سے مشرف فرما، چنانچہ ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ''دیدار مصطفیٰ'' سے شرفیاب کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا''۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

احترام اور شان کے لیے شیث علیہ السلام کو شکم مادر میں تنہا پیدا کیا، ان کے بعد مذکر اور مونث جڑواں بچے پیدا ہوتے، جب شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو آدم علیہ السلام نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''نورِ محمدی'' کا نظارہ کیا پھر جب آدم علیہ السلام کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو شیث علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''اے شیث! اللہ تعالیٰ نے تم سے اس نور کے بارے میں جو تمہاری پشت اور پیشانی میں ودیعت ہے، ایک پختہ عہد لے رکھا ہے کہ تم اسے صرف پاکدامن عورت کے حوالے کرو گے'' چنانچہ انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کی شادی ایک خوبصورت عورت سے کر دی، وہ عورت قد کاٹھ اور حسن و جمال میں حضرت حواء کے مشابہ تھی، پس جب شیث علیہ السلام کی بیوی، انوش کے ساتھ امید سے ہوئی تو اسے ہر طرف سے یہ آوازیں آتیں، اے پیکر حسن و جمال! تجھے مبارک اور بشارت ہو، اللہ نے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے سپرد کیا ہے۔ پس جب اس نے بچے کو جنم دیا تو وہ نور اس بچے انوش کی پیشانی کی طرف منتقل ہو گیا پھر وہ بچہ پروان چڑھا تو اس کے باپ نے اسے بلا کر کہا ''میرے باپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تم سے ایک پختہ پیمان لوں کہ تم زمانے بھر کی عورتوں میں سے پاکیزہ عورت کے ساتھ شادی کرو گے'' تو اس نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کیا، پھر یہی وصیت انوش نے قینان کو، قینان نے مہلائیل کو اور مہلائیل نے برداکو کی، بردا نے مرہ نامی عورت سے شادی کی تو اس کے پاکیزہ رحم میں اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام جلوہ گر ہوئے اس طرح نور مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی طرف منتقل ہو گیا''۔

ابن القطان کہتے ہیں ''پھر یونہی یہ سلسلہ چلتا رہا کہ جب بھی کسی بچے کی طرف یہ نور منتقل ہوتا تو اس کا باپ اس سے یہ عہد لیتا، یہاں تک کہ یہ معاملہ سام بن نوح سے ہوتا ہوا ارفخشد تک پہنچا، ارفخشد نے ایک عورت سے عقد نکاح کیا جس کا نام مرجانہ تھا، تو اس کے ہاں حضرت ہود علیہ السلام پیدا ہوئے، وضع حمل کے وقت اس نے ہر جہت سے آنے والی یہ آواز سنی، یہ محمد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے جو ہر بت کو پاش پاش کرے گا اور جس کے ہاتھوں سرکشوں اور کافروں کی بربادی ہو گی۔ اس کے بعد یہ نور ایک پیشانی سے دوسری پیشانی کی طرف اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک یہ ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا جب اس نور کو فرشتوں نے دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار یہ کیا ہے تو ندا آئی کہ ''یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے''۔ پھر یہ نور اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا اور ان سے قیدار کی طرف تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قیدار کو دین خدا اور اپنی سنت کی اتباع کی وصیت کی اور حکم دیا کہ وہ اس نور کو دنیا کی پاکیزہ ترین عورت کی امانت بنائے، قیدار نے یہ گمان کیا کہ پاکیزہ عورتیں اولاد اسحاق علیہ السلام میں ہیں۔ چنانچہ اس نے خاندان اسحاق کی اسی (80) عورتوں سے شادی کی اور ان کے ساتھ سو برس گزارے مگر انہیں حمل ٹھہرتا نہ ان کی اولاد ہوتی۔ ایک دن قیدار شکار کے بعد واپس آ رہا تھا کہ اچانک ہر سمت سے اسے انسانی آواز میں وحشی جانوروں، پرندوں اور درندوں کی آواز آئی۔ ہائے افسوس اے قیدار تیری عمر بیت گئی اور ابھی تک تجھے لعب ولہو اور لذت دنیا سے کام ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو ''نور مصطفیٰ'' کی امانت کسی کے

سپرد کرنے کا اہتمام کرے جس طرح تجھے سونپی گئی ہے؟ چنانچہ قیدار نے اس کا اہتمام کیا، اور قسم کھائی کہ جب تک اسے اس سنی ہوئی بات کا جواب نہیں آتا وہ نہ کھائے گا نہ پیئے گا، ایک دن جنگل میں اسے ایک فرشتہ انسانی روپ میں ملا اس نے قیدار سے کہا کہ "نورِ محمدی" کو اسحاق علیہ السلام کے گھرانے کی عورتوں کو چھوڑ کر دوسری عورتوں میں سے کسی کے حوالے کر نیز اسے خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا، پس اس نے ایک عظیم قربانی پیش کی، یہاں تک کہ اس نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ بس اے قیدار اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی قبول کر لی ہے اور تیری دعا مستجاب ہوگئی ہے۔ اب فوراً درخت کے نیچے سوجا اور حالت نیند میں حکم کی تعمیل کر، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو خواب میں کسی نے آ کر اسے کہا "اے قیدار تیری پشت میں جو نور ہے اللہ نے تمام معاملات کا نکتہ افتتاح اسی نور کو بنایا ہے اور ساری دنیا پیدا کی ہے اور تمام مخلوق کا گوہر مقصود بھی یہی نور ہے اور سمجھ لے کہ اللہ اس نور کا سلسلہ انتقال بھی خالص عرب عورتوں میں کرے گا۔ لہٰذا کسی خالص عرب عورت کی تلاش کر، اس عورت کا نام عاضرہ ہونا چاہیے۔ یہ سن کر قیدار خوشی سے اچھل پڑا اور پھر مطلوب کی تلاش میں انتہائی سرگرمی دکھائی تا آنکہ عاضرہ بنت مالک الجرہمی سے شادی ہوگئی اس سے عمل زوجیت کیا تو ایک بچہ اس کے پیٹ میں رہ گیا۔ پھر وہ نور اس کی پیشانی سے مفقود ہو گیا اور جب اس نور کو عاضرہ کے چہرے پر دیکھا تو اسے بہت خوشی حاصل ہوئی پھر یہ نور اس کی اولاد میں منتقل ہوتے ہوتے نزار تک آیا، نزار نے اس نور کو اپنے چہرے میں روشن دیکھ کر ایک عظیم قربانی دی، اس کے بعد یہ نور مضر کی طرف منتقل ہوا"۔ راوی بیان کرتا ہے کہ "اس سلسلہ نسب کا ہر باپ اپنے بیٹے سے یہی عہد لیتا رہا کہ وہ اپنے زمانے کی سب سے پاکیزہ عورت سے نکاح کرے گا اور یہ عہد نامے کعبہ شریف میں لٹکا دیئے جاتے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے لے کر ایام فیل تک یہ معاہدے آویزاں رہے"۔

پھر جب یہ نور مضر بن کنانہ کے پاس آیا اس نے ایک خواب دیکھا جسے اس نے کاہنوں پر پیش کیا، کاہنوں نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ اگر تمہارا خواب دیکھنا سچ ہے تو اللہ عزت و کرامت تمہاری جانب پھیر دے گا تمہیں ایسی سرداری اور نسب سے مخصوص کیا گیا ہے جو زمانے بھر میں کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف نگاہ فرما کر فرشتوں سے ارشاد فرمایا "دیکھو! آج تمہاری نظر میں اہل زمین کا معزز ترین آدمی کون ہے؟ حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں" فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! ہم نہیں دیکھتے کہ کوئی تیری خالص توحید کا دم بھرتا ہو سوائے ایک نور کے جو اولاد اسماعیل علیہ السلام کے ایک شخص کی پشت میں ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم گواہ رہو کہ میں نے اس شخص کو "نطفہ محمدی" کے لیے چن لیا ہے"۔

راوی کہتا ہے "جب یہ نور ہاشم کے پاس پہنچا تو اللہ نے فرمایا "گواہ رہو کہ میں نے اپنے اس بندے کو زمین کی آلائشوں سے پاک وصاف کر دیا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی علماء اپنی بیٹیوں کے رشتے لے کر ہاشم کے پاس آتے تھے اور نکاح کے لیے پیش کرتے تھے، مگر وہ انکار کر دیتے، یہاں تک کہ شاہ روم کی طرف سے انہیں دعوت ملی کہ

Marfat.com

ہاشم میرے پاس آیئے تا کہ میں اپنی بیٹی آپ کے عقد زوجیت میں دے دوں، میری ایک ایسی بیٹی ہے کہ حسن و جمال میں کسی عورت نے اس جیسی بیٹی جنم نہیں دی، اس نکاح سے شاہ روم کا مقصد ''نور محمدی'' سے شرف یاب ہونا تھا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حالات ان کے ہاں لکھے ہوئے موجود تھے، ہاشم نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی ہے میں تو اپنے زمانے کی پاکیزہ ترین عورت سے شادی کروں گا جب اللہ تعالیٰ نے ہاشم کو ''نور مصطفیٰ'' سے مخصوص فرمایا اور انہیں تمام عربوں پر برگزیدہ کیا تو جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ ان کے سامنے سرافگندہ ہو جاتی اور جس آدمی کی ان پر نظر پڑتی وہ انہیں کی طرف متوجہ ہو کر رہ جاتا۔

پھر ''نور مصطفیٰ'' عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوا اور ان کے باپ ہاشم نے غزہ میں وفات پائی تو ان کے بعد سقایت (پانی پلانے) اور رفادت (حجاج کرام کی دیکھ بھال) کا منصب ان کے بھائی مطلب بن عبد مناف کو ملا۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب مطلب کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عبدالمطلب کو طلب کیا، اس وقت ان کی عمر پچیس (25) سال تھی، وہ قریش کے دراز قد، طاقتور آدمی تھے، ان کے بدن سے مشک وعنبر کی طرح خوشبو آتی اور ''نور محمدی'' ان کی پیشانی پر جگمگا رہا تھا جب مطلب کی نظر اس نور کی چمک پر پڑی تو پکار کر کہا اے گروہ قریش! تم اولاد اسماعیل کا خلاصہ ہو تم ہی ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنے حرم اور اپنے گھر کا مکین بنایا ہے، آج میں تمہارا سردار و رئیس ہوں۔ یہ ہے نزار کا جھنڈا، اسماعیل علیہ السلام کی کمان اور حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب۔ میں نے یہ کمالات و اعزازات عبدالمطلب کے حوالے کر دیئے ہیں۔ لہٰذا تم ان کی بات سنو اور حکم مانو۔ یہ سن کر قریش اچھل پڑے انہوں نے عبدالمطلب کا سر چوم لیا اور اس پر درہم و دینار نچھاور کئے۔ وہ بولے: ہم نے سمع و اطاعت اختیار کی، حکمران بھی عبدالمطلب کی اس فضیلت کے معترف تھے اور ہر حج کے موقع پر وہ ان کی خدمت میں عالی شان ہدیے پیش کرتے تھے۔

قریش جب شدید قحط سالی کا شکار ہوتے تو وہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر کی طرف نکل جاتے اور ان کا بارگاہ خداوندی میں تقرب پیش کر کے بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ''نور محمدی'' کی برکت سے انہیں بارش عطا فرماتا''۔

کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''عبدالمطلب نے مکہ میں ایک عورت سے نکاح کیا۔ اس کا وصال ہو گیا تو دوسری عورت سے شادی کی مگر وہ بھی فوت ہو گئی۔ پھر خواب میں دیکھا کہ فاطمہ بنت عمرو سے شادی کر رہے ہیں (تو فاطمہ سے رشتہ مناکحت طے ہوا) جس سے ابو طالب پیدا ہوئے پھر ایک عرصے تک ''نور محمدی'' بطن فاطمہ کی طرف منتقل نہ ہوا۔

ایک دن حضرت عبدالمطلب دوپہر کے وقت شکار سے واپس آرہے تھے انہیں پیاس لگی تھی، تو انہوں نے حجر

میں ایک بہتا چشمہ دیکھا اس سے پانی پیا تو اس کی ٹھنڈک شکم میں محسوس کی، پھر اسی گھڑی گھر میں آ کر فاطمہ بنت عمرو سے مباشرت کی تو عبد اللہ متولد ہوئے تو حضرت عبد المطلب کو انتہائی خوشی ہوئی، شام کا کوئی یہودی عالم ایسا نہ تھا جسے حضرت عبد اللہ کی پیدائش کی خبر نہ ہوئی ہو۔ وہ حرم سے آنے والے ہر آدمی سے عبد اللہ کے متعلق پوچھتے کہ انہیں کس حال میں چھوڑا ہے؟ تو وہ جواب دیتے کہ ہم نے انہیں حسن و جمال اور کمال سے منور چھوڑا ہے۔ یہودی علماء کہتے اے گروہ قریش! یہ نور عبد اللہ بن عبد المطلب کا نہیں ہے، بلکہ یہ ''محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نور ہے جو آخری زمانے میں ان کی پشت سے نکلیں گے اور بت پرستی اور لات وعزیٰ کی عبادت باطل کر دیں۔

کعب کا بیان ہے کہ ''حضرت عبد اللہ'' قریش کے حسین ترین شخص تھے، قریش کی تمام عورتوں نے ان کا دل لبھانے کی کوشش کی اور انہیں اپنے زمانے میں انہیں حالات سے دو چار ہونا پڑا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش آئے تھے۔

حضرت عبد المطلب نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ بڑے ہو کر حمایت کے قابل ہو گئے تو وہ ان میں سے ایک کو اللہ کے لیے قربان کر دیں گے۔ پس جب حضرت عبد اللہ کے ساتھ ان کی تعداد دس پوری ہو گئی تو حضرت عبد اللہ پر نذر پوری کرنی لازم ہو گئی، چنانچہ انہوں نے قرعہ ڈالا تو سب بیٹوں میں سے عبد اللہ کا نام نکلا جوان کا سب سے پیارا بیٹا تھا پس (ایفائے منت کے لیے) انہوں نے عبد اللہ کو آگے کیا تا کہ انہیں ذبح کریں مگر لوگوں نے مشورہ دیا کہ کاہنہ کے پاس آ کر اس کے بارے میں پوچھیں شاید اس کے پاس (اس امتحان سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہو۔ چنانچہ اس کاہنہ نے حضرت عبد اللہ اور ان کے بدلے دس اونٹوں کی دیت پر قرعہ ڈالنے کا اشارہ کیا۔ پس جب دوبارہ حضرت عبد اللہ پر قرعہ پڑا تو حضرت عبد المطلب نے دس اونٹ اور بڑھا دیئے پھر بڑھانے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا تا آنکہ قرعہ اونٹوں پر پڑے اور وہ منت کے ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں اور عبد اللہ کے بجائے اونٹ ذبح کیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی تو قرعہ تین دفعہ اونٹوں پر پڑا۔ اس طرح عبد المطلب نے ان اونٹوں کو ذبح کر دیا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں ''اونٹوں کی قربانی دے کر چھٹکارا پانے کے بعد عبد المطلب عبد اللہ کا ہاتھ تھامے واپس ہوئے تو کعبہ کے پاس بیٹھی بنی اسعد بن عبد العزیٰ کی ایک عورت جو کہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی کے پاس سے گزرے تو اس نے حضرت عبد اللہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا: اے عبد اللہ! کہاں جا رہے ہو؟ کہا: اپنے باپ کے ساتھ، کیونکہ میں اپنے باپ کے خلاف نہیں کر سکتا نہ ان سے جدا ہو سکتا ہوں تو اس عورت نے اپنے آپ کو حضرت عبد اللہ کے سامنے پیش کیا مگر انہوں نے انکار کیا اور عبد المطلب انہیں لے چلے یہاں تک کہ وہب بن عبد مناف کے پاس پہنچے۔ وہب اس وقت نسب اور شرف کے لحاظ سے بنو زہرہ کے سردار تھے۔ انہوں نے عبد اللہ کی شادی اپنی بیٹی آمنہ سے کر دی، جو کہ نسب و مقام کی وجہ سے قریش میں افضل خاتون تھیں' راویوں کا خیال ہے کہ ''حضرت عبد اللہ نے اسی جگہ

Marfat.com

حضرت آمنہ کے ساتھ وظیفہ زوجیت پورا کیا جس سے وہ نور مصطفیٰ کی امین بن گئیں پھر وہاں سے نکل کر اسی عورت کے پاس آئے جس نے ان کے لیے اپنے نفس کو پیش کیا تھا اور اس سے کہا کیا وجہ ہے کہ آج تو اپنے آپ کو میرے سامنے پیش نہیں کرتی؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ "نور" تم سے جدا ہو چکا ہے جو کل تمہارے ساتھ تھا، تو آج مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہی"۔

ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں یہ افلاک (کائنات) پیدا نہ کرتا" کائنات کا خلاصہ انسان ہے اور انسانیت کا خلاصہ انبیاء ورسل علیہم السلام ہیں۔ جملہ انبیاء اور رسولوں کے سرتاج ہمارے رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

خالق ارض وسما ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب اس نے چاہا کہ خود کو ظاہر کرے تو اس نے سب سے پہلے اپنے نور ازلی وابدی سے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔ اپنے نور سے پیدا فرمانے کا مطلب یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا مادہ نور الٰہی تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو بلا واسطہ اپنے تعلق اور ارادہ سے اپنے ذاتی نور کے براہ راست فیض کے ساتھ فرمایا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کی شکل میں پیدا فرمایا اس وقت کائنات ہست وبود میں کسی چیز کا وجود نہ تھا۔

عالم رنگ وبو نہ تھے
نہ عرش اور نہ فرش
نہ ہی لوح وقلم تھے
نہ کرسی، آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کا وجود تھا۔
نہ ہی نباتات جمادات، حجر وشجر

غرض کسی بھی نوری یا مادی وجود کا نام ونشان تک نہ تھا یہاں تک کہ نظام کن فیکون کا اجراء بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت صرف بنانے والا تھا یا یہ بننے والے ہمارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب — گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر — وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

خالق کائنات نے سرکار دو عالم، فخر رسل حضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نور کو اپنی شان خلاقیت کا سب سے پہلا مظہر بنایا۔ یہی نور مقدس اس کی شان اور نظام تخلیق کا پہلا نقش تھا۔ اس مالک ارض و سما کے حسن و جمال کا پہلا نشان یہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے بنانے والے کی ذات مقدس کا پہلا مرکز تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کے نور مبارکہ کو عرصہ دراز تک اپنے حجابات عظمت میں رکھا اور براہ راست اپنے انوار و تجلیات ذات سے اس کی پرورش و تربیت فرمائی۔ یہ سلسلہ کتنی مدت تک چلتا رہا عقل انسانی اسکا اندازہ نہیں کرسکتی یہ تو خالق کائنات ہی جانتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کتنا عرصہ اس حال میں رکھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی مبارک ارواح کو پیدا فرمایا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کو عالم ارواح میں منتقل فرما کر شرف نبوت سے نوازا۔ یوں حضور علیہ السلام کی روح مبارکہ کو تمام انبیا علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کی سرتاج اور چشمہ فیض و کرم بنایا۔ مالک بحر و بر نے تمام انبیاء علیہم السلام کو حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی معرفت عطا فرمائی اس طرح ان تمام پاکیزہ ہستیوں نے آپ علیہ السلام کی نبوت شریفہ کی تصدیق کی اس تصدیق و توصیف کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ان پاکیزہ ہستیوں کو بھی نبوت کی نعمت عظمہ عطا فرمائی۔ ہماری مذکورہ گفتگو کی تصدیق کے لیے قرآن پاک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں متلاشیان علم وہاں سے اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے مراجعت فرما سکتے ہیں۔ تاہم یہاں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے چند حوالے رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اللہ کریم نے جب عالم ارواح میں انبیا علیہم السلام کو اپنے لطف و کرم سے نبوت کی دولت لازوال سے مشرف فرمایا تو ان سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق لیتے ہوئے اس کریم آقا علیہ السلام پر ایمان لانے کا پختہ عہد بھی لیا۔ قرآن کریم کی سورۃ آل عمران میں یوں ارشاد فرمایا۔ (سورۃ آل عمران آیت 81)۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا
آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ
عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم
مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: "اور (اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت کو یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء (علیہم

السلام) سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اور لازمی طور پر اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانا اور اسکی لازمی مدد کرنا۔ (پھر) تم سب (انبیا علیہم السلام) نے اقرار کیا اور کہا یہ بھاری ذمہ داری تم نے اٹھالی ہے؟ سب انبیا (علیہم السلام) نے عرض کیا ہم نے اقرار کرلیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم سب ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے حوالے سے صاحب المواہب الدنیہ حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت بیان فرماتے ہیں۔

ان اللہ لما خلق نور نبینا محمّد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیہم السلام فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ فقالو ایاربّنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالیٰ ہذا نور محمّد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بن عبداللہ ان امنتم بہ جعلتکم انبیاء قالو امنا بہ و بنبّوتہ فقال اللہ تعالیٰ أشھد علیکم قالوا نعم فذالک قولہ تعالیٰ و اذاخذاللہ میثاق النبیّین و انا معکم من الشّاھدینo

ترجمہ: "جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے نبی محترم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا فرمایا تو بعد میں کسی وقت اس نور کو حکم فرمایا کہ تمام انبیا علیہم السلام کے انوار یعنی ارواح مبارکہ کی طرف متوجہ ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیا علیہم السلام کی ارواح کو اپنے نور مبارک سے ڈھانپ لیا۔ انبیاء علیہم السلام نے عرض کیا۔ اے ہمارے رب ہمیں کس کے نور مبارک نے ڈھانپ لیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ کا نور ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں نبی بناؤں گا۔ چنانچہ ان تمام (انبیا علیہم السلام) نے کہا ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تمہارے نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے پر میں خود گواہ ہوجاتا ہوں۔ انہوں (انبیا علیہم السلام) نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ آل عمران کے ارشاد میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام سے نبی آخرالزمان علیہ السلام کی تصدیق اور مدد کا عہد لیا تھا"۔

1. از: المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 8
2. زرقانی جلد 1 صفحہ 40

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے متعلق سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 15 میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں۔ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''۔

اس سورۃ مبارکہ میں نور سے مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے جبکہ روشن کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا اور اپنی روشن کتاب قرآن مجید آپ علیہ السلام پر نازل فرمائی جو قیامت تک پوری انسانیت کے لیے ہدایت وراہنمائی ہے۔ اس کتاب مقدسہ کے احکامات پر چل کر عمل کرتے ہوئے دین ودنیا کی سربلندیاں رفعتیں، عظمتیں اور تمام بھلائیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے بارے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مصنف صحیح بخاری کے استاد محترم حضرت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب المصنف جو کہ قریبا دوسری صدی ہجری میں تحریر کی گئی اس میں سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت شدہ حدیث یوں نقل فرماتے ہیں۔

عبارت از المصنف

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بابی انت و امی اخبرنی عن اول شیٔ خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیّک من نوره فجعل ذالک النُّور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ و لم یکن فی ذالک الوقت لوح و لا قلم و لا جنّة ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس''o

ترجمہ: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں مجھے بتایئے کہ

اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ ہی فرشتہ تھا، نہ آسمان اور نہ زمین، سورج بھی نہیں تھا اور چاند بھی نہیں تھا اور نہ ہی جن تھا اور نہ ہی انسان''۔

پھر جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمانا چاہا تو اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار حصے کیے۔

1. ایک حصے سے قلم پیدا فرمایا۔
2. دوسرے حصے سے لوح کو پیدا فرمایا
3. تیسرے حصے سے عرش کو پیدا فرمایا۔

پھر چوتھے حصے کے مزید چار حصے کیے۔

1. پہلے حصے سے حاملان عرش کو پیدا فرمایا۔
2. دوسرے حصے سے کرسی کو پیدا فرمایا
3. تیسرے حصے سے باقی فرشتے پیدا فرمائے۔

پھر چوتھے حصے کے پھر مزید چار حصے کیے۔

1. پہلے حصے سے آسمان پیدا فرمائے۔
2. دوسرے حصے سے زمین کو پیدا فرمایا۔
3. تیسرے حصے سے جنت و دوزخ کو بنایا

اس مذکورہ حدیث مبارکہ کو حضرت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے جن علم و عرفان کے فلک بوس پہاڑوں جو کہ علمی میدان میں بے مثل تھے سے نقل کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
2. حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ
3. حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
4. حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ۔

ان بزرگوں سے آگے جن محدثین و محققین نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند امام احمد میں۔
2. حضرت علامہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

3. حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے المواہب اللدنیہ
4. حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے السیرۃ الحلبیہ
5. حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المواہب اللدنیہ
6. حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے الخصائص الکبریٰ

حضرت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ تصنیف المصنف میں بیان کردہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وارد لفظ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح کرتے ہوئے امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے المواہب اللدنیہ کی شرح میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: اس حدیث شریف میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور الٰہی سے خلق ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ خود نور الٰہی اس نور محمدی علیہ السلام کا مادہ تخلیق تھا بلکہ اس کا معنی یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے ذاتی نور کے فیض سے براہ راست خلق فرمایا۔ یہاں "مِنْ نُورِہٖ" میں اضافت تشریفیہ ہے۔ رب کائنات نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو اس وقت ارشاد فرمایا۔ (سورۃ الحجر آیت 29)۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: "جب میں آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونک لوں تو تم (یعنی فرشتے) اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا"۔

اس جگہ بھی روح پھونک لوں اضافت تشریفیہ کے طور پر ارشاد فرمایا ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو روح سے پاک ہے۔

حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نور کی ایسی عمدہ تشریح بیان فرما دی ہے کہ اب کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں رہ جاتا۔ اور یوں حقیقت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اب اس حدیث پاک کے ان الفاظ کہ "اللہ نے مجھے اپنے نور سے پیدا کیا" پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ کائنات کی یہ ساری تقسیم اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرتو جلوہ اور فیضان ہے۔ یہی نور کسی شک و شبہ کے بغیر کائنات کی اولین مخلوق ہے۔ اس حدیث مبارکہ پر کچھ لوگ نہ سمجھی کی بنا پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اس طرح تو اللہ تعالیٰ کا نور تقسیم ہو کر کم ہو گیا جبکہ اللہ کریم کا نور نہ تو کم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تقسیم وہ تو ایسا ہونے سے ہی پاک ہے۔

یہاں ان اعتراض کرنے والے حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مبارک کا معنی اور مفہوم سمجھنے کے لیے کسی صحیح العقیدہ عالم استاد کی ضرورت ہے محض حدیث مبارکہ کا اردو ترجمہ یا عربی الفاظ پڑھ کر یہ خیال کرنا کہ حدیث مبارکہ کا مفہوم و مطلب سمجھ میں آگیا ہے خام خیالی ہے۔ ہم پہلے ہی امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تحقیق تحریر کر چکے ہیں جس کو پڑھ کر کسی قسم کا شک وشبہ اور اعتراض باقی نہیں رہتا اس کے باوجود اگر کسی کے ذہن میں کوئی الجھن یا شک اب بھی باقی ہو تو یہاں عام مثال کے ذریعے اس اعتراض و شک کو دور

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں امید ہے اس مثال کے بعد تمام شکوک واعتراض ختم ہو جائے گا۔

ایک موم بتی یا چراغ لے کر اسے جلائیں پھر اس موم بتی یا چراغ کی لو سے جس قدر موم بتیاں یا چراغ جلانا چاہیں جلا سکتے ہیں۔ ہماری اس بات کو عام عقل وسوجھ رکھنے والا آدمی بھی تسلیم کرے گا کہ ایسا ہوتا ہے۔ اب بتائے جس پہلی موم بتی یا چراغ کی لو سے آپ نے ایک، دو، تین، چار، پانچ اور اس طرح بہت سے چراغ اور موم بتیاں روشن کیں پہلے چراغ اور موم بتی کی لو، روشنی، جسامت اور حجم میں کوئی فرق آیا ہے جواب یقیناً یہی ہوگا کہ کوئی فرق نہیں آیا۔ اب خود انصاف کیجئے کہ اگر موم بتی اور چراغ کسی فرق کے بغیر اپنی روشنی پھیلا رہا ہے تو پھر خالق کائنات کے ابدی اور ازلی نور میں کیا فرق وکمی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ صرف سمجھ عقل اور عقیدہ کی کمزوری ہے جو فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے بارے میں اس طرح کے شکوک وشبہات واعتراضات اٹھائے جاتے ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم ہم سب کو مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور یوں ہم نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ گھر گھر روشن کریں آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے اللہ کریم نے حاملان عرش کو پیدا فرمایا جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ان حاملان عرش کی تعداد آٹھ ہے یہاں اس سلسلے میں بیان کی گئی روایات میں سے چند تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

1. حضرت ابویعلی ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ
2. حضرت ابن خذیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور
3. حضرت علامہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حاملان عرش کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔

اس روایت کو سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر اس روایت کو ابن المنذر نے حضرت حسان بن عطیہ اور ہارون بن ریاب سے یوں روایت کیا ہے کہ "حاملان عرش کی تعداد آٹھ ہے جنہوں نے عرش کو اٹھا رکھا ہے"

تاریخ طبری میں علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے یوں روایت نقل کیا ہے۔

"اس وقت عرش کو آٹھ حاملاں عرش میں سے چار ملائکہ نے اٹھا رکھا ہے جبکہ قیامت کے دن ان حاملین عرش کی تعداد پوری آٹھ ہو جائے گی"

یہ حاملین عرش سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے پیدا کیے گئے ہیں یہاں بھی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد براہ راست فیض اور واسطہ ہے بالکل اسی طرح جیسے نور الٰہی اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ وتعلق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک خالق کائنات کی اولین تخلیق ہے پھر اسی مبارک نور سے

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا فرمایا اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق اور نبوت میں تمام مخلوق سے اول اور آخر ہیں اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ یاد رہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم ارواح میں قیام مبارک ملکوتی تھا اور عالم اجساد میں یہ سفر مبارک ناسوتی ہے۔ تمام آئمہ، محدثین، علما کرام، محققین، بزرگان طریقت اور احباب سیر کا اسی عقیدہ پر اجماع چلا آرہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف خاص سے متعلق مضامین تواتر سے چلے آرہے ہیں بہت سی احادیث میں ان کو مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ تمام احادیث یہاں بیان کرنا ہمارے موضوع کو بہت طویل بنا دے گا اس لیے یہاں ان عظیم شخصیات کے اسمائے گرامی اور ان کی تصانیف کے نام تحریر کرنے پر ہی اکتفا کر رہا ہوں۔ جنہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف خاص پر سیر حاصل کلام فرمایا ہے۔ متلاشیان علم و عشق ان تصانیف سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

اسمائے گرامی محدثین کرام

1. حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ بخاری'' میں
2. حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح مسلم'' میں
3. حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سنن'' میں
4. حضرت بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح السنۃ'' میں
5. حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند'' میں
6. حضرت علامہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مستدرک'' میں۔
7. حضرت علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں
8. حضرت خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں
9. حضرت علامہ دیاربکری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الخمیس'' میں۔
10. حضرت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ''المصنف'' میں۔

مذکورہ محدثین کرام نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارکہ کے بارے میں احادیث بیان فرمائی ہیں۔ ان کے بعد تشریف لانے والے محققین نے انہی احادیث مبارکہ کو اخذ کرتے ہوئے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو اعتماد کے پورے معیار پر درست تسلیم کرتے ہوئے رقم کیا ہے۔ ان بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

Marfat.com

اسمائے گرامی ونام کتب

1. حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں
2. حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المواہب اللدنیہ'' میں۔
3. حضرت علامہ ابی جعفر بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ طبری'' میں
4. حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں
5. حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات ابن سعد'' میں
6. حضرت علامہ ابومحمد عبدالملک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیرت ابن ہشام'' میں
7. حضرت علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ ابن عساکر'' میں
8. حضرت علامہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبرانی شریف'' میں
9. حضرت علامہ ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر ابن ابی حیان'' میں
10. حضرت علامہ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح'' میں
11. حضرت علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتوحات مکیہ'' میں
12. حضرت علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح المواہب اللدنیہ'' میں
13. حضرت علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الوفا باحوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں۔

یہ مذکورہ شخصیات علم وعرفان کے میدان میں بے مثل تھے۔ ان کے علاوہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں متاخرین، محققین اور اہل سیر کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف خاص کو مزید تشریح اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اسمائے گرامی ونام کتب

1. حضرت علامہ محمد الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مطالع المسرات'' میں
2. حضرت قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء شریف'' میں
3. حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الفتاویٰ الحدیثیہ'' میں
4. حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الحدیقۃ الندیہ'' میں
5. حضرت علامہ ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرقاۃ المفاتیح وشرح شفاء'' میں
6. حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مدارج النبوت'' میں
7. حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفہیمات الٰہیہ'' میں

8. حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''قصیدہ بردہ شریف'' میں
9. حضرت امام علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح المعانی'' میں
10. حضرت امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جواہر البحار'' میں

خالق کائنات نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے ازلی نور کے فیض سے پیدا فرمایا اور پھر مدتوں جہاں اسے منظور ہوا وہ نور مبارک سیر کرتا رہا۔ یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اولین مخلوق تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کو جن جن محدثین, فقہا, آئمہ کرام, محققین اور اصحاب سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے ان کے اسمائے گرامی اور کتب کے نام تحریر کر دیئے ہیں۔ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے بیان سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کا ذکر کرنا اس لیے ضروری تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی باقی تمام مخلوق اسی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صدقہ اور فیضان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نورانی وجود مسعود ملکوتی تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے دیگر مخلوق یعنی لوح، قلم، عرش، حاملان عرش، کرسی، ملائکہ، زمین، آسمان، جنت، دوزخ، جن وانس، سورج، چاند، ستارے غرض دیگر جملہ مخلوق کو پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیا علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تصدیق لیتے ہوئے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا پختہ عہد بھی لیا۔ پھر انبیا علیہم السلام کو گواہ بنا کر خود ان سب پر گواہ ہو گیا سورۃ آل عمران پارہ نمبر 3 آیت نمبر 81 میں اس کا ذکر موجود ہے۔

پھر جب خالق ارض وسماء نے چاہا کہ وہ کرہ ارض پر سلسلہ انسانی کو شروع کرے تو اس نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور ان کی رفاقت کے لیے حضرت اماں حوا کو پیدا فرمایا پھر ان دونوں ہستیوں کو زمین پر اتار دیا یوں ان دونوں کی قربت سے نسل انسانی کی ابتدا کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اسی وجہ سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو ابو البشر کہا جاتا ہے۔ اللہ کریم نے نسل انسانی کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں اپنے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ انبیاء علیہم السلام شب وروز بنی نوع انسان کی بہتری اور بھلائی کے لیے تبلیغ اور رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ صدیوں یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ مبارک آیا پھر اللہ کریم نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اس کے بعد قریباً چھ سو سال کا عرصہ دنیا میں کوئی نبی یا رسول مبعوث نہ فرمایا یہ زمانہ فترت کہلاتا ہے۔

یہ وہی زمانہ ہے جب انسان ظلم وبربریت قتل وغارت شرک وکفر اور فسق وفجور کی دلدل میں غرق ہو چکا تھا۔

خالق کائنات کو انسان کی اس حالت پر رحم آیا اور یوں اس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشریت کا جامہ پہنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا تاکہ ظلم و شرک میں مبتلا انسانیت کو ضلالت و گمراہی کی دلدل سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرمادے۔ پھر چشم فلک نے دیکھا کہ اس کریم و رحیم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف 23 سال کی قلیل مدت میں انسانی مقدر کو بدل کر اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ اور یوں انسان حقیقی معنوں میں انسان کہلانے کا حق دار ٹھہرا۔

سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اولیّن

سرکار دو عالم کے باب نور مبارکہ کے سلسلے میں سورہ آلِ عمران آیت 81 پارہ 3 کا ترجمہ پیش کر چکا ہوں۔ اس فرمان الٰہی کی تشریح رسول کے اولین نبی ہونے اور سب انبیا علیہم السلام کے بعد خاتم النبیین ہونے کا سب سے پہلا ثبوت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ النساء آیت 174۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: ''اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا''۔

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی جن کے صدق پر ان کے معجزے شاہد ہیں اور منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: سورۃ المائدہ آیت 19۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ
وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ''اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا۔ کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے''۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے نور کی فضاء میں ایک نورانی محفل منعقد فرمائی جس میں خود خالق کائنات امیر مجلس تھا۔ اس نور ابدی وازلی نے دیگر تمام ارواح عالم کو اپنے احاطہ میں لے لیا۔ اس وقت موجوداتِ عالم میں سے کسی چیز کا وجود ہی نہ تھا۔ یہ شان مجلس آرائی حس وادراک اور خیال وگمان سے بالاتر تھی یہ وہ مقدس محفل تھی جس میں کسی دوسری نوری یا ناری مخلوق کا وجود ہی نہ تھا۔ یہ وہ محفل تھی جس میں وہ رازدار ارواح انبیاء علیہم السلام ہی شامل تھیں جن پر ابتدائی نسل انسانی سے لے کر قیامت تک مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کا پیغام دینے کی بھاری ذمہ داری ڈالی جانے والی تھی۔ ان مقدس ارواح کے ذمے نور رسالت محمدی کا اقرار اور اس کی مدد کرنے کا وعدہ لینا تھا۔ پوری فضائے عرش رحمانی نور رب جل جلالہ سے منور ہو رہی ہے کہ یکا یک خلوت عرش بریں سے ایک صدا آتی ہے۔ اے گروہ مرسلین وانبیا علیہم السلام آج تم سے ایک عہد لیا جاتا ہے وہ یہ کہ جب تم میں سے کسی کے عہد رسالت و نبوت میں میرا وہ محبوب رسول جس کے لئے میں نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے تشریف لے آئے تو تم سب کے سب میرے اس پیارے پر صدق دل سے ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ اس نورانی محفل کے انعقاد کا یہی عنوان تھا۔ یہ حکم سن لینے کے بعد تمام ارواح انبیا علیہم السلام نے ایک زبان ہو کر عرض کی اے ہمارے خالق و مالک ہمیں تیرا یہ حکم صدق دل سے قبول ہے۔ ہم ایسا ہی کریں گے۔ پھر ارشاد ہوا تم سب ایک دوسرے پر گواہ رہو اور میں بھی تم سب کے ساتھ اس بات پر گواہ ہوں۔ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام نے رسول کریم پر ایمان لا کر اس میثاق میں حکم الٰہی کی تکمیل کر دی۔ میثاق مکمل ہونے کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "یاد رہے اس اقرار کے بعد اگر کوئی معاہدہ شکنی کا مرتکب ہوا تو وہ میرے ہاں فاسق تصور ہو گا"۔ یوں خالق کائنات کی یہ محفل نور برخاست ہوئی۔ اس نورانی محفل کے انعقاد اور انبیاء علیہم السلام کے میثاق سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم علیہ السلام کو سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبوت کے مقام عظمیٰ سے مشرف فرمایا۔ اور دنیا میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا۔ ہمارے آقا و مولا فخر موجودات اول و آخر مقام نبوت و رسالت پر فائز ہیں۔ حضور علیہ السلام دنیا میں تشریف لانے والے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے بھی رسول ہیں اور یوں تمام انبیاء و رسل علیہم السلام آپ کے امتی ہیں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت مقدسہ نمبر 81 میں اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کی تاکید فرمائی ہے۔

Marfat.com

اول: تمام انبیاء ورسل علیہم السلام سے سرکار دو عالم پر ایمان لانے اور آپ علیہ السلام کی مدد کا عہد لے کران سب کوایک دوسرے پر گواہ بنایا۔

دوم: جب تمام رسل وانبیا علیہم السلام ایک دوسرے پر گواہ ہو گئے تو اللہ رب العزّت نے اپنی گواہی کو بھی ان کے ساتھ قائم فرمادیا۔

سوم: انبیاء ورسل علیہم السلام کے اس عہد کی مخالفت پر سزا بھی مقرر فرما کر سب کو متنبہ فرمادیا۔ اگر کسی نے اس عہد کے خلاف کیا تو (سورۃ آل عمران آیت 82)

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:" تو جو کوئی اس (عہد) کے بعد پھرے۔ تو وہی لوگ فاسق ہیں"۔

نوٹ: یہاں فسق سے مراد تقویٰ و پرہیز گاری سے نکل جانے کے ہیں۔ نا کہ اسلام سے نکل جانے یا کفر کے کیونکہ انبیاء علیہم السلام شرک وکفر سے معصوم ہیں۔ یہاں صرف میثاق کا اہتمام مقصود ہے جسکی وجہ سے یہ سزا مقرر کی گئی ہے ورنہ یہ برگزیدہ کہاں اور شرک وکفر کی ضلالت کہاں۔ انبیاء علیہم السلام کو ایسی چیز سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

قرآن کریم فرقان حمید کی آیت میثاق ازلی سے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اول کا ثبوت پیش کرنے کے بعد یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سلسلے میں ارشادات گرامی بطور ہدیہ تحریر کر رہا ہوں ویسے تو اس مضمون کی بہت سی احادیث کتب حدیث وکتب سیر میں موجود ہیں مگر میں یہاں ان میں سے چند تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ تاکہ قاری کے ذہن میں حضور علیہ السلام کی نبوت اول کے بارے میں اگر کوئی سوال موجود ہو یا دوران مطالعہ پیدا ہو تو حضور علیہ السلام کے ارشادات پڑھ کر اس کا ذہن اطمینان پائے اور یوں اسکے دل میں مقام وعظمت مصطفٰے کا سکہ بیٹھ جائے جو ہر مسلمان کے لئے توشہ آخرت اور دین ودنیا کی سربلندیوں کا سر چشمہ ہے۔

(1) مشہور زمانہ محقق ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت میثاق سورۃ آل عمران آیت 81۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ

کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا"میں آفرینش میں اول النبیین" اور بعثت میں ان کے بعد ہوں۔ مگر میرے منصب نبوت کو ان سے پہلے ظاہر فرمایا گیا۔" اس حدیث شریف کو حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی الدلائل میں بیان کیا ہے۔

(2) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

"سمعت النبّی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یقول انّی عنداللہ الخاتم النبیّین و ان آدم لمنجدل فی طینۃ"

ترجمہ: "میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین قرار پا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خاکی تشکیل کے مرحلے میں تھے۔"

1. "خصائص الکبریٰ" از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جلد۔1۔صفحہ۔10۔
2. مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جلد۔4۔صفحہ۔127-128
3. دلائل النبوۃ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جلد۔1۔صفحہ۔87
4. مستدرک از: علامہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ جلد۔2۔صفحہ۔200

میں مزید فرماتے ہیں اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں۔

(3) ابوسہل قطان نے اپنی کتاب "امالی" میں حضرت سہل بن صالح ہمدانی سے روایت کی۔انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت کیا کہ سرکار دوعالم تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپ علیہ السلام سب کے بعد مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جب بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا "الست بربکم" اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے فرمایا "بلٰی" انبیاء علیہم السلام پر تقدیم کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ آپ علیہ السلام ان سب کے بعد مبعوث ہوئے۔(سورۃ الاعراف آیت172)

"خصائص الکبریٰ" از: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔10

(4) سرکار دوعالم کی نبوت اول کے سلسلے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں "فیسرۃ الفجر" سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"۔

"میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز روح وجسم کے درمیان تھے"۔

اس حدیث پاک کو حضرت علامہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک اور حضرت علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے

دلائل النبوۃ اور حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں روایت کیا ہے۔

از: خصائص الکبریٰ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 11، المواہب اللدنیہ۔

(5) حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مستدرک'' میں حضرت علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں اور حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ علیہ السلام کے لئے نبوت کب لازم کی گئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور ان کے پتلے میں روح پھونکی''۔

''خصائص الکبریٰ'' از: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 12

(6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں آپ علیہ السلام کے لئے نبوت کب واجب اور ثابت کردی گئی''۔ فخر کونین نے ارشاد فرمایا ''قال قالو یا رسو ل اللہ متیٰ و جبت لک النبوۃ قال و ادم بین الروح والجسد ''۔ ''اس وقت جبکہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے''۔ یعنی جب ان کی تخلیق بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

1. جامع ترمذی اسناد صحیح
2. مشکوۃ المصابیح فضائل سید المرسلین صفحہ۔ 513
3. مستدرک الحاکم۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 609

(7) برصغیر کے نامور عالم محقق محدث جن کے ارشادات سب کے لئے حجت کا درجہ رکھتے ہیں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی مذکورہ حدیث مبارکہ کے تحت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''سألته صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم سوالا روحانیًا عن معنی قوله کنت نبیًا و آدم منجدل بین الماء والطّین، ففاض علی روحی من روحه الکریمة الصورة المثالیة التی کانت قبل ان یوجد فی عالم الاجسام وانّ فیضا نها فی العفرة المثالیة کان عند کون ارم منجدل بین الماء والطین وانّ لم صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم ظهوراً تاماً فی تلک العفرة و هوالمعبّر عنه بالنبوة'' فی هذا الحدیث.

ترجمہ: ''میں نے روحانی طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے متعلق سوال کیا جس میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے خمیر میں تھے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدسہ میری روح پر اس مثالی شکل میں جلوہ گر

ہوئی جس میں وہ عالم اجسام میں آنے سے پہلے موجود تھی اور اس کا فیضان عالم مثال میں تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے جاری تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم میں بھی ظہور مکمل حاصل تھا۔ جس کو اس حدیث مبارکہ میں نبوت سے تعبیر کیا گیا ہے''۔

تفہیمات الٰہیہ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔00 از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

(8) حضرت علامہ حاکم۔ علامہ بیہقی۔ بزار، ابونعیم، اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے اوسط، بہ طریق شعبی مستدرک اور دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ کسی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے''۔ یہی حدیث مرسل سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کو نبوت کب عطا فرمائی گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ''ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر ہی میں تھے اس وقت مجھے نبوت عطا کی گئی''۔

خصائص الکبریٰ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔12 از: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(9) طبقات ابن سعد میں ابن ابی الجدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح وجسد کے درمیان تھے''۔ ابن سعد نے ہی اسی مضمون کی ایک اور حدیث مطرف بن عبداللہ بن الشکیر سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

''ایک شخص نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی رسالت کا انعقاد کب ہوا''؟ حضور علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا ''اس وقت جب ابوالبشر علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے''۔

روایت از: ''طبقات ابن سعد''، خصائص الکبریٰ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔12

(10) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صحیح حدیث مبارکہ منقول ہے روایت کیا ہے۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر سے پہلے مٹی میں تھے اور میں تمہیں بتاؤں کہ میری نبوت کے

بارے میں پہلی خبر ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی اور عیسی علیہ السلام کی بشارت تھی اور اس کے علاوہ میری والدہ کا وہ خواب تھا جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے''۔

اسی حدیث مبارکہ کو طبرانی و ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی مریم غسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اس نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی نبوت کی سب سے پہلے بات کونسی تھی؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میثاق لیا جس طرح کہ تمام انبیا علیہم السلام سے میثاق لیا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور میری ولادت سے پہلے میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نمایاں ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے''۔

1. مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
2. دلائل النبوۃ از علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
3. مستدرک از علامہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ
4. تاریخ ابن عساکر از: علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ
5. صحیح از: حضرت علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ
6. طبرانی از: حضرت علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ
7. دلائل النبوۃ از حضرت علامہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ
8. خصائص الکبریٰ از حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ایک اہم تشریح

آیت میثاق ازلی اور مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولا فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کی تخلیق سے پہلے نبی تھے آپ علیہ السلام پوری کائنات کے افضلوں سے افضل ہیں اور دنیا بھر کے راہنماؤں کے راہنما ہیں کیونکہ دیگر تمام راہنما حضور علیہ السلام کے صدقے سے ہی اس منصب پر فائز ہوئے ہیں۔ اس آیت میثاق کے تحت حضرت امام شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت مبارکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، شان، توقیر اور آپ علیہ السلام کے اعلیٰ مرتبہ کے بیان میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ یا ابہام نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نبی علیہ السلام کے زمانے میں تشریف لے آئیں تو آپ علیہ السلام ان کی طرف رسول ہوں گے گویا اس

طرح آپ علیہ السلام کی نبوت و رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور تمام انبیا علیہم السلام اور ان کی ساری امتیں آپ علیہ السلام کی امت ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "بعثت الی الناس کافه" یعنی میں تمام نوع انسانی کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ یہ ارشاد گرامی حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہی خاص نہیں بلکہ آپ علیہ السلام سے قبل کے لوگوں کے لئے بھی محیط ہے۔ اس بات کا ثبوت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح و جسم خاکی کے درمیان تھے"۔

بعض لوگ یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضور علیہ السلام سب انبیا علیہم السلام کے بعد تشریف لائیں گے اور یوں آپ علیہ السلام کسی بھی نبی کا زمانہ نہیں پائیں گے تو پھر اس عہد کے معنی کیا ہوئے۔ یہ اعتراض کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے پکا اردہ کیا ہوا ہے کہ جہاں عظمت مصطفیٰ کا ذکر آئے تو اعتراض ضرور کرنا ہے اللہ کریم ان لوگوں کو ہدایت فرمائے اور یوں یہ اپنا ایمان بچاسکیں۔ کیونکہ تنقید نبی کا مطلب ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ اعتراض اور سوال کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں یہ لوگ حقیقت میں حکمت الٰہی کو ہی نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے یہ نئی بات کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اس امر میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کی جو حقیقت ارشاد فرمائی ہے اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی نبوت اس وقت بھی تھی جب میثاق ازلی لیا جا رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی تخلیق مکمل ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کا اسم مبارک عرش الٰہی پر لکھا دیکھا۔ لکھا تھا "محمد رسول الله" اب لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ علیہ السلام کی نبوت مبارکہ اس وقت مکمل ہو چکی تھی جب آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اگر یہ مانا جائے کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف علم خالق کائنات میں ہی نبی تھے یعنی یہ صرف علم الٰہی میں ہی تھا کہ آپ علیہ السلام ایک مقررہ وقت پر نبی ہوں گے تو ایسا ماننے سے رسول اللہ کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔ جبکہ فخر موجودات کا ارشاد گرامی ہے "کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ہنوز روح و جسد کے درمیان تھے" فرمانے کا کیا مطلب ہے کیونکہ علم الٰہی میں تو تمام انبیا علیہم السلام کی نبوتیں اس وقت ہی نہیں بلکہ اس سے بھی پہلے تھیں۔ اب غور کا مقام ہے کہ ایسی صورت حال کے ہوتے ہوئے پھر حضور علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ علیہ السلام کی امت کو پتہ چل جائے کہ خالق کائنات کے ہاں آپ علیہ السلام کو کس قدر بلند، ارفع واعلیٰ مرتبہ حاصل ہے نیز حضور علیہ السلام کی نبوت تمام نبیوں کی آفرینش سے بھی پہلے موجود تھی۔

اپنی تشریح کو جاری رکھتے ہوئے حضرت شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مذکورہ وضاحت

کے بعد اگر کوئی یہ سوال یا اعتراض کرے کہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہونے والی خصوصی قدر و منزلت کو اچھی طرح سمجھنا چاہتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔ یاد رہے نبوت ایک وصف خاص ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ وصف کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ وہ اپنے موصوف کے ساتھ موجود ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہ ہی وصف کی کوئی حیثیت و وجود ہے اور نہ ہی کوئی معنی۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف نبوت کا بیان ولادت مبارکہ کے چالیس (40) سال بعد ہوا اب حضور علیہ السلام کے زمانہ بعثت یا ما قبل (اس سے پہلے) کو اس کے ساتھ کیسے متصف کر سکتے ہیں۔ اگر یہاں یہ بات آپ علیہ السلام کے لئے صحیح ہے تو دیگر انبیا علیہم السلام کے لئے بھی یہی بات صحیح اور درست ہوگی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا فرمایا'' پس قرین قیاس یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارکہ (میں نبی تھا) کا مطلب اپنی روح مبارکہ یا اپنی حقیقت کا بیان فرمانا ہو۔ اب حقائق اصل میں کیا ہیں ان کو ہماری ناقص عقلیں نہ تو سمجھ سکتی ہیں اور نہ ہی ان کا ادراک کر سکتی ہیں۔ کلی اور حتمی حقائق صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا اس کے وہ برگزیدہ انبیا علیہم السلام جن کو اس نے جزوی یا پھر مکمل علم عطا فرمایا ہے اور ان کی اپنے نور سے مدد فرمائی ہے اور فرماتا رہے گا۔ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے ہی یہ وصف عطا فرما دیا آپ علیہ السلام اس وقت ہی نبی ہو گئے اور یوں آپ علیہ السلام کا اسم گرامی عرش پر لکھ دیا گیا تا کہ تمام فرشتے اور مخلوق جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ علیہ السلام کی کیسی قدر و منزلت اور مقام ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت اس وصف کے ساتھ اس وقت موجود تھی اگر چہ آپ علیہ السلام کا وہ جسم اقدس جو اس صفت سے متصف ہے بعد میں مبعوث ہوا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ، خصائص مبارکہ، نبوت اور رسالت اس دنیا میں جسے عالم الانفس سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام انبیا علیہم السلام سے متاخر ہے لیکن عالم غیب اور عالم ارواح میں آپ علیہ السلام سب سے پہلے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اہل کرامت سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں کرامت کا فیضان اس عالم مادی میں ان کے وجود میں آنے کے بعد کیا ہوا۔ مختصراً یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر ظہور میں آنے والی چیز کا مکمل اور حتمی و تفصیلی علم خالق کائنات کو ازل سے اور ہم اللہ جل شانہٗ کے اس علم کے بارے میں بہت ہی کم ذرہ اور کائنات کی نسبت کے مطابق علم رکھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلّف بنایا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ علیہ اسلام ''خیر الخلق'' ہیں۔ اس لئے کسی مخلوق کا کمال یا مقام حضور علیہ اسلام کے کمال و مقام سے اعلیٰ نہیں ہے۔ یہ بات بہت سی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جن میں سے کچھ کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور کچھ کا ذکر آگے چل کر کریں گے۔ حضور علیہ السلام کا یہ مقام حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے آپ علیہ السلام کے لئے عہد و پیمان لئے جو میثاق ازلی ہے۔ آیہ کریمہ (سورۃ آل عمران

آیت 81) میں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾

میں لام قسم کے لئے آیا ہے۔ اس میں آپ علیہ السلام کا ہی خلیفہ بنایا جانا مقصود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ارفع۔ عظمت اور مقام رفعت پر جو اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو عطا فرمائی اس پر غور وتدبر کیجئے۔ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔ آپ علیہ السلام سرور انبیاء علیہم السلام ہیں اور امام الرُسُل ہیں۔ اس کا ظہور روز قیامت آخرت میں ہوگا جب تمام انبیا علیہم السلام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے موجود ہوں گے اسی طرح جیسے معراج شریف میں سب نے حضور علیہ السلام کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔ اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں مبعوث ہوتے تو یہ تمام انبیا علیہم السلام اپنی اپنی نبوت ورسالت پر جوان کی امتوں کی طرف ہے برقرار رکھتے اور ہمارے نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے اوپر نبی ہوتے۔ آپ علیہ السلام کی رسالت تمام انبیا علیہم السلام اوران کی امتوں سب پر ہوتی۔ اصول میں تمام انبیا علیہم السلام کی شریعت متفق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرائع اصول میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ جو نبی بھی اپنی امت کے لئے جو بھی احکام لایا وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی شریعت تھی۔ مگر ہر نبی کی امت کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس نبی کی شریعت کہلائی۔ البتہ فروعی مسائل میں اشخاص اور زمانے کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ اب ہماری اوپر بیان کردہ دو حدیثوں کا وہ مطلب بھی واضح ہوگیا جو ہم سے پوشیدہ تھا۔

ہم نے پہلے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا'' اس حدیث پاک کا مطلب ہم نے یہ لیا کہ آپ علیہ السلام اس امت کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں جو آپ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک ہوگی۔ مگر مذکورہ تشریح کے بعد معلوم ہوا کہ صرف یہی امت ہی نہیں بلکہ تمام نوعِ انسانی آپ علیہ السلام کے حلقہ رسالت میں شامل ہے اس بات سے قطع نظر کہ وہ آپ علیہ السلام سے پہلے گزر چکی ہے یا زمانہ مبارک میں تھی اور قیامت تک رہے گی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری حدیث مبارکہ جس میں ارشاد فرمایا۔ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ہنوز روح وجسم کے درمیانی مرحلہ میں تھے''۔

اس حدیث کا مطلب ہم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم الٰہی میں نبی تھے مگر اس مذکورہ تشریح کے بعد معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی مزید فضل وکمال اور عالمگیر رسالت اور ہمہ وقتی نبوت کسی بھی زمانے کی قید کے بغیر ہے اور آپ علیہ السلام ہر زمانے کے پیغمبر ہیں۔

اور بلا شک یہی فرق اس حال کے مابین ہے جو حضور علیہ السلام کے عالم اجسام میں جلوہ فرما ہونے اور اس دنیا کو اپنے نور سے منور فرمانے اور شیر خواری وبچپن کے مراحل سے گزر کر جوان ہونے اور پھر عمر مبارکہ کے چالیس سال پورے ہونے پر بعثت اور اس کے ابلاغ کے درمیان نسبت ہے۔ یہ نسبت نہ حضور علیہ السلام کی طرف ہے اور نہ لوگوں کی طرف اگر لوگ اس سے پہلے سننے کے قابل ہوتے بلکہ شرائط پر احکام کو معلق کرنا کبھی محل قبولیت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی فاعل مُجری کے سبب سے۔ تو اس جگہ محل قبولیت کے لحاظ سے تعلق ہے اور وہ آپ علیہ السلام کی نوع انسانی کی طرف بعثت اور ان پر ابلاغ کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی وجود کا ان کی نظروں کے سامنے ہونا ہے۔

''اس مذکورہ نکتے کی مزید وضاحت کے لئے یوں مثال دے جاسکتی ہے کہ ایک والد کسی شخص کو اپنی بیٹی کے نکاح کے لئے اس شرط کے ساتھ وکیل مقرر کرے کہ جب کوئی کفو (رشتہ) مل جائے تو میری بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کر دینا۔ چنانچہ کفو (رشتہ) ملنے پر وکیل اس بیٹی کا نکاح کر دے یوں اس کی وکالت صحیح ہے جس کو استعمال کرتے ہوئے وکیل نے بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اور کبھی فاعل مجری کا وقوف کفو کے وجود پر ہوتا ہے (یعنی وہ جسے نکاح کرانے کا حق دیا گیا ہے وکیل اسے کفو (رشتہ) ہی نہیں ملتا اور یوں کافی عرصہ گزر جاتا ہے) کفو ایک عرصہ کے بعد میسر آتا ہے تو ایسی صورت میں جو تاخیر ہوئی اس سے وکالت کی اہلیت یا حقیقت واختیار میں کوئی فرق نہیں آتا''۔

خصائص الکبریٰ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔13 تا18

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیا علیہم السلام سے پہلے نبوت عطا فرمائی اور کائنات ارض وسماء اور اپنی دیگر تمام مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا یثاق ازلی اس پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نبوت کے جس منصب عظمٰی پر فائز فرمایا وہ بے مثل ہے ایسی مثال اور کہیں مل ہی نہیں سکتی۔ ہمارے آقا و مولا فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اپنی نبوت ہی میں بے مثل نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کی مکمل ذات مقدسہ بے مثل ویکتا ہے۔ رسول اللہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ذات مقدسہ بے مثل۔

صفات مبارکہ بے مثل۔

رسالت شریفہ بے مثل۔
نازل ہونیوالی کتاب بے مثل۔
معراج مبارکہ بے مثل۔
جماعت یعنی ساتھی بے مثل۔
ازواج مطہرات بے مثل۔
اولاد کرام بے مثل۔
امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے مثل۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کا جس کو ادراک ہو گیا وہ بے مثل۔ یہاں تک کہ جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت حاصل ہوگئی وہ بھی بے مثل بن گئی۔ ہماری اس بات کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ کتب سیر اور تاریخ عالم میں بے شمار واقعات موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اور صفات مبارکہ کے بے مثل ہونے پر پورا قرآن کریم شاہد ہے پھر میثاق ازلی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں تو خود خالقِ کائنات بھی اس بات پر گواہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات اور آپ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بے مثل ہے۔ ان سب کا بیان کرنا تو ممکن نہیں کیوں کہ انسانی عقل وفہم میں اتنی قدرت ہی نہیں کہ ایسا کر سکے البتہ جن چیزوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے انکی کچھ تفصیل تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

1. بے مثل ذات وصفات مبارکہ

اللہ کریم کی آخری اور سچی کتاب قرآن کریم فرقان حمید سرکار دو عالم نور مجسم تاجدار عرب وعجم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثل ذات کریمہ اور صفات مبارکہ پر شاہد ہے۔ سورۃ آل عمران کی اس آیت مبارکہ میثاق ازلی میں حکم الٰہی کے مطابق جب تمام انبیا علیہم السلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثل ذات پر آپ علیہ السلام کی فضیلت اور بلندی درجات کی گواہی دے چکے تو آخر میں خالق ومالک کائنات معبودِ حقیقی بھی ان سب پر گواہ ہو گیا۔ ذات وصفات کی ایسی گواہی نہ پہلے کسی کو حاصل ہوئی اور نہ ہی بعد میں کبھی ہوگی۔

2. بے مثل رسالت تامہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے مثل و بے مثال رسالت تامہ عطا فرمائی تھی۔ میثاق ازلی کے وقت تمام انبیاء علیہم السلام ومرسلین علیہم السلام اس معاہدہ کی رو سے تاجدار دو عالم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اور زیر نگین ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام اُس وقت حضور علیہ السلام کی رسالت کو یوں تسلیم نہ فرماتے تو حکم الٰہی کے مطابق کسی کو بھی نہ نبوت و رسالت ملتی اور نہ ہی وہ اس رتبہ عظیم پر فائز ہوتے۔ تمام انبیاء ورسل علیہم

السلام جن مراتب پر فائز تھے جو بلند درجات ان کو حاصل ہیں وہ سب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت مقدسہ کو تسلیم کرنے سے ہی ہیں۔

3. بے مثل کتاب مقدسہ

اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو عظیم کتاب قرآن کریم فرقان حمید عطا فرمایا وہ آپ علیہ السلام کا ہی اعزاز ہے۔ کتاب الٰہی بے مثل ہے اس کی نظیر نہ پہلے تھی اور نہ ہو گی۔ قرآن پاک نور ہے منیر ہے، عظیم ہے، حکیم ہے، مجید ہے، مبین ہے، ہدایت ہے، رحمت ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا عظیم احسان ہے کہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہم مسلمانوں کو یہ نعمت بے بہا عطا فرمائی۔ قرآن مجید کے بے مثل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ پاک کلام خود شاہد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ یونس آیت 38، سورۃ البقرہ آیت 23

(سورۃ یونس آیت 38)

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ

ترجمہ: ''تو اس جیسی کوئی ایک سورۃ لے آؤ''۔

یعنی اگر اسکی مثل ہے تو لے آؤ۔ قرآن کریم کا یہ دعویٰ نزول کے وقت سے لے کر آج تک اور قیامت قائم ہونے کے دن تک تھا اسی طرح قائم ہے اور قائم رہے گا۔ سوا چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا کوئی اس کتاب کی مثل نہیں لا سکا اور نہ ہی ابد تک لا سکے گا۔ گو خود کو اہل زبان اور حرف آخر خیال کرنے والوں نے پوری کوشش کر لی اپنا تمام علمی سرمایہ اس کی مثل لانے میں استعمال کر لیا مگر ناکام ہی رہے اور ایسا کرنے والے ہمیشہ ناکام ہی رہیں گے۔ کتاب مقدس کی مثل لانا تو دور کی بات ہے اس کی ایک آیت مکمل نہیں کر سکے اور آخر یہ اقرار کرنا پڑا کہ ''یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔'' پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ عرب کے بڑے بڑے فصحاء اس بے مثل کتاب کی حقانیت کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور یوں اس کلام الٰہی پر ایمان لا کر دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ ''قرآن کریم'' فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین کا ذکر بہت سی سورتوں میں فرمایا ہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(1) قرآن: النساء آیت 82، المائدہ 101، الاعراف 2، 204، التوبہ 111، یونس 15، 37، 61 یوسف 2، 3، الرعد 31، الحجر 1، 87، 91، النحل 98، بنی اسرائیل 10، 41، 45، 46، 60، 78، 82، 88، 106، الکہف 54، طٰہٰ 2، 113، 114، الفرقان 30، 32، النمل 1، 6، 76، 92، القصص 85، الروم 58، السباء 31، یٰسین 2، 69، ص 1، الزمر 27، 28، حم سجدہ 3، 26، 44، الشوریٰ 7، الزخرف 3، 31، الاحقاف 2، 29، محمد 24، ق 1، 45، القمر 17،

32،22، 40، الرحمٰن 2، الواقعہ 77، الحشر 21، الجن 1، المزمل 4،20، القیامہ 18، الدہر 23، انشقاق 21، البروج 21، الانعام 19۔

(2) ام الکتاب: الزخرف 4، آل عمران 7

(3) نور: التغابن 8، النساء 174، الاعراف 157

(4) کتاب مبین: المائدہ آیت 15، الشعراء آیت 2، النمل 1، قصص 2، الدخان 2

(5) فرقان: الفرقان آیت 1

(6) کتاب: العنکبوت 45، 51، (الاعراف 52) الجاثیہ 2، الاحقاف 12، 30، آل عمران 7، الانعام 92،155، حم سجدہ آیات 1 تا 3، الکہف 1، 2، ہود 1، 6۔

(7) ذکر: الحجر آیت 9

قرآن پاک زندگی بسر کرنے کا علم سکھاتا ہے۔ لیکن چونکہ سب علوم زندگی ہی کا حصہ ہیں اس لیے قرآن پاک میں ہر مضمون مثلاً علم کائنات، تاریخ، عمرانیات، نفسیات، معاشیات، علم الابدان وغیرہ کے متعلق بلیغ اشارے مل جاتے ہیں یہ اشارے مختصر ہونے کے باوجود اتنے جامع ہیں کہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں پر حاوی ہیں، کائنات کے جو راز صدیوں کی دن رات محنت کے بعد اب دریافت ہوئے ہیں قرآن پاک میں ان کے متعلق پہلے سے اشارے موجود ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ حقائق اپنی صداقت کے لیے سائنس کے محتاج نہیں البتہ جب سائنس کا نظریہ قرآن مجید کے مطابق ہوتا ہے تو یہ اس نظریئے کے صحیح ہونے کا ثبوت بن جاتا ہے لیکن اگر سائنس کا کوئی نظریہ قرآن مجید فرقان حمید سے متصادم ہو تو یہی سمجھا جائے گا کہ ابھی سائنس کو مزید تحقیق کی ضرورت ہے مثلاً معاشیات نسبتاً جدید مضمون ہے مگر قرآن کریم نے چودہ سو برس پہلے اس کے اصول بیان کر دیئے۔ بغیر محنت کے صرف سرمایہ سے سرمایہ پیدا کرنا یعنی سود حرام قرار دیا۔ ہر ایسا کاروبار ممنوع ہے جس میں جوئے کا پہلو موجود ہو۔ قرآن کریم میں کائنات کے ہر عمل میں حکمت اور باقاعدگی ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ تخلیق بالحق اور بامقصد ہے۔ ساری کائنات میں یکساں اور اٹل قوانین کارفرما ہونے کو اس بات کا ثبوت فرمایا کہ کائنات کا خالق و مالک ایک ہے اگر مختلف خدا ہوتے تو قوانین بھی مختلف ہوتے۔ ہر کوئی اپنا قانون چلاتا اور پھر ان قوانین میں تصادم ہوتا۔ یہ ہم آہنگی نہ ہوتی۔ کائنات کے جن رازوں تک دور جدید کے سائنسدان صدیوں کی محنت اور تحقیق کے بعد پہنچے ہیں قرآن پاک انہیں نہایت بے تکلفی سے ضمناً بیان کر جاتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کائنات کے خالق کا کلام ہے۔ جس کے لیے کائنات کا کوئی راز راز نہیں۔

4. بے مثل معراج مبارک

خالق کائنات نے تاجدار عرب وعجم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کو ایسی معراج عطا

فرمائی جسکی مثال کہیں نہیں ملتی ارشاد فرمایا۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت 1۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (حضور علیہ السلام) کو راتوں رات سیر کرائی۔''

پھر اس بے مثل سیر کی انتہا دیکھیں کہ خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ نجم آیت 10

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾

ترجمہ: ''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی''۔

یہ وہ مکالمہ ہے جو اللہ رب العزت اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بالمشافہ ہوا مگر اس مکالمے کو صیغہ راز میں رکھ کر ثابت کر دیا کہ محبوب و محبّ جو گفتگو کریں اسے سننے کا کسی اور کو حق ہی نہیں۔ یہ وہ بے مثل و بے مثال راز ہے جسے صرف بے مثل محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جان سکتے ہیں۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کی پاک زندگیوں کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ایسی بے مثل معراج ہمارے آقا علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے نبی یا رسول کو نہیں کرائی گئی۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی کہ اے میرے مالک مجھے اپنا دیدار عطا فرما۔ مالک حقیقی نے ارشاد فرمایا (سورۃ الاعراف آیت 143) ''اے موسیٰ (علیہ السلام) تو میرا دیدار نہیں کر سکتا''۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بار بار گزارش کی تو خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ''اے موسیٰ (علیہ السلام) میں اپنے نور کی تجلی کا ایک عکس اس سامنے والے پہاڑ پر ڈال رہا ہوں اگر وہ اپنی جگہ کھڑا رہا تو پھر تو بھی میرا دیدار کر سکے گا۔ چنانچہ جیسے ہی تجلی الٰہی اس پہاڑ پر ڈالی وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے''۔ ادھر محبوب علیہ السلام پر شفقت اور کرم کا عالم دیکھیں کہ بالمشافہ نہ صرف دیدار ہی کرایا وہ بھی سر کی آنکھوں سے بلکہ راز و نیاز کی گفتگو بھی فرمائی۔ طالب و مطلوب کے اس فرق سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور بے مثل معراج کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

5. بے مثل اُمّت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے مثل بنایا ہے۔ امت محمدیہ علیہ السلام کو سابقہ تمام امتوں پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کی آمد کی خبر دیتے چلے آئے اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی فرمایا کرتے تھے ہمارے بعد جو عظیم نبی آخر الزماں تشریف لائیں گے وہ تو ساری مخلوق سے افضل ہیں ہی ان کی امت بھی تمام امتوں سے افضل اور بے مثل ہو گی۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب علیہ السلام کی امت کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 110۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

ترجمہ: ''تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

خالق کائنات کے اس ارشاد مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ اے میرے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اُمتیو ہمارا تمہارا معاملہ تو الگ رہا۔ ہم نے تو تمہیں لوگوں کے لئے بھی بہترین و بے مثل امت بنایا ہے۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے کائنات کی تمام امتوں سے افضل واعلیٰ ہیں اور یہ ہماری انتہائی خوش بختی ہے۔ اب ہمیں چاہئے کہ اپنے آقا و مولا سرکار مدینہ سرور کونین ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام احکامات وارشادات کو نہ صرف دل کی گہرائیوں سے مانیں بلکہ شب وروز ان پر عمل کرتے ہوئے دنیا پر ثابت کر دیں کہ واقعی ہی ہم تمام گزشتہ امتوں سے بہتر اعلیٰ اور بے مثل ہیں۔ امت محمدیہ علیہ السلام کا دیگر امتوں اور کائنات کے دوسرے تمام لوگوں پر سبقت لے جانا صرف اور صرف نبی آخر الزمان علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنے سے ہی وابستہ ہے۔ اللہ کریم ہم سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین:

6. بے مثل ساتھی

اللہ تعالیٰ نے جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ، صفات، نبوت ورسالت، کتاب و امت، معراج وقربت غرض ہر چیز کو بے مثل بنایا ہے۔ وہاں آپ علیہ السلام کو ایسے بے مثل دوست وساتھی بھی عطا فرمائے جن کی اطاعت۔ جاں نثاری اور ہمہ وقت کی قربت بے مثال ہے۔ اُمت محمدیہ علیہ السلام کا اس بات پر اجماع اور مکمل اتفاق ہے کہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد تحقیقاً یار غار سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عبداللہ) بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔ سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) ساری امت سے افضل ہیں ان کے بعد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمر فاروق اعظم بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) پھر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی القرشی سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) پھر سیدنا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر درجہ بدرجہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ان کے بعد تابعین کرام پھر تبع تابعین و دیگر آئمہ مجتہدین علماء کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ۔ حضور علیہ السلام کی امت میں سے پہلا گروہ یعنی خلفاء راشدین وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وہ مقرب ترین بے مثل ساتھی ہیں جو حب رسول واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چلتی پھرتی عملی نشانیاں تھیں۔ یہ حضرات اپنے عمل اور جاں نثاری کی بدولت صدیق، فاروق، غنی، اور اسد اللہ کے مراتب عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ حضور

Marfat.com

علیہ السلام کی امت کے علاوہ کسی بھی دیگر نبی علیہ السلام کے امتی کو یہ درجہ اور بے مثل مقام حاصل نہیں ہوا جو ان حضرات کو حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ نگاہ و فیضان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ثمرہ تھا۔

7. بے مثل ازواج مطہرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی بے مثل ہیں۔ امت محمدیہ علیہ السلام کے مومنوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کی روحانی مائیں بے مثل و بے مثال ہیں۔ امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعہا اپنی حقیقت، شان امتیازی، آن وحیثیت میں بے مثل ہیں۔ ان کی شان قرآن کریم کس خوبصورت انداز میں بیان فرما رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 32۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

ترجمہ ''اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعہا بے مثل ہیں۔ ان کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور ان کا اجر سب سے بڑھ کر جہاں کی عورتوں میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔ دنیا کی کوئی بھی عورت اس شان و مقام کی حصہ دار نہیں ہوسکتی۔ قرآن کریم کے اس ارشاد نے ان ہستیوں کے مقام اور رتبہ کو دنیا کے سامنے کھول کر بیان فرما دیا ہے۔ امہات المومنین کو یہ فضیلت اور بے مثل مقام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اور قرب سے حاصل ہوا۔ اگر دنیا بھر کی عورتیں اور خاص طور پر مسلم خواتین ان مقرب شخصیات کے نقش قدم پر چلیں تو بہت جلد دین و دنیا کی کامیابیاں و کامرانیاں ان کے دامن میں ہوں گی۔ اور یہی اُخروی نجات کا مجرب ترین نسخہ ہے جس پر چل کر لاتعداد مسلم خواتین ترقی و کامیابی کے اس مقام پر فائز ہو چکی ہیں کہ ان کا نام تاریخ اسلام و تاریخ عالم میں سنہری حروف سے درج ہے۔

نسب پاک نبی علیہ السلام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد الیاس کی کرامت

رسول اللہ سید المرسلین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد الیاس اپنی پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلبیہ حج (لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ) کی آواز سنا کرتے تھے۔ وہ عربوں کے ہاں بزرگ شخص تھے اور لوگ انہیں سید العشیرہ کے لقب سے پکارتے تھے، وہ کوئی فیصلہ ان کے بغیر نہ کرتے تھے۔ الیاس ہی نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کے لیے قربانی کے جانور بھیجے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ الیاس کو تم برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ

صاحب ایمان تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کنانہ بن خزیمہ بہت بزرگ آدمی تھے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے وہ اہل عرب کا مرجع تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اب مکہ میں ایک عظیم الشان پیغمبر کے ظہور کا وقت آپہنچا ہے اس کا اسم گرامی ''احمد'' ہوگا وہ اللہ کی طرف بلائے گا نیکی احسان اور مکارم اخلاق کی دعوت دے گا، پس اس کی پیروی کرنا تمہارے عزو شرف میں اضافہ ہوگا تم اس کے لائے ہوئے پیغام کو غلط نہ ٹھہرانا کیونکہ وہ حق ہوگا۔

ابو نعیم ابی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب (القرشی الزہری) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی جمعہ کے روز لوگوں کو خطبہ دیتے تھے اور اپنے خطبے میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے ان کا ایک خطبہ ہے ''لوگو! سنو، سیکھو اور سمجھو اور جان لو! کہ رات تاریک ہے دن روشن ہے، زمین بچھونا ہے، آسمان چھت ہے، پہاڑ میخیں ہیں، ستارے نشانات ہیں، پہلے پچھلوں کی طرح ہیں، مذکر مونث کی مانند اور سب بوسیدگی کی طرف بڑھ رہے ہیں لہٰذا صلہ رحمی کرو اپنے سسرالی رشتوں کی حفاظت کرو، اپنے مالوں کو ثمر آور بناؤ کیا تم نے کسی ہلاک ہونے والے کو دیکھا ہے کہ وہ واپس آیا ہو یا کوئی مردہ اٹھ کھڑا ہوا آخرت کا گھر تمہارے سامنے ہے، اپنے حرم کی تزئین کرو۔ اس کی تعظیم کرو کیونکہ عنقریب ایک عظیم خبر آنے والی ہے اور ایک کریم نبی ظاہر ہونے والا ہے، پھر یہ اشعار پڑھے۔

نَهَار'' وَلَيل'' كُلَّ يَومٍ بِحَادِثٍ — سَوَاء'' عَلَيْنَا لَيلَهَا وَ نَهَارُهَا

سلسلہ روز شب روزانہ نئے واقعات کے ساتھ جاری ہے — اس کے لیل و نہار ہمارے لئے یکساں ہیں۔ یہ باری باری

مُنُوبَانِ بِالاَحْدَ اثِ حِينَ تَنَاوُبًا — وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سُرُورُهَا

واقعات و انعامات کے ساتھ آتے رہیں گے اور ہمارے سرور — میں اضافہ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اچانک محمد مصطفیٰ

عَلىٰ غَفْلَةٍ يَّاىِ النَّبِىُّ مُحَمَّد'' — فَيَخْبِرُ اَخْبَارًا صُدُوق خَبِيرِهَا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوگی، پس وہ ایسی — خبریں دیں گے جو سچے خدا کی طرف سے ہوں گی

بخدا!! اگر میرے اعضاء بدن آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں سلامت ہوں تو میں انتہائی قوت کے ساتھ کھڑا ہوں اور ان کی دعوت حق میں ان کے قدم بقدم چلوں، پھر کہا

يَا لَيتَنِي شَاهِدًا تَجوَاءَ دَعوَتِهٖ — حِينَ الْعَشِيرَةُ تَبغِنِى الْحَقَّ خِذلَانَا

اے کاش! میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوت حق کے وقت موجود ہوں جب اہل قبیلہ حق سے کنارہ کشی کریں گے

امام سیوطی فرماتے ہیں کعب کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان 560 سال

کا عرصہ ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد2 صفحہ 227)۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالمطلب مقام حجر میں سوئے ہوئے تھے اچانک پریشان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور قریش کے کاہنوں کے پاس گئے میں ان کے پیچھے چلا اس وقت میں ایک سمجھدار بچہ تھا اور بات کو سمجھ لیتا تھا تو کاہنوں نے پوچھا: اے اباالحارث! تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم تو گھبرائے ہوئے ہو۔ عبدالمطلب نے جواب دیا میں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا: وہ خواب کیا ہے، تو بتایا میں نے دیکھا کہ ایک روشن سلسلہ میری پشت سے نکلا ہے جس کی چار طرفیں ہیں ایک طرف اس کی زمین کے مشرقوں تک پہنچی ہوئی ہے، دوسری اس کے مغربوں تک، تیسری طرف آسمان کے کناروں سے نکل گئی ہے اور چوتھی تحت الثریٰ سے بھی متجاوز ہے میں ان اطراف کو دیکھ رہا ہوں پھر یہ طرفیں ایک سرسبز نورانی درخت کی طرف لوٹتی ہیں، مجھ پر یہی حالت طاری تھی کہ میرے سامنے دو بزرگ کھڑے ہوئے تو میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو اس نے بتایا ''میں نوح علیہ السلام ہوں'' دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا ''میں ابراہیم خلیلِ رب العالمین ہوں'' پھر میری آنکھ کھل گئی۔

کاہنوں نے یہ خواب سن کر کہا اگر تم نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو تمہاری پشت سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس پر زمین وآسمان کے مکین ایمان لائیں گے اور یہ سلسلہ کثرت اتباع وانصار اور ان کی قوت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سلسلہ کے حلقے باہم پیوست ہیں اور ان اطراف کا دوبارہ نورانی درخت کی طرف لوٹنا امر نبوت کی مضبوطی اور رفعت ذکر کی دلیل ہے اور یہ کہ اس پر ایمان نہ لانے والے ہلاک ہو جائیں گے جس طرح نوح علیہ السلام کی قوم ہلاک ہوئی تھی اور اس کے دم قدم سے ملت ابراہیمی کو غلبہ نصیب ہوگا۔

خصائص الکبریٰ میں ہے۔

ابونعیم بواسطہ ابی بکر بن عبداللہ بن ابی جہم ان کے دادا ابوجہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ ابوطالب اپنے والد عبدالمطلب کے حوالے سے بیان کر رہے تھے انہوں نے کہا میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا جس سے میں شدید خوفزدہ ہو گیا پھر میں قریش کی کاہنہ کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ میں نے رات کے وقت خواب دیکھا ہے گویا ایک درخت پیدا ہوا ہے جس کی چوٹی آسمان کو چھو رہی ہے اور اس کی شاخیں شرق وغرب تک پھیلی ہوئی ہیں میں نے اس سے زیادہ تابناک نور نہیں دیکھا جو سورج کی روشنی سے ستر (70) گنا زیادہ روشن ہے میں نے دیکھا کہ عرب وعجم کے لوگ اس کے سامنے سربسجدہ ہیں اور ہر لحہ اس کے نور میں اضافہ ہو رہا ہے اور اسے بلندی حاصل ہو رہی ہے، وہ نور جھلملا رہا ہے کبھی چھپ جاتا ہے کبھی ظاہر ہوتا ہے میں نے قریش کا ایک گروہ دیکھا ہے جو اس کی شاخوں سے وابستہ ہے اور ایک اور گروہ کاٹنے کے درپے ہے جب وہ گروہ اس کے قریب آتا ہے تو ایک

عدیم النظیر حسن کا مالک نوجوان انہیں گرفتار کر لیتا ہے ان کی پیٹھ توڑ دیتا ہے اور ان کی آنکھیں نکال دیتا ہے پھر میں نے اپنے ہاتھ بڑھائے تا کہ اس سے اپنا حصہ لوں اور کہا: یہ حصہ کن کے لیے ہے تو بتایا گیا کہ یہ حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کی شاخوں سے پیوستہ ہیں اور تم سے سبقت لے گئے ہیں یہاں میری آنکھ کھل گئی میں اس وقت بہت خوفزدہ تھا۔ یہ بیان کرنے کے بعد میں نے جب کاہنہ کے چہرے پر نگاہ کی تو وہ متغیر ہو چکا تھا، وہ بولی اگر تم نے خواب صحیح بیان کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہاری صلب سے ایک شخص ظاہر ہونے والا ہے جو مشرق و مغرب کا حکمران ہوگا اور لوگ اس کے سامنے خمیدہ سر ہوں گے! پھر عبدالمطلب نے ابو طالب سے کہا: ہوسکتا ہے کہ اس مولود کا مصداق تم ہو۔ ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ بعثت میں بھی یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور کہتے بخدا! یہ شجر مقدسہ ابوالقاسم الامین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

ابو نعیم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہمارا سب سے چھوٹا بھائی عبد اللہ پیدا ہوا تو نور آفتاب کی طرح ان کے چہرے میں روشن تھا یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا یہ لڑکا بڑی شان کا مالک ہوگا کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اس کے نتھنے سے ایک سفید پرندہ نکلا ہے اور اڑ کر مشرق و مغرب تک پہنچا ہے پھر لوٹ کر کعبہ پر آبیٹھا ہے جس کے سامنے اہل قریش سجدہ ریز ہو گئے ہیں۔ پھر اس پرندے نے آسمان و زمین کے درمیان پرواز کی ہے تو میں اس کی تعبیر پوچھنے کے لیے بنومخزوم کی کاہنہ کے پاس آیا اس نے بتایا کہ اگر فی الواقع تم نے ایسا خواب دیکھا ہے تو تمہارے صلب سے ایک مولود ظاہر ہونے والا ہے کہ شرق و غرب کے لوگ جس کے زیر فرمان و تابعدار ہوں گے۔

خرائطی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل بیان کرتے تھے کہ وہ دونوں ابرہہ کی مکہ سے واپسی کے بعد نجاشی کے پاس آئے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم دربار نجاشی میں داخل ہوئے تو اس نے پوچھا اے قریشیو! مجھے سچ سچ بتاؤ کیا تم میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا جس کے باپ کو ذبح کرنے کا ارادہ ہوا، پھر قرعہ اندازی کے بعد اس کی طرف سے بہت سے اونٹ قربان کیے گئے تو ہم نے جواب دیا ہاں! پوچھا کیا تم اس کے حال احوال سے آگاہ ہو؟

ہم نے جواب دیا اس نے آمنہ نامی عورت سے شادی کی، پھر اسے حاملہ چھوڑ کر چل بسا۔ اس نے پوچھا کیا تمہیں پتہ ہے کہ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے کہ نہیں؟

ورقہ نے کہا: اے بادشاہ! میں آپ کو بتاتا ہوں، میں نے رات بت کے ہاں گزاری کہ اچانک اس کے جوف سے ہاتف کی آواز آئی۔

وُلِدَ النَّبِيُّ فَذَلَّتِ الاَمْلَاکُ
وَنَأَى الضَّلَالُ وَاَدْبَرَ الاِشْرَاکُ

ترجمہ: ایک نبی کی ولادت ہو چکی ہے جس کی وجہ سے سلطنتیں لرزہ بر اندام ہیں، گمراہی دور ہو گئی ہے اور دنیائے شرک شکست کھا گئی ہے

پھر وہ بت سر کے بل گر گیا، اس کے بعد زید نے کہا: میرے پاس بھی اسی قسم کی خبر ہے اے بادشاہ! اسی قسم کی رات میں جبل ابوقبیس پر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی آسمان سے اتر رہا ہے اس کے دو سبز پر ہیں پھر وہ ابوقبیس پر آ ٹھہرا، اور جھانک کر مکہ کو دیکھا اور کہا: شیطان رسوا ہو گیا ہے، بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا ہے اور امین کی ولادت ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک کپڑا پھیلایا اور اسے لے کر مشرق و مغرب کی طرف چلا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ زیرِ آسمان پوری فضا اس کے جسم سے بھر گئی ہے اور ایک ایسا نور چمکا ہے جس سے میری آنکھوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس منظر سے مجھ پر دہشت طاری ہو گئی، پھر ہاتف نے پر پھڑ پھڑائے یہاں تک کعبہ شریف پر آ بیٹھا، تو اس سے ایسا نور بلند ہوا جس نے ارضِ تہامہ کو جگمگا دیا، وہ بولا: زمین سر سبز و شاداب ہو گئی ہے اور موسمِ بہار آ گیا پھر اس نے سطح کعبہ پر پڑے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ زمین بوس ہو گئے۔

یہ سن کر نجاشی نے کہا: میں بھی تمہیں ایسا ہی واقعہ بتاتا ہوں جو میرے ساتھ پیش آیا جس رات کا تم نے ذکر کیا میں بھی اسی رات اپنے قبہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے سامنے زمین سے ایک گردن اور سر برآمد ہوا، وہ کہہ رہا تھا:۔

''اصحابِ فیل کے اوپر بربادی اتر چکی ہے ابابیلوں نے ان پر نشان زدہ پتھر پھینکے ہیں، ظالم اشرم ہلاک ہو چکا ہے اور حرم مکہ میں ایک نبی کی ولادت ہو چکی ہے جو اس کی دعوت قبول کرے گا سعادت مند ہو جائے گا اور جو انکار کرے گا بدبخت ہو گا اس کے بعد وہ زمین میں غائب ہو گیا۔ میں نے چلانا شروع کیا مگر منہ سے آواز نہ نکلتی تھی، میں نے اٹھنا چاہا مگر کھڑا بھی نہ ہو سکا میرے گھر والے میرے پاس آئے تو میں نے حکم دیا کہ ان حبشیوں کو میری نظر سے اوجھل کرو پس جب وہ سامنے سے ہٹ گئے تو میری زبان کھل گئی''۔

رقیقہ بنت ابی سیفی نے بیان کیا کہ قریش کئی سال قحط سالی کا شکار رہے جانوروں کا دودھ خشک ہو گیا اور وہ ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے، ایک رات میں پریشانی کے عالم میں سوئی ہوئی تھی کہ اچانک ایک ہاتف نے تند و تیز آواز میں پکار کر کہا ''اے گروہ قریش! تم میں مبعوث ہونے والے نبی کے ظہور کے دن آ چکے ہیں۔ یہ اس کے ظہور کے ستارے روشن ہو گئے ہیں لہٰذا تم پانی اور خوشحالی کا انتظار کرو اور اس کے لیے یہ حیلہ کرو کہ اپنے کسی خوبصورت جسم، گورے شخص کو دیکھو جس کی پلکیں دراز اور گھنی ہوں رخسار نرم ہوں، ناک اونچی اور لمبی ہو، وہ صاحب فخر ہے مگر اس شانِ فخر کو ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ یعنی متواضع ہے اس کی مخصوص ہیئت اس کا پتہ دیتی ہے چاہیے کہ وہ عظیم ہستی اپنے لختِ جگر کو لے کر نکلے اور ہر قبیلے کا ایک ایک فرد اس کے ہمراہ جائے۔ وہ سب غسل کر کے خوشبو لگا کر اور حجرِ اسود کو چومنے کے بعد کوہ ابوقبیس پر چڑھیں پھر وہ شخص بارش کی دعا کرے اور دوسرے لوگ آمین کہیں۔ تمہیں حسبِ طلب بارش نصیب ہو گی''۔

رقیقہ کہتی ہیں اللہ جانتا ہے کہ میں نے بڑے خوف کے ساتھ صبح کی۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے تھے۔ عقل حیران تھی اور میں نے ہر کسی کو خواب سنایا، مجھے حرم مقدس اور اس کی حرمت کی قسم! بطحائے مکہ کے ہر فرد نے یہ جواب سن کر کہا، اس شخص کا مصداق تو فقط شیبہ الحمد یعنی عبدالمطلب ہیں۔

چنانچہ قریش کے گروہ در گروہ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، ہر قبیلے سے ایک ایک فرد حاضر خدمت ہوا۔ پس انہوں نے غسل کیا، خوشبو لگائی اور حجر اسود کو چوم کر کوہ ابوقبیس پر چڑھ آئے۔ یہاں تک کہ بلاتاخیر اس کی چوٹی پر آ گئے تو عبدالمطلب دعا کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہمراہ تھے جو ابھی بچے تھے، مگر مضبوط و توانا۔ عبدالمطلب نے دعا مانگی "اے اللہ! حاجات کو پورا کرنے والے، مصیبت کو دور کرنے والے، تو جانتا ہے اور دوسروں کو علم عطا کرتا ہے، تجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ تجھی سے حاجات طلب کی جاتی ہیں، تو بخل و کنجوسی سے پاک ہے۔ یہ تیرے بندے اور بندیاں ہیں تیرے حرم میں قحط سالی کی شکایت کرتے ہیں، وہ قحط سالی کہ جس نے اونٹ بکریاں ہلاک کر دیئے ہیں۔" اے اللہ! ہمیں موسلا دھار بارش عطا فرما جو کھیتوں کو سیراب کر دے اور ہمیں خوش حال بنا دے" رقیقہ کہتی ہے کعبہ کی قسم! ابھی لوگ وہاں سے ہٹے نہ تھے کہ آسمان پھٹ پڑا اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور وادی کی موجیں غضبناک ہوگئیں۔

میں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں عبداللہ بن جدعان، حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سے سنا کہ حضرت عبدالمطلب سے کہا کرتے تھے کہ اے سردار بطحا! آپ قابل مبارک ہیں کیونکہ آپ کے طفیل اللہ نے اہل بطحا کو حیات تازہ عطا کی ہے، رقیقہ نے اسی عظیم الشان واقعے کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

بِشَیْبَةِ الحَمْدِ اَسقَی اللہُ بَلَدتَنَا لَمَّا فَقَدْ نَا الحَیَا وَاجلَوَّ ذَالمَطَرَ

شیبہ الحمد یعنی عبدالمطلب کے وسیلہ سے اللہ نے ہمارے ملک کو سیراب فرمایا جب ہم بارش سے محروم ہوگئے اور آسمان

فَجَادَ بِالْمَاءِ جُونِیَ لَہٗ سبل سَحَابًا فَعَاشَتْ بِہِ الانْعَامُ وَالشَّجَرُ

سے بارش روک لی گئی تو ایک سیاہ بادل نے سخاوت کی جس کی وجہ سے جانوروں اور درختوں کو حیات نو ملی وہ مبارک

مُبَارَکُ الامرِ یَستَسقِی الغَمَامَ بِہٖ مَافِی الَانعَامِ لَہٗ عَدَل" وَلَاخَطَر"

کام والے ہیں ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں اب کوئی ان کا ہم پایہ نہیں

عبدالمطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن ہی میں بڑی تکریم و تعظیم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرا یہ بیٹا عظیم الشان ہوگا دراصل یہ بات انہوں نے نبی اکرم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے اور ولادت کے بعد کاہنوں اور راہبوں سے سن رکھی تھی۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے ہاں بڑی شان کے مالک تھے وہ ان کے لیے کعبہ شریف کے پاس قالین بچھاتے جس پر وہ تشریف رکھتے اور لوگ ان کے اردگرد بیٹھتے، کوئی شخص ان کے مقام پر بیٹھنے کی جرأت نہ کر سکتا نہ اس پر پاؤں رکھ سکتا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن ہی میں لوگوں کی بھیڑ

میں جاتے اور جا کر اپنے دادا جان عبدالمطلب کے پہلو میں بیٹھ جاتے بلکہ بعض اوقات اپنے جد امجد سے پہلے آ کر ان کی جگہ پر بیٹھ جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی چچا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منع کرنے کا ارادہ کرتا تو حضرت عبدالمطلب اسے جھڑک دیتے اور کہتے اس بچے کو چھوڑ دو، کیونکہ اس کی بڑی شان ہوگی پھر آپ علیہ السلام کو اپنے پاس بٹھا لیتے۔ آپ علیہ السلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور آپ علیہ السلام کے کاموں کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتے۔

خصائص الکبریٰ میں ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے امام زہری، مجاہد نافع اور ابن جبیر سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جد امجد عبدالمطلب کی بساط اور نشست پر تشریف فرما ہو جاتے تو عبدالمطلب فرماتے میرے بیٹے کو چھوڑ دو کیونکہ فرشتہ ان کا انیس ہوتا ہے۔ بنی مدلج کی ایک جماعت نے عبدالمطلب سے کہا اس بچے کی حفاظت کریں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس بچے کا مبارک قدم قدم ابراہیم (جو کعبہ شریف میں ہے) سے بڑی مشابہت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن سے کہا تھا کہ اس بچے کے بارے میں غفلت نہ کرنا، کیونکہ اہل کتاب یہ سمجھتے ہیں کہ میرا بیٹا اس امت کا نبی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ عبدالمطلب کی کعبہ شریف میں ایک خصوصی نشست گاہ تھی جہاں کوئی اور نہ بیٹھ سکتا تھا، حرب بن امیہ اور اس سے کم درجہ کے زعمائے قریش اس نشست گاہ کے آس پاس عبدالمطلب کے قریب بیٹھتے تھے، ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی نوعمر ہی تھے تشریف لا کر عبدالمطلب کی نشست گاہ پر براجمان ہو گئے تو ایک شخص نے آپ علیہ السلام کو وہاں سے اٹھانے کے لیے کھینچا۔ اس سے آپ علیہ السلام آبدیدہ ہو گئے، حضرت عبدالمطلب نے پوچھا میرے بیٹے کو کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہا ہے؟ تو حاضرین نے بتایا کہ وہ آپ کی نشست پر بیٹھنا چاہتے تھے مگر لوگوں نے روک دیا ہے یہ سن کر عبدالمطلب نے کہا ”میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو کیونکہ میں اس کی شخصیت میں بزرگی کے آثار پاتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وہ شرف و بزرگی کے اس مقام تک پہنچے گا جہاں تک کوئی عرب پہنچا ہے نہ کبھی پہنچے گا“۔ اس کے بعد اہل قریش نبی اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مسند ناز پر بیٹھنے سے منع نہیں کرتے تھے خواہ عبدالمطلب موجود ہوں یا غیر حاضر۔

اسی قسم کا ایک واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب کا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے بھتیجے میں شرف و کرامت کے آثار نظر آتے ہیں جیسا کہ طبرانی نے عمار سے اور ابن سعد نے ابن القبطیہ سے روایت کیا ہے۔

ابو نعیم بواسطہ زہری ام سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے بتایا میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی مرض موت میں ان کے پاس موجود تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ ابھی پانچ چھ سال کے سمجھدار بچے تھے ان

Marfat.com

کے سرہانے تشریف فرما تھے کہ تو انہوں نے آپ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھ کر کہا۔

بَارَکَ فِیکَ اللّٰہُ مِن غُلَامٍ	بیٹے اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے
یَا ابنَ الَّذِی مِن حُرمَۃِ الحَمَام	اے اس شخص کے بیٹے! جسے اللہ تعالیٰ
نَجا بِعُونِ المَلِکِ العَلَّام	نے اپنے مدد سے موت کے چنگل سے بچالیا
فُودِیَ غَدَاۃَ الضَربِ بِالسَّھَام	اور قرعہ اندازی کے دن سو اونٹ
بِمَأَۃٍ مِّن اِبِلٍ سَوَام	بطور فدیہ دیئے گئے
اِن صَحَّ مَا اَبصَرتُ فِی المَنَام	میں نے جو خواب میں دیکھا ہے وہ اگر سچ نکلتا ہے
فَانتَ مَبعُوثٌ اِلَی الاَنَام	تو آپ اللہ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے
مِن عِندِی ذِی الجَلَالِ وَالاِکرَام	لوگوں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے
تَبعَثُ فِی لحِلِّ وَفِی الحَرَام	آپ حل وحرم یعنی عرب وعجم کی طرف اسلام
تَبعَثُ فِی التَحقِیقِ وَالاِسلَامَ	کے ساتھ مبعوث ہوں گے
دِینَ اَبِیکَ البَرَّ اِبرَاھَام	وہ دین جو آپ کے نیکوکار جدِّ امجد ابراہیم کا
تَاللّٰہِ اَنھَاکَ عَنِ الاَصنَام	دین ہے اللہ کی قسم! میں آپ کو بتوں سے منع کرتی ہوں
اَن لَا تَوالِیھَا مَعَ الاَقوَام	کہ آپ دوسری گمراہ قوموں کے ساتھ ان کی محبت کا دم نہ بھریں

پھر کہا: ہر زندہ نے مرنا ہے، ہر نیا پرانا ہونا ہے اور ہر کثرت والی چیز فنا ہونے والی ہے میں بھی مرنے والی ہوں مگر میری یاد باقی رہنے والی ہے میں نے خیر پیچھے چھوڑی ہے اور پاکیزہ بیٹا جنم دیا ہے۔ اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ تو ہم نے ان پر جنوں کے نوحے سنے جس میں سے ہمیں یہ نوحہ یاد رہا۔

نَبکِی الفَتَاۃَ البَرَّۃَ الاَمِینَۃَ	ہم نیک امانت دار جوان عورت پر روتے ہیں
ذَاتَ الجَمَالِ العِفَّۃِ الرَّزِینَۃِ	جو حسن و جمال کی پیکر اور پاک باز تھی
زَوجَۃُ عَبدِاللّٰہِ وَالقَرِینَۃِ	عبداللہ کی بیوی اور ساتھی
اُمُّ نَبِیِّ اللّٰہِ ذِی السَّکِینَۃِ	نبی کی ماں جو صاحب سکینہ
وَصَاحِبُ المِنبَرِ بِالمَدِینَۃِ	اور مدینہ شریف میں صاحب منبر ہوگا
صَارَتْ لِدیٰ حَفرَتِھَا رَھِینَۃ"	وہ اپنی قبر کی امانت بن گئی ہے
لَو فَودِیَتْ لَفُورِیَتْ ثَمِینَۃ"	اگر کسی کا فدیہ دیا جاسکتا تو آمنہ کا فدیہ دیا جاتا
وَاللِّمنَایَا شَفرَۃَ مَتِینَہ"	موت کی چھری بہت تیز ہے
لَم تَبقِ ظَعَانًا وَلَا ظَعِینَۃً	جس نے کسی ہودج سوار مرد یا عورت کو نہیں چھوڑا

اِلَّا اَتَتْ وَقَطَعَتْ وَ تِيْنَه	مگر آ کر اس کی رگ حیات کاٹ دی
اَمَّا وَلَدَتْ اَيُّهَا الْحَزِيْنَه	اے حزینہ! کیا تو نے اس عظیم الشان پیغمبر کو جنم نہیں دیا
هٰذَا الَّذِیْ ذُوالْعَرْشِ يَعْلِیْ دِيْنَهُ	جس کے دین کو عرش کا مالک بلند کرے گا
فَكُلُّنَاوَ الِهَة" حَزِيْنَه	پس تمہاری مرگ پر غمگین اور گم سم ہیں
نَبْكِيْكَ لِلْعُطْلَةِ اَوْ لِلزِّيْنَه	اور تم پر اس لیے روتے ہیں (کہ کتنے ہی لوگوں کے
وَ لِلضِّيَافَاتِ وَالْلِمِسْكِيْنَهْ	لیے عطاء و بخشش کا سلسلہ رک گیا ہے)

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحدہ تھیں، کیونکہ انہوں نے دین ابراہیم کا تذکرہ کیا، ان کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ کی طرف سے اسلام کے ساتھ مبعوث ہونے، بتوں سے اور ان کی موالات سے منع کرنے کا ذکر کیا گیا۔ کیا توحید اس سے کوئی علیحدہ چیز ہے؟ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں ایک جماعت دین حنیف اختیار کیے ہوئے تھی، لہٰذا یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ انہی حنفاء میں سے ہو، دراصل اکثر حنفاء کا دین حنیف اختیار کرنا اسی سبب سے تھا کہ انہوں نے قرب زمانہ بعثت کے وقت اہل کتاب اور کاہنوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں سنی تھیں کہ حرم شریف سے ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور اس کی صفات فلاں فلاں ہوں گی۔ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ نے بھی دوسروں سے زیادہ اس قسم کی پیش گوئیاں اور بشارات سن رکھی تھیں۔ نیز حمل و ولادت کے زمانے میں ان آیات باہرہ کا مشاہدہ کیا جن سے دین حنیف اپنانا لازم تھا، انہوں نے ولادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت دیکھا کہ ایک نور ان سے نکل رہا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ مزید برآں جب فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ اقدس شق کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائی حلیمہ سعدیہ آپ کو لے آئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حلیمہ سے کہا تھا کہ کیا تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں مداخلت کرنے کا کوئی راستہ نہیں میرے بیٹے کی بہت بڑی شان ہونے والی ہے۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی وفات کے سال مدینہ شریف لائیں وہاں انہوں نے یہودیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کلام سنا ان یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی شہادت دی اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر مکہ شریف لوٹ گئیں یہ تمام دلائل اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عرصہ حیات میں دین حنیف کی پیروکار تھیں۔

اسی قسم کی ایک پیش گوئی ابوطالب سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی موت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں قریش کو وصیت کی اور یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فریضہ نبوت غالب آ کر رہے گا۔

چنانچہ جس طرح انہوں نے ذکر کیا حرف بحرف ایسا ہی ہوا جیسا کہ سیرت النبی میں ہے۔

قریش ابوطالب کی موت کے وقت ان کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے قریش کو وصیت کرتے ہوئے کہا:۔

''اے گروہ قریش! تم مخلوق خدا کا خلاصہ اور انتخاب ہو، عرب کا دل ہو، تم میں ایک سردار مطاع ہے، ایک بہادر اور سخی شخص، تم نے عربوں کے تمام کارنامے اور شرف حاصل کر لیے ہیں اسی وجہ سے تم کو لوگوں پر فضیلت حاصل ہے اور اسی شرف وفضیلت کے باعث لوگوں کی تم تک رسائی ہے اور اسی کے سبب سے تمہارے ساتھ ان کی معرکہ آرائی اور عداوت ہے۔

میں تمہیں اس گھر یعنی کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس میں رب تعالیٰ کی رضا ہے اور تمہاری معاش اور خوش عیشی کا ساز وسامان ہے صلہ رحمی کرو کیونکہ صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور تعداد میں زیادتی ہوتی ہے۔ سرکشی اور نافرمانی چھوڑ دو کیونکہ تم سے پہلے قومیں انہی دو باتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو۔ سوالی کو عطا کرو کیونکہ ان دو باتوں میں حیات ومرگ کا شرف پوشیدہ ہے تم پر راست گوئی اور ادائے امانت لازم ہیں کیونکہ ان دونوں خوبیوں کی وجہ سے خاص لوگوں میں محبت اور عام لوگوں کی نظر میں عزت پیدا ہوتی ہے میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں امین اور عربوں میں صدیق (راست گو) ہیں اور جن جن خصائل حمیدہ کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام کے جامع ہیں وہ ایک ایسی دعوت لے کر آئے ہیں جسے دل تو قبول کرتا ہے مگر زبان شرم وعار اور بدنامی کے خوف سے نہیں مانتی۔ اللہ کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے افلاس زدہ لوگ اہل اطراف اور کمزور طبقات ان کی دعوت قبول کر چکے ہیں ان کے کلمہ کو سچ جان چکے ہیں اور ان کے فریضہ نبوت کی عظمت کے معترف ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے وہ موت کی سختیوں میں کود گئے ہیں مگر سرداران قریش عزت وشرف سے محروم ہو کر معمولی قسم کے لوگ بن گئے ہیں ان کے گھر برباد ہو گئے اور ان کے کمزور طبقات کے لوگ طاقتور ہو گئے ہیں۔ ان کے بڑے اس کے حاجت مند بن گئے اور دور کے حقیر لوگ اس کی بارگاہ میں خوش نصیب ہو گئے ہیں۔

جب اہل عرب نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالص محبت دی ہے انہیں قیادت سونپی ہے تو اے گروہ قریش! تم بھی اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار بن جاؤ، اس کی جماعت کے حامی ہو جاؤ، بخدا! جو بھی اس کے راستے پر چل نکلے گا ہدایت یاب ہوگا اور جو اس کی ہدایت حاصل کرے گا سعادت مندیوں سے سرفراز ہوگا، اگر مجھے حیات مستعار کے چند لمحات اور مل جاتے تو میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فتنوں اور سختیوں کو روکتا اور مصیبتوں کو دور کرتا'' پھر اس وصیت کے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ ایک اور موقع پر ابوطالب نے کفار قریش سے کہا تھا کہ ''تم ہمیشہ بخیرو عافیت رہو گے اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنو اور ان کے حکم کی اتباع کرو، لہٰذا تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنو اور ان کے حکم کی اتباع کرو، لہٰذا تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو تم رشد وہدایت سے شرفیاب ہو جاؤ

گے"۔

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ غور کیجئے کہ ابو طالب کی وہ تمام باتیں جوانہوں نے سچی فراست سے کہی تھیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں کیونکر جمع ہو گئیں۔

خرائطی کتاب ہواتف میں نیز ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب اوس بن حارثہ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے مالک کو کچھ وصیتیں کیں پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے شروع کیے۔

شَهِدتُّ السَّبَايَا يَوْمَ اٰلِ مَحرَقِ	میں نے آل محرق کی جنگ کے قیدیوں کو دیکھا ہے
وَاَدرَکَ عُمرِیُ صَیحَةَ اللّٰهِ فِی الحَجرِ	اور وہ زمانہ بھی پایا ہے جب اللہ کا عذاب بصورت چنگھاڑ
فَلَم اَرَ ذَا مَلِکٍ مِّنَ النَّاسِ وَاحِدًا	مقام حجر میں آیا تھا تو مجھے شاہ و گدا میں سے کوئی ایسا نظر نہ آیا جو موت اور قبر کی طرف رواں دواں
وَلَا سُوقَةً اِلَّا اِلَی الْمَوْتِ وَالقَبرِ	نہ ہو کیا میری قوم کے پاس یہ خبر نہیں آئی کہ
اَلَم یَأتِ قَومِی اِنَّ اللّٰهَ دَعوَةً	اللہ کی ایک دعوت ہے جس سے سعادت منداور نیکوکار
یَفُوزُ بِهَا اَهلُ السَّعَادَةِ وَالبِرِّ	بامراد ہوتے ہیں جب آل غالب کے عظیم پیغمبر
اِذَا بَعَثَ المَبعُوثَ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ	مکہ شریف میں زمزم اور حطیم کے درمیان
بِمَکَّةَ فِیمَا بَینَ زَمزَمَ وَالْحَجرِ	مبعوث ہوں گے تو وہاں تم بھی
هُنَاکَ فَابغُوا لِضَرَّةٍ بِبَلَادِکُم	اے بنی عامر! اپنے بلاد کے لیے فتح و کامرانی کی تلاش
بَنِی عَامِرٍ اَنَّ السَّعَادَةَ فِی النَّصرِ	کرو کیونکہ فتح و نصرت ہی میں سعادت پوشیدہ ہے

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حرام بن عثمان انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ جب اسعد بن زرارہ شام سے چالیس افراد کے تجارتی قافلے میں آئے تو ایک خواب دیکھا کہ کوئی شخص اس کے پاس آکر کہہ رہا ہے "اے ابوامامہ! مکہ شریف میں ایک نبی کی بعثت ہونے والی ہے پس تو اس کی اتباع اختیار کر! اس نبی کے ظہور کی نشانی یہ ہے کہ تم ایک مقام پر فروکش ہو گے تو تمہارے قافلے کے تمام ساتھی ایک مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ صرف تم بچ پاؤ گے اور فلاں آدمی کو صرف آنکھ میں بیماری کا اثر یا نیزہ کا زخم لگے گا چنانچہ وہ ایک مقام پر اترے تو رات کے وقت سب کو مرض طاعون نے آلیا سوائے ابوامامہ کے جبکہ اس کے ساتھی کو صرف آنکھ میں تکلیف ہوئی"۔

ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابونعیم امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے بنو جہینہ کے ایک بزرگ نے بتایا کہ ایام جاہلیت میں ہمارے ایک شخص، جسے عمیر بن حبیب کہا جاتا تھا کو مرض لاحق ہوا اور اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ہم نے اس پر چادر تان دی اور سمجھے کہ وہ مر چکا ہے، ہم نے اس کے لیے قبر کھودنے کا حکم بھی دے دیا اور پھر اس کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ وہ اچانک اٹھ بیٹھا اور کہا مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی جس کا تم نے مشاہدہ کیا اور میں فی الواقع حالت غشی

میں تھا کہ کسی نے مجھ سے کہا: ھبل تجھے ملامت کرتا ہے کیا تو اپنے گڑھے (قبر) کی طرف نہیں دیکھتا جو کھودا جارہا ہے اور قریب تھا کہ تیری ماں تجھ سے محروم ہو جاتی اور تو دیکھ رہا ہے کہ ہم نے تجھ سے موت کو ٹال دیا ہے اور اس گڑھے میں فضل نامی شخص کو ڈال دیا ہے اور اس پر ایک بڑی چٹان رکھ کر اس گڑھے کو بھر دیا ہے کیا تو نبی مبعوث پر ایمان لائے گا؟ اپنے پروردگار کا شکر ادا کرے گا اور نماز پڑھے گا اور مشرک گمراہوں کا طریقہ چھوڑ دے گا؟ میں نے جواب دیا ہاں!۔

جب میرے ہوش وحواس بجا ہوئے تو میں نے کہا جاؤ دیکھو فضل کے ساتھ کیا ہوا ہے انہوں نے جا کر دیکھا تو اسے مردہ پایا اور اس کو اسی گڑھے میں دفن کیا گیا جبکہ وہ شخص یعنی عمیر بن حبیب زندہ رہا تا آنکہ اس نے زمانہ اسلام پایا۔

عمر بن شبہ جموح بن عثمان غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں ایک دفعہ ہم اپنے اپنے پڑاؤ میں تھے کہ رات کے وقت کسی پکارنے والے کی آواز آئی وہ اپنے رجز کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک ذکر کر رہا تھا پھر دوسرے دن اس کی یہی آواز آئی ۔ اسی طرح تیسرے دن بھی اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی اطلاع آ گئی۔

ابن سعد اور ابن عساکر یزید بن رومان سے راوی ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ابھی ابھی شام سے آیا ہوں ہم جب مقام معان اور زرقاء کے درمیان تھے تو ہم پر نیند کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ اچانک ایک منادی نے ہمیں پکار کر کہا ''اے سونے والو! اٹھو چلو، مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان نبوت کر دیا ہے'' تو ہم مکہ شریف آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے بارے میں سنا۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر، سفیان ہذلی سے ناقل ہیں، کہا ہم اپنے تجارتی قافلے میں شام کی طرف نکلے جب ہم زرقاء اور معان کے درمیان پہنچے تو وہاں رات گزاری اچانک ایک شہسوار کی آواز آئی ''اے خفتگان غفلت! اٹھو یہ سونے کا وقت نہیں ہے کیونکہ ''احمد'' کا ظہور ہو چکا ہے اور جنوں کو دھتکار دیا گیا ہے''۔ ہم یہ آواز سن کر خوفزدہ ہو گئے۔ ہم خانہ بدوش لوگ تھے اور ہم میں سے سب نے یہ آواز سنی تو ہم اپنے گھروں کو لوٹ آئے تو ان کے ہاں بھی قریش کے درمیان ایک نبی کے بارے میں اختلاف کا تذکرہ تھا، جس کا ظہور بنی عبد المطلب میں سے ہوا اور اس کا نام گرامی ''احمد'' تھا۔

طبرانی اور ابو نعیم، عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کرتے ہیں کہا ''میں حج کے لیے نکلا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ شریف میں ہوں اور ایک نور کعبہ شریف سے اٹھ رہا ہے یہاں تک کہ اس سے جبل یثرب جگمگا اٹھا ہے، میں نے اس نور میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے ظلمتیں کافور ہو گئی ہیں، روشنی پھیل گئی ہے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی بعثت ہو چکی ہے اس کے بعد ایک اور روشنی چمکی یہاں تک کہ حیرہ کے محلات اور مدائن کی سفید عمارات نظر آنے لگیں تو میں نے اس روشنی میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ ''اسلام ظاہر ہو گیا ہے، بت ٹوٹ گئے ہیں اور باہم صلہ رحمی ہونے لگی ہے'' تو میں خوفزدہ ہو کر جاگ اٹھا میں نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی قسم! اس قبیلہ میں کوئی اہم واقعہ رونما ہونے والا ہے پھر میں نے انہیں اپنے خواب کی تفصیل بتائی اس کے بعد جب ہم گھر واپس چلے گئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ایک آدمی جس کو ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں میں اپنے وطن سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خواب کی ساری تفصیل بتائی پھر میں اسلام لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی قوم کی طرف بطور مبلغ بھیج دیجئے شاید اللہ تعالیٰ انہیں میرے ذریعے سے ہدایت دے دے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ان کی طرف بھیج دیا چنانچہ میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو سوائے ایک آدمی کے سب نے یہ دعوت قبول کر لی۔ اس آدمی نے اٹھ کر کہا اے عمرو بن مرہ! خدا کرے تیری زندگی تلخ ہو جائے کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کریں پھر اس نے اشعار پڑھے۔

اِنَّ ابنَ مُرَّةً قَد اَتٰی بِمَقَالَۃٍ	ابن مرہ وہ بات لے کر آیا ہے وہ ایسے
لَیسَت مَقَالَۃ'' مَّن یُّرِیدُ صَلَاحًا	شخص کی بات نہیں جو اصلاح پسند ہو
اِنِّی لَا حُسِبُ قَولَهٗ وَ فَعَالَهٗ	میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک دن عمرو بن مرہ کا قول وفعل
یَومًا وَّ اِن طَالَ الزَّمَانُ رِیَاحًا	غلط ثابت ہوگا خواہ ایک عرصہ لگے
اَیسَفِهِ الاَشیَاخُ مِمَّن قَدَ مَضیٰ	وہ ہمارے گزرے ہوئے بزرگوں کو اپنی حماقت سے احمق سمجھتا ہے
مَنُ رَامَ ذَالِکَ لَا اَصَابَ فَلَاحًا	اور جو آدمی اس قسم کا ارادہ رکھتا ہے وہ فلاح وکامرانی تک نہیں پہنچ سکتا

تو عمرو بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہو اللہ اس کی زندگانی کو تلخ، زبان کو گونگا اور آنکھوں کو اندھا کر دے، حضرت عمرو فرماتے ہیں اللہ کی قسم! وہ اس وقت تک نہ مرا جب تک اس کا منہ بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔ اسے کسی کھانے میں لذت نصیب نہ ہوتی تھی۔ مزید برآں اس کی آنکھیں بینائی اور زبان گویائی سے محروم ہو گئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بطریق سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ کی عورتیں رجب کی عید میں آ جا رہی تھیں پھر جب وہ ایک بت کے پاس آسن مارے بیٹھی تھیں کہ اچانک بت نے ایک مرد کا روپ دھار لیا اور ان کے قریب آ گیا، پھر انہیں بلند آواز سے پکار کر کہا: اے تیماء کی عورتو! عنقریب تمہارے شہر میں ایک نبی کی بعثت ہونے والی ہے جس کا اسم گرامی ''احمد'' ہوگا وہ اللہ کا پیغام لے کر آئے گا پس جو عورت اس کی زوجہ بننے کی استطاعت رکھتی ہے وہ اس کی بیوی بن جائے۔

Marfat.com

یہ سن کر عورتیں اسے پتھر مارنے لگیں اور برا بھلا کہنے لگیں مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی بات پر چشم پوشی اختیار کی اور دوسری عورتوں کی طرح اس سے تعرض نہ کیا۔

طبرانی اور ابونعیم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کے باپ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ ہم غزہ ایلیاء کے مقام پر تھے کہ امیہ بن ابی صلت نے مجھ سے کہا: اے ابوسفیان! عتبہ بن ربیعہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ کیا دوطرفہ عزت کا حامل ہے اور ناانصافیوں اور حرمتوں سے اجتناب کرتا ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں، مزید برآں وہ ایک عمر رسیدہ بزرگ ہے۔ امیہ نے کہا: بڑھاپا تو اسکے مقام و مرتبہ کو کم کر رہا ہے میں نے جواب دیا تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ آدمی جتنا عمر رسیدہ ہوتا جاتا ہے اس کی عزت و شرف میں اضافہ ہوتا جاتا ہے میری بات سن کر امیہ نے کہا: جلد بازی سے کام نہ لو۔ میں تمہیں ایک خبر سناتا ہوں ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ حرہ سے ایک پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے تو میں گمان کرتا تھا کہ وہ پیغمبر عتبہ بن ربیعہ ہوگا مگر جب میں نے اس مسئلہ میں علماء سے بحث مباحثہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ نبی بنو عبد مناف میں سے ہوگا۔ میں نے بنی عبد مناف میں غور کیا تو مجھے اس عالی شان کام کے لائق کوئی نظر نہ آیا بجز عتبہ بن ربیعہ کے جب تو نے مجھے اس کے بڑھاپے کے متعلق بتایا تو میں نے جان لیا کہ وہ کار نبوت کے لائق نہیں کیونکہ اس کی عمر چالیس برس سے تجاوز کر چکی ہے اور اس کی طرف وحی نہیں آئی۔ ابوسفیان بیان کرتے ہیں میں واپس آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی آچکی تھی اس کے بعد میں ایک اور تجارتی قافلے کے ساتھ روانہ ہوا اور امیہ کے پاس سے گزرا، میں نے از راہ مذاق اس سے کہا اس نبی کا ظہور ہو چکا ہے جس کے تم اوصاف بیان کرتے تھے، بولا بے شک وہ برحق نبی ہے لہٰذا تم اس کی اتباع کرو۔

ابوسفیان! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اگر اس نبی کی مخالفت کی تو تمہیں بکری کی طرح باندھ کر اس کے حضور پیش کیا جائے گا پھر اس کی جو مرضی ہوگی تمہارے بارے میں فیصلہ کرے گا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے خطاء کا صدور ہوا تو عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے بوسیلہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التجا کرتا ہوں کہ تو میری خطاء معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے آدم! تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں کر پہچانا حالانکہ میں نے انہیں پیدا نہیں کیا'' عرض کیا اے پروردگار! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی طرف سے روح پھونکی تو میں نے سر اوپر اٹھایا مجھے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا نظر آیا۔

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ایک ایسی ہستی کا نام گرامی ملایا ہے جو تیرے نزدیک سب مخلوق سے زیادہ محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے آدم! تو نے سچ کہا ہے واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے

Marfat.com

نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تو میں نے تجھے بخش دیا''۔

وَ لَوْ لاَ مُحَمَّد'' مَّا خَلَقْتُکَ ''اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا''

اسے حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور طبرانی نے اس اضافے کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری اولاد میں سب سے آخری پیغمبر ہیں''۔

روایت میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے فرمایا ''میں نے آسمانوں کو گھوم کر دیکھا مجھے کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتوب نہ ہو۔ میں نے جنتی حوروں کی گردنوں پر، جنتی درختوں کے پتوں پر، شجر طوبیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، عرش کے پردوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان اسم محمد لکھا ہوا دیکھا''۔

روایت ہے کہ سب سے پہلے قلم نے لوح محفوظ میں لکھا۔

اِنِّی اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّد'' رَسُوْلِی مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَضَائِی وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِی وَشَکَرَ عَلٰی نَعْمَائِی وَرَضِیَ بِحُکْمِی کَتَبْتُہٗ صِدِّیْقًا وَبَعَثْتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ

ترجمہ: ''بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے رسول ہیں جس نے میری قضا کے سامنے سر تسلیم خم کیا میری آزمائش پر صبر کیا میری نعمتوں پر شکر کیا اور میرے حکم پر راضی ہو گیا تو میں اس کو صدیق لکھوں گا اور قیامت کے روز صدیقین کے ساتھ اسے اٹھاؤں گا''۔

ایک اور روایت میں ہے لوح محفوظ کے شروع میں مکتوب ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دِیْنُہُ الْاِسْلَامُ مُحَمَّد'' عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَمَنْ اٰمَنَ بِھٰذَا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا دین اسلام ہے محمد اس کے بندے اور رسول ہیں جو اس حقیقت پر ایمان لایا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا''۔

روایت میں ہے کہ جب اللہ نے قلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن لکھنے کا حکم دیا تو اس نے سرادق (پردہ ہائے) عرش پر لکھا:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللّٰہ

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی اللہ کے اسم اقدس کے ساتھ عرش پر لکھا ہوا ہے۔

خصائص ہی میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے عرش پانی پر بنایا تو وہ ہلنے لگا پس میں نے اس کے اوپر لکھا

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه
تو وہ ٹھہر گیا"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی تمام ملکوت اور اس کی اشیاء پر مکتوب ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں نے ساق (پایہ) عرش پر لکھا دیکھا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں" میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کی تائید کی۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کرتے ہیں کہ، سید المرسلین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "معراج کی شب میں نے عرش پر مکتوب دیکھا"۔

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰهَ اَبُو بَكْرِ نِ الصِّدِيْقُ عُمَرُ الفَارُوْقُ عُثْمَانُ ذُو النُّورَيْنِ

ابو یعلی، طبرانی، ابن عساکر اور حسن بن عرفہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناقل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "معراج کی شب میں جس آسمان سے گزرا اس پر تحریر تھا محمد اللہ کے رسول ہیں، اور میرے پیچھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تھا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جنت کے دروازے پر لکھا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ابن عساکر از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فرمایا "شجر ہائے جنت کے ایک ایک پتے پر تحریر ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَسُوْلُ اللّٰهِ" (ابونعیم ابن عباس)

آدم کے دونوں شانوں کے درمیان "محمد رسول الله خاتم النبيين" رقم تھا۔ (ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش تھا:۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه"۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ سلیمان کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا، ان کی طرف ڈالا گیا تو انہوں نے اسے انگوٹھی میں رکھ لیا۔ اسی سے ان کی حکومت کا کاروبار چلتا تھا۔ اس کا نقش یہ تھا۔

"اِنَّا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّد" عَبدِی وَرَسُولِی"

اس اعتبار سے گزشتہ حدیث روایت بالمعنی ہوگی، سلیمان علیہ السلام جب رفع حاجت کے لئے جاتے یا مباشرت فرماتے تو اس انگوٹھی کو اتار دیتے اور جب اسے اتارتے تو لوگوں کا معاملہ انہیں عجیب سا لگتا جو انگوٹھی اتارنے سے قبل نہ ہوتا۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرت میں لکھتے ہیں کہ 454ھ میں خراسان میں شدید طوفان آیا، جس طرح قوم عاد

پر آیا تھا، اس سے پہاڑ ہل گئے اور وحشی جانور بھاگ کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید قیامت برپا ہوگئی ہے چنانچہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا وزاری شروع کر دی، پھر کیا دیکھا کہ ایک عظیم روشنی آسمان سے ایک پہاڑ پر اتری اور بھاگے ہوئے جانور اس پہاڑ کی طرف لوٹ رہے ہیں چنانچہ وہ بھی وہاں پہنچے تو انہیں اس نور میں پتھر کی ایک سل ملی جو ایک ہاتھ لمبی اور تین انگلیاں چوڑی تھی اس میں تین سطریں تحریر تھیں۔

1- لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاعْبُدُوْن
(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو)۔

2- مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه القرشی

3- اِحذِرُوْا وَقعَةَ المَغرِبِ اِنَّهَا تَكُوْنُ مِنْ سَبعَةٍ اَوتِسعَةٍ وَالقِيَامَةُ قَد اَزِفَتْ
(جنگ مغرب سے ڈرو وہ سات یا نو کے عرصہ میں ہوگی اور قیامت قریب آ لگی ہے)۔

طبرستان میں ایک قوم رہتی تھی جو "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ" تو کہتے مگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے تھے۔ وہ بڑی آزمائش اور فتنے میں مبتلا ہو گئے کہ ایک شدید گرم دن میں آسمان پر انتہائی سفید بادل نمودار ہوا پھر وہ شرق وغرب کے سارے افق پر چھا گیا اور زمین و آسمان کے درمیان حائل ہو گیا پس جب زوال کا وقت آیا تو ایک واضح خط میں

"لَا اِلٰهَ اِلاَ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه"

ظاہر ہوا جو وقت عصر تک برقرار رہا۔ جسے دیکھ کر فتنہ میں مبتلا لوگوں نے توبہ کر لی اور علاقہ کے یہود و نصاریٰ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورۃ الکہف آیت 82 "وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنزٌ" لَّهُمَا" مجھے آیت (سورۃ الکہف آیت 82) کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہ ایک سونے یا سنگ مرمر کی ایک تختی تھی جس پر لکھا تھا "تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے کہ وہ کیونکر خوش ہوتا ہے؟ حیرانی ہے اس آدمی پر جسے حساب کا یقین ہے مگر وہ غفلت میں مبتلا ہے۔ تعجب ہے کہ قضاء قدر پر یقین رکھنے والا کیوں غمناک ہے؟ عجیب بات ہے کہ دنیا اور اس کے انقلابات کا مشاہدہ کرنے والا اس کے ساتھ کیوں دل لگائے بیٹھا ہے؟

لَا اِلٰهَ اِلاَ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک پرندہ آیا جس کے منہ میں سبز رنگ کا ایک موتی تھا اس نے وہ نیچے ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑ لیا۔ اس موتی میں سبز رنگ کا ایک کپڑا تھا جس پر زرد رنگ سے تحریر تھا

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰه" اس روایت کو حلبی نے سیرت میں ذکر کیا۔

سیرت النبی میں ہے بعض قدیم پتھروں پر محمد، تقی، مصلح وسید امین لکھا ہوا پایا گیا۔

ایک شخص نے بیان کیا کہ ہم نے ہندوستان پر یلغار کی، اس دوران ہم ایک جنگل میں اترے جہاں ایک درخت کے سرخ پتوں پر سفید رنگ میں لکھا تھا۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰه"

کسی آدمی کا بیان ہے میں نے ایک جزیرہ میں ایک بہت بڑا درخت دیکھا جس کے پتے بہت بڑے تھے اور خوشبودار تھے جن پر سبزی رنگ میں ملے ہوئے سرخ وسفید رنگ کے ساتھ جلی حروف میں قلم قدرت سے تحریر تھا۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰه اِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الاِسْلَام"

ایک اور آدمی کی روایت ہے کہ ہم ملک ہندوستان میں آئے تو اس کی بعض بستیوں میں سیاہ رنگ کا گلاب دیکھا جب سیاہ رنگ کا بڑا پھول کھلتا اس پر سفید خط سے رقم تھا۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰهِ اَبُو بَكر الصديق عمر الفاروق"

مجھے اس پھول کے بارے میں شک گزرا کہ یہ مصنوعی ہے چنانچہ دوسرے ان کھلے پھول کا مشاہدہ کیا تو اس میں بھی ایسا ہی نظر آیا اور یہی حالت تھی دیگر تمام گلاب کے پھولوں کی، اس ملک میں اس قسم کی بہت سی چیزیں پائی جاتی ہیں اور اس کے باشندے بت پرست ہیں۔

علامہ ابن مرزوقی شرح بردہ میں ایک آدمی سے نقل کرتے ہیں کہ ہم بحر ہند کی تلاطم خیز موجوں میں گھر گئے تو ہم نے ایک جزیرے پر لنگر ڈال دیئے، وہاں ہم نے سرخ رنگ کا انتہائی خوشبودار گلاب دیکھا جس پر زرد رنگ سے لکھا تھا۔

"بَرَاءَة" مِنَ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ اِلٰى جَنَّاتِ النَّعِيمِ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰهِ"

ایک آدمی نے حکایت بیان کی کہ میں نے بلاد ہند میں بادام کی مانند ایک پھلدار درخت دیکھا جس کا چھلکا دوہرا تھا جب اس کا پھل توڑا گیا تو اس میں سے ایک لپٹا ہوا سبز رنگ کا کاغذ برآمد ہوا جس پر سرخ روشنائی سے تحریر تھا:۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰهِ"

وہ لوگ اس درخت کو متبرک جانتے اور قحط سالی میں اس کے ذریعے بارش طلب کرتے۔

حافظ سلفی بعض لوگوں کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ ملک ہند میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جس کے پتے سبز ہیں اور ہر پتے کے اوپر جلی قلم سے رقم ہے۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰهِ"

اس دیس کے باسی بت پرست ہیں وہ اس درخت کو کاٹنے کے بعد اس کے نشانات مٹا دیتے ہیں تو وہ تھوڑے ہی عرصہ میں پہلی حالت پر آ جاتا ہے پھر وہ لوگ سیسہ پگھلا کر اس کی جڑوں میں ڈال دیتے ہیں تو اس سیسہ کے آس پاس سے چار شاخیں نکلتی ہیں اور ہر شاخ پر

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰهِ"

تحریر ہوتا ہے، وہ اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے بیماروں کے لئے شفا طلب کرتے ہیں، نیز زعفران میں ملا کر خوشبو کو بہترین بناتے ہیں۔

آٹھ سو سات یا نو ہجری میں انگور کا ایک ایسا دانہ ملا جس پر خوبصورت خط سے سیاہ رنگ میں لفظ "محمد" مرقوم تھا۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ میں نے ایک مچھلی شکار کی جس کے دائیں پہلو پر "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" اور بائیں پہلو پر "مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰهِ" تحریر تھا جب میں نے اسے دیکھا تو احتراماً اسے دریا میں پھینک دیا۔

ایک اور آدمی کا بیان ہے کہ میں بحر مغرب میں جہاز پر سوار تھا اور ہمارے ساتھ ایک لڑکا تھا جس کے پاس مچھلی شکار کرنے والا کانٹا بھی تھا اس نے یہ کانٹا سمندر میں ڈالا تو ایک سفید مچھلی جو ہاتھ بھر لمبی تھی، پھنس گئی اس کے ایک کان پر "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" اور دوسرے پر "مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰه" لکھا تھا۔ ہم نے اسے دوبارہ سمندر میں پھینک دیا۔

یہی روایت علامہ دمیری نے حیاۃ الحیوان صفحہ 1-568 میں قزوینی کی عجائب المخلوقات کے حوالے سے تحریر کی ہے۔

ایک آدمی نے ذکر کیا کہ اس نے بلاد خراسان میں ایک ایسے نومولود کو دیکھا جس کے ایک پہلو پر "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" اور دوسرے پر "مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰه" تحریر تھا۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ اس کے ہاں سن نو سو چوہتر (974) ہجری کو بکری کا ایک سیاہ بچہ پیدا ہوا جس کے ماتھے پر دائرہ کی شکل کی سفیدی تھی اور اس سفیدی میں انتہائی خوبصورت خط میں اسم "محمد" مرقوم تھا۔

ایک آدمی نے بتایا کہ میں نے مغرب کے بلاد افریقہ میں ایک شخص کو دیکھا جس کی دائیں آنکھ کی سفیدی کے نچلے حصے میں سرخ رنگ کی ایک تحریر "مُحَمَّد" رَّسُولُ اللّٰه" تھی۔

قطب کبیر، مولانا الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "لواقع الانوار القدسیہ" میں فرماتے ہیں جس روز میں نے کتب کا یہ حصہ تحریر کیا، میں نے نبوت کی ایک عظیم نشانی دیکھی وہ یہ کہ ایک شخص بکری کے بچے کا بھنا ہوا سر میرے پاس لایا اور اسے کھایا اور اس کے ماتھے پر خامہ قدرت سے مکتوب یہ تحریر دکھائی۔

"لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُولُهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَق يَهْدِیْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ"

Marfat.com

امام شعرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس مضمون کا اعادہ کسی خاص حکمت کے لئے ہے کیونکہ اللہ سہو ونسیان سے پاک اور منزہ ہے، علامہ سید احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ اپنی کتاب ''سیرت النبیؐ'' میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ شاید اس تکرر میں حکمت تاکید مضمون ہے کیونکہ مقام ہدایت بہت بلند مقام ہے اور کیوں نہ ہو۔ یہ ضلالت اور گمراہی سے بچاتی ہے۔ امام ابوعبداللہ محمد بن ابی الفضل قاسم الرصاع المغربی المالکی رحمۃ اللہ اپنی کتاب ''تحفۃ الاخیار'' میں لکھتے ہیں میں نے دوران سفر محلّہ مظفرہ میں ایک حیران کن بکری دیکھی جس کے دونوں کانوں پر اسم ''محمدؐ'' لکھا تھا جس کے بارے میں کسی کو شک وشبہ نہ تھا مجھے بتایا گیا کہ یہ واقعہ مولیٰ مجاہدی اعدلی عمری عثمانی امیر المومنین ناصر الدین محبّ فی سنت سید المرسلین کی مملکت میں پیش آیا۔ اللہ ان کی حکومت کو حیات جاودانی دے اور ان کے عدل وانصاف کو اہل ایمان کی سرزمین میں دائم قائم رکھے اور اس دین کی برکت ان کی آنکھوں میں ثابت وبرقرار رکھے، میں نے دیکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امیر المومنین اور ان کی رعیت پر عظیم احسان ہے کہ اس نے امیر المومنین کی مملکت میں برکت کا نزول فرمایا ہے اور اس تحریر کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کی تجدید فرمائی ہے یہ ایک ایسی واضح تحریر ہے جو زبردست تعریف وثناء اور شرف واعتلاء (بلندی) پر دلالت کرتی ہے، میں نے دیکھا کہ لوگوں کے منہ اس تحریر کو یوں چوم رہے ہیں جیسے حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

حضرت رصاع المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس زبردست نشانی کو لکھنے، نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

صاحب ''کتاب الجدی'' کی تالیف ''کتاب الجدی'' کا سبب یہی تو تھا کہ ان کے زمانے میں ایک ایسی بکری ظاہر ہوئی جس کے سر کی سفیدی پر اسم ''محمدؐ'' رقم تھا۔ مصنف علیہ الرحمتہ نے اس بارے میں یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

جَدِّیْ غَدَا کَالْجَدِیْ اَشْرَقَ نُوْرُهٗ
وَمَحَلُّهٗ فَوْقَ السِّمَاکِ الاَعْزَلِ
رَقَمَتْ یَدُ الْاَقْدَارِ غُرَّةً وَّجْهَهٗ
رَقْمًا بَدِیْعًا بِاسْمِ اَکْرَمِ مُرْسَلِ

بکری کا بچہ جدی الفرقد ستارے کی مانند ہو گیا اس کا نور روشن ہو گیا اور اس مقام ومرتبہ سماک الاعزل ستارے سے بلند تر ہے۔ دست قدرت نے اس کی پیشانی پر بدیع خط میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھا ہے۔

پھر فرمایا

بَشَرٌ'' اَتَتْ بِاسْمِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ — کَالْغَیْثِ اَقْبَلَ فِی الزَّمَانِ الْمُعَجَّل
نَشَرَتْ لِوَاءَ الاُنْسِ وَانْفَرَجَتْ بِهَا — کُرَبُ النُّفُوْسُ مِنَ السِّقَامِ الْمُعْضَل
اَضْحَتْ بِهَا الْاٰمَالُ صِدْقًا وَاغْتَدٰی — فَتْحًا بِهَا بَابُ الرَّجَاءِ الْمُقْفَّل

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک ''محمدؐ'' کی بشارت یوں آئی جیسے موسلا دھار بارش آناً فاناً آجائے۔ اس نے انس ومحبت کا جھنڈا لہرا دیا اور پیچیدہ مرض کی تکلیف سے دلوں کو رہائی دی اس بشارت کے باعث امیدیں سچی ہو گئیں اور امید ورجاء کا مقفل دروازہ کھل گیا ہے۔

علامہ احمد المقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''فتح المتعال فی مدح النعال'' میں لکھتے ہیں۔امام ابوعبداللہ محمد التوزری جو کہ قصیدہ شقراطسیہ فی مدح خیرالبریہ کی تخمیس کرنے والے اور پھر تخمیس کی کئی جلدوں میں بے مثال شرح کرنے والے ہیں۔فرماتے ہیں ہمارے ہاں توزر میں رجب کی چاندرات سن چھ سو چوہتر ہجری سیاہ رنگ کا بکری کا ایک بچہ پیدا ہوا جس کی پیشانی سفید تھی اور اس میں جلی قلم سے کالے رنگ میں ''محمد'' لکھا تھا جسے ہر کوئی پڑھ سکتا تھا تو میں نے اس بارے میں ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام رکھا ''کتاب اَلْغُرَّۃِ اللاَّئِحَۃِ وَالْمَسکَۃِ الفائِحَۃِ فِی الخطُوطِ الصَّمَدِیَّۃِ وَالمَفاخَرَۃِ المُحَمَّدِیَّۃِ'' اور اس میں ایک قصیدہ نظم کیا۔

جَدِّیْ غَدًا کَالْجَدِّیِ اَشْرَقَ نُورُہٗ ۔۔۔ فَمَحَلُّہٗ فَوْقَ السَّمَاکَ الْاَعْزَل

رَقَمَتْ یَدُ الْاَقْدَارِ غُرَّۃً وَجْھَہٗ ۔۔۔ رَقْمًا بَدِیْعًا بِاسْمِ اَکْرَمِ مُرْسَل

فَتَلَالَاتْ اَنْوَارُہٗ فَشُعَاعُھَا ۔۔۔ کَالشَّمْسِ قَدْحَلَّتْ بِاَشْرَفِ مَنْزِل

مَا اَبْصَرَ الاِسْمَ الشَّرِیْفَ مُوَحِّد ۔۔۔ اِلاَّ وَقَبَّلَ مِنْہُ خَیْرُ مُقَبَّلٍ

وِیتْ بِہٖ اَلبَابُنَا فَکَاَنَّمَا ۔۔۔ وَرَدَتْ بِہٖ الاَفْوَاہُ اَعْذَبَ مِنْھَل

فِی غَرَّۃِ الشَّھْرِ الْمُبَارَکِ اَشْرَقَتْ ۔۔۔ فَالنَّاسُ بَینَ مُکَبِّرٍ وَ مُھَلِّلٍ

عَجَبَ اَتٰی رَجَب'' بِہٖ فَتَاَکَّدَتْ ۔۔۔ بَرَکَاتُہٗ فِی قَلْبِ کُلِّ مُؤَمِّل

فَکَاَ نَّ مِنْ قَدْ قَالَ عَشْ رَجَبًا تَرٰی ۔۔۔ عَجَبًا عِنَاہُ بِالزَّمَانِ الْمُجَمَّل

یَا غَرَّۃُ کَالصُّبحِ تَمَّ حُسْنُھَا ۔۔۔ خَطَّ مِنَ الَّیْلِ البَھِیْمِ اِلالیل

اَشْھٰی وَاَحْلٰی فِی النُّفُوسِ مِنَ الْکَرٰی ۔۔۔ وَاَلَذُّ مِن عَذَبِ الزُّلَالِ السَّلْسَل

ھِیَ خَطُّ اِنْعَامٍ عَلٰی لَوْحِ الْھُدٰی ۔۔۔ بِمُؤَمِّلٍ لِغَمَاہُ اَو مُتَامِّل

ھِیَ تَاجِ اِحسَانٍ عَلٰی رَأسِ العُلَاءِ ۔۔۔ اَحْسَنُ بِتَاجٍ بِالسَّنَاءِ مُکَلَّل

صَبَح بَدَا فِیْ لُؤ لُو مُتَلَالِیُٔ ۔۔۔ طَرزَ عَلٰی ثَوبِ الجَمَالِ الْاَکْمَل

ترجمہ: بکری کا بچہ جدی الفرقد ستارے کی طرح تابناک ہو گیا تو اس کا مقام سماک الاعزل ستارے کے اوپر ہے دست قدرت نے اس کی پیشانی پر بدیع خط میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم رقم کیا ہے۔تو اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار چمک اٹھے جن کی شعاع سورج کی طرح بہترین مقام پر پڑی کسی موحد نے ایسا ذی شرف نام نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس کو بہترین انداز میں چوم لیا ہماری عقلیں اس اسم پاک سے سیراب ہو گئیں گویا منہ اس کو چومتے وقت ایک چشمہ شیریں سے فیض یاب ہوئے ماہ مبارک کے پہلے دن اس کی روشنی چمکی تو لوگوں میں سے کسی نے اللہ اکبر کہا کسی نے لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کہا رجب شریف ایک عجیب خوبی کے ساتھ جلوہ گر ہوا کہ اس کی برکات ہر امیدوار کے دل میں اتر آئیں جیسے کسی نے کہا: تعظیم سے ماہ رجب میں رہو عجیب بات دیکھو گے اس سے اس کی مراد ایک خوبصورت زمانہ (یعنی

رجب) ہے۔ اسے اس صبح کی مانند روشن پیشانی! جس کے حسن کو طویل کالی رات کے خط نے مرتبہ کمال تک پہنچا دیا ہے وہ دلوں کے لئے میٹھی نیند سے زیادہ شیریں ہے اور آب زلال کی مٹھاس سے زیادہ لذیذ ہے وہ لوح ہدایت پر نعمت کی تحریر ہے جو امیدوار یا تامل کرنے والے کے لئے ایک نعمت ہے وہ بلندی کے سر پر بھلائی کا تاج ہے جو تاج زر سے زیادہ حسین و تابناک ہے چمکدار موتی (بکری کی پیشانی) میں صبح ظاہر ہوگئی گویا پیکر حسن و جمال کے لباس میں نقش و نگار ہو گئے۔

ذیل کے اشعار بھی اسی قصیدے کے ہیں۔

طَرَ زَبِهٖ اَرْدَانُ الزَّمَانِ بِاُسْرِهٖ — فِي الْحَالِ وَالْمَاضِيُ وَفِي الْمُستَقْبِل

يَا تَوْزَرُ الْغُرَرُ فُزْتِ بِغُرَّةٍ — غَرَاءٍ فِيْ زَمَنٍ اَغَرٍّ مُّحَجَّل

جَدِّىْ ذُيُوْلُ الزَّهْوِ مِنْ فُرَحٍ بِهَا — جَرَّ الْفَتَاةُ ذُيُوْلَ بُرْدٍ مُّسَبَّل

اَعطَيْتِ مَا لَمْ يُعطِ غَيْرَكِ مِثْلَهٗ — شُكْرًا لِّمَوْلَاكَ الْعُلٰى الْمُفَضَّل

شَرَفٌ خَصَّصْتِ بِهٖ وَفَضْلَ بَاهِرٍ — يَبْقِيُ عَلٰى مَرَّ الزَّمَانِ الْاَطْوَل

ترجمہ: حال ماضی اور مستقبل میں زمانے کے دونوں پہلو اس کے ساتھ منقش ہو گئے اے درخشاں توزر! تو چاندرات کے روشن لحات میں سفید پیشانی والے بکرے (کی پیدائش) سے سرفراز ہو گیا تو اسی خوشی میں ناز نخرے کا اظہار کر، جیسے ایک دوشیزہ لٹکے ہوئے دامن کو ناز و ادا سے گھسیٹ کر چلتی ہے تجھے ایسی فضیلت سے نوازا گیا جو کہ اس جیسی فضیلت کسی اور کو نہ ملی اس کرم نوازی پر تیرے عالی شان عطا کرنے والے مولیٰ کا شکر تجھے ایسے شرف کامل اور فضل باہر سے مخصوص کیا گیا ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

طیب ابن مرزوق تمسانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے توزری کی اس تالیف کا مطالعہ کیا ہے اور بطور حوالہ کچھ حصہ اس سے نقل کیا ہے، یہ بہت عمدہ کتاب ہے، توزری سے یہ اشعار ابو عبد اللہ بن حبان شاطبی نزیل تونس نے اور ان سے ابو عبد اللہ بن رشید الفہری مصنف سفرنامہ مل العیبہ نے روایت کئے ہیں۔

قاضی عیاض نے شفا شریف میں اور ابن مرزوق نے شرح بردۃ المدیح میں قلم قدرت سے پتھروں وغیرہ اشیاء پر اسم "محمد" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رقم ہونے کی بہت سی حکایات قلمبند کی ہیں۔

علامہ احمد المقری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے فاس شہر میں سن 1026ھ کو ہتھیلی جتنا ایک سیاہ پتھر دیکھا جس کی ایک جانب قلم قدرت سے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور دوسری طرف "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" تحریر تھا اور اس کی کتابت کا رنگ سیاہ تھا، بعض لوگوں نے اس کی تحریر مٹانے کے لئے بطور آزمائش اس میں لوہے کے آلے سے سوراخ کیا جو اس کی دوسری طرف نکل گیا مگر اس میں خامہ قدرت کی تحریر مٹ نہ سکی بلکہ اور زیادہ

نمایاں ہو گئی میں نے پتھر کی مالکہ جو کہ فارس کی ایک عورت تھی، کو اس پتھر کے وزن سے دوگنا سونے کی پیش کش کی کہ وہ اسے میرے ہاتھ بیچ دے مگر وہ نہ مانی، میں نے ہر ممکن طریقے سے اس کو ترغیب دی اور راضی کرنے کی کوشش کی مگر وہ اسے فروخت کرنے پر تیار نہ ہوئی چنانچہ میں نے پتھر کئی دن اپنے پاس رکھنے کے بعد اسے واپس کر دیا۔ اس پتھر کی فاس شہر میں بہت شہرت ہے حاملہ عورتیں تسہیل ولادت اور دردزہ سے نجات کے لئے اس سے برکت حاصل کرتی ہیں، اس کی مالکہ نے مجھے بتایا کہ اسے یہ پتھر کچھ عرصہ پہلے بحر محیط کے ساحل پر سے ملا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو نصف النہار کی طرح روشن و ظاہر کر دیا ہے۔ (کتاب فتح المتعال)

نبوت ازلی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ازلی کے سلسلے میں ہمارے آئمہ مجتہدین آیت میثاق کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میثاق میں خالق کائنات نے حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا مُصَدِّق فرمایا ہے۔ مُصَدِّق وہی ہو سکتا ہے جو سب سے بعد میں تشریف لائے۔ پھر اگلا نبی تو مُبَشِّر ہوتا ہے جو پچھلے نبیوں کے آنے کی بشارت دیتا ہے۔ جبکہ پچھلا نبی پہلے گزر جانے والے انبیا علیہم السلام کی تصدیق کرتا ہے۔ اس طرح سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سب کے مُبَشِّر ہیں کسی نبی کے مُصَدِّق نہیں کیونکہ آپ علیہ السلام دنیا میں سب سے پہلے بشر اور نبی ہیں۔ ہمارے آقا و مولا فخر رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے مُصَدِّق ہیں کسی نبی کے مُبَشِّر نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ علیہ السلام خاتم النّبیّین ہیں آپ علیہ السلام کے بعد قیامت تک نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے پاک گروہ میں جو انبیاء علیہم السلام درمیان میں تشریف لائے وہ اپنے اگلوں کے مُصَدِّق اور اپنے بعد والوں کے مُبَشِّر ہوئے۔

آئمہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہمارے اس دعویٰ کا سب سے بڑا ثبوت ہے ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الصّف آیت 6۔

مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ

ترجمہ ''اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے''۔

یوں ثابت ہو گیا کہ مُصَدِّق ہمارے آقا و مولا فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی صفت مبارکہ ہے۔ مذکورہ فرمان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر زندہ اس لئے اُٹھا لیا کہ آپ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں مُبَشِّر کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور آپ علیہ السلام کا آسمان چہارم پر اٹھایا جانا بحیثیت

مُصدِّق تھا۔ یوں حضرت عیسٰی علیہ السلام متقدم رسول اور صاحب کتاب ہوتے ہوئے دوبارہ مُبَشّر کی حیثیت سے دنیا پر دوبارہ تشریف لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔ اور اپنی کتاب و شریعت کو چھوڑ کر اعانت کا عہد پورا کریں گے۔ اس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مُصدِّق ہونا پورا ہو جائے گا اور یوں میثاق ازلی کی تعمیل میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں رہے گا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ آسمان چہارم پر اٹھانے کا یہی منشاء الٰہی تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو نعوذ باللہ میثاق ازلی پر حرف آجاتا۔ یہاں ایک نہایت ہی اہم نکتہ ذہن میں رکھنے کی اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ اگر کوئی متقدم کتاب و شریعت کا مالک نبی دنیا میں حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق نہ کرتا تو میثاق ازلی میں لیا جانے والا عہد پورا نہ ہوتا اور یوں باطل سوچ رکھنے والوں کو اس عہد پر شک کرنے کا موقع مل جاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عہد میثاق کو مکمل کرنے کے لئے سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا اور پھر دوبارہ مُبَشّر کی حیثیت سے دنیا میں بھیجے گا۔

قرآن مجید نے سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زندہ آسمان چہارم پر اُٹھائے جانے اور پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے سلسلے میں ایک نہایت ہی لطیف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں۔ اس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام اور قیامت کے درمیان اور کوئی پیغمبر حائل نہیں۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا میں آسکے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ اگر سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول ہونا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان ہوتے کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کے زمانے اور قیامت کے درمیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی موجود ہیں۔ اسی صورت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہو سکتے ہیں۔ جب آپ علیہ السلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تشریف لائیں اور حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاکر آپ علیہ السلام کی اعانت و نصرت کا کیا ہوا وعدہ ایفا کریں اور یوں میثاق ازلی کی تکمیل ہو جائے۔

اس سلسلے میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سامنے رہنا چاہیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا

"دنیا میں کوئی بھی ایسا نبی تشریف نہیں لایا جس سے اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا ہو۔ پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم سے یہی عہد لیا کہ اگر تم حضور علیہ السلام کا زمانہ پاؤ تو آپ علیہ السلام پر ایمان لاکر ان کی خدمت کرنا"۔

اہم سوال اور اسکا جواب

ہم اوپر میثاق ازلی کی مختصر تشریح بیان کر چکے ہیں۔ اس تشریح کو پڑھ کر اگر کوئی عیسائی اپنے غلط فہمی پر مبنی عقیدہ کی بنا پر یہ سوال کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو سولی دے دیا گیا تھا تو اب مسلمان جس عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر ان کی مدد کریں گے وہ کوئی دوسرا مسیح ہو گا۔ یہاں سوال کرنے والے نے ہمارے اس عقیدہ سے تو اتفاق کر لیا کہ مسیح علیہ السلام آئیں گے مگر وہ کوئی دوسرے ہوں گے پہلے والے نہیں اس جواب کے دوسرے حصے کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ سوال کرنے والا یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ قرآن مجید میں جہاں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد مسیح ابن مریم سلام اللہ علیہا ہی ہے۔ کیونکہ ان کے علاوہ دین اسلام میں کسی دوسرے مسیح کا ذکر ہی نہیں۔ قرآن کریم اور حدیث میں مسیح ابن مریم سلام اللہ علیہا یا عیسیٰ ابن مُریم کا ہی ذکر آیا ہے۔ یہ دونوں لفظ ایک ہی ذات یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

یہاں ایک علمی نکتہ ذہن میں رہنا چاہیے جس کی تشریح کے بعد کسی قسم کی غلط فہمی یا شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نہایت آسان تشریح کو سمجھنے کے بعد بھی کوئی ہٹ دھرمی اور تعصب سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں نزول کا وعدہ کیا ہے پھر میثاق ازلی کے وقت وعدہ کرنے والے انبیاء علیہم السلام میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے علمی حقیقت یہ ہے کہ وعدہ ہمیشہ اس ذات سے لیا جاتا ہے جو دوبارہ مذکور ہونے سے پہلے متعارف ہوا گر وہ ذات پہلے متعارف ہی نہیں تو وعدہ کس نے کیا یہ بات تو معمولی عقل رکھنے والا بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس آسان تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس ذات نے وعدہ کیا تھا وہ سیدنا حضرت عیسیٰ ابن مریم سلام اللہ علیہا ہی تھے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اسکی وضاحت متعدد بار مذکور ہے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سلام اللہ علیہا کے علاوہ کوئی دوسرا مسیح یا عیسیٰ کیسے ہو سکتا ہے جس کا نہ پہلے وجود تھا اور نہ ہی کسی قسم کا وعدہ وعید وغیرہ اور نہ ہی جہان والے کسی ایسی شخصیت سے واقف تھے یا کوئی علم رکھتے تھے۔ اب اگر کوئی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے اور نہ احادیث مبارکہ میں اور نہ ہی ایسے شخص میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی کوئی نشانی پائی جاتی ہے تو وہ کھلا کاذب ہے۔ ایسا دعویٰ کرنے والے یا اس کے کسی ماننے والے کی اس مسئلہ میں بات سننا نہ صرف عقل وشعور کے ہی خلاف ہے بلکہ اپنے عقیدہ اور ایمان کو تباہ کرنا ہے دعا ہے اللہ کریم سب مسلمانوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ایسے گمراہ عقیدہ والوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ہم نے میثاق ازلی کی مبارک آیت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین نبوت مبارکہ کا

بیان اور تشریح پیش کر دی ہے اب حدیث (نمبر 10) جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اس کی روشنی میں فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خاتم النبیین'' کی وضاحت تحریر کر رہے ہیں۔

تمام متقدمین یعنی پہلے تشریف لانے والے آئمہ مجتہدین۔ محدثین۔ علماء کرام و بزرگان دین و متاخرین یعنی بعد والے اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و عقیدہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یعنی آپ علیہ السلام کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ یہی عقیدہ حق قیامت تک انشاءاللہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اپنی خود غرضیوں اور ایک خاص گروہ کے کہنے پر اس عقیدہ حق کو چھوڑ کر نبوت کے میدان میں رینگنے کی کوشش کرتے ہوئے نفس پرستی کا مظاہرہ کیا ہے جو کہ کھلم کھلا عقیدہ حق اور اجماع امت کے خلاف ہے اس طرح یہ لوگ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہیں۔ یاد رہے کہ مطلق نبوت اور وصف ختم نبوت میں بڑا فرق ہے۔ وصف نبوت کی تشریح یہ ہے کہ اس وصف کے ثبوت کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام و مرسلین عظام کے بعد میں مبعوث ہونا شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وصف کے ذکر میں اللہ کے ہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا لکھا جا چکا ہے۔ جس کا ذکر اس حدیث پاک میں فرمایا گیا۔ جبکہ مطلقاً شرف نبوت کے لئے بعد اور آخر میں آنے کی شرط نہیں تھی۔ اس لئے اس شرف کا واقع ثابت ہونا بیان فرمایا گیا۔

اس تشریح کے بعد حدیث مبارکہ کا ایک بار پھر مطالعہ کیجئے تو ہماری مذکورہ بات نہایت آسانی سے سمجھ آ جائے گی اگر حدیث شریف میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوتے ''کہ میں (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے ہاں نبی لکھا جا چکا تھا'' تو ہماری وضاحت درست نہ ہوتی جبکہ ارشاد گرامی یوں ہے۔

''کہ میرے لئے نبوت واجب اور ثابت ہو چکی تھی'' جبکہ ختم نبوت کے لئے ارشاد فرمایا ''کہ میں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا''۔

اس ارشاد گرامی میں انداز بیان ''ثابت ہو چکی تھی'' اور ''لکھا جا چکا تھا'' میں الفاظ کا فرق کس قدر عیاں ہے جس سے یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مبارکہ اول ہے اور یہ آپ علیہ السلام کا مطلق شرف نبوت ہے جبکہ خاتم النبیین کے الفاظ نے بتا دیا کہ یہ آپ علیہ السلام کا وصف ختم نبوت تھا۔ یوں خاتم النبیین اور اول نبی کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 40۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيْمًا ۟

ترجمہ: ''محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت ختم کرنے والے (خاتم النبیین) ہیں اور اللہ اپنی ہر مشیت کو جاننے والا ہے۔''

یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی دنیا میں تکمیل کے لئے قرآن مجید کو اپنے سب سے اعلیٰ بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرما کر کامل ہدایت عطا فرمائی۔ قرآن کریم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مقدسہ پر چل کر انسان دنیا میں ترقی فلاح کامرانی اور نجات پا سکتا ہے۔ قرآن مجید سے پہلے بھی وقتاً فوقتاً آسمانی کتب اور صحیفے نازل ہوتے رہے جن کا مطلب بنی نوع انسان کو کامل ہدایت فرمانا تھا۔ اسی سلسلے میں انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ علیہ السلام پر اللہ کا دین مکمل ہو گیا اب قیامت تک کسی دوسرے نبی یا رسول یا پھر کسی بروزی یا ظلّی نبی کے ظہور کی حاجت باقی نہیں رہی اور یوں سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے جس پر اجماع امت ہے۔ اب اگر کوئی ظلّی، بروزی، تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب۔ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گا یوں ہی اُس کے پیروکار بھی۔

امت مسلمہ کے تمام آئمہ، مجتہدین، علماء، بزرگانِ دین ہمیشہ اسی بات پر زور دیتے چلے آرہے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ان سب ہستیوں کے کہنے کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ آئندہ آنے والے انبیاء یا نبی سے اہل حق کو کوئی بغض، عناد یا کسی قسم کی عداوت ہے۔ بلکہ سب اہل حق اس عقیدہ حق پر اس لئے زور دیتے چلے آرہے ہیں جو کہ ہمارے دین کا جزولاینفک ہے کہ اگر حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت باقی ہو تو اس طرح حضور علیہ السلام کی وہ خصوصیت جو آپ علیہ السلام کو احکام خداوندی اور احادیث نبوی کے مطابق دیگر انبیاء علیہم السلام سے ممتاز کرتی ہے نعوذ باللہ باطل ہو جائے گی۔ اب مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اب اس کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو صدق دل سے توبہ کرے یا پھر اسلامی قانون کے مطابق اس کا سر قلم کر دیا جائے گا جو مرتد کی شرعی سزا ہے۔ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا کہ ''میری امت میں تیس جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے جو سب کے سب اپنے دعووں میں جھوٹے ہوں گے۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی اس کے مطابق مختلف ممالک میں الگ الگ زبانیں رسم ورواج وغیرہ رکھنے والے کئی لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور آخر جھوٹے ثابت ہوئے اور یوں دنیا میں ہی اپنے بد انجام کو پہنچے۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے زمانے میں نبوت کے جھوٹے دعوے کئے اور لوگوں کو زبردستی اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لئے بے پناہ مظالم کئے ہزاروں لوگ قتل کر دیئے گئے عرب اور ایران میں بڑی تباہی و بربادی ہوئی مگر فتح حق کو ہی حاصل ہونا تھی اس لئے یہ سب لوگ مار ڈالے گئے۔ اس پر فتنہ

انگیز ہنگامہ آرائی کے بعد قریباً ایک ہزار سال کا عرصہ آرام وسکون سے گزر گیا کہ پھر اچانک برصغیر میں پنجاب کے پر امن اور حسین خطے میں اس فتنے نے غلام احمد قادیانی کی شکل میں پھر سر اُٹھایا اور مسلمانوں میں بداعتقادی اور گمراہی کا فتنہ کھڑا کر دیا۔ اس شخص نے اٹھتے ہی نبوت کا دعوٰی نہیں کر دیا تھا بلکہ حالات کے مطابق آہستہ آہستہ اپنے اس پیامِ ذلیل کی اشاعت میں مصروف رہا اور پھر بہت بعد میں جا کر نبوت کا دعوٰی کر دیا۔ اہل ایمان نے بڑی سختی کے ساتھ اس کی سرکوبی کی اور یوں اس کی چال کو مکمل طور پر کامیاب نہیں ہونے دیا۔ پھر بھی اس کو ماننے والے موجود ہیں جبکہ حکومت نے ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہوئے دیگر مذاہب کی طرح اقلیت کے طور پر زندہ رہنے کا حق دیا ہے۔ جن لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کئے ان میں سے جو نام مجھے مختلف کتب سے دستیاب ہو سکے یہاں لکھ رہا ہوں تاکہ قاری کے علم میں ان کذاب لوگوں کے نام رہیں اور جب کبھی خاتم النبیّین کے مسئلہ پر کہیں گفتگو ہو تو ان ناموں کے ساتھ لوگوں کو ان کے بدانجام کا بتا سکیں مثال دے سکیں تاکہ لوگ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے صراط مستقیم پر ہی قائم رہیں۔

نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والوں کے نام

1. مسیلمہ کذاب
2. اسود عنسی
3. سجاع بنت حارث
4. مختار ثقفی
5. میمون قداح
6. طلع بن خویلد
7. ابن مقنع
8. سلیمان قرمطی
9. بابک خرمی
10. عیسٰی بن مہرویہ
11. غلام احمد قادیانی

نبوت کا مفہوم اور معیار نبوت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک۔ نبوت مقدسہ اور رسالت تامہ کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ و اقوال آئمہ مجتہدین کی روشنی میں تحریر جاری ہے۔ میں یہاں ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اور دیگر انبیا علیہم السلام کے ساتھ مختص لفظ نبوت کی کچھ تشریح اس لفظ کا معنٰی و مفہوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کے بارے میں بھی کچھ عرض کر دوں تاکہ سادہ دل اہل اسلام آپ علیہ السلام کی نبوت تامہ کے بعد کسی بھی کذّاب کے چکر میں نہ آجائیں یا پھر کبھی اس سلسلے میں کسی کے ساتھ گفتگو ہو جائے تو ہر جھوٹے کے دعوٰی نبوت کے جواب میں شرعی و عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے اس کا منہ توڑا جا سکے۔ اس افراتفری اور پیسے کی دوڑ میں پھنسا ہوا انسان یہ مختصر اور جامع تشریح سمجھ کر اپنے ایمان کی حفاظت تو کر سکے۔ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کریمہ سے پوری امید ہے کہ وہ میری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں گے۔ اور یوں میری یہ کوشش انشاء اللہ اہل اسلام کے لئے نہایت نفع بخش ثابت ہو کر ان کے لئے دین و دنیا میں فلاح اور لازوال

ترقی کا سبب ثابت ہوگی۔

لفظ نبوت حقیقت میں تین حروف یعنی نبی۔نبو۔نبا سے مل کر بنا ہے یا ماخوذ ہے۔لغت کے اعتبار سے نبی بروزن فیصل کا مفہوم ہے۔جس کا مطلب اطلاع دینے والا یا اطلاع پہنچانے والا ہے۔اس اعتبار سے اطلاع دینا بھی نبوت ہے اور اطلاع پہنچانا بھی نبوت ہی ہوگا۔ہم اپنی اس بات کے ثبوت میں قرآن کریم کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مکالمہ کا اشارہ ملتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ

ترجمہ: ''فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام (البقرہ 33)''

سورہ آلِ عمران میں یوں ارشاد فرمایا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ

ترجمہ: ''یہ غیبی اطلاعات ہیں''

سورہ ہود آیت 120 میں ارشاد فرمایا۔ (سورۃ آل عمران آیت 44، سورۃ ھود آیت 49)

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ

ترجمہ: ''اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں''۔

سورۃ یوسف آیت 102

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ
وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: ''یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے''

سورۃ طٰہٰ آیت 99

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ

ترجمہ: ''ہم ایسا ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان فرماتے ہیں''

سورۃ القمر آیت 4

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾

ترجمہ: ''اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی''۔

ان قرآنی مکالمات سے ثابت ہوا کہ کسی عظیم الشان بات یا اطلاع کا بتا دینا یا پہنچا دینا لغوی اعتبار سے نبوت ہے۔ اسی اصول کیمطابق آئمہ مجتہدین فرماتے ہیں کہ لفظ نبوت شرعاً منقول ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ لغوی معنوں میں جو وسعت ہوتی ہے وہ وسعت شرعی معنوں میں نہیں ہوتی۔ میں اس بات کو مثال کے ذریعے واضح کرتا ہوں۔ یہ بات ہر عقل مند اچھی طرح جانتا ہے کہ لغت میں سود کے معنٰی فائدے کے ہیں۔ جیسے ہم روزمرہ گفتگو کے دوران کہتے ہیں "فلاں کام کر لینا چاہیے بڑا سودمند ہے۔" یا پھر یوں بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کام مت کرو ساری محنت و دولت بے سود جائے گی۔ وغیرہ اب اسی لفظ "سود" کو جب شرعی اعتبار سے استعمال کیا جائے یا اس کے معنٰی پوچھے جائیں تو وہ یہ نہیں ہوں گے جو ہم نے لغوی اعتبار سے ذکر کیے ہیں بلکہ لفظ سود شرح میں اپنے مخصوص معنوں میں استعمال ہوگا۔ بالکل اسی طرح لغوی اعتبار سے لفظ نبوت میں بڑی وسعت ہے جبکہ اسی لفظ کو شرعاً بولا جائے تو یہ وسعت محدود ہو جائے گی۔ اسی طرح ہر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی نماز کے ہیں یاد رہے یہ معنی شرعی اعتبار سے ہیں اور محدود ہیں جیسے "اقیمو الصلوٰۃ" صیغہ امر ہے اور "یقیمون الصّلوٰۃ" مضارع ہے۔ اس طرح شرعی اعتبار سے نماز قائم کرو کے معنی محدود ہو گئے۔ دوسری طرف اسی لفظ "صلوٰۃ" کے لغوی معنی دیکھیں تو وہ ہیں۔ اظہار کرنا۔ نیاز مندی وغیرہ۔ اب غور کیجئے کیا کائنات کی کوئی چیز بھی ایسی ہے جو ہر لحاظ سے بنانے والے کی نیاز مند نہ ہو۔ انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ نباتات۔ شجر و حجر غرض ہر چیز اپنی اپنی زبان میں اسکی نیاز مند ہے۔ بس ثابت ہوا کہ جب صلوٰۃ کے لفظ کو شرعی لحاظ سے استعمال کیا جائے گا تو اس کے مخصوص معنی طریقہ عبادت کے ہی ہوں گے جبکہ اسی لفظ کے لغوی معنی محدود اور مخصوص نہیں ہوں گے۔ امید ہے مذکورہ لغوی اور شرعی طور پر استعمال ہونے والے الفاظ یا لفظ کے معنوں کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا۔

اب اگر کوئی شخص نبوت کے لغوی معنوں کی وسعت کو سامنے رکھتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر دے یا کرتا ہے اور یوں کہے یا کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تو اس کے دعویٰ میں کونسی انوکھی بات یا کمال ہوگا کیونکہ لغت کے اعتبار سے تو ہر اطلاع دینے والا چاہے وہ کوئی بھی ہو پھر ہر اطلاع پہنچانے والا خواہ کیسا ہی ہو اس درجہ پر فائز ہے اور یوں وہ نبی ہونے کا دعویٰ کر سکے گا۔ لفظ نبوت کے لغوی اعتبار سے جو وسیع معنی ہیں ان کے ہوتے ہوئے ایک خاص شخص کے دعویٰ نبوت کی کیا تخصیص یا انفرادیت ہوگی۔ لہٰذا اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ نبوت کے وہی معنی لئے جائیں گے جو شرعی لحاظ سے محدود و مخصوص ہیں اگر لفظ نبوت کے یہاں لغوی معنی لیے جائیں جو محدود و مخصوص نہیں تو ان کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہوگا اور پھر ایسے ایسے مسائل پیدا ہوں گے کہ ان کو حل کرنا ممکن ہی نہیں اور یوں امت محمدیہ افراتفری اور بدامنی کا شکار ہو جائے گی یوں خدانخواستہ امت محمدیہ کا شیرازہ ہی بکھر جائے گا ہم اپنے ان کلمات کا مطلب چند آسان مثالوں کے ذریعے پیش کر رہے ہیں۔

1. اگر نبوت کے معیار کو لغوی معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو پھر اطلاع اور اطلاع دینے کے اعتبار سے ہر شخص جو

یہ فعل سرانجام دے گا نبی قرار پائے گا جو نہایت غلطی اور سراسر عقل کے خلاف ہوگا۔

2. اگر لفظ نبوت کو لغوی معنی میں لیتے ہوئے یہ کہا جائے کہ ہماری مراد صرف اس اطلاع یا پیغام سے ہے جو اللہ کی جانب سے ہو تو پھر نبوت کا دعویٰ درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ یہ بات بالکل غلط اور خلاف عقل ہے کیونکہ اس صورت میں تو ہر مسلمان ہی نبی ہو جائے گا وہ یوں کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کہا کہ بھائی قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''نماز پڑھو'' زکوۃ دو۔ روزہ رکھو۔ حج کرو تو مذکورہ سوال کی روشنی میں تو پہلا کہنے والا اور دوسرا سننے والا دونوں مسلمان نبی ہو گئے۔ کیونکہ پہلے مسلمان نے جو اطلاع دوسرے مسلمان کو دی ہے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور دوسرے مسلمان نے جو اطلاع سنی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہی ارشاد شدہ ہے۔

3. اگر کوئی لفظ نبوت کے وسیع لغوی معنی لیتے ہوئے یہ کہے کہ نبوت کا معیار سچے خوابوں پر ہے جس کو سچے خواب آتے ہوں وہ نبی ہے۔ تو ایسے شخص کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ کیونکہ سچے خواب صرف اہل ایمان کو ہی نہیں آتے یہ غیر مسلم کو بھی آتے ہیں۔ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت قرآن مجید مین موجود ہے۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کو جب حاکم مصر نے قید میں بھیج دیا تو اسے خواب آیا جسکی تعبیر کے لئے سخت پریشان تھا۔ ادھر قید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ساتھیوں کو بھی خواب آیا۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی جو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمائی اور بعد میں وہ تعبیر حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔ تعبیر اور خواب کا مکمل حال ہم اپنی اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس طرح خواب یا عالم کشف میں یا پھر عالم مثال میں کسی بات کا کسی کے لئے دیکھ لینا اور اسکا سچا ثابت ہو جانا نبوت کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ دونوں قیدیوں اور حاکم مصر جن کو خواب آئے تھے اور وہ سچے بھی تھے کیا نعوذ باللہ نبی ثابت ہوں گے ہرگز نہیں یہ سب انسانی اصطلاحات ہیں۔ لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ نبوت کے لفظ کے لئے لغوی معنی نہیں بلکہ شرعی معنی ہی استعمال ہوں گے۔

4. اگر مخاطبہ (خطاب) اور مکالمہ کو نبوت کا معیار بنایا جائے اور کہا جائے کہ ان دونوں صورتوں میں براہ راست خالق کائنات سے گفتگو ہوتی ہے اس لئے مخاطب نبی ہوگا تو یہ توجیہ بھی غلط اور عقل و فہم سے کوسوں دور ہوگی۔ قرآن مجید کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کریم نے ابلیس اور فرعون دونوں سے مکالمہ اور مخاطبہ (خطاب) کیا۔ ابلیس سے مکالمہ ہوا جبکہ فرعون کو مخاطب کیا گیا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات پر زمین و آسمان اور کائنات کے ذرہ ذرہ سے خطاب فرمایا ہے۔ قرآن میں آسمان کو حکم فرمایا کہ اپنا پانی روکے اور زمین کو فرمایا پانی کو چوس لے۔ اب اگر مکالمہ اور مخاطبہ ہی ان حضرات کے نزدیک لفظ نبوت کا معنی ہے تو کیا زمین و آسمان بھی نبی نہیں بن جائیں گے جو کہ عقلاً اور حقیقتاً ناممکن بات ہے۔ یوں ثابت ہوا

Marfat.com

کہ لفظ نبوت کے یہ معنی لینا بھی غلط ہیں۔

5. کچھ اہل علم کہلانے والے حضرات ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے۔ جس کی طہارت اور پاکیزگی کا اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے۔ ایسی صورت میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ جس کی پاکیزگی اور طہارت کا خالق کائنات نے اعلان فرمایا ہے وہ نبی ہے۔ ان حضرات کا یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے اور یہ کوئی نبوت کا صحیح معیار نہیں ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید ہماری راہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پاک کلام میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ جبکہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا نبیہ نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ کیا دنیا میں اور کوئی پاکیزہ عورت اس درجہ پر فائز نہیں ہوئی۔ پھر امت محمدیہ کا یہ مسلمہ فیصلہ ہے جو قرآن وسنت کے حکم کے مطابق ہے کہ عورت نبوت کے درجہ پر فائز ہو ہی نہیں سکتی۔

6. اگر کوئی آیات قرآنی کی تبلیغ کو نبوت کی دلیل قرار دے تو اس کا یہ خیال بھی غلط اور حقائق سے دور ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تو ہر مبلّغ نبی قرار پائے گا۔ ہماری اس بات کے ثبوت میں قرآن کریم کا فرمان موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 104۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: ”اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے“

سورۃ توبہ آیت 71 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

ترجمہ: ”اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکواۃ دیں اور اللہ ورسول کا حکم مانیں۔ یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے“

سورۃ توبہ آیت 112 میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: ''توبہ والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ کرنے والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو'' اب آپ خود اندازہ کیجیے کہ اگر قرآنی آیات مبارکہ کی تبلیغ کرنا نبوت کی دلیل ہو تو پھر تبلیغی دوروں پر جانے والی جماعتوں کے تمام وہ افراد جو آیات قرآنی کی تبلیغ کرتے ہیں نبی ہو گئے۔ جبکہ حقیقت میں نہ تو ایسا ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔

7. بعض اہل علم اور دانش ور کہلانے والوں کا خیال ہے کہ نبوت الہام و وحی کے نزول کا نام ہے۔ اس صورت میں تو نبوت کا دارومدار الہام و وحی پر ہوا۔ ان لوگوں کے اس خیال کو قرآن مجید غلط قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ شمس آیت 8۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾

ترجمہ ''اور پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی'' (یعنی خیر شر اور اطاعت و معصیت سے باخبر کردیا)''۔

آیت مذکورہ کو سامنے رکھیں تو ایسے لوگوں کے اس مفروضہ کی بنا پر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ (سورۃ طٰہٰ آیت 38) اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری (سورۃ آل عمران آیت 52) شہد کی مکھی (سورۃ النحل آیت 69) و کیڑے مکوڑے (سورۃ النمل آیت 18، 22 وغیرہ) سب نبی ماننے جانے کے مستحق ہوں گے۔

مذکورہ تشریح کے بعد ہر ذی عقل کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے کہ لوگوں نے اپنی اپنی عقل کے مطابق نبوت کے لئے جو معیار مقرر کرنے کے بعد جتنے بھی دعوے کیے ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد۔ غلط اور لغو ہیں۔ ان کی رکھی ہوئی نبوت کی بنیادیں ہی غلط ہیں جن کا عقل و فہم اور حقائق سے کوسوں دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ آیئے اب ہم قرآن کریم کی روشنی میں نبوت کا معیار جس چیز کو قرار دیا ہے اس پر روشنی ڈالیں۔ قرآن کریم کا غور سے تفکر و تدبر سے مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا۔

''نبی وہ شخصیت ہے جو انسانی فلاح و بہبود اور نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کردہ یا فرمودہ نصب

العین نظام العمل اور احکامات سے براہ راست مطلع ہو کر اس کو نسل انسانی کے سامنے کتاب کی شکل میں پیش کرے۔ خود اس پر عمل کر کے دکھائے تا کہ لوگ اس عظیم شخصیت کے عمل کو دیکھ کر اس پر چلیں عمل کریں اور یوں دین و دنیا کی سر بلندیاں اور رفعتیں حاصل کریں۔ اللہ کریم کا ارشاد کیا ہوا یہ حکم ہی عرف عام میں کتاب و شریعت اور ہدایت نامہ کہلاتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ ہر نبی یا پیغامبر من جانب اللہ اپنے ساتھ کتاب یا ہدایت نامہ ضرور لے کر آتا ہے جو اس کی قوم و امت کے لئے باعث عملی راہ نمائی ہوتا ہے۔ یہ عقلی اعتبار سے ممکن ہی نہیں کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نبی دنیا میں مبعوث ہوا ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے لایا ہوا ہدایت نامہ نہ ہو"

قرآن کریم پر تدبر اور غور کے بعد آئمہ مجتہدین نے نبوت کے لئے ہونے والی شرط کو بیان کر دیا ہے جس پر اجماع امت ہے۔ اب اس کی مزید تشریح عرض کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضروریات زندگی میں انسان کی راہ نمائی کے لئے پہلے اسے وجدان کی ہدایت سے نوازا۔ یہ کیفیت و راہنمائی ایک محدود دائرے تک تھی۔ اس کے بعد ہدایت نبوت کی ضرورت کو ضروری سمجھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نصب العین کی پابندی کا حکم فرمایا ہے اس پر عمل کرتے ہوئے نسل انسانی نجات اور فلاح و سعادت دارین حاصل کر سکے۔ خالق کائنات نے اس نصب العین کو کسی ایسے کامل انسان کے ذریعے پیش کرنے کا بندوبست فرمایا جس کی امانت۔ شرافت اور دیانت پر نامزدگی سے پہلے ہی عوام الناس کو پورا پورا اعتماد و یقین ہو۔ گویا ہدایت نبوت ایسے انسان کامل کے واسطے سے نسل انسانی کے سامنے ایک ایسے نظام العمل کے تحت رکھ دینے یا پیش کر دینے کا نام ہے جس پر نسل انسانی کی نجات کا دارومدار ہو۔ پس یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت صرف مکالمہ مخاطبہ (خطاب کرنا)، رویائے صادقہ۔ تنہا وحی اور الہام کا نام نہیں ہے۔ بلکہ نسل انسانی کی سعادت و فلاح جس نصب العین پر موقوف ہے وہی مرتبہ و مقام اصل میں نبوت ہے۔ اسی کے نزول کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ قائم کیا۔ اور یوں یہ سعادت لازوال اپنی مہربانی۔ کمال احسان اور شفقت سے اپنے منتخب محبوب بندوں کو عطا فرمائی۔

یہاں ایک اور امر نہایت قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نصب العین کے اس حصہ میں جس کو شریعت کہا جاتا ہے قانون ارتقاء کے تحت اختلاف ہوتا رہا ہے۔ مگر اصول اور اصل حقیقت میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ جو بھی نبی اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں تشریف لائے سب نے اصل حقیقت ایک ہی پیش فرمائی ہر زمانہ میں ہر ایک کا نصب العین ایک ہی تھا۔ البتہ احکام شریعت میں ہر زمانے اور ہر ماحول کے مطابق تبدیلی ہوتی رہی۔ مذکورہ تشریح سے ثابت ہوا کہ نبوت ایک ایسے نصب العین، ایک کتاب، ایک دستور العمل، عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے جس کے حسن یا کمی میں تمیز کرنا انسانی عقل و فہم سے باہر ہے۔ یہ کتاب قرآن مجید ہو، زبور مقدسہ، انجیل و تورات یا آیات بیّنات یا پھر اسے نور کہیں۔ شفا کہیں۔ فرقان کہیں ہدایت کہیں ذکر یا رسول سب کچھ خالق کائنات کا مقرر کردہ نصب العین ہے۔ جسے مقرر کرنے میں کسی انسان جن یا فرشتے کا بال برابر مشورہ شامل نہیں یہ سب کچھ اسی ذات ازلی

وابدی کا تجویز کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی فلاح و بہبود اس کی نجات اور دین و دنیا میں ترقی پانے کے لئے بنی نوع انسان کے لئے جو نصب العین مقرر فرمایا اسے اپنے وقت کے برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے ذریعے لوگوں تک پہنچانے کے سلسلے کی ابتداء سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائی۔ پھر مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا اس نصب العین کے اصول میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا فرق نہیں آیا اور نہ ہی قیامت تک ایسا ہوگا البتہ ہر ہادی کے زمانے میں مختلف شرعی احکام کچھ بدلتے رہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچ گیا۔ خالق کائنات نے جب سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا تو یہی نصب العین آپ علیہ السلام کا بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے بعد کسی اور نبی کو پیدا نہیں فرمانا تھا اس لئے اپنے عطا کردہ نصب العین کی بقاء اور تحفظ کے لئے جس کا اسی ذات قدیم کو علم ہے ایسا دلکش انداز اختیار فرمایا جو خالق ارض و سما کی ربوبیت کا نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اختتام کا وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک لوگوں کے ذہن میں کسی اور آنے والے نبی کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ کسی ذی روح کو یہ سوچنے کی حاجت ہی نہ رہے کہ اب کوئی نیا نصب العین بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ خالق کائنات نے اس سلسلے میں اپنی پاک کتاب میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 3۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا"

مذکورہ آیت مبارکہ کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ اللہ کا یوم، یوم القرآن ہے اور اس کے رسول کا یوم، یوم نبوت ہے اور نزول قرآن مجید کا سارا وقت یوم ہے۔ قرآن مجید کی اس مبارک آیت میں ارشاد ہونے والے یوم کو چاہے کوئی متعارف معنوں میں لے یا غیر متعارف معنوں میں۔ حقیقت حال وہی ہے جو ہم نے عرض کر دی۔ یہ سارے کا سارا رسول اللہ کا نور ہدایت ہی تھا جو وقت کے اعتبار سے آپ علیہ السلام کے واسطے سے پیش ہوتا رہا۔ ہماری اس تشریح سے جو آیت مبارکہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ میں ارشاد فرمایا یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قرآن مجید فرقان حمید خاتم الکتب اور سرکار دو عالم نور مجسم فخر موجودات خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں با الفاظ دیگر آپ علیہ السلام نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام کا اپنا ارشاد گرامی کہ "لَا نَبِی بَعدِی" "میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" موجود ہے۔ یوں قیامت تک ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

خالق کائنات نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک کے لئے آخری نبی ہونے کا ارشاد بھی اپنی آخری پاک کتاب میں فرمایا ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الحجر آیت 9

Marfat.com

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۞

ترجمہ: "بے شک ہم نے اس (قرآن مجید) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جس کو نازل فرما کر یہ بھی ارشاد فرما دیا کہ اس کتاب کی میں خود حفاظت کروں گا اب اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سوا چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اغیار نے شب و روز سخت محنت اور اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر لیں مگر اس کتاب میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کر سکے اور یہاں تک کہ ایک چھوٹی سی سورت بھی نہیں بنا سکے اور آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ انسان کا کلام ہی نہیں ہے۔ اس فرمان خداوندی پر صرف اہل اسلام کا ہی ایمان نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے مذاہب رکھنے والے سب لوگ چاہے ان کے فلاسفر ہوں۔ دانشور۔ علماء۔ قلم کار۔ محقق۔ دینی راہ نما یا کوئی اور سب اس پاک کلام کے اس دعویٰ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ماننے کے بعد کسی کا تفصیلی یا تشریحی نبی ہونے کا دعویٰ کرنا نہائی درجے کا کذب اور نہایت ہی لغو بات ہے جس کا علم و عقل سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

خاتم النّبیین کا مفہوم

ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں کہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ اور اس بات پر یقین اور اجماع ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم خاتم النّبیین ہیں آپ علیہ السلام کے بعد قیامت تک اور کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ موجودہ صدی میں کچھ لوگوں نے نفس پرستی، ذاتی، لالچ، خود غرضی اور ایک خاص گروہ کے اشارے پر امت محمدیہ علیہ السلام کے مسلمہ اجماع عقیدے کے خلاف اپنا ایک نیا جھوٹا اور لغو عقیدہ بنا کر نبوت کے میدان میں حشرات الارض کی پیروی کی ہے پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے اس کذب کو سچ ثابت کرنے کے لئے لفظ خاتم کی ایسی مضحکہ خیز تشریح کی ہے جسے پڑھ کر عام علم رکھنے والا انسان بھی ان کی عقل پر ماتم کرنے کو تیار ہو جائے گا اور یک دم اس کی زبان سے لا حول ولا قوۃ ہی نکلے گا۔ اس سلسلے میں مصنف "جمال رسول" نے ایک پنجابی مرزائی کا چیلنج اور لفظ خاتم النّبیین کی تشریح کا نہایت ہی مدلل جواب ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "کوئی خادم بی۔ اے کے نام سے مدعی نبوت مرزا جی کے نہایت ہی مخلص کہلانے اور ماننے والے صاحب ہیں انہوں نے لفظ خاتم النّبیین کے صحیح مفہوم کو بتانے میں ایڑی چوٹی کا ایسا زور لگایا ہے کہ ان کی اس علمی قابلیت کے پیش نظر ہر پڑھا لکھا تو ایک طرف بلکہ ان پڑھ بھی فوراً پکار اٹھے گا کہ اگر علم اسی چیز کا نام ہے تو اللہ ہمیں ایسے علم سے محفوظ رکھے۔ یوں یہ الفاظ اس شخص کی شوخی تحریر اور علمی قابلیت کی تردید کے لئے بہت کافی ہیں۔ اس خادم مرزا نے خاتم النّبیین کا مفہوم سمجھانے میں جو اصول پیش کئے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے خود قائم کئے ہیں جن کی روشنی میں مرزا صاحب کو نبی بنانے میں شب و روز پسینہ پسینہ ہوئے ہیں۔ انکا مطالعہ کیجیے اور خود ساختہ تحقیق کا انداز دیکھیے۔ یہاں اسی خادم کے الفاظ درج کر رہا ہوں"۔

ہر عقل مند انسان با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ خاتم النبیین کا خطاب جو ہمارے رسول کریم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دربار خداوندی سے عطا ہوا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔اور ظاہر ہے کہ یہ ترکیب اردو، فارسی یا پنجابی زبان کی نہیں بلکہ عربی زبان کی ہے۔اس لئے اس لفظ کے معنی اہل عرب کے محاورہ اور اسلوب بیان کے مطابق کرنے ہوں گے۔نہ کہ پنجابی، اردو یا فارسی کے لحاظ سے۔اگر خاتم النبیّین پنجابی اردو یا فارسی کی ترکیب ہوتی تو ہمیں اسکا ترجمہ نبیوں کا بند کرنے والا ماننے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ عربی زبان میں لفظ خاتم جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں ہرگز ہرگز آخری کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ افضل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اہلسنت والجماعت کی طرف سے بارہا چیلنج (للکارا) دیا جا چکا ہے کہ کوئی مولوی خواہ وہ مرتضیٰ احمد خان ہو یا کوئی اور ہمیں قرآن وحدیث یا محاورات اور اسلوب بیان اہل عرب سے ایک مثال ہی اس سلسلے میں پیش کر دیں کہ لفظ خاتم ''تا کی فتح'' کے ساتھ صیغہ جمع مثلاً فقہاء، علماء اولیاء محدثین یا مجددین وغیرہ کی طرف مضاف مستعمل (استعمال) ہوا ہو اور اسکے معنی آخری یا بند کرنے والے کے ہوں۔یعنی کسی موقعہ پر خاتم الانبیاء یا خاتم المحدثین آیا ہو۔ اور اس جگہ اس سے مراد یہ ہو کہ موسوم اولیاء محدثین کو بند کرنے والا ہے۔اب اس کے بعد کوئی ولی یا محدث پیدا نہ ہو گا۔ہمارا دعویٰ ہے کہ قیامت تک اس قسم کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔اگر صاحب تاج العروس۔ قاموس۔لسان العرب اور مفتی الادب وغیرہ نے اپنی کتابوں میں خاتم النبیّین کے معنی آخری نبی یا نبیوں کا ختم کرنے والا لکھے ہیں تو انہوں نے محض اپنے عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔جو حجت نہیں ہے۔عربی زبان میں ان معنوں کی تائید میں ایک بھی دلیل نہیں ہے۔

مذکورہ عبارت کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ یہ ہے خادم مرزا صاحب کا علم۔عقیدہ اور ایمان جس پر انہوں نے پورا زور علم صرف کرتے ہوئے اہل ایمان کو کھلا چیلنج کرتے ہوئے شرط لگائی ہے۔اور دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے اس علمی نکتہ کا کوئی اور علم والا جواب دے ہی نہیں سکتا کیونکہ ہم جیسا اور کوئی صاحب علم دنیا میں موجود ہی نہیں۔خوب بہت خوب خادم صاحب نے تو خود اپنے مقام علم اور مقام انسانیت کی بھی حد کر دی انہیں چاہیے تھا کہ ایسا کرنے سے پہلے اپنی چارپائی کے نیچے کوئی لمبی سی ڈنگوری یا لاٹھی ہی پھیر لیتے کہ کہیں ہمارے اس دعویٰ کی تردید نہ ہو جائے۔اگر ایسا کر لیتے تو یقیناً اس شرمندگی اور دین و دنیا کی رسوائی سے بچ جاتے مگر خادم صاحب کو عزت مقام اور ایسی دوسری چیزوں سے کیا واسطہ ایمان اور اسلام ہی جب ختم کر لیا ہے تو پھر ایسی چیزیں کیا معنی رکھتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لفظ خاتم النبیّین عربی زبان کا کلام ہے اردو۔پنجابی یا فارسی کا نہیں اور پھر کبھی کسی نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ یہ لفظ عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کا ہے۔اس لئے چاہیے کہ اس لفظ کے معنی عربی میں ہی سمجھنے چاہئیں۔خادم صاحب کے نزدیک یہ اصول صرف مومنین کے لئے ہی ہے یا خود ان کے لئے بھی؟ اگر یہ اصول سب کے لئے ہے تو اے خادم مرزا آپ نے خود عربی زبان تو کیا بلکہ اردو۔پنجابی اور فارسی بھی چھوڑ کر اس لفظ

کے انگریزی میں بھی معنی کیئے ہیں۔آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ خاتم جمع کی طرف مضاف ہونے سے ہرگز ہرگز آخری کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ افضل کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس دعویٰ کا حق و سچ کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہماری اس بات کا ثبوت خود آپکے خود ساختہ نبی مرزا جی کی اور عبارات ہیں جس میں وہ لفظ خاتم کو جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں آخری اور ختم کرنے کے معنی میں استعمال کر رہے ہیں۔ یہاں ہم مرزا جی کی وہ عبارات نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں لکھی ہیں۔یاد رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ 1901ء میں کیا۔

(1) مرزا جی کی زبانی خاتم کا معنی

لکھتے ہیں ''جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔جس کا نام جنت تھا۔اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے باہر نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔''

تریاق القلوب۔صفحہ۔152 از: مرزا غلام احمد قادیانی

اس عبارت میں لفظ خاتم جمع اولاد کی طرف مضاف ہے کہ نہیں؟ یقیناً ہے اور پھر بھی ''آخر'' کے معنوں میں ہے نہ کہ افضل کے معنوں میں۔ وہ اس لئے کہ پہلا جملہ میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ یہ جملہ افضل کے معنوں کی تکذیب کرتا ہے۔ پھر اسی جملے میں یہ الفاظ کہ ''میں ان (والدین) کے لئے خاتم الاولاد تھا'' اے خادم مرزا جی آپکے دعویٰ کی مٹی ہی خراب کر کے اسے لغو ثابت کر گیا ہے۔

اہل حق کے عقیدہ اور ایمان محکم کے خلاف لفظ خاتم النبیین کی خود ساختہ تشریح اور تحقیق کرنے والے خادم مرزا جی کے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی ہے کہ اللہ کے حضور سچی توبہ کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو جائیں کیونکہ جسے وہ نبی مانتے ہیں وہ خاتم النبیین کے خود ''لا نبی بعدی'' معنی لکھ رہا ہے۔اس طرح مرزا جی اپنے ہی الفاظ کے مطابق جھوٹے ثابت ہو گئے ہیں بقول شاعر۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

ہم نے لفظ خاتم النبیین کے معنوں پر کئے جانے والے اعتراض اور مرزائیوں کی خود ساختہ تشریح کا اپنے آئمہ متقدمین و متاخرین عظام کی تحریروں کے حوالے سے ابھی کوئی جواب عرض نہیں کیا بلکہ مرزا جی کی ہی مزید تحریرات پیش کر رہے ہیں تا کہ معترضین ان تحریروں کو پڑھ کر خود اندازہ لگا سکیں کہ جس شخص کو وہ نبی مانتے ہیں اور اس نے دعویٰ نبوت بھی کیا تھا علمی اور عقلی میدان میں کیا مقام رکھتا تھا۔ یہ سب کچھ پڑھ کر کسی قسم کی جھنجھلاہٹ نہیں ہونی چاہیے بلکہ نہایت تحمل اور ٹھنڈے دل و دماغ سے حقائق کو سامنے رکھ کر سوچنے کی اشد ضرورت ہے۔اس طرح دودھ کا دودھ اور

پانی کا پانی سامنے آجائے گا۔ یوں معلوم ہوگا کہ مومنین نے خاتم النبیین کے جو آخری نبی یا نبیوں کا ختم کرنے والا معنی بااین معنی کئے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہوگئی آپ علیہ السلام کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں آئے گا حق و سچ ہیں۔ یہ معنی انہوں نے عقیدہ کے تحت نہیں کئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس لفظ کے معنی ہو ہی یہی سکتے ہیں۔ اگر کسی کے خیال میں ایسا نہیں تو پھر بتائیں مرزا جی نے اپنی تحریروں میں ہمارے والے معنی کر کے کس عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔ نجات اسی میں ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کا انکار چھوڑیں اور یوں بلا وجہ ایمان کی لٹیا ڈبونے کی بجائے اپنے خود ساختہ جھوٹے عقیدہ سے توبہ کریں۔ ذیل میں مرزا جی کی تحریرات سے چند حوالے عرض ہیں ان کو پڑھ کر حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

(2) ختم نبوت پر ایمان و اصرار

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تصنیف حمامۃ البشریٰ میں ختم نبوت کے عقیدہ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں

"کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اہل طلب کے لئے اسکی تفسیر اپنے قول "لَا نَبِیَّ بَعْدِی" میں واضح طور پر فرما دی اور اگر ہم اپنے نبی علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی کیوں کر آسکتا ہے درآں حالیکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد وحی منقطع فرما دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا"۔

"از: حمالۃ البشریٰ۔ صفحہ۔ 34۔ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔"

مرزا جی کی اس تحریر کو پڑھ کر کیا کہتے ہو یہ کس کے نظریے و عقیدہ کا بیان ہوا ہے؟ جواب یقیناً یہی ہے کہ مومنین و اہل حق کے عقیدہ کا پھر مرزا کے دعویٰ نبوت کو ماننا "چہ معنی دارد" کیا معانی رکھتا ہے۔

(3) انجام آتھم کی عبارت

خادم بی۔ اے صاحب تمہارے اپنے مرزا صاحب "انجام آتھم" میں ختم نبوت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے یوں تحریر کر رہے ہیں۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیۃ (سورۃ الاحزاب آیت 40)

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ''اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے یعنی خاتم النبیین''۔
کو خدا کا کلام یقین کر سکتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آں حضرت کے بعد رسول اور نبی ہوں۔''

''از: انجام آتھم۔ صفحہ۔ 27۔ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔''

اب بتائیے مذکورہ مدعی نبوت کے ان الفاظ کا مطلب سمجھ آیا۔ یقیناً سمجھ آیا ہوگا پھر دعویٰ نبوت اور اس کو ماننے والوں کی عقل و اعتقاد کے بارے میں کچھ کہنا بجا طور پر کچھ کی بھی بے عزتی ہے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور''۔

(4) حمامتہ البشریٰ کی عبارت

لیجیے معترض صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف ''حمامتہ البشریٰ'' کی عبارت بھی پڑھ لیجیے جس میں آپکے مرزا صاحب مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں یوں کہہ رہے ہیں۔

''اور اللہ تعالیٰ کے اس قول

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

میں اشارہ ہے۔ پس اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب قرآن مجید کو تمام آنیوالے زمانوں اور ان زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسبت نہ ہوتی تو اس عظیم الشان نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے علاج کے واسطے قیامت تک ہمیشہ کیلئے نہ بھیجتا۔ اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی برکات ہر زمانے پر محیط اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر بلکہ مخلوقات پر وارد ہیں خواہ ان کو اسکا علم بھی نہ ہو کہ انہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے فیض پہنچ رہا ہے پس اس کا احسان تمام لوگوں پر ہے۔''

''از: حمامتہ البشریٰ۔ صفحہ۔ 49۔ طبع اول مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی''

(5) کتاب البریہ کی عبارت

مرزا غلام احمد قادیانی کتاب البریہ میں لکھتا ہے۔

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث ''لا نَبی بَعدِی'' ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی پر نبوت ختم ہو چکی۔''

از: کتاب البریہ۔صفحہ۔184۔مصنفہ مرزاغلام احمد قادیانی۔

(6) ایام صلح کی عبارت

مرزاغلام احمد قادیانی اپنی تصنیف ''ایام صلح'' میں ''لا نبی بعدی'' حدیث مبارکہ کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

''قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔اور حدیث ''لا نَبِیَّ بَعْدِی'' میں بھی نفی عام ہے۔پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کریم کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء علیہم السلام کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔کیوں کہ جس میں شان نبوت باقی ہے۔اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔''

''از: ایام صلح۔صفحہ۔146 مصنفہ مرزاغلام احمد قادیانی۔''

(7) تبلیغ رسالت کی عبارت

مرزاغلام احمد قادیانی نے خاتم النبیین کے بارے میں جامع مسجد دہلی کے جلسے میں جو بیان دیا تھا تحریر کر رہا ہوں تا کہ معترض خادم لی۔اے خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ اسکے پیرومرشد جسکا وہ پیروکار ہے نبی ہونے کا لغو دعویٰ کرنے کے باوجود خاتم النبیین کا کیا مفہوم بیان کرتا ہے۔

''ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

از: تحریری بیان مرزاغلام احمد قادیانی بتاریخ 23 اکتوبر 1891ء جامع مسجد دہلی۔
تبلیغ رسالت۔جلد۔2۔صفحہ۔44

(8) مرزا صاحب انجام آتھم صفحہ نمبر 28 پر یوں رقمطراز ہیں
''خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی کیسا''

انجام آتھم۔صفحہ۔28 از: مرزاغلام احمد قادیانی۔

کیوں جناب اس مذکورہ مدعی نبوت کے ان الفاظ کا مطلب سمجھ آیا۔ یقیناً سمجھ آیا ہوگا پھر دعویٰ نبوت اور اسکو ماننے والوں کی عقل و اعتقاد کے بارے میں کچھ کہنا بجا طور پر کچھ کی بھی بے عزتی ہے۔

(9) اب مرزا صاحب کی ہی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ ایام الصلح صفحہ نمبر 47 پر لکھتے ہیں۔

''یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اور پھر کوئی دوسرا نبی آجائے''۔

ایام الصلح۔ صفحہ۔ 47 از مرزا غلام احمد قادیانی۔

(10) لیجیے مرزا صاحب کی ایک اور تحریر پیش کی جارہی ہے۔ جو کہ فارسی شعر کی شکل میں ہے۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام : ہر نبوت را بر و شد اختتام

ترجمہ: ''رسول اللہ خیر الرسول و خیر الانام ہیں (یعنی تمام انسانوں سے بہتر) آپ علیہ السلام پر نبوت ختم ہوگئی''۔

(11) مرزا صاحب حمامتہ البشریٰ صفحہ نمبر 79 پر یوں لکھتے ہیں۔

''مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں''

حمامتہ البشریٰ۔ صفحہ۔ 79۔ از مرزا غلام احمد قادیانی۔

اب مرزا جی کی مذکورہ عبارت پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ جو مسلمان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تحریر میں جو کچھ کہا ہے اس پر خود ہی نہ تو ایمان ہے اور نہ ہی عمل بلکہ الٹا اپنے ہی بیان کی تردید کرتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ایسے شخص کی عقل اور پھر اس سے بڑھ کر اس کے ماننے والوں کی عقل و شعور پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

(12) مرزا جی انجام آتھم صفحہ نمبر 27 پر کیا لکھتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

''کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی اور رسول ہوں''۔

''انجام آتھم۔ صفحہ۔ 27 از مرزا غلام احمد قادیانی۔

(13) اسی طرح کتاب البریہ میں مرزا جی کی اس تحریر کا مطالعہ کیجیے۔

''اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت (سورۃ الاحزاب آیت 40)

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ فی الحقیقت ہمارے نبی پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔'' (اس مذکورہ عبارت میں خاتم النبیین کی تفسیر اس جملہ سے کی جاتی ہے ''نبوت ختم ہو چکی'' اب ذرا اس جملے پر غور فرما کر بتائیں کہ یہ لغویوں

کی غلطی تھی اور خوش عقیدتی یا آپ کے پیرومرشد بھی ان کی طرح اسی بات کے مستحق ہوں گے)۔

''کتاب البریہ صفحہ نمبر 148 مرزا غلام احمد قادیانی۔

(14) مرزا صاحب خاتم النبیین کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''قرآن کریم بعد خاتم النبییّن کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔''

ازالۃ اوہام۔ صفحہ نمبر 761 از مرزا غلام احمد قادیانی۔

(15) مرزا جی کی کتاب آئینہ کمالات کی یہ عبارت بھی پڑھیں۔

''اللہ کی شان نہیں کہ خاتم النبییّن کے بعد نبی بھیجے اور نہ ہی شایاں کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سرِ نو شروع کر دے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا۔''

آئینہ کمالات۔ صفحہ نمبر 31 از مرزا غلام احمد قادیانی۔

(16) ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ (علیہ السلام) کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔''

آئینہ کمالات صفحہ نمبر 31۔

(17) مرزا غلام احمد خطبہ الہامیہ میں خاتم النبییّن کے بارے میں لکھتا ہے۔

''كما كان سيد المصطفىٰ علىٰ مقام الختم من النبوة و انه خاتم الانبياء''۔

ترجمہ: مذکورہ عربی عبارت کا ترجمہ خود مرزا صاحب یوں لکھتے ہیں۔ ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم النبییّن ہیں''۔

از: خطبہ الہامیہ۔ صفحہ۔ 35 مرزا غلام احمد قادیانی

(18) مرزا صاحب اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں۔

''اور مقرر ہو گیا کہ یہ وقت وہی وقت ہے جس مین خاتم الخلفاء کا مبعوث ہونا ضروری تھا''

از: خطبہ الہامیہ۔ صفحہ۔ 72)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے اقرار سے خود کافر اور مرتد ہو گئے

(19) ''نہیں جائز ہے میرے لیے یہ امر کہ میں دعویٰ نبوت کا کروں اور اسلام سے خارج ہو کر کفار میں مل جاؤں''۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ 96 طبع ثانی از: مرزا غلام احمد قادیانی

(20) ''کیا تو نہیں جانتا اس بات کو تیرے رب رحیم نے جو احسان کرنے والا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء بغیر استثناء کے کیا اور تفسیر کی اس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول ''لَا نَبِیَّ بَعْدِی ''

Marfat.com

میں ساتھ بیان واضح کے واسطے طالبین کے اور اگر جائز رکھیں ہم ظہور کسی نبی کا بعد نبی ہمارے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو البتہ جائز رکھیں گے ہم کھلنا دروازہ وحی نبوت کا۔ بعد بند ہونے اس کے اور یہ خلاف ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور کیسے آسکتا ہے کوئی نبی بعد ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالانکہ وحی آپ کے بعد منقطع ہوگئی''۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ 34۔از: غلام احمد قادیانی

(21) سورۃ الاحزاب آیت 40 کی تشریح کرتے ہوئے غلام احمد قادیانی خود لکھتا ہے کہ:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیّین ہیں بغیر کسی استثنا کے اور ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوۃ کے دروازے کو بند ہونے کے بعد اس کے کھولنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں''۔

حمامۃ البشریٰ صفحات 66 تا 69 از: مرزا غلام احمد قادیانی

(22) ''ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں اور تمام ان انسانوں سے جو گزر چکے یا آیندہ قیامت تک ہوں گے افضل ہیں اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر ایک آیت بحر زخار ہے جو ہدایت کی تمام قسم کی باریکیوں سے معمور ہے اور ہمارا عقیدہ کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سراسر حق ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری سے حاصل ہوسکتی ہے اور جو امور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں ہم ان سے بیزار اور بری ہیں اور ہمارے پاک رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لائے ہیں اس پر ہمارا پختہ ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اسلام کا فدائی اور حضرت سید انام احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاں نثار غلام ہوں''۔

تصنیف التبلیغ صفحہ 387 از مرزا غلام احمد قادیانی

(23) ''اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں''۔

ایام الصلح صفحہ 86،87 از: مرزا غلام احمد قادیانی

(24) ''میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا''۔

تحفہ گولڑویہ صفحہ 195 از مرزا غلام احمد قادیانی

(25) ''اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا۔ میں نبوت کا مدعی بنا''۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ 83 از غلام احمد قادیانی

(26) ''وہ آخری مہدی جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں''۔

تذکرۃ الشہادتین صفحہ 20 از غلام احمد قادیانی

(27) ''حیض کی آمدن ہونے والی ہے''

حمامۃ البشریٰ جلد دوم صفحہ 133 نقل از: بدر جلد 6 نمبر 31 صفحہ 4

(28) ''وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہونگے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے''۔

حقیقۃ الوحی صفحہ 143

(29) ''ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول''۔

از بدر، 5 مارچ 1908ء

(30) ''ابن مریم''

حقیقۃ الوحی صفحہ 339 از مرزا غلام احمد قادیانی

(31) ''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے نبی اور رسول ہیں اور کہ وہ بہتر دین لائے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں''۔

مواہب الرحمٰن صفحہ 66 مطبوعہ سال 1903ء از مرزا غلام احمد قادیانی

آپ نے مندرجہ بالا حوالے پڑھے جو کہ خود مرزا غلام احمد کی تصانیف میں سے ہی پیش کیے گئے۔ ان حوالوں کے مطابق خادم بی۔اے کے خود ساختہ قاعدہ ''کہ خاتم کا ترجمہ جمع کی طرف مضاف ہونے سے آخری اور بند کرنے والا نہیں آتا'' خود اس کے پیشوا ہی کی تحریروں سے باطل ثابت ہو گیا ہے۔ اب ضرورت ہی نہیں رہی کہ خادم بی۔اے کا خود ساختہ قاعدہ اور بے سروپا اعتراض پر کلام عرب سے کچھ پیش کیا جائے۔ اگر خادم۔ بی۔اے کے نزدیک اس کے پیشوا مرزا صاحب کے اقوال سچے ہیں تو یہ معترض خادم بی۔اے جھوٹا ہے۔ اور اگر خادم بی۔اے اپنے دعویٰ کو سچا مانتا ہے تو پھر اپنے پیشوا مرزا صاحب کے متعلق خود حکم شریعت صادر کرے اگر ہم نے مرزا کے بارے میں کوئی بات کہی یا حکم شریعت صادر کیا تو اعتراض کریں گے۔ یہاں ہم نے خادم بی۔اے کے اعتراض کا جواب خود اسکے پیشوا کی زبانی ہی تحریر کر دیا ہے۔ تاکہ معترض خادم بی۔اے کو اپنے لغو اور بے سروپا چیلنج کا جواب ملنے میں انتظار نہ کرنا پڑے۔

یہاں ہم نے خادم مرزا کے بے سروپا اعتراض اور خودساختہ کہانی کا جواب اسکے اپنے پیشوا کی زبانی پیش کردیا ہے تاکہ اہل ایمان اس کذّاب کے کذب کا انہی کی زبانی توڑ کرسکیں اور یوں اس مرتد کی شر سے محفوظ رہیں۔

یہاں نہایت ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہلسنت والجماعت، متقدمین ومتاخرین کے وہ دلائل قوی جوعین حق ہیں پیش کردیئے جائیں جنکی بنا پر وہ سرکار مدینہ سرور سینہ فخر موجودات سرورکونین حضور پرنور شافع یوم نشور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النّبیّین تسلیم کرتے ہیں۔ ہم یہاں ان دلائل کو چار عنوانات کے تحت پیش کررہے ہیں اور یوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان نبوت تامہ کی مکمل حقانیت کھل کر سامنے آجائے اور یوں آئندہ کوئی ذلیل خادم بی۔اے وغیرہ اپنے خودساختہ بے سروپا اعتراض اور جھوٹے علم کی بناء پر کسی اہل ایمان سے گفتگو یا تحریر کی زبانی بات کرنے کی جسارت نہ کرسکے۔ عنوانات یہ ہیں۔

1. قرآن مجید فرقان حمید کی روشنی میں۔
2. حدیث شریف کی روشنی میں۔
3. اجماع امت کی روشنی میں۔
4. عقل سلیم کی روشنی میں۔

قرآن مجید کے ارشادات کی روشنی میں

قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(1) احکام قرآنی

پارہ اول سورہ بقرہ آیت 4 (پہلا رکوع) میں ارشاد خداوندی ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔''

(2) سورۃ بقرہ آیت 89

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: ''اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (تورات) کی تصدیق فرماتی ہے (سید الانبیاء ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضور علیہ السلام کے اوصاف کے بیان میں) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہودا اپنی حاجات کے لیے حضور علیہ السلام کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے'' اَللّٰهُمَّ فْتَح عَلَيْنَا وَنصُرنَا بِالنَّبِيِّ الاُمِّيِ '' (یارب ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح ونصرت عطا فرما) تو جب تشریف لایا اوران کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر''

(3) آل عمران آیت 81 (پارہ تیسرا)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا''۔

اس آیت مبارکہ میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک ''میثاق النبیین'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو یہ خطاب ہے اور دوسرا لفظ ''ثُمَّ جَآءَكُم'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ اور وہ بالاتفاق سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے ہیں۔ اب اگر مرزا قادیانی بھی نبی ہو تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں کے بعد تشریف نہ لائے اور یوں نعوذ باللہ قرآن کریم فرقان حمید کی تکذیب لازم آئیگی۔ جبکہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ قرآن مجید کا ہر ہر حرف اور ہر بیان و احکام اٹل اور سچے ترین ہیں۔ حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جمہور مفسرین نے بھی اس آیت کے یہی معنی کئے ہیں یہاں تک مولوی محمد علی مرزائی لاہوری نے بھی ترجمہ قرآن۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 353 پر۔

(4) سورہ اعراف (پارہ نمبر 9) آیت نمبر 157

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

ترجمہ ''اے حبیب تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (اللہ کی طرف سے آج اور قیامت تک کے لوگوں کے لئے)۔''

اس آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قیامت تک تمام لوگوں کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اللہ وہ ہیں جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اب جو شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ اور قیامت کے درمیان کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے جبکہ

قرآن مجید کی کسی آیت یا سورۃ کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے اور جو شخص کلمہ شریف پڑھ کر کسی آیت یا سورۃ کو تسلیم نہ کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے جس کی سزا قتل ہے اگر وہ سچی توبہ کرے تو اس سزا سے بچ جاتا ہے۔ اس آیت مبارکہ کے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تمام مفسرین نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

(5) سورہ مائدہ (پارہ نمبر 6) آیت نمبر 3:

ارشاد خداوندی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا''۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آج دین کامل ہو گیا مکمل ہو گیا پس اب نہ کسی دوسرے دین کی حاجت ہے نہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت۔ اب سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ دین کامل نہیں ہوا اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی ہے۔ اس طرح قرآن کریم فرقان حمید کی تکذیب لازم آئے گی جو کہ کفر ہے پھر جو شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی مانتا ہے وہ اس آیت مبارکہ کو جھٹلاتے ہوئے مرتد ہو جاتا ہے۔

(6) سورہ النساء (پارہ نمبر 5) آیت نمبر 59:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ
اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹

ترجمہ: ''اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں امر والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اسکا انجام سب سے اچھا''۔

خالق کائنات کا یہ ارشاد ہے کہ اے وہ لوگو جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہو تین چیزوں کی اطاعت کرو یعنی

1) اللہ سبحان وتعالیٰ کی اطاعت کرو۔

(2) رسول اللہ کی اطاعت کرو۔

(3) جو لوگ حکومت والے ہیں یعنی صاحب امر کی اطاعت کرو۔

اب اس حکم مبارک پر غور کیجیے ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے اس میں اگر مگر کیوں، قیل وقال یعنی کسی اعتبار سے بھی انکار یا حکم عدولی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور نہ ہی کسی قسم کی گنجائش انکار ہے۔ رہا سوال صاحب امر حاکم یا لوگوں کے درمیان جھگڑے کا تو ایسا ہونا ممکن ہے پھر اگر ایسا ہو جائے تو اپنے اس مسئلے کے حل کے لئے اللہ اور رسول سے رجوع کرو یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صاحب امر کی یہ ایک جماعت بھی ہے جس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت جائز نہیں۔ اس جماعت کی حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا کہ وہ نبی نہیں ہوں گے۔ ان کے ساتھ اختلاف ہو سکتا ہے جبکہ نبی کے ساتھ امتی اختلاف نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے ارشاد ہے کہ نبی محض مخدوم اور مطاع ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس آیت کی رو سے جو لوگ "اولی الامر" ہوں گے وہ نبی نہیں ہوں گے۔ ان کے درمیان یا ان سے اختلاف ہو سکے گا چاہے وہ صدیق ہوں، شہید ہوں، صالح ہوں، غوث، قطب، ابدال یا کچھ بھی ہوں۔

خود مرزائیوں کا مشہور مولوی جسے یہ لوگ علمی شہسوار اور بڑا فاضل تسلیم کرتے ہیں یعنی مولوی محمد علی لاہوری جس کا ترجمہ قرآن یہ لوگ گھروں میں رکھتے اور پڑھتے ہیں اپنی تفسیر جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 526 پر اپنے خیالات اور یقین کو یوں تحریر کرتا ہے۔

"کیونکہ قرآن نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ کے لئے حقیقی مطاع ایک مطاعِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہوں گے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی رسول ہو گا تو وہ مطاع ہو گا پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطاع نہیں رہیں گے اور یہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے پھر جب اس آیت کو "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ" کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو ثابت ہے کہ اب قیامت تک کوئی اور رسول قطعاً نہیں ہو سکتا۔

(7) سورہ بنی اسرائیل (پارہ نمبر 15) آیت نمبر 88:

ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى
اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

ترجمہ: ''تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو''۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ قرآن کریم کائنات کی سب ہدایات سے بڑھکر ہدایت ہے۔ اس کے بعد نہ تو کسی ہدایت کی ضرورت ہے نہ کسی اور کتاب کی اور نہ ہی کسی نبی کی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کلام مبارک کے بارے میں یہ ارشاد فرمارہا ہے کہ پوری کائنات کے جن اور انسان جس قدر طاقت رکھتے ہیں استعمال کرلیں پھر بھی میری اس آخری کتاب کی مثل کوئی کتاب لانا تو درکنار اسکی ایک آیت مبارکہ کے برابر آیت بھی نہیں لا سکتے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ جس خالق و مالک نے اپنے کلام کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ یہ بے مثل اور یکتا آخری کتاب ہے وہ اس برگزیدہ ہستی یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے اس آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اب اس فرقہ گمراہ کے کذابوں کا اپنی فانی عقل کے مطابق اُلٹی سیدھی تاویلات دے کر مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننا کھلا کفر نہیں تو اور کیا ہے ایسا ماننے والے مرتد ہیں جن کا دین اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔

(8) سورہ احزاب (پارہ نمبر 22) آیت نمبر 45،46:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

ترجمہ: ''اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب''۔

قرآن کریم فرقان حمید کے اس مذکورہ ارشاد پر غور کیجیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراج فرمایا ہے اور سورج کو بھی جس طرح سورج کی روشنی کے بعد کسی ستارہ یا کسی اور منیر کی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس ایسی عظیم ہستی ہے جن کے بعد کسی اور نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسالت ختم ہو جاتی ہے جیسے سورج پر روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کے اس ارشاد مبارک

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(سورۃ الاحزاب آیت 40) کی تفسیر کرتے ہوئے مولوی محمد علی لاہوری مرزائی اپنی تفسیر میں یوں لکھتا ہے۔

''خاتم النبیین کے معنی لغت کے اعتبار سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنی نبیوں

کی مہر نہیں جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ بلکہ آخری نبی ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے حضور اکرم کا آخری نبی ہونا ثابت ہے''۔

ترجمہ و تفسیر قرآن مولوی محمد علی لاہوری۔ جلد۔3۔ صفحہ۔515

(9) سورۃ الاحزاب آیت 40

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

ترجمہ: ''محمد (رسول اللہ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی ہر مشیت کا جاننے والا ہے''۔

قرآن کریم کی اس مذکورہ آیت مبارکہ پر غور کیجیے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت مقدسہ کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو فلاح کا بہترین طریقہ نجات اور زندگی کا اعلیٰ و ارفع نصب العین اور روحانی درجات طے کرنے کا یقینی ذریعہ عطا کر دیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید کی شکل میں انسان کو کامل ہدایت و راہنمائی عطا فرما دی اور یوں انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا تھا وہ لامحالہ ختم ہو گیا۔

خاتم النبیّین

(10) قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۃ الاحزاب آیت 40

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ

ترجمہ: ''اور آپ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں''۔

یعنی آخر الانبیاء کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی۔ حضور علیہ السلام کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے اور ختم نبوت کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے فتاویٰ عالمگیری (جلد 2 صفحہ 263) میں ہے کہ جب کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی وحی کا اعتقاد رکھے۔ باجماع مسلمین کافر ہو گیا'' ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ 202 میں فرماتے ہیں کہ ''نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد باجماع کفر ہے''۔

1) تفسیر بیضاوی جلد 4 صفحہ 164

2) تفسیر روح المعانی پارہ 22 صفحہ 22

3) تفسیر ابن کثیر جلد 8 صفحہ 88 سوم و چہارم
4) تفسیر ابن جریر جلد 22 صفحہ 13
5) مجمع البحار جلد اول صفحہ 329
6) تفسیر ابو سعود جلد 7 صفحہ 449
7) تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 581 جلد دوم
8) امام ابن جریر طبری جلد 22 تفسیر ابن جریر
9) تفسیر بیضاوی
10) تفسیر کشاف
11) تفسیر ابی السعود
12) تفسیر درّ منثور

مختصر یہ کہ تمام مفسرین، محدثین، محققین اور اہل سیر کا دلائل قرآنیہ، احادیث نبویہ اور دلائل شرعیہ کی رو سے اجماع امت ہے کہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر النبیین ہیں۔ قرآن کریم کی چند مزید آیات کا حوالہ دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو اس مسئلے کی قطعیت پر نص قرآنی ہیں:۔

1) سورۃ البقرہ آیات 101، 252، 119
2) سورۃ آل عمران آیات 81،86،101،164،31،101،187
3) سورۃ النساء آیات 79،170
4) سورۃ المائدہ آیات 15،67،70
5) سورۃ الاعراف آیت 158
6) سورۃ الاحزاب آیات 7،40،46،47
7) سورۃ الانبیاء آیت 107
8) سورۃ الدخان آیات 12،13
9) سورۃ الفتح آیات 10،29،31
10) سورۃ التوبہ آیات 108،128
11) سورۃ الحجرات آیات 2،3،7
12) سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء آیت 81
13) سورۃ العنکبوت آیت 51

(14) سورۃ الرعد آیت 7

(15) سورۃ الحجر آیت 9

(16) سورۃ القلم آیت 4

(17) سورۃ التحریم آیت 1

(18) سورۃ النور آیت 63

(19) سورۃ الشوریٰ آیات 52،53

(20) سورۃ الانفال آیت 33

(21) سورۃ المزمل آیت 15

(22) سورۃ انشراح آیت 4

(11) اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرقان حمید کی سورۃ المائدہ آیت **15** میں ارشاد فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ

ترجمہ: ''اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس یہ رسول (سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا گیا) اور روشن کتاب (قرآن شریف)''۔

(12) قرآن کریم کی سورۃ الاعراف کی آیات **157،158** میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ
یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ
الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ
عَلَیْهِمْ١ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ
اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (۱۵۷)
قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا
ا۟لَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ١ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ
وَ یُمِیْتُ١۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ
یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵۸)

ترجمہ: ''وہ جو غلامی کریں گے اس اُمّی رسول کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔ تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے (زندگی بخشے) اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔''

یہ آیت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمومِ رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام مخلوق کے (خاتم النبیّین) رسول ہیں۔

(13) اللہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے سورۃ الحجرات آیت 2

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

(14) اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورۃ الانبیاء آیت **107** میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے (تمام عالموں کے لیے رحمت ہو اور تمام جہانوں سے افضل ہو)''

(15) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے سورۃ الم نشرح (انشراح) آیت 4

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا'' (اذان میں بھی ذکر اور انبیاء سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ تکبیر میں تشہد، منبروں اور خطبوں میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ بھی)۔''

(16) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سورۃ الاحزاب آیت 46

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: ''اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا (یعنی اطاعت الٰہی کی دعوت دیتا) اور چمکا دینے والا آفتاب'' (خلق کے لیے معرفت و توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا)۔''

(17) قرآن کریم فرقان حمید کی سورۃ توبہ آیت 128 میں ارشاد ربانی ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان (رؤف و رحیم)''۔

(18) قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''۔

اس منطقی اصول کو بھی ہمیشہ ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ

''اذا فات الشرط فات المشروط''.

''یعنی جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔''

اب چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ذریعے وہ کامل و اکمل ہدایت عطا فرما دی گئی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منطقی طور پر بھی اس سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بنی نوع انسان کو اس کی علمی اور عملی قوتوں، صلاحیتوں اور قابلیت کی تکمیل فرما کر ایسا کامل و مکمل دستور حیات بخش دیا ہے ایسا ہدایت نامہ عطا فرما دیا ہے جسکی روشنی میں قیامت تک آنے والے انسان دینی و دنیوی کامیابیاں اور ظاہری و باطنی تمام کامرانیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اب کسی نبی چاہے وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی کے آنے کی ہرگز ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کسی ظلی و بروزی پیغمبر کی حاجت اور یہی اسلام کا عقیدہ اور بنیادی اصول ہے جس پر امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ اہل علم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کی اگر توحید الٰہی کا عقیدہ

مذہب اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے تو ختم نبوت کا عقیدہ عمارت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اگر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری رہنا تسلیم کر لیا جائے یا کر لیا جاتا تو اس طرح اسلام کا یہ عظیم الشان محل ہی منہدم ہو چکا ہوتا یا ہو جائے گا جبکہ ایسا ہونا تو ممکن ہی نہیں کیونکہ اسکی حفاظت کا کام خود خالق کائنات فرما رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ کہ سورۃ الم نشرح آیت 4 ''ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا'' سورۃ المائدہ آیت 67 ''اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے''۔

جمہور مسلمانوں متقدمین و متاخرین، جمیع علماء ربانی وفضلاء حقانی اسلام کا اس مسئلہ پر اجماع چلا آ رہا ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیّٖن ہیں آپ علیہ السلام پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اگر اس کے علاوہ عقیدہ رکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ خصوصیت جو آپ علیہ السلام کو دوسرے انبیا علیہم السلام سے ممتاز کرتی ہے نعوذ باللہ باطل ہو جائے گی۔ اس لئے جو بھی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے فوراً ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور یوں اسکا اسلام سے قطعًا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ گو قرآن مجید میں ختم نبوت پر بہت سی نصوص موجود ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ اگر تمام نصوص بیان کرنا شروع کریں تو ہمارا یہ مضمون بڑا طویل ہو جائے گا اس لئے انہی چند نصوص پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب ہم رسول اللہ کے فرمان مبارک کی روشنی میں احادیث صحیحہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جس سے یہ مسئلہ ختم نبوت مزید واضح ہو جائے گا۔

احادیث مبارکہ

مسئلہ ختم نبوت کی مزید وضاحت کے لئے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ یہ مسئلہ ختم نبوت مزید واضح ہو جائے اور دین کا یہ ضروری اصول اور عقیدہ مزید سے مزید مضبوط و مستحکم اور ذہن میں استوار ہو جائے۔ آمین۔

(1) حدیث مبارکہ از ابوداؤد و ترمذی:

''لاتقوم الساعة حتّٰی یَبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّھُم یُھَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ'' وَ لَمْنَا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ:''

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک بہت سے دجال اور کذاب اٹھانہ لیے جائیں، جن میں سے ہر ایک یہ گمان کرتا ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں تو خاتم النبیّٖن ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔''

(از: ابوداؤد و ترمذی باب الفضائل)

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور کیجیے خود سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فیصلہ کن بات

ارشادفرمادی ہے جس کے بعد ہر وہ مسلمان جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو پہچانتا ہوگا خاتم النّبیّین کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے میں ذرا برابر شک نہیں کرسکتا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتم النّبیّین کے معنی خود ارشاد فرمادیئے ہیں کہ میں انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔اس حدیث مبارکہ میں

''لَا نَبِیَّ بَعْدِی'' کے الفاظ میں لائے نافیہ جنس کی نفی کرتا ہے۔یعنی کسی قسم کا بھی نبی پیدا نہیں ہوگا۔تشریعی ہو غیر تشریعی ظلی ہو یا بروزی غرض ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔خود مرزا قادیانی اپنی تصنیف ''ایام الصلح'' کے صفحہ نمبر 124 پر لکھتا ہے کہ۔

''لَا نَبِـی بَـعْدِی'' میں لائے نافیہ جنس کی نفی کرتا ہے یعنی کسی قسم کا نبی بھی ہو نیا یا پرانا رسول اللہ کے بعد دنیا میں نہیں آسکتا''۔اس کے باوجود سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا پر کون سی وحی ایسی نازل ہوگئی تھی جس کے مطابق اس کذاب نے لانبی بعدی میں اسی لائے نافیہ جنس کی نفی کرتے ہوئے نبوت کا ڈھونگ رچایا اور یوں بہت سے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا کر جہنم کا ایندھن بنادیا اور بہت سے اسی راستے پر چلتے ہوئے خود کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔ایسے لوگوں کی عقل پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے ان کے لئے ابھی بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے فوری توبہ کرتے ہوئے اس باطل عقیدے کو چھوڑ کر جہنم واصل ہونے سے بچ جائیں۔

(2) حدیث مبارکہ از بخاری ومسلم شریف:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک روایت فرماتے ہیں۔

''اِنَّ مَثَلَـی وَ مَثَلَ الاَنْبِیَـاءِ مِـنْ قَبْـلِی کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بیتًا فَاَحْسَنَهٗ وَ اَجمَلَهٗ اِلَّا مَـوضِـعَ لَبِـنَةٍ مِّـن زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ وَ یَعْجُبُوْنَ وَ یَقُولُونَ هَلاَّ وُضِعَتْ هٰذِهِ الَبِنَةُ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ''.

ترجمہ: ''کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس کو آراستہ پیراستہ کیا ہو مگر گوشہ میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔لوگ اس کے مکان میں جاتے ہوں تعجب کرتے ہوں اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ عمارت مکمل ہو جاتی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النّبیّین ہوں''۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ رسول اللہ کے ارشاد مبارک کے مطابق خاتم النّبیّین کے معنی آخرالانبیاء کے ہیں۔اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا جو سلسلہ شروع فرمایا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قصر نبوت قرار فرمایا ہے۔اب یہ قصر نبوت ہر اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے۔اس عمارت میں کسی اینٹ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس قدر شاندار اور خوبصورتی سے انبیا علیہم السلام کی آمد

مبارکہ کو قصر نبوت سے تشبیہ دے کر اس حقیقت کا اعلان فرما دیا ہے کہ میں آخری نبی ہوں جس نے آ کر اس عمارت نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ کو مکمل کر دیا ہے۔ یہ بات ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ عمارت ہمیشہ اینٹوں سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ عرصہ دراز تک اس عمارت کو تعمیر فرماتا رہا یہاں تک کہ پوری عمارت تکمیل تک پہنچ گئی اور صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی گئی پھر وہ دن بھی آ گیا جب معمار ازلی نے وہ آخری اینٹ بھی لگا دی اور یوں عمارت مکمل ہو گئی۔ اب بتایئے کوئی بڑے سے بڑا کاریگر بھی کیوں نہ آ جائے اس عمارت میں جسے خالق کائنات نے مکمل کیا ہے کسی مزید اینٹ کا اضافہ کر سکتا ہے ہر گز نہیں۔ اب اس قصر نبوت کی تکمیل کے بعد نہ تشریعی نبوت نہ غیر تشریعی نبوت نہ ہی ظلی و بروزی اور نہ ہی لغوی یا مجازی نبوت کی اینٹ کی ضرورت باقی رہ گئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر کوئی مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کا ٹھیکیدار بن کر جو دل چاہے دعویٰ کرتا پھرے۔ اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں آپ علیہ السلام کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔

(از: صحیح بخاری و مسلم شریف)

(3) حدیث شریف از ابن ماجہ:

"اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ:

ترجمہ: "میں تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں آنے والا ہوں اور تم سب امتوں کے آخر میں آنے والی امت ہو۔"

اس حدیث شریف کے مطابق رسول اللہ کے ارشاد گرامی سے پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی شخص اس امت کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کی موجودگی میں نہ کوئی مسلمان نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان کسی بھی کذاب، بے ایمان کے دعویٰ نبوت پر یقین کر سکتا ہے۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو خود اپنا ایمان برباد کر کے کسی کذاب مدعی نبوت کے پیروکار بن چکے ہیں ایسے لوگ اپنے ایمان سے تو ہاتھ دھو ہی بیٹھے ہیں اب یہی لوگ اپنے جھوٹے نبی کی کذب بیانی کو سچ ثابت کرنے کے لئے ہزاروں جھوٹ بولتے ہیں اس کی باتوں کی غلط تاویلیں پیش کرتے ہوئے شب و روز اپنے جھوٹ اور مکر و فریب کو سچ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ان احادیث صحیحہ کو پڑھ کر بھی ہر وقت اس ذلیل کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ کہیں ہمیں کوئی ضعیف حدیث یا پھر کسی کا کوئی گرا پڑا جھوٹا قول ہی مل جائے جسے پیش کر کے ہم اپنے اس مکروہ اور ذلیل عقیدے کو سچ ثابت کر سکیں انشاء اللہ یہ لوگ اسی طرح ذلیل و رسوا ہو کر جہنم کا ایندھن تو ضرور بن جائیں گے مگر اپنے اس غلط مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

(4) حدیث شریف از مسلم شریف:

وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ: (الخ)

ترجمہ: ''میرے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کیا گیا۔''

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو فضائل کے باب میں درج کیا ہے۔ اس حدیث شریفہ میں چھ فضیلتوں کا ذکر ہے جس میں چھٹی فضیلت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میرے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کیا گیا ہے۔ اس طرح حضور علیہ السلام نے اس تحریف کی بھی جڑ کاٹ دی ہے جو کذاب لوگ لفظ خاتم میں کرتے ہیں کیونکہ ارشاد فرمایا خاتم النبیّین ہی نہیں ''خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّون'' ہوں یوں کسی قسم کے نبی آنے کا شک وشبہ ہی باقی نہیں رہنے دیا۔

(5) حدیث مبارکہ از ترمذی شریف:

خاتم النبیین کے سلسلے میں رسول اللہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں جو ارشاد فرمایا حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ اس ارشاد مبارک کو نقل کیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

''یا اباذر اول الانبیا آدم و آخر ھم محمد(صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) و اول نبی من انبیاء بنی اسرائیل موسٰی(علیہ السلام) و آخرھم عیسیٰ (علیہ السلام).''

ترجمہ: ''اے ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سب سے پہلے نبی آدم (علیہ السلام) ہیں اور سب سے آخری نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے سب سے پہلے نبی موسیٰ (علیہ السلام) ہیں اور آخری نبی عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔''

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں جو جواب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا ہے اس کے بعد یہ کہنا کہ کوئی ظلی بروزی یا کسی قسم کا بھی کوئی اور نبی آسکتا ہے نہ صرف کذب بیانی ہی ہے بلکہ ذلیل ترین علمی اور عقلی خیانت کا ارتکاب ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے جہنم کے اُس گہرے گڑھے میں غرق ہو چکے ہیں جہاں سے نکلنا تو درکنار انکا نام ونشان ہی نہیں ملے گا۔ اے عقل ودانش کے دشمنوں اب بھی وقت ہے اپنی اس ہٹ دھرمی اور خباثت سے باز آجاؤ توبہ کرلو اللہ بڑا ہی مہربان بخشنے والا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور کرو اگر بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں سے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ ہی کسی یہودی یا عیسائی نے آج تک نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ سب عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں سے آخری نبی مانتے ہیں تو پھر امتِ محمدی کے فرد کہلاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی امت میں اس حدیث مبارکہ کے تحت جب کوئی اور نبی آ ہی نہیں سکتا تو تم لوگ کس منطق یا اصول کے تحت کسی دوسرے کا نبی ہونا مانتے ہو۔ ثابت ہوا کہ نہ تو تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہو اور نہ ہی تمہارا کوئی ایمان ہے اس لئے تم لوگوں کا تو امت محمدیہ سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب فخر کائنات تاجدار عرب وعجم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے صدقے اہل ایمان کو ایسے بے ایمانوں' کذابوں اور ظالم لوگوں کی شر اور فساد سے دور رکھے آمین۔

''از: ترمذی شریف باب الفضائل:

(6) حدیث مبارکہ از صحیح مسلم شریف:

صحیح مسلم شریف میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیحہ بیان کرتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''فَاِنِّی آخِرُ الاَنۡبِیَاء''

ترجمہ: ''تحقیق میں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آخری نبی ہوں''۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس امر میں قطعاً کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ میں تحقیق آخری نبی ہوں''۔ ان مبارک الفاظ سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا آپ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ ان واضح ترین الفاظ مبارکہ کے بعد بھی اگر کوئی عقل کا دشمن کذب بیانی کا سہارا لیتے ہوئے ان الفاظ کے غلط معانی اپنائے تو اسکا دین و دنیا میں یقیناً بیڑا غرق ہی ہوگا۔

(7) حدیث شریف از کنز العمال:

کنز العمال میں رسول اللہ کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں مذکور ہے۔

''اَنَا خَاتِمُ الاَنۡبِیَاء'' (علیہم السلام)

ترجمہ: ''میں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں''۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کے الفاظ کس قدر واضح ہیں۔ ارشاد محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کا ختم کرنے والا ہوں۔ اِن الفاظ مبارکہ کے بعد اس بات کی کیا گنجائش ہے کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبیوں کا ختم کرنے والا یعنی آخری نبی تسلیم کرنے کی بجائے اپنی جھوٹی دکان داری چلانے کے لئے سیدھے سادھے مسلمانوں کو راہ مستقیم سے بھٹکانے کے لئے ایک سوچی سمجھی اسلام دشمن منصوبہ بندی کے تحت لفظ ''خاتم النبیّین'' کی تاویلات کی جائیں اسکے خودساختہ مطالب نکال کر اہل اسلام کو گمراہ کرنے کی ناکام کوششیں کی جائیں۔ یہ کام وہ خود غرض' لالچی' کذاب اور غیر مسلموں کے نمائندے سرانجام دے رہے ہیں جو لفظ ''خاتم النبیّین'' کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے اگر یہ لوگ جمیع اہل اسلام کی تحریریں اور بیانات پڑھ سن لیں تو یقیناً خود کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچا سکتے ہیں۔ مگر ان کی بدبختی نے جب اسلام کی متاع گراں ہی ذاتی لالچ کی نظر کر دی تو پھر ان کے لئے اقوال آئمہ و محققین کیا معنی رکھتے ہیں۔

(8) حدیث مبارکہ از ابن ماجہ:

مسئلہ ختم نبوت کے مخالفین کی بدبختی کا اندازہ کیجیے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صحیح

Marfat.com

حدیث مبارکہ پڑھ کر بجائے یہ کہ اپنے اس انکارِ ختم نبوت کے گمراہ اور جھوٹے خیال و یقین سے توبہ کرتے ہوئے راہ مستقیم کو اختیار کریں الٹا اس حدیث مبارکہ کے الفاظ پر اگر مگر اور قیاس آرائی کرتے ہوئے غلط تاویلات پیش کر کے اپنے کذاب راہنما کے لئے اسے سچا ثابت کرنے کی غرض سے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ یہ لوگ حدیث مبارکہ کے لفظ ''اگر'' کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی سعی لاحاصل کرنے میں شب و روز مصروف ہیں اہل ایمان وعلم کے ہوتے ہوئے انکا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا انشاء اللہ۔ قریباً سو سال کا عرصہ گزر چکا یہ کذاب اسی کوشش میں مصروف ہیں جو کبھی پوری نہیں ہوگی۔ ہم یہاں حدیث صحیحہ کو نقل کر کے اس تشریح پیش کر رہے ہیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے اور یوں یہ لوگ اگر مگر کی بھول بھلیوں سے نکل کر ابدی صراط مستقیم پا سکیں'' وباللہ التوفیق:

حدیث مبارکہ:

قادیانی جس حدیث مبارکہ سے لفظ ''اگر'' کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی لاحاصل کوشش کرتے ہیں وہ حدیث مبارکہ اس کا مطلب اور تشریح یوں ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔

''لَو عَاشَ اِبرَاھِیمَ لَکَانَ صِدِّیقًا نَبِیًا۔''

ترجمہ: ''اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور صدیق نبی ہوتے۔''

اس حدیث مبارکہ کو ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کی تشریح یہ ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ 8ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ربیع الاوّل 10ھ ہجری بروز منگل وفات پا گئے۔ ان کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور صدیق نبی ہوتے''۔ مرزائی اس لفظ ''اگر'' میں مرزا قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کا آنا ممکن اور ثابت ہوگیا۔ یعنی اگر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجرائے نبوت لازم ہے (یعنی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے) چونکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوگئے اس لئے نبی نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ انکا نبی نہ ہونا ان کی موت کی وجہ سے تھا ورنہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آیت خاتم النبیّین سے نبوت کو بالکل مسدود نہیں سمجھا۔ اسی عنوان کے مطابق ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ ''لَو کَانَ بَعْدِی نَبِیًا لَکَانَ عُمَر'' یعنی ''میرے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے''۔

یہاں پھر یہ لوگ ''اگر'' کو ہی پیش نظر رکھتے ہوئے استدلال کرنے کی ناکام کوششیں کرتے ہیں۔ اور مرزا کو نبی ہونا مانتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی کم عقلی اور خواہ مخواہ لفظ ''اگر'' کو مرزا کی طرف کھینچنے کی کوشش ہے۔ یہاں ان لوگوں سے جو مرزا قادیانی کذاب کو نبی ثابت کرنے کی جاہلانہ کوشش کر رہے ہیں پوچھا جائے کہ جہاں بھی لفظ ''اگر''

آئے گا تو اس کا مطلب آئندہ جاری ہونا یا اجراء ہی مقصود ہوگا۔ یا پھر یہ لفظ ''اگر'' کسی اور مطلب کے لئے بھی آتا ہے۔ یہ لوگ اتنی سیدھی اور آسان بات کو سمجھتے ہوئے سیدھے سادھے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ''اگر'' کا چکر دے کر مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرنے کا غلط استدلال کرتے ہیں۔

یہ بات اس مقام پر سیدھی اور صاف تھی کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت ختم تھی اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبی ہوسکنا محال ہوا اور صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اس لئے ہوئی کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا اگر زندہ ہوتے تو نبی ہوتے مگر نبوت ختم تھی اس لئے فوت کر دیئے گئے۔ کیونکہ اگر زندہ رہ کر نبی نہ ہوتے تو یہ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتم النبیّین کے وصف مبارک کے کسر شان تھا کہ باقی انبیاء علیہم السلام کی اولاد زندہ رہ کر نبوت پائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مبارکہ محروم النبوت ہو۔ ہمارے اس مفہوم کی تائید میں صحیح بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے زندہ نہ رہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں (وَلٰكِن لَا نَبِي بَعدَه) ایسے ہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''وَلَو بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًا'' (اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے)۔

''وَلٰكِن لَمْ وَ يَكُن يَبقيٰ'' (لیکن یہ ممکن نہیں تھا کہ زندہ رہیں)۔

''لِاَنَّ نَبِيُّكُم اخيرُ الاَنبِيَاء'' (اس لئے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ یوں آخری نبی کے بعد اور نبی نہیں آسکتا)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تشریح سے مطلب قطعی طور پر واضح ہوگیا۔

سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کس وجہ سے ہوئی اگر اس کا مفہوم وہی فرض کر لیا جائے جو قادیانی کہتے ہیں تو پھر ہمارا ان عقل کے اندھوں سے سوال ہے کہ کیا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبوت بھی موت سے ختم ہوئی تھی؟ جواب یقیناً یہی ہوگا بلکہ ہو ہی یہی سکتا ہے کہ نہیں تو پھر بتاؤ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارے اس غلط اور لغو ستدلال کے مطابق نبوت کا دعویٰ کیوں نہ کیا۔ نعوذ باللہ کیا وہ ختم نبوت کا مفہوم نہیں سمجھتے تھے؟ الحمد للہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ ختم نبوت کا مفہوم خوب جانتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ تو مرزا کے مریدین اور ماننے والوں کی بدقسمتی ہے کہ خود ساختہ مطلب نکال کر اپنی دنیا اور دین کو تباہ و برباد کر لیا ہے۔ اگر ان لوگوں کے نزدیک حرف ''لو'' جاری کے معنوں میں ہی صحیح ہے تو یہاں دو مثالیں تحریر کر رہا ہوں جس میں حرف ''لو'' ہی استعمال ہوا ہے اس کے معنی کرتے وقت بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہ سکتے ہو ہرگز نہیں تو پھر حدیث مبارکہ میں حرف ''لـو'' کے معنی جاری کے کیوں کرتے ہو اپنی اس معنوی ہٹ دھرمی سے باز آؤ ورنہ جہنم کا ایندھن تمہارا مقدر ہے۔

مثال نمبر1:

قرآن کریم فرقان حمید اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی واحدانیت کے ثبوت میں دلیل پیش فرماتا ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت22

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

ترجمہ: ''یعنی اگر آسمان وزمین میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہوتا تو نظام عالم بگڑ جاتا۔ اور اس میں فساد آ جاتا''

اب بتایئے کیا یہاں دوسرے خدا کا ہونا صرف ''لو'' کے تحت ممکن ہے جس طرح سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک میں ''لو'' سے استدلال کیا جا چکا ہے یا پھر یہاں پر ''لو'' اس حقیقت کا ترجمان ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا کا ہونا ناممکن ہے۔ اگر یہاں بھی اس جدّتِ علمی سے ہی کام لیا جائے گا تو وہ علم ظاہر کرنے سے پہلے ایمان کی فکر کرنی پڑے گی ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ''لو عاش ابراهيم'' میں بھی حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زندہ رہنا ممکن نہ تھا۔ اب یہاں کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ دوسرے خدا کے لئے گنجائش تو ہے مگر یہ الگ بات ہے کہ اتفاق سے دوسرا خدا نہیں۔ ذرا ذہن پر زور دیجیے آیت مبارکہ میں حرف ''لو'' موجود ہے لہٰذا دوسرا خدا ہو سکتا ہے (نعوذ با اللہ من ذالک)

مثال نمبر2:

سرکار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

''لَو كَانَ مُوسىٰ حَيًا لَمَّا وَ سِعَهُ اِلَّا اتبَاعِي۔''

ترجمہ: ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اطاعت کرنی پڑتی۔''

کیا اس حدیث مبارکہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا اجراء ثابت ہوگا؟ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہیں فرما سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب دین کو ہی حریص ولالچ کے تحت چھوڑ دیا تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے ایسے لوگوں سے بحث کرنا میرے خیال میں وقت برباد کرنا ہے جن کے نزدیک کوا کالا نہیں سفید ہے۔ پھر بھی اپنی طرف سے انہیں سمجھانے کا فرض ضرور ادا کریں گے۔ مختصراً بات صرف یہ ہے کہ جیسے ''لو'' دوخداؤں کی نفی ظاہر کرتا ہے اسی طرح سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کی نفی کرتا ہے۔ بالکل ایسے ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صغیر سن بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبوت کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح ''لو عاش'' کا صحیح مفہوم وترجمہ وہی ہو سکتا ہے جو احادیث مبارکہ کے مطابق ہمارے آئمہ محققین، علماء اور محدثین نے کیا ہے۔

(9) حدیث از بخاری و مسلم شریف:

1) خصائص الکبریٰ از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جلد۔1۔صفحہ۔10۔

2) مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جلد۔4۔صفحہ۔127-128

3) دلائل النبوۃ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جلد۔1۔صفحہ۔87

4) مستدرک از علامہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ جلد۔2۔صفحہ۔200

میں مزید فرماتے ہیں اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں۔

ابوسہل قطان نے اپنے کتاب ''امالی'' میں حضرت سہل بن صالح ہمدانی سے روایت کی۔انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے دریافت کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپ علیہ السلام سب کے بعد مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جب بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا ''بلٰی'' انبیاء علیہم السلام پر تقدیم کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔یہ بات دوسری ہے کہ آپ علیہ السلام ان سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ (سورۃ الاعراف آیت 172)

خصائص الکبریٰ از: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔10

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اول کے سلسلے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں ''فسیرۃ الفجر'' سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ''یارسول اللہ آپکی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا''۔

''میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز روح وجسم کے درمیان تھے''۔

اس حدیث پاک کو حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ اور حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں روایت کیا ہے۔

از خصائص الکبریٰ۔جلد۔1۔صفحہ۔11،المواہب اللدنیہ۔

حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں اور حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ علیہ السلام کے لئے نبوت کب لازم کی گئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور ان کے پتلے میں

روح پھونکی"۔

خصائص الکبریٰ از: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔جلد۔1۔صفحہ۔12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں آپ علیہ السلام کے لئے نبوت کب واجب اور ثابت کردی گئی"۔فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس وقت جبکہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"۔یعنی جب ان کی تخلیق بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

(1) جامع ترمذی اسناد صحیح

(2) مشکوۃ المصابیح فضائل سید المرسلین صفحہ۔513

(3) مستدرک الحاکم۔جلد۔2۔صفحہ۔609:

برصغیر کے نامور عالم محقق محدث جن کے ارشادات سب کے لئے حجت کا درجہ رکھتے ہیں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی مذکورہ حدیث مبارکہ کے تحت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: "میں نے روحانی طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے متعلق سوال کیا جس میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے خمیر میں تھے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدسہ میری روح پر اس مثالی شکل میں جلوہ گر ہوئی جس میں وہ عالم اجسام میں آنے سے پہلے موجود تھی اور اس کا فیضان علام مثال میں تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے جاری تھا۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم میں بھی ظہور مکمل حاصل تھا۔جس کو اس حدیث مبارکہ میں نبوت سے تعبیر کیا گیا ہے"۔

تفہیمات الٰہیہ۔جلد۔2۔صفحہ۔300 از: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام حاکم۔امام بیہقی۔بزار،ابونعیم،اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے اوسط،بہ طریق شعبی مستدرک اور دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ کسی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے"۔یہی حدیث مرسل سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں۔سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کو نبوت کب عطا فرمائی گئی۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا "ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر ہی میں تھے اس وقت مجھے نبوت عطا کی گئی"۔

خصائص الکبریٰ۔جلد۔1۔صفحہ۔12 از: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(10) حدیث از بخاری و مسلم شریف:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک پر تشریف لے جانے لگے تو لشکر اسلام کی روانگی سے پہلے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بعد مدینہ منورہ میں اہل بیت اور دیگر اہل اسلام کی نگرانی کرو گے گویا اس طرح سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اس حدیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے بعد خاتم النبیّین کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا'' اے علی میں تمہیں اپنے بعد اہل بیت میں بطور نگران چھوڑ کر جا رہا ہوں۔''

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اس پر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے جو ہارون (علیہ السلام) کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی۔ (لیکن حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک اور بھی مشترک وصف پایا جاتا ہے یعنی وصف نبوت اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' لا نبی بعدی '' کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس طرح نبوت کی مماثلت کو اپنے فرمان ''لا نبی بعدی '' فرما کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور فرما دیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی نبوت جاری ہوتی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''لَا نَبِیَّ بَعْدِی '' فرما کر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث شریف ہے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّد'' حَدَّثَنَا یَحیٰ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی تَبُوْکَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِیًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِی فِی الصِّبْیَانِ وَالنِّسَآءِ قَالَ اَلَا تَرضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوسیٰ اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیّ'' بَعْدِیْ وَقَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَکَمِ سَمِعْتُ مُصْعَبًا.

ترجمہ: ''مسدد، یحیٰ، شعبہ، حکم، مصعب بن سعد، سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر میں اپنا قائم مقام فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے

ہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میرے نزدیک تمہارا مرتبہ یہ ہے جیسے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک ہارون (علیہ السلام) کا مگر یہ کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ابوداؤد طیالسی نے اسے اس طرح روایت کیا کہ شعبہ نے حکم سے اور حکم نے مصعب سے سنا"۔

از: صحیح بخاری و مسلم ذکر غزوہ تبوک

(11) حدیث ابوداؤد شریف:

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں ارشاد فرما دیا تھا کہ "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تیس دجال دنیا میں نہ آئیں جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویدار ہوگا اور وہ سب جھوٹے ہوں"۔ابوداؤد شریف میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

"قَالَ قَالَ رَسُولَ الله ....اِنَّهٗ رَسُولَ الله تَعَالی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تیس (30) دجال نہ آئیں اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے"۔اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو دجال فرمایا ہے جو آپ علیہ السلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں گے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لئے ہدایت فرمادی کہ میرے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے جس سے سنو کہ "انا رسول الله" فوراً اسے کہہ دو کہ تو دجال ہے جھوٹا ہے۔اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہرگز ارشاد نہ فرماتے کہ "میرے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے میری امت کے لوگو تم بے دھڑک اس مدعی نبوت کو دجال کہہ دینا"۔اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرماتے کہ میرے بعد دجال بھی آئیں گے۔نبیوں کی اطاعت کرنا تم پر فرض ہوگا ورنہ کافر ہو جاؤ گے مگر ارشاد گرامی یہ نہیں ہے۔اس سے عیاں طور پر معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت شریعہ باقی نہیں رہی۔اب اگر کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کردے اور یہ بھی کہے کہ میرے اوپر وحی کی بارش ہوتی ہے تو ایسے شخص کو فوراً ہی کہا جائے گا کہ وہ دجال ہے۔کیونکہ یہی خاتم النبیّین فخر کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

از ابوداؤد۔جلد۔ثانی۔صفحہ۔247۔

(12) حدیث مبارکہ از مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو یوں نقل فرماتے ہیں۔

"عن عائشة . ان النبی صلی الله علیه و آلهٖ وسلم قال لا یبقیٰ بعدی من النبوة شئی الا المبشرات قالو یا رسول الله و ما لمبشرات قال الرویا الصالحه."

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے مبشرات کے''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبشرات کیا ہیں؟ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا ''نیک اور سچے خواب۔''

(13) بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (1) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا (2) میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی تھیں (3) میرے لیے زمین پاک کرنے والی (قابل تیمّم) اور مسجد کی گئی جس کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ لے (4) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی (5) مجھے شفاعت عنایت کی گئی اور میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے''۔

(14) کنز العمال جلد 6 صفحہ 112 میں حدیث مبارک ہے:

ترجمہ: ''میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النبیین ہوں''

(15) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: ''میں پیدائش میں نبیوں سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر ہوں''۔

کنزل العمال جلد 6 صفحہ 113

(16) حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ترجمہ: ''میں پیغمبروں کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہہ رہا اور سب نبیوں کا آخری ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہہ رہا''۔

کنز العمال جلد 6 صفحہ 113

(17) حدیث سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: ''رسالت اور نبوت ختم ہوگئی میرے بعد نہ کوئی رسول نہ کوئی نبی ہوگا''۔

(18) حدیث سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: ''میں آیا اور میں نے نبیوں کو ختم کر دیا ہے''۔

مسلم شریف جلد 2 صفحہ 248

(19) حدیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: ''میری مثال نبیوں میں ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ بس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں میرے ساتھ ہی یہ عمارت ختم کر دی گئی ہے اور میرے ساتھ رسول ختم

کردیئے گئے ہیں"۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ 221

(20) رسول کریم سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے

ترجمہ: "میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شے نہ آوے"۔

شمائل ترمذی صفحہ 26

(21) حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اَنَا آخِرُ الاَنْبِیَاء وَ اَنْتُم آخر الْاُمَم (ابن ماجہ صفحہ 307 باب فتنہ الدجال)

ترجمہ: "میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو"۔

(22) ارشاد خاتم النبیین علیہ السلام بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَۃً

ترجمہ: "میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں (تمام انبیاء، رسل ان کی تمام امتیں اولین و آخرین کــــافَۃ" النَّاس میں داخل ہیں)"۔

(23) سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدم بَیْنِ الرُّوحِ وَالْجَسد

ترجمہ: "میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے"

(24) شفاء میں معراج سے متعلق حدیث ابن عباس ہے:

اُدْنُ یَا خَیْرُ الْبَرِیَّۃ اُدْنَ یَا اَحْمَد اُدْنُ یَا مُحَمَّد

ترجمہ: اے مخلوق سے افضل قریب آیئے، احمد قریب آیئے، محمد قریب آیئے۔

(25) امام شرف الدین البوصیری رحمۃ اللہ نے قصیدہ بردہ شریف میں فرمایا ہے:

کُلَّ آیِ اَتَی الرُّسُلُ الکِرَام بِھَا. فَاِنَّمَا تَّصَلَت مِنْ نُورِہِ بِھِم

ترجمہ: "تحقیق آپ فضل و شرف کے سورج ہیں اور انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں جو لوگوں کو تاریکیوں میں روشنی عطا فرماتے رہے ہیں"۔

(26) حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ

جبریل امین علیہ السلام کا قول ہے:

اِنَّ اللہ قَد اِشْتَاقَ اِلیٰ لِقَائکَ

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے"۔

(27) علامہ طبرانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابن مندہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا اس کی صحت پر اتفاق ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَدعُوٍ یَومَ یَجْمَعُ النَّاسُ فِی صَعِیدٍ وَّاحِدٍ فَیَعْتَمِدُ اللّٰہَ وَ یُثْنِی عَلَیہِ o

ترجمہ: ''بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے قبل پکارے جائیں گے جب تمام مخلوق ایک جگہ جمع ہوگی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے''۔

(28) حدیث مبارکہ ہے اور مسند امام عبدالرزاق میں مروی ہے

اَوَّلَ خَلَقَ اللّٰہُ نُورِی وَ مِنّ نُورِی خَلَقَ کُلِ شَیءٍ

ترجمہ: ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو تخلیق کیا اور میرے نور سے سب مخلوق کو پیدا کیا''۔

ان احادیث مبارکہ کے الفاظ پر گہری نظر سے مطالعہ کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ نبوت میں سے سچے خوابوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا کا کیا مطلب ہے۔ ان الفاظ مبارکہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اب کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا ہاں البتہ کسی مسلمان کو سچے خواب ضرور آسکتے ہیں یا کسی مسلمان کے لئے اس کا دوسرا مسلمان بھائی سچے خواب دیکھ سکتا ہے۔ ان مبشرات کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس طرح ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند ہوگیا ہے۔ اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ منکر حدیث' بے ایمان' کذاب اور مرتد ہے۔

(29) حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانُ حَدَّثَنَا سَلِیم" حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْن مِینَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدُاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَا لَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلِیُ وَ مَثَلُ الاَنبِیَآءِ کَرَجُلٍ م بَنٰی دَارًا فَاَکْمَلَھَا وَ اَحْسَنَھَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدخُلُوْنَھَا وَ یَتَعَجَّبُونَ وَ یَقُوْلُونَ لَوْلَا مَوْضِع لِلَّبِنَۃِ o

ترجمہ: محمد بن سنان، سلیم، سعید بن مینا، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور عمدہ بنایا لیکن صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگ اس مکان میں جاتے اور اس کی عمدگی پر تعجب کرتے اور کہتے کاش اس ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ رکھی جاتی''۔

(30) حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اِسمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بِنِ دِینَارٍ عَنْ اَبِیْ

صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَ یَعْجَبُوْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهٖ لِلَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ.

ترجمہ: قتیبہ، اسماعیل، عبداللہ، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میری مثال اور ان پیغمبروں کی مثال جو مجھ سے پہلے گزر گئے ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور خوشنما بنایا، اس کے ایک گوشہ میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ جب اس مکان میں جاتے تو تعجب کرتے ہیں اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں''۔

اقوال مفسرین ومتقدمین کی روشنی میں اجماع امت

(1) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (99ھ - 101ھ) پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علم، حلم، تقویٰ پرہیزگاری، عبادت وریاضت اور عدل وانصاف میں بے مثال تھے۔ امت مسلمہ آپ کی ان تمام جملہ خوبیوں کو تسلیم کرتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی جو پہلا خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا۔

''اے لوگو قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔''

از: تاریخ الخلفاء۔ صفحہ۔ 157

(2) ابوجعفر ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ابوجعفر ابن جریری رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ مفسر، مورخ اور عالم تھے۔ آپ اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاتم النبیّین کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں۔

''عن قتادہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیّین الٰی اخرھم .''

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین بمعنی آخر النبیّین ہیں۔''

از تفسیر ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ۔

Marfat.com

(3) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ کا فرمان:

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشہور اور بلند پایہ عالم، مفسر اور محقق تھے۔ وہ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف درِ منثور میں حضرت عبداللہ ابن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

"عَنِ الحَسنِ فِی قَولِہٖ وَ خَاتَمَ اَلنبِیّٖین قَالَ خَتمَ اللہِ النَّبِیّٖین مُحَمَّدٍ وَ کَانَ اٰخر من بُعِثَ۔"

ترجمہ: "کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کر دیا۔ اور آپ علیہ السلام تمام رسولوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے آخری نبی ہیں۔"

تفسیر درِ منثور۔ از: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(4) حضرت علامہ طحاوی رحمۃ اللہ کا فرمان:

حضرت علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عظیم مفسر و مفکر تھے خاتم النبیّین کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اہلِ سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ گمراہی اور ضلالت ہے اور ہوائے نفسانی ہے۔"

صبح الاعشیٰ۔ جلد۔13۔ صفحہ۔305 پر ہے کہ

"یہ دو کلام ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے فلاسفہ کو کافر کہا گیا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن سمجھتے ہیں اور جائز خیال کرتے ہیں۔"

از عقیدہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحہ۔14

صبح الاعشیٰ۔ جلد۔13۔ صفحہ۔305۔

(5) حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

پیرانِ پیر غوثِ اعظم حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت، مقام، مرتبہ علم و عمل، جلالت و طاقت سے کون واقف نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سرخیل اولیاء ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں مشہورِ زمانہ اپنی تصنیف "غنیۃ الطالبین" جو کہ علم و معرفت کا وہ سمندر ہے جس کا کنارہ ہی نہیں، میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ سب اہلِ اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم آخری نبی ہیں۔"

اسی عظیم کتاب "غنیۃ الطالبین" کا ترجمہ پنجاب کے مشہور شہر سیالکوٹ کی پہچان۔ عظیم محدث و مفسر حضرت

مولانا مولوی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ترجمہ کیونکہ فارسی زبان میں ہے اس لئے فارسی کی وہ عبارت تحریر کی جا رہی ہے۔

''کہ اعتقاد کنند اہل اسلام ہمہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر خدا است سالار ہمہ پیغمبران است وتمام کردہ شدہ است باو پیغمبران را۔''

از: غنیۃ الطالبین۔صفحہ۔183

(6) حضرت علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تفسیر کشاف'' میں اس مسئلہ کے بارے میں بڑی مدلل بحث فرمائی ہے۔وہ ساری بحث تو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں کیونکہ اس طرح موضوع بڑا ہی طویل ہو جائے گا۔اس لئے ان کی عبارت کا خلاصہ تحریر کر رہا ہوں۔فرماتے ہیں۔

''کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔نبوت آپ علیہ السلام کی ذات پر ختم ہوگئی ہے۔''

از: تفسیر کشاف۔جلد۔2۔صفحہ۔215

(7) حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بغدادی بڑے ہی بلند پایہ عالم، مفسر اور محقق تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''روح المعانی'' علم وعرفان کا وہ ذخیرہ ہے جسے پڑھ کر عقیدہ دین کے تمام مسائل خود بخود حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

''کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیّین ہیں۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین بھی ہیں۔آپ علیہ السلام کے بعد قیامت تک اب وصفِ نبوت ورسالت کسی جن وانس میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ختم نبوت کی تصریح قرآن مجید میں موجود ہے اور اس پر ایمان رکھنا از بس ضروری ہے اور اسکا منکر کافر ہے۔''

از: روح المعانی۔جلد۔5۔صفحہ۔40

(8) حضرت علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

حضرت امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''فکیف یستجیر مسلم ان یثبت بعدہ علیہ السلام نبیا فی الا رض حاشا ما استثناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الآ ثار المسندۃ الثابتہ فی نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان۔''

ترجمہ: ''یہ کیسے جائز ہے کہ کوئی مسلمان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمین پر کسی اور پیغمبر کا ہونا ثابت

کرے سوائے اس کے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متواتر احادیث میں استثنا کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا۔"

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

"او ان بعد محمدصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبیًا غیر عیسیٰ ابن مریم فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیر لصحۃقیام الحجۃ بکال حذا علی کل احد ."

ترجمہ: "کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے علاوہ کسی اور شخص کو نبی کہے گا تو اس کے کافر ہونے میں دو مسلمان بھی اختلاف نہیں کریں گے۔"

از: کتاب الفصل۔جلد۔3۔صفحہ۔249۔

(9) حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام سے کون واقف نہیں۔آپ کثیر التصانیف عالم ہیں۔شرح شفا میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کذلک نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا ای فی زمنہ کمسلیمۃ الکذاب و الا سود العنسی او ادعی نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القرآن و الحدیث فھذا تکذیب اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لعیسویۃ."

ترجمہ: "کہ جس نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے یا بعد میں عیسائی فرقہ نے یا یہ عقیدہ رکھا کہ نبوت کسب اور ریاضت سے حاصل ہوسکتی ہے تو ان سب پر کفر کا حکم ہے۔" (یعنی ایسے لوگ بلاشبہ کافر ہیں)۔

از: شفا شریف۔جلد۔4۔صفحہ۔506 تا 509

(10) حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

حضرت علامہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشہور مفسر، محقق، محدث اور فاضل اجل ہی نہ تھے بلکہ بڑے بلند پایہ سیرت نگار بھی تھے۔حضرت کی سیرت مقدسہ پر لکھی گئی کتاب "زرقانی" نہایت ہی مدلل اور لاجواب تصنیف ہے۔حضرت امام علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مواہب لدنیہ" میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتم نبوت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"کہ حضور پرنور شافع یوم نشور ختم الرسل فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام و رسل کے ختم کرنے والے

ہیں۔"

از: زرقانی شرح مواہب للدنیہ۔جلد۔5۔صفحہ۔267۔

(11) "یعنی رسول اللہ کا خاتم النبیین ہونا اسی قبیل سے ہے کہ قرآن میں مذکور اور احادیث میں مذکور ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور قتل کیا جائے گا"۔

روح المعانی جلد 22 صفحہ 39

(12) "اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو دعویٰ کرے نبوت کا"

شرح شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جلد 2 صفحہ 518

(13) "اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ جنت میں چلا جاتا ہے حوروں سے ملتا ہے جنت کے پھل کھاتا ہے یہ تمام جماعتیں سب کی سب کافر ہیں"

شرح قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جلد 2 صفحہ 519

(14) "لہٰذا نہ وہ کسی دین کے محتاج ہیں اور نہ کسی اور نبی کے جو سوا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسی واسطے بنایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء اور بھیجا آپ کو طرف انسان و جنات کے۔ اس آیت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

کہ خاتم الانبیاء کے معنی یہی ہیں کہ اپنے عموم سے کسی نبی کو نبوت آپ کے بعد نہیں مل سکتی اور جو اس کا منکر ہو وہ کافر مطلق ہے"

تفسیر ابن کثیر (آیت ما ارسلنا ک الا کافۃ الناس سورۃ سباء آیت 28) جلد 3 صفحہ 379

(15) سورۃ المائدہ آیت 3 کی تشریح کرتے ہوئے تفسیر ابن کثیر میں تحریر کیا گیا ہے کہ "اس آیت میں خدائے قدوس نے دین کے کامل کرنے اور نعمت کے تمام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور سب نعمتوں میں بڑی نعمت نبوۃ اور دین ہیں جب دین بھی کامل ہو چکا اور نعمت بھی کامل ہو چکی تو اب نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی شریعت آ سکتی ہے اس واسطے کہ کمال کے بعد اس چیز کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی"۔

تفسیر ابن کثیر کتاب الانسان الکامل جلد اول صفحہ 79

(16) "جو کہتا ہے کہ جب کوئی شخص اس بات کو نہ جانے اور نہ پہچانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں اس واسطے کہ آپ علیہ السلام کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات جہل عذر نہیں تکفیر کے باب میں عذر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ کافر ہے"۔

کتاب الاشباہ والنظائر صفحہ 267

(17) دَعْوَۃُ النُّبُوَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفْرٌ" بِالْاِجْمَاعِ

ترجمہ: "دعویٰ النبوۃ بعد نبینا علیہ السلام کفر بالاجماع یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر بالاجماع ہے"۔

کتاب فقہ اکبر از امام ابوحنیفہ صفحہ 191

(18) "کسی نے یوں کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا کسی شخص نے رسالت کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس سے کہا کہ اگر تو رسول ہے تو معجزہ دکھلا۔ سب صورتوں میں یہ کہنے والا کافر ہو گیا"۔

کتاب بحر الرائق جلد 5 صفحہ 130

(19) "جب کوئی شخص اس کا اعتقاد نہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان نہیں"

فقہ حنفیہ کی کتاب کتاب فقہ عالمگیری جلد 2 صفحہ 411

(20) "جو شخص سبّ (گالی) کرے یعنی برا بھلا کہے یا طعن کرے کسی نبی کو وہ قتل کیا جائے گا حد کے طور پر۔ اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔ دنیا میں اور جو کوئی شک کرے اس کے کفر میں اور عذاب (سزا) میں وہ بھی کافر ہے"

درمختار اور شامی باب المرتدین جلد 4 صفحہ 231، 249

الصارم المسلول صفحہ 243 از حافظ ابن تیمیہ المتوفی 728ھ

(21) "سب اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور تمام دنیا کی طرف جن وانس کی طرف آپ مبعوث ہیں"۔

غنیۃ الطالبین از: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 183

(22) "ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نبوۃ کا دعویٰ کرے خواہ آپ کے زمانہ میں ہو جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی یا آپ علیہ السلام کے بعد کوئی دوسرا شخص مدعی ہو تو وہ کافر ہے کیونکہ "آپ خاتم النبیین ہیں"۔

نسیم الریاض جلد 4 صفحہ 506

(23) "جو شخص اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا اس کا نبی یا ایسی کوئی جھوٹی خبر دے جس کو خدا کی طرف نسبت کرتا ہے تو وہ کافر ہے"۔

الصارم المسلول صفحہ 168

ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

12 ربیع الاول عام الفیل (23 اپریل) 571ء دوشنبہ (پیر) کی صبح صادق کی سہانی گھڑی تھی جب اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد ہوا۔ سیدہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سادہ سا مکان ازلی وابدی رحمتوں برکتوں اور مسرتوں سے چمک اٹھا پھر اسی ذات قدسی کی ان جملہ خوبیوں نے ساری کائنات ارض وسما کو معطر کر دیا۔

صدیوں سے انسانیت ظلم و بربریت اور جہالت کے خوفناک بوجھ تلے دبی سسکیاں لے رہی تھی۔ شرک، کفر، گمراہی، ظلم وستم، عصمت دری، باطل افکار، قبائلی تعصب، خود ساختہ رسم ورواج، گمراہی وضلالت کا افریت ہر سو بے روک ٹوک ناچ رہا تھا۔ مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے ہر سو اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے۔ طاغوتی اور استعماری طاقتوں نے غریب، مفلس اور کمزور انسانوں کا خون چوس چوس کر انکو ڈھانچے بنا دیا تھا۔ جابر حکمرانوں دولت مندوں اور صاحب اختیار لوگوں نے انسانیت کی تمام قدروں کو پامال کرتے ہوئے شرف آدمیت کو غلامی کی بیڑیاں پہنا دی تھیں۔ کوئی ایسا ذی روح نظر نہیں آتا تھا جو انسانی حقوق کی اس پامالی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکے۔ عورت کے حقوق کو اس حد تک پامال کر دیا گیا تھا کہ وہ بے چاری اپنے خلاف ہونے والے مظالم و بربریت کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ عورت تو یکسر شرف نسواں سے ہی محروم ہو چکی تھی۔ شیطانی قوتیں بتوں کی خدائی و فرمانروائی میں شب و روز مصروف تھیں اور غیر اللہ کے سامنے جھکنے کے سلسلے میں اہم کردار ادا کر رہی تھیں جوئے، شراب اور زنا کا ہر طرف راج تھا۔ ان حرام افعال کو فخریہ انداز میں کرنا شرافت کا معیار خیال کیا جاتا تھا۔ وضع داری، شرافت، دانشوری، عقل، فہم و فراست اور تدبر نام کی کوئی چیز ڈھونڈے نہ ملتی تھی۔ پوری انسانیت تباہی کے آخری دھانے پر پہنچ چکی تھی۔

اللہ کریم کے اس محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں جلوہ فرمانے سے جہاں جہاں مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا وہاں امید کی کرنیں روشن ہو گئیں جنہوں نے مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں میں مبتلا انسانوں کے ٹوٹے دلوں کو بہلانا شروع کیا اور انہیں کامیابی، مسرتوں اور خوشیوں کا مژدہ جاں فزا سنایا اس نورانی پیکر کے جلوہ افروز ہوتے ہی صرف جزیرہ عرب کے سوئے ہوئے بخت بیدار نہیں ہوئے بلکہ صدیوں سے ظلم و بربریت کے آہنی شکنجوں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو یہ مژدہ جاں فزا ملا کہ تمہاری مصیبت و مشکلات کے ایام گزر گئے آج وہ عظیم ترین ہستی دنیا میں تشریف لے آئی ہے جو تمہیں بہت جلد ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے آزاد کرا دے گی۔ باغ خلیل اللہ علیہ السلام کے اس گل زیبا کی آمد کا سن کر چمنستان انسانیت کی پژمردہ کلیاں مسکرانے لگیں کہ ہمارے دامن کو رنگ و نکہت بخشنے والے تشریف لے آئے ہیں۔ اب جلد ہی ہم کھل کر شگفتہ پھول کی شکل اختیار کر لیں گی۔ علم و آگہی، عقل و دانش، فہم و فراست، تدبر و شعور کے گراں قدر نگینے جو مدتوں سے بے وقعت ہو کر تاریکی کی گہری

غاروں میں قریباً دفن ہو چکے تھے اس نوری پیکر کی آمد سے انگڑائیاں لینے لگے کہ اب ہمارے مصیبت کے ایام ختم ہوئے ہم اس پیکر رشد و ہدایت کے صدقے پوری انسانیت کو اپنے لازوال ثمرات سے فائدہ پہنچا سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت ہی تاریخ انسانی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ باطل نفسانی اور شیطانی قوتوں میں افراتفری پیدا ہو گئی۔

آل ساسان جو گزشتہ تین ہزار ایک سو چونسٹھ سالوں سے فارس پر حکمران چلے آرہے تھے۔ انکی حکومت اتنی زبردست و مستحکم تھی کہ انہیں کسی قسم کے انقلاب و شکست کا تصور تک نہ تھا۔ یہ حکمران طاقت کے نشے میں چور نہایت مغرور اور متکبرانہ زندگیاں بسر کر رہے تھے۔ یہ لوگ کسی قوم، معاشرے اور تہذیب کو اپنے سامنے کچھ نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی کسی کو خاطر میں لاتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی آمد مبارکہ سے یہ خود سر اور مغرور قوم بھی انقلاب کی زد میں آ گئی۔

(از: سیرۃ النبویہ جلد 1 صفحہ 23)

الخصائص الکبریٰ میں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد مبارک ہوا۔ دنیا بھر میں حیران کن تبدیلیاں واقعہ ہوئیں۔ خرائطی اور امام ابن عساکر حضرت عروہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جس سہانی ساعت میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس رات زید بن عمرو، ورقہ بن نوفل اور عبید اللہ بن جحش ایک بت خانے میں گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ قوم کے خدا یعنی بت منہ کے بل زمین پر گرے پڑے ہیں۔ وہ لوگ یہ منظر دیکھ کر سخت پریشان ہو گئے انہوں نے فوراً آگے بڑھ کر اپنے لاچار بے بس اور مجبور کمزور ترین جھوٹے خداؤں کو سیدھا کیا جیسے ہی وہ بتوں کو سیدھا کر کے پیچھے ہٹے وہ دوبارہ منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ ان لوگوں نے تیسری بار بتوں کو سیدھا کیا مگر بت پھر زمین پر گر پڑے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ لوگ بے ساختہ کہہ اٹھے کہ اس حادثے کے پیچھے ضرور کوئی صداقت اور غیبی طاقت کارفرما ہے ورنہ یہ سب کچھ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اسی وقت بت کے اندر سے آواز آئی سب بت اس نومولود کی وجہ سے تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ جس نے اپنے نور کے ساتھ مشرق و مغرب تک کرہ ارض کی تمام راہوں اور راستوں کو بھر دیا ہے۔

(از: خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 52)

شہنشاہ ایران کسریٰ کا قلعہ نما محل جو اپنی مضبوطی اور پائیداری میں لاجواب اور بے مثل تھا ایک ہیبت ناک آواز کے ساتھ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے زمین پر گر گئے۔ اس محل میں بڑی بڑی دراڑیں پڑ گئیں۔ اسی وقت زبردست زلزلہ آیا جس نے قلعہ نما محل کے باسیوں کے دل ہلا کر رکھ دیئے۔ آتش کدہ ایران جو گزشتہ ایک ہزار سال سے متواتر شب و روز جل رہا تھا اسکی آگ فوراً بجھ گئی۔ یاد رہے ایرانی زرتشت تھے یعنی وہ لوگ آگ کو خدا مان کر اسکی پرستش کرتے تھے اسی سلسلے کے تحت انہوں نے ہزار سال گزر جانے کے باوجود اپنے آتش کدوں میں آگ کو کسی وقت بھی بجھنے نہیں دیا تھا۔ ایرانیوں کے آتش کدے کی آگ کا سرد ہو جانا اس بات کی طرف واضح اشارہ تھا کہ آج دنیا میں

رحمت عالم کی پیدائش مبارکہ ہو چکی ہے حق جلوہ گر ہو چکا ہے اس لیے دنیا کی تمام باطل قوتوں کو اب ختم ہی ہونا ہے۔ کسریٰ کا وہ محل جس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے تھے اور دیواروں میں دراڑیں پڑ گئی تھیں آج بھی ایران میں اسی حالت میں موجود ہے۔

(از: الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 87, 88 البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 269)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی گھڑی کرہ ارض پر آنے والے انقلابات اس بات کا اعلان تھے کہ صدیوں سے دنیا میں ظلم وستم اور بربریت کا رائج نظام باطل اسکی حکمرانی اور چیرہ دستی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ استحصالی قوتیں ظلم و جبر سے حکومت کرنیوالے منہ زور مغرور حکمران اور انکے بدقماش ساتھیوں کے مظالم اور جبر و استحصال کے ایام ختم ہو چکے ہیں۔ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سہانی گھڑی ان فرعون سرشت بادشاہوں حاکموں اور ظلم و جبر روا رکھنے والوں کے لیے جن کے ایوانوں میں زلزلہ آیا جن کی نیندیں اُڑ گئیں اس بات کا اعلان تھا کہ آئندہ تم کسی بھوکے، نڈھال، کمزور، یتیم، مسکین، فاقہ مست اور بے یارومددگار پر کسی قسم کا ظلم و جبر نہیں کر سکو گے اب تمہارے محاسبہ کا وقت آ گیا ہے۔ آج سے نظام عالم میں انقلاب کا آغاز ہونے والا ہے۔ عرب وعجم کے ہر مکین کے لیے معرفت خداوندی کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ پوری نوع انسانی کو دعوت عام ہے کہ جس میں جتنی ہمت و طاقت ہے اس کے مطابق دل بھر کر اس معرفت سے فائدہ اٹھائے اور یوں دین و دنیا کی کامرانیاں، رفعتیں، سربلندیاں اور ترقیاں حاصل کرے۔

تاریخ ولادت مبارکہ کے سلسلے میں علماء و محققین کی آراء

سرکار دوعالم نور مجسم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سلسلے میں جتنی احادیث مبارکہ اور کتب سیر آج تک تحریر کی جا چکی ہیں سب کے مطابق یوم میلاد مقدس دوشنبہ (پیر) کا دن تھا اور ربیع الاول شریف کا مبارک مہینہ اس بات پر تمام علماء محققین اور اصحاب سیر متفق ہیں۔ البتہ ماہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی اس بارے میں علماء و محققین اور اصحاب سیر کی آراء میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں ہم تمام آراء جو ہمیں جہاں جہاں سے بھی ملیں تحریر کر رہے ہیں تاکہ ان سب آراء کا مطالعہ کرنے کے بعد آسانی سے درست نتیجہ اخذ کر سکیں۔ گو تاریخ ولادت باسعادت کے بارے میں آپکو کہیں اختلاف نظر آئے گا مگر جمہور علماء، فقہا، محققین اور اصحاب سیر کا اس بات پر ہی اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ (پیر) عام الفیل میں ہی ہوئی۔ جبکہ عیسوی سال 571 تھا (اور تاریخ 23 اپریل تھی)۔

(1) حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ

مشہور زمانہ مورخ، مفسر وقت اور بے مثل عالم حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ

تصنیف تاریخ طبری میں ولادت مبارک کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ دوشنبہ (پیر) کے روز ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی''۔

(از: تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 125)

(2) بابائے تاریخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

مشہور زمانہ تاریخ دان عبدالرحمن ابن خلدون المتوفی 808 ہجری (1405ء) جو بابائے تاریخ کے نام سے مشہور ہیں انہیں فلسفہ تاریخ کا موجد اور امام تسلیم کیا جاتا ہے اپنی بے مثل کتاب تاریخ ابن خلدون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ عام الفیل کو ماہ ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا''۔

(از: تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 710)

(3) ابو محمد عبدالملک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی 213 ہجری (828ء)

ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری کو نحو' لغت' اور عربیت میں امامت کا درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار ابن اسحاق جن کا پورا نام محمد بن اسحاق بن یسار تھا کی سیرت پر لکھی کتاب کو زیادہ منقح کیا بعض روایات میں تفصیلات بڑھائیں۔ غرض جو کمی سیرت ابن اسحاق میں رہ گئی تھی اسے ایسے انداز میں پورا کیا کہ لوگ اصل کتاب سے بے نیاز ہو گئے اور اب ابن ہشام ہی کا نام ہر طرف مشہور ہے۔ ابن ہشام ''سیرۃ النبی کامل'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ کہ محمد بن اسحاق المطلبی (مدینہ منورہ میں 85ھ یعنی 704ء میں پیدا ہوئے وفات بغداد میں 150 ہجری) نے کہا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے روز ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سنہ عام الفیل میں ہوئی'' مزید تحریر کرتے ہیں کہ المطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے اپنے والد اور دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کی کہ ''میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سنہ فیل میں ہوئی۔ ہم دونوں ہم عمر ہیں۔

از: سیرۃ النبی کامل جلد اوّل صفحہ 182

(4) حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 774 ہجری (1372ء) اپنے وقت کے ثقہ امام التفسیر وحدیث اور بلند پایہ تاریخ وسیرت نگار تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر (دوشنبہ) کے روز ہوئی۔ امام مسلم صحیح مسلم شریف میں غیلان بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

''ایک اعرابی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر (سوموار یعنی دوشنبہ) کے بارے میں آپ علیہ السلام کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر وحی نازل ہوئی'' یہ حدیث مبارکہ تحریر کرنے کے بعد حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر (سوموار) کے دن ہوئی۔ بعثت مبارکہ بھی پیر کے دن ہوئی اور آپ علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی پیر کے دن ہی فرمائی۔ جس روز حضور علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کعبہ مکرمہ کی دیوار میں نصب فرمایا وہ بھی پیر یعنی سوموار کا ہی دن تھا۔ اور جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے اس دن بھی دوشنبہ یعنی پیر ہی تھا۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت جمعہ سترہ ربیع الاوّل بتاتے ہیں وہ بالکل غلط اور عقل وشعور سے بالاتر ہے۔ کیونکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولادت مبارکہ ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہی تھی''۔

(5) حضرت علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کی دنیا میں بڑی شہرت رکھتے ہیں خاص طور پر اسلامی سیاسی علوم کے بڑے ماہرین میں سے ایک ہیں۔ ''الاحکام السلطانیہ'' انکی مشہور تصنیف ہے جو سیاست کا علم حاصل کرنے والے طلباء کے لئے بڑی ہی مفید اور اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ علامہ کی دوسری مشہور کتاب ''اعلام النبوۃ'' ہے جس میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

''واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد ماجد حضور علیہ السلام کے

وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروز پیر (دوشنبہ) بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے"۔

از: اعلام النبوۃ صفحہ 192

(6) حضرت مولانا ملا مُعین واعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مُلا معین واعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "معارج النبوت" میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت باسعادت اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو تفصیلاً یوں بیان کرتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ نوشیرواں کی حکومت کے بیالیسویں سال میں ہوئی اور سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سلام اللہ علیہا کے زمانہ بعثت سے خاتم النبیّین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ولادت تک قریباً چھ سو سال کا عرصہ بنتا ہے۔ جبکہ

ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو بیاسی سال (882) سال۔

سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے ایک ہزار آٹھ سو سال (1800) سال۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے دو ہزار تین سو سال (2300) سال۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے تین ہزار ستر سال (3070) سال۔

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے چار ہزار چار سو ننانوے سال (4499) سال۔

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چھ ہزار سات سو پچاس سال (6750) سال کا عرصہ بنتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بعض کے نزدیک واقعہ فیل اُسی روز ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد مقدس ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ تولد شریف واقعہ فیل کے چالیس روز بعد ہوا۔ بعض کے نزدیک پچپن روز بعد اور کچھ کہتے ہیں کہ دو سال بعد۔ جبکہ سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے جس پر جمہور محدثین، فقہا اور ارباب سیرت و تاریخ کا اجماع ہے۔ بارہ ربیع الاول عام الفیل بروز پیر صبح صادق کا وقت تھا۔

از: معارج النبوت جلد 2 صفحہ 84۔

معارج النبوت میں ہی علم نجوم کے ماہرین کا حساب بھی تحریر کیا گیا ہے جس کے مطابق انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کو علم نجوم کی روشنی میں یوں بیان کیا۔

"جدی کا بیسواں درجہ زُحل و مشتری عقرب کے درجہ سوم میں تھے، مریخ بیسویں درجہ میں تھا، سرطان اور

قمر اسی بُرج کے تیرہویں درجہ میں تھا، شمس حمل میں اور زہرہ ثور میں جبکہ عطارد حمل میں مقام رکھتے تھے اور راس، جوزا میں اور ذنب قوس میں تھا“

اہل نجوم کا یہ متفقہ قاعدہ، کلیہ اور اصول ہے کہ اکثر کواکب اپنی اپنی حدود میں محفوظ تھے اور درجات و نظرات مسعود ایک دوسرے سے اخذ کر رکھے تھے۔ یہ تمام کے تمام نحوست و وبال سے محفوظ تھے جس وقت سعادت کے خورشید بے کسوں کے کس فخرِ کائنات تاجدار عرب عجم آسمان سروری کے چاند شہنشاہ دو جہاں ہمارے آقا و مولا سرکار مدینہ فخر رسل رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسم بہار کے آغاز میں گلشن سرائے عالم ارواح سے اس دنیا میں تشریف لائے۔

از: معارج النبوت جلد 2 صفحہ 85

(7) حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ علم و عرفان کے میدان میں بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔ خاص طور پر فن و علم حدیث میں لاجواب تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو حافظ الحدیث کہا جاتا ہے آپ سیرۃ مقدسہ پر لکھی ہوئی اپنی مشہور عالم تصنیف ”الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز پیر دس ربیع الاول عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ روز دوشنبہ (پیر) بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی“۔

از الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 90

(8) حضرت علامہ الحافظ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ الحافظ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ اندلس کے علماء، فقہا اور صاحب تصانیف بزرگوں میں بڑی شہرت و مقبولیت رکھتے ہیں۔ انکی مشہور زمانہ تصنیف ”عیون الاثر“ علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”ہمارے آقا و مولا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ (پیر) کے دن بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ واقعہ فیل کے پچاس (50) روز بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی“۔

از: عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 26

(9) حضرت العلام نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت العلام نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام سے کون واقف نہیں۔آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ہروقت غوطہ زن رہتے۔آپکا فارسی نعتیہ کلام حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔دنیائے ایران نے آپ جیسا قادر الکلام فارسی شاعر پیدانہیں کیا۔حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 898 ہجری (1492ء) نے حضور علیہ السلام کے عشق ومحبت میں جہاں بے شمار نعتیں اور کتب تحریر فرمائی ہیں وہاں ایمان افروز واقعات اوراپنے محبوب آقاعلیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں ''شواہدالنبوت'' کی شکل میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔اِسی کتاب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ 12 ربیع الاول بروز پیر واقعہ فیل سے پچیس دن بعد ہوئی۔ابرہہ بن اشرم لعین بیت اللہ شریف (اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی تکریم وتشریف کوزیادہ کرے) کی تخریب کے لئے آیا تھا۔یہ نوشیروانِ عادل کا زمانہ تھا جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے بعد 22 سال تک زندہ رہا۔''

از:شواہدالنبوۃ جلداول صفحہ 52۔

(10) عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت 958ھ 1551ء اوروفات 1073ھ یعنی 1672ء)

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کے جید عالم،محقق،محدث اور سیرت نگار تھے۔آپ کی تصانیف عالمی وتحقیقی میدان میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔آپ برصغیر پاک وہند کے پہلے سیرت نگار ہیں جنہوں نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ پر فارسی زبان میں شہرہ آفاق کتاب ''مدارج النبوت'' تحریر فرمائی۔اس کتاب میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت مبارکہ پر یوں تحقیق تحریر فرمائی ہے۔

''خوب یادرہے کہ جمہور اہل سیروتاریخ کی یہ رائے ہے کہ سرکاردوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی اورواقعہ فیل کے چالیس روزیا پچپن روز بعد حضور علیہ السلام اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔یہ دوسرا قول (یعنی 55 روز بعد) سب دیگر اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کامہینہ تھااور بارہ تاریخ علماء نے اسی قول پر اتفاق کا

دعویٰ کیا ہے۔علما کرام کا اس قول پر اجماع ہے۔"

از: مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 22۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ولادت مبارکہ کا ذکر جمیل کرنے کے بعد کچھ اشعار بھی نقل فرمائے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کا دل خوشی ومسرت کا گہوارہ بن جاتا ہے اُن اشعار کا ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

ترجمہ اشعار

(1) "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات کتنی روشن رات تھی مکہ کے دروازوں سے لے کر شام تک کا سارا علاقہ جگمگانے لگا۔"

(2) "اس دنیا کے پورے کنارے انوارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور ہوگئے اور حضور علیہ السلام کے اخلاق سے کائنات کا گوشہ گوشہ مہک اٹھا۔"

(3) "آخر کاراس شخص کو عزت وبلندی کے آسمان پر جگہ ملتی ہے جو شخص صدق ویقین کے ساتھ اس در کی خاک بن جاتا ہے۔"

(4) "کیسی بھی بادسموم چلے اس گھاس کو خشک نہیں کرسکتی جس گھاس کو سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرِکرم نے تر کیا ہو۔"

(5) "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دین ودنیا کی ہر نعمت اس شہنشاہ کے دولت خانہ سے اس (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) کو نصیب ہوگئی۔"

(11) حضرت محمد الصادق ابراہیم عرجون۔

جامعہ ازہر مصر جو کہ صدیوں سے علم وعرفان کا مرکز ہے۔ جہاں سے بڑے بڑے عالم فقیہہ اور سیرت و تاریخ نگار علم کی دولت لازوال حاصل کر چکے ہیں اس علم گاہ کے ایک شعبہ (Department) کلیۃ اصول الدین کے سربراہ محمد الصادق ابراہیم عرجون اپنی سیرت مقدسہ کے موضوع پر تحریر تصنیف "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں حضور علیہ السلام کی تاریخ ولادت باسعادت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"لاتعداد معتبر ذرائع سے یہ بات درست ثابت ہو چکی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ (پیر) کے روز بارہ ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔اوران اہل علم حضرات کے نزدیک جومختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں عیسوی تاریخ 20 اگست 570ء تھی۔"

از: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفہ محمد صادق ابراہیم جلد اول صفحہ 102۔

(12) حضرت علامہ محمد رضا

قاہرہ یونیورسٹی کے شعبہ لائبریری کے امین حضرت علامہ محمد رضا نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ پر ایک کتاب ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے عنوان سے تحریر کی ہے۔ اس میں ولادت باسعادت کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے روز فجر کے وقت بارہ ربیع الاول بمطابق بیس (20) اگست 570ء کو اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ولادت مقدسہ کی زیارت کے لئے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں۔''

از: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفہ محمد صادق جلد دوم صفحہ 19۔

(13) حضرت علامہ محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ

اصحاب سیر کی فہرست میں حضرت علامہ محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت مبارکہ کے بارے میں اپنی کتاب ''خاتم النبیین'' میں یوں وضاحت فرماتے ہیں۔

''وہ علماء جو واقعات کی روایت بیان کرنے میں اہم مقام کے مالک ہیں ان کی عظیم اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت عام الفیل ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے۔''

اپنا یہ قول تحریر کرنے کے بعد دیگر اقوال بھی درج کرتے ہیں مگر اُن پر مندرجہ ذیل الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہوئے یوں تحریر کرتے ہیں۔

''کہ جمہور علماء کے اقوال کے مقابلہ میں یہ روایتیں مشہور نہیں ہیں۔ نیز یہ اصول یاد رکھنا چاہیئے کہ روایت میں ترجیح کا دارومدار عقل پر نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ نقل پر ہوتا ہے۔''

از: خاتم النبیین مؤلفہ علامہ محمد زہرہ جلد اول صفحہ 115۔

برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگار ایسے بھی ہیں جنہوں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے ماہ ربیع الاول دوشنبہ (پیر) کا دن 12 ربیع الاول کی بجائے 9 ربیع الاول کو ثابت کیا ہے۔ علامہ قسطلانی تحریر کرتے ہیں کہ اہل نجوم و اہل زائچہ کے نزدیک آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا۔ اب ان روایتوں کو سامنے رکھیں تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ جو شخص بھی علوم نجوم، اور علم ریاضی کے ذریعے حساب لگا کر تاریخ نکالے گا ہمیشہ مختلف ہوگی۔ پھر غور طلب امر یہ ہے کہ ہجری سن کا آغاز تو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں شروع ہوا یوں پہلی دفعہ یوم الخمیس 25 جمادی الاول 17 جولائی 638ء کو اسلامی ریاست میں اس کا نفاذ ہوا۔ اس کے بعد کا تاریخی اندراج تو ملتا ہے۔ مگر اس

سے پہلے کا تقویمی اندراج دستیاب نہیں۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر یعنی نظام تقویم ہی رائج نہیں تھا۔ بلکہ اہل عرب تو اپنی مرضی سے سال کے مہینوں میں بھی ردوبدل کر لیا کرتے تھے یوں بعض اوقات سال کے تیرہ ماہ اور کبھی چودہ ماہ کر دیتے۔ اہل عرب یہ زیادتی قمری سال کے مہینوں میں کبیسہ کا ایک ماہ بڑھا کر کرتے تھے۔ یوں اعلان نبوت سے پہلے سال کے مہینوں میں نسیئ (زیادتی) کی جاتی رہی۔ ہمیں اس بات کا علم نہیں ہوسکتا کہ اہل عرب کس کس سال میں زیادتی ماہ کیا کرتے تھے۔ مختصر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت باسعادت کے بارے میں ہمیں قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین علماء، فقہا، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے فرمان مبارک کو ہی ماننا پڑے گا جو ہر اعتبار سے صحیح ہے۔ پھر مرفوع روایات کی موجودگی میں کسی مورخ، سائنس دان، حساب دان یا ماہر فلکیات کا یہ کہنا کہ بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں ہرگز قابل تسلیم نہیں اور نہ ہی ان کے کہنے کا حقائق سے کوئی تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ علوم وفنون کوئی حتمی حیثیت نہیں رکھتے۔

ہماری مذکورہ بالا تمام گفتگو اور حقائق واقوال کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ آسمان کے خورشید مسندِ سیادت کے شہنشاہِ آسمان نور "علیٰ نور کے چاند، شاہ ایوان سروری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ ربیع الاول عام الفیل پیر کی صبح کو مطلع وجود سے نور شہود کا ظہور فرمایا۔ اور حضور علیہ السلام پردہ غیب سے عالمِ شہادت میں تشریف لائے۔

سرکار دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت

مکہ مکرمہ میں فرش زمین کا وہ مقام جو خالق کائنات کے محبوب سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پاؤں کو بوسہ دے کر پایہ عرش کی رفعتوں کا مالک بنا بیت اللہ شریف کے نزدیک "سوق اللیل" میں واقع ہے۔ یہ محلّہ بنی ہاشم تھا۔ جہاں اولاد ہاشم کے مکانات تھے۔ جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد مبارک ہوا وہ گھر حضرت عبد اللہ کی ملکیت تھا جو حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وراثت میں ملا۔ حضور علیہ السلام جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے لگے تو یہ مکان اپنے چچازاد بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبہ فرما گئے۔ یہ وہی مکان ہے جہاں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے حکم مبارک کے مطابق ہجرت کی رات آپ علیہ السلام کے بستر مبارک پر آرام فرما رہے تھے جب قریش مکہ نے مکان پر حملہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکان مبارک حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد کی ملکیت اور قبضہ میں رہا۔ پھر اموی دور میں حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے یہ مکان اولاد حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لاکھ دینار ہدیہ دے کر خرید لیا۔ محمد بن یوسف ثقفی نے اس مکان مبارک کو

اپنے مکان میں شامل کرلیا۔ یہ مکان کیونکہ سفید چونے سے تعمیر کیا گیا تھا پھر اس پر سفید رنگ کا پلستر کرایا اس لئے اس مکان کو ''البیضا'' یعنی سفید کہا جاتا تھا۔ عرصہ دراز تک یہ مکان کیونکہ محمد بن یوسف ثقفی کے پاس ہی رہا اس لئے اسے ''دار ابن یوسف'' کے نام سے پکارا جاتا تھا بعد میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید (170ھ- 193ھ) کی والدہ خیزران جب فریضہ حج ادا کرنے کے لئے بغداد سے مکہ مکرمہ آئیں تو انہوں نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کا حصہ دار یوسف سے الگ کر کے اسکو گرادیا اور وہاں مسجد تعمیر کرادی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب ہارون الرشید کی نیک سیرت بیوی زبیدہ خاتون فریضہ حج کے لئے مکہ مکرمہ آئی تو اس نے حضور علیہ السلام کی جائے ولادت کو ابن یوسف کے مکان سے الگ کر کے وہاں نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ عین ممکن ہے زبیدہ خاتون سے پہلے ہارون الرشید کی والدہ نے وہاں مسجد تعمیر کرائی ہو پھر بعد میں زبیدہ خاتون نے اسی مسجد کو نہایت شاندار اور شایان شان طریقہ پر تعمیر کیا ہو۔

از: تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 198، الجامع اللطیف 201 تا 202 و السیرۃ الحلبیہ جلد 1 صفحہ 59 تا 60، الروض الانف جلد اول صفحہ 184۔

حضرت علامہ تقی الدین محمد قاضی مکہ مکرمہ المتوفی 832 ہجری کا بیان

قاضی مکہ مکرمہ حضرت علامہ تقی الدین محمد بڑے فاضل جید عالم اور صاحب دل بزرگ تھے وہ ''شفاء الغرام باخبار البلد الحرام'' کی جلد اول میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت مبارکہ کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

جائے ولادت مقدسہ ایک مربع شکل کا گھر ہے جس میں ایک ستون موجود ہے جبکہ اس کی جنوب مغربی سمت میں ایک زاویہ ہے۔ اس مبارک گھر کا ایک دروازہ ہے جس میں دس کھڑکیاں ہیں۔ ان دس کھڑکیوں میں سے چار مشرقی دیوار میں ہیں، تین شمالی دیوار میں ایک کھڑکی مغربی دیوار میں جبکہ دو کونے میں ہیں۔ ان دو کھڑکیوں میں سے ایک شمال کی طرف ہے اور دوسری دائیں طرف ہے۔ اس مبارک گھر کے اندر ایک محراب ہے جس کے بالکل قریب ہی ایک گڑھا ہے۔ اس گڑھے پر لکڑی کا جنگلا لگا ہوا ہے۔ گڑھے کی پیمائش ساڑھے تین مربع فٹ ہے۔ اس گڑھے کے درمیان ایک سبز پتھر ہے جو پہلے چاندی میں لپٹا ہوا تھا۔ پتھر والی وہ عظیم ترین مبارک جگہ ہے جہاں سرکار دو عالم ختم الرسل فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مقدسہ ہوئی۔ پورے مکان کی لمبائی سوا چوبیس گز یعنی سوا بہتر فٹ ہے۔ اس مبارک جائے ولادت کی مکمل پیائش میرے سامنے ہوئی۔ عباسی خلیفہ الناصر نے 576 ہجری میں اس جائے مبارکہ کی تعمیر نو کی اور بعد میں بادشاہ یمن المظفر نے 666 ہجری میں تعمیر کو از سر نو مکمل کیا۔ شاہ یمن المظفر کے پوتے المجاہد نے بعد ازاں 740 ہجری میں اس مبارک جگہ کو تعمیر کیا۔

758 ہجری میں مصر کے امیر شیخون نے جائے ولادت کو تعمیر کیا۔ پھر مصر کے ہی شاہ الاشرف شعبان کے دور حکومت میں یلبغا الخاصکی نے 766 ہجری میں اس مبارک جگہ کو تعمیر کیا۔ جبکہ 801 ہجری میں شاہ مصر الطاہر نے اس مبارک جائے ولادت کو از سر نو تعمیر کیا۔ یوں 576 ہجری سے لے کر 801 ہجری تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت شریفہ کو چھ (6) مرتبہ مختلف حکمرانوں نے اپنے اپنے ذوق اور عشق و محبت کے تحت شایان شان طریقہ پر تعمیر کیا تھا۔

صاحب مراۃ الحرمین ابراہیم رفعت پاشا کی تحریر

صاحب مراۃ الحرمین ابراہیم رفعت پاشا 1318 ہجری (1901 عیسوی) میں فوجی دستے کے ہمراہ فریضہ حج کے لئے حجاز مقدس گئے۔ ابراہیم رفعت پاشا مصر کی شاہی افواج میں Ex.O.C. H.H. Bodyguard کے عہدے پر تعینات تھے۔ اس موقعہ پر آپ امیر الحج کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے سفر حجاز میں جن جن مقامات مقدسہ کی زیارت کی ہر مقام کی تصاویر حاصل کیں ہر مقام کی مکمل مذہبی، سیاسی اور تاریخی معلومات حاصل کیں اور ہر جگہ کی معلومات کو تفصیل کے ساتھ اپنی اس عربی تصنیف ''مراۃ الحرمین'' میں جسکی دو جلدیں ہیں آیندہ آنے والوں کے لئے محفوظ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ''مرۃ الحرمین'' کی کتاب راقم کو میسر آ گئی اور اس ''سیرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں اس سے دستیاب بہت سی تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائے آمین۔

ترکی محقق محترمی ابراہیم رفعت پاشا اپنی اس تصنیف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کے بارے میں مذکورہ معلومات تحریر کرنے کے بعد اس مقام مقدسہ کو جن جن لوگوں نے اپنے اپنے دور حکومت میں مزید مزین کرتے ہوئے اس میں اضافے کئے ہیں ان سب کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''سلطان سلیمان خان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت پر واقع گنبد کو 935 ہجری (1529ء) اور 936 ہجری میں از سر نو تعمیر کیا اور سونے کی تین قندیلیں بھی ہدیہ کیں۔ ان تین سونے کی قندیلوں میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد کی جگہ بنائے گئے گنبد مبارک میں لٹکائی جبکہ دو بیت اللہ شریف میں لٹکائی گئیں۔ ان سونے کی قندیلوں کو لٹکانے کی سعادت میرے جد امجد کو حاصل ہوئی۔ پھر ترکی سلطان محمد خان ابن سلطان مراد خان نے 1009 ہجری (1600ء) میں جائے ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو از سر نو تعمیر کیا۔ اس عمارت پر ایک شاندار بڑا گنبد بنایا اور ایک خوبصورت مینار بھی۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد سلطان محمد خان نے اس جگہ کی دیکھ بھال کے لئے رومی شہروں سے سالانہ آمدنی وقف کر دی۔ اس مبارک جگہ پر ایک خوبصورت مسجد تعمیر کی

جہاں ایک موذن، ایک امام اور ایک خادم مقرر کیا گیا۔ ہر ایک کو ماہوار معقول وظیفہ دیا جاتا تھا۔ یہ وظیفہ سالانہ بنیاد پر مسجد کے ان تینوں خدمت کرنے والوں کو دیا جاتا۔ بعد میں سلطنت عثمانیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش پر تعمیر مسجد میں ایک باقاعدہ مدرس بھی مقرر کیا جو ہر روز لوگوں کو تعلیمات اسلامی کا درس دیا کرتا تھا۔''

از: مراۃ الحرمین جلد1 صفحہ 177 ۔189۔

نوٹ ابراہیم رفعت پاشا نے اسی کتاب مراۃ الحرمین کے صفحہ نمبر 189 پر مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ بھی دیا ہے جسے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔

مکان تجارۃ السیدہ خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مصلی النبی
غرفۃ النبی
مکان استقبال الوفود
باب
مولد فاطمہ

رسم نظری تقریبی لبیت السیدۃ خدیجۃ
المشہور بمولدالسیدۃ فاطمہ (بمکہ)

مصلی
قبلہ
مولدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مخزن
باب
باب
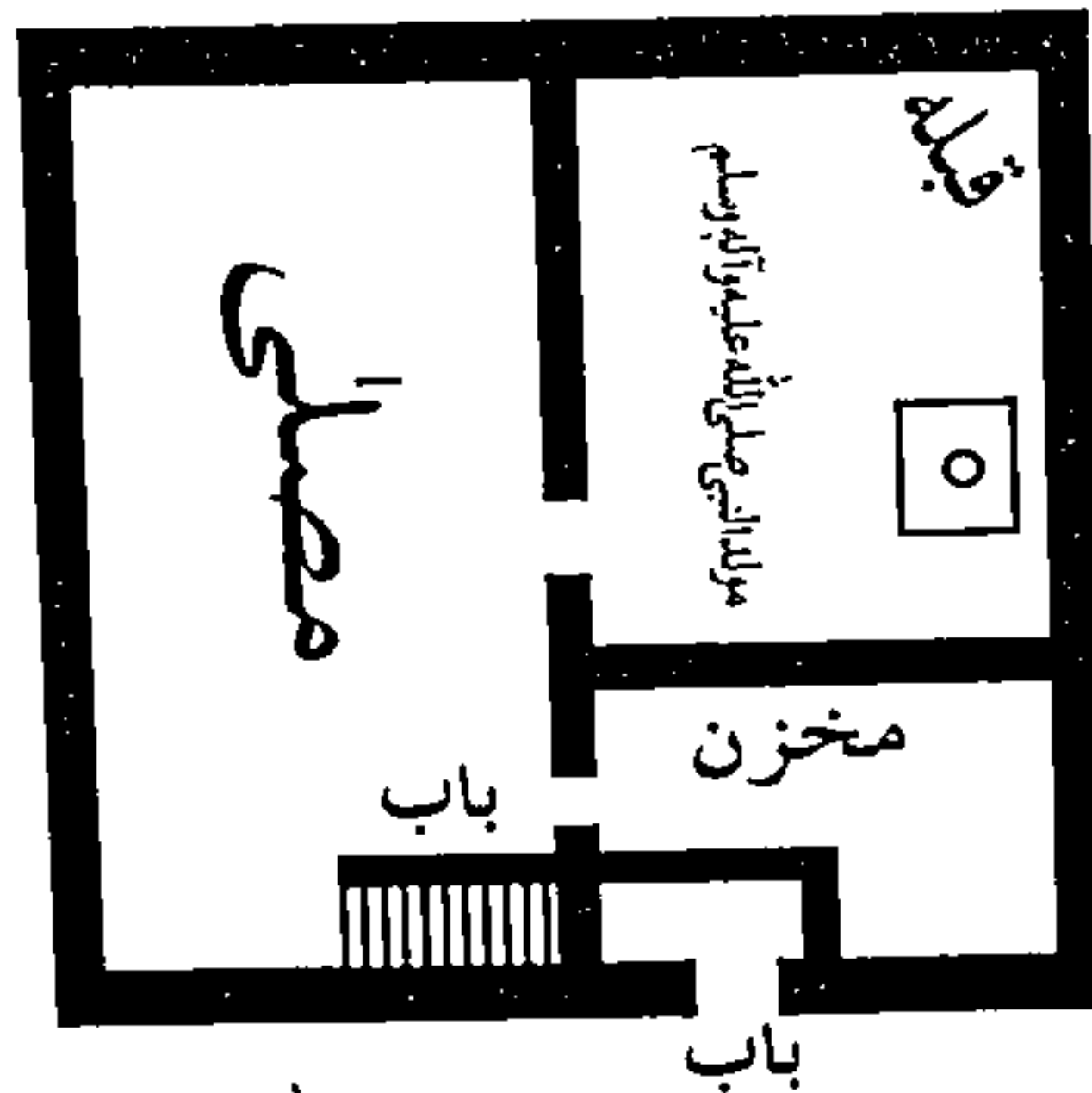
رسم نظری تقریبی لمولدالنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
او دار عبداللہ بن عبدالمطلب (بمکہ)

محمد ابن عبداللہ ابن بطوطہ

(704ھ- 780ھ= 1304-1378 عیسوی) کا بیان

محمد ابن عبداللہ ابن بطوطہ مراکش کے شہر طنجہ میں 703 ہجری (1304ء) کو پیدا ہوئے۔ وہ ایک عظیم سیاح

اور بلند پایہ مورخ تھے۔ سفر نامہ ابن بطوطہ تاریخ عالم میں بڑی شہرت اور اہمیت کا حامل ہے۔ ابن بطوطہ نے حرمین شریفین کی متعدد بار زیارت کی اور فریضہ حج ادا کئے۔ انہوں نے تقریباً دنیا کا سفر کیا جن میں سفر ہند اور سفر چین بہت ہی مشہور ہیں۔ ابن بطوطہ سفرِ حجاز مقدس کا حال تحریر کرتے ہوئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت اور میلاد مبارک کے بارے میں ''رحلۃ ابن بطوطہ'' کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 105 اور ''اذکار'' 24 میں یوں رقمطراز ہیں۔

''یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل مکہ تمام مقامات مقدسہ کی زیارت اور دیگر عبادات و اعمالِ صالحہ میں اضافے کی غرض سے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کو خاص اہمیت دیتے ہیں اور یہ ان لوگوں کا صدیوں سے عمل و اصول چلا آرہا ہے۔ کعبہ مکرمہ کا دروازہ جو حجر اسود اور رکنِ عراقی کی سمت میں ہے بڑا ہی برکتوں اور رحمتوں والا ہے۔ یہ بابرکت دروازہ ہر جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ اور یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام لوگوں کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ حضرت امام نجم الدین محمد الطبری رحمۃ اللہ علیہ جو قاضی مکہ ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم میلاد پر بڑی ہی عظیم الشان ضیافت کرتے ہیں۔ اس ضیافت میں مکہ مکرمہ کے تمام شرفا سے لے کر فقراء تک کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ دعوت میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی ہی پُرتکلف ہوتی ہے۔ اور نہایت ہی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

سفر نامہ علامہ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر

حضرت علامہ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی اہم تصنیف ''الرحلۃ'' یعنی سفر نامہ ابن جبیر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ ''شہر مکہ کے تمام مقامات مقدسہ میں سے وہ عظیم مقام یعنی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مطہر خاک مقدسہ جسے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کو چھونے کا شرف عظیم حاصل ہوا اس جگہ پر خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اور وہ خاص جگہ مبارکہ جہاں ولادت مبارکہ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے اور وہ سہانی گھڑی جس کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے پوری امت کے لئے باعث رحمت بنایا تھا گہری جگہ ہے۔ اس گہری جگہ کو مکمل طور پر چاندی کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جائے پیدائش کے مخصوص مقام کو زیارت عام کے لئے 12 ربیع الاول بروز پیر کھول دیا جاتا ہے۔ عوام الناس اس مبارک جگہ میں داخل ہوتے ہیں اور یوں دین و دنیا کی جملہ برکات حاصل کرتے ہیں۔ یہ دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مقدسہ کا دن اور یہی مہینہ آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ اس دن مکہ مکرمہ کے عظیم شہر مقدس کے دیگر تمام مقامات مقدسہ بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہمیشہ سے بڑا ہی مشہور و مقبول دن چلا آرہا ہے۔

از: رحلۃ (سفر نامہ) ابن جبیر صفحہ 90۔

علامہ قطب الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 988 ہجری لکھتے ہیں

حضرت علامہ قطب الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ القطبی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت اور میلاد مبارک کے بارے میں اہل مکہ کی عقیدت اور اس عظیم دن کو جس شایان شان طریقے سے مناتے ہیں کا حال یوں تحریر کرتے ہیں۔

"یاد رہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش پر ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ اہم دعاؤں کی قبولیت کی جگہ ہے۔ یہ وہ اہم مشہور ترین مقام ہے جس کی آج تک زیارت کی جاتی ہے۔ اس عظیم جائے ولادت کی جگہ کے ساتھ ایک مسجد تعمیر شدہ موجود ہے۔ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس مقام مقدسہ پر ہر پیر کی رات محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ کثیر تعداد میں لوگ ذکر کرتے ہیں۔ اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ ہر سال 12 ربیع الاول کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جگہ ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔ اس رات باقاعدہ مسجد الحرام میں عظیم اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ تمام علاقوں کے علماء فقہاء۔ گورنر اور مکہ کے چاروں مسالک کے قاضی اور تمام مشائخ اپنے لاتعداد احباب کے ہمراہ بے شمار جھنڈے لے کر مغرب کی نماز کے بعد مسجد الحرام میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ مغرب کی نماز سے فراغت پانے کے بعد تمام لوگ مسجد الحرام سے سوق اللیل کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد مبارک کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اُس وقت تمام شرکاء جلوس کے ہاتھوں میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتی ہیں۔ پھر جب جلوس جائے ولادت مبارکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچتا ہے تو وہاں ایک عالم دین مجمع سے خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور سیرت مقدسہ کے بارے میں مختصر بیان کرتا ہے"۔

از: تاریخ القطبی صفحہ 355-386۔

مذکورہ بیان میں مسجد الحرام سے مولد مبارک تک لوگوں کی کثیر تعداد جس انداز سے جاتی ہے گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے۔ اس طرح مشعل بردار جلوس نکالنے کا جواز بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ محمد جار اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت علامہ محمد جار اللہ ابن ظیرۃ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضل اور صاحب قلم تھے۔ آپ اپنی مشہور تصنیف "الجامع اللطیف" میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت شریفہ کے بیان میں اہل مکہ مکرمہ کے عمل و دستور کا حال یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مکان مبارک کے جائے ولادت ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اور یہ حقیقت سلف سے حلف تک مشہور اور تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اہل مکہ کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہر سال مکہ مکرمہ میں 12 ربیع الاول کی رات کو اہل مکہ معظمہ قاضی مکہ مکرمہ جو کہ شافعی ہیں ان کی سربراہی میں باقاعدہ

مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔اس جم غفیر میں تینوں مسالک فقہ کے آئمہ،فقہاء اور اکثر اہل شہر شامل ہوتے ہیں۔جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔اس کے بعد پورے مجمع کے سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد شریف کے موضوع پر خطاب کیا جاتا ہے''۔

از: الجامع اللطیف صفحہ 201-202

حضرت شیخ محمد رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر

حضرت شیخ محمد رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے بڑے جید عالم و محقق تھے انہوں نے اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش اور محافل میلاد مبارک کے سلسلے میں یوں بیان کیا ہے۔

''اہل مکہ کا یہ معمول تھا کہ وہ یوم میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں اور اس روز حضور علیہ السلام کی جائے ولادت کی زیارت کے لئے جوق در جوق جاتے ہیں۔اہل مکہ کا یہ معمول آج تک اسی طرح جاری ہے۔ولادت مبارکہ کے دن یعنی بارہ ربیع الاول کے روز اہل مکہ شہر کے قاضی صاحب کی زیر قیادت ایک جلوس کی شکل میں جائے ولادت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔شرکاء جلوس کے ہاتھوں میں بڑے بڑے فانوس اور روشن شمعیں ہوتی ہیں۔مقام ولادت پر پہنچ کر شرکاء زیارت کرتے ہیں پھر قاضی مکہ مکرمہ وہاں مجمع کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موضوع پر تقریر کرتے ہیں''۔

از: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفہ شیخ محمد رضا صفحہ 31 وغیرہ

حضرت مولانا معین واعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 907 ہجری

حضرت مولانا ملا معین الدین الواعظ الکاشفی الہروی کی مایہ ناز تصنیف ''معارج النبوت فی مدارج الفتوت'' فارسی ادب میں بڑا مقام رکھتی ہے۔مولف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بارے میں نہایت پر اثر انداز میں حالات قلم بند فرمائے ہیں۔اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت مبارکہ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلابِ طیبہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل ہوتے ہوئے حرم محترم مکہ سے متعلق بنی ہاشم کی ایک حویلی میں متولد ہوئے۔دنیا جو فسق وعصیان کی ظلمت سے تاریک ہو چکی تھی اسے اپنے نور ظہور سے منور فرما دیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حویلی جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے اب مکہ مکرمہ میں محمد بن یوسف کی حویلی کہلاتی ہے۔شعب بنو ہاشم میں وہ کوچہ جسے ''زقاق المولد'' کہتے

ہیں اب تک اطراف واکناف کے زائرین اس مبارک مقام سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ وہ حویلی وراثت کے طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تھی۔ پھر ہجرت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حویلی حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبہ فرمادی تھی۔ کافی عرصہ تک یہ مبارک حویلی حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی اوران کی وفات کے بعدان کے اہل خانہ کے پاس رہی۔ بعد میں حضرت عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں نے یہ مبارک گھر حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ ایک لاکھ دینار کے عوض فروخت کر دیا۔ ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ اس مبارک گھر کو حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود فروخت کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا کہ میں کہاں ٹھہروں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما ہوں جو آپ علیہ السلام کی جائے ولادت بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''هَل تَرَکَ لَنَا عَقِيل مِنَ ظُلّ''

''پھر آقادوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطحا میں نزولِ اجلال فرمایا۔ خلیفہ عبدالملک (65ھ - 86ھ) کے زمانہ خلافت میں وہ گھر محمد بن یوسف کو منتقل کر دیا گیا اس نے اس مبارک گھر کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش تھی خیر وبرکت کے لئے اپنے محل میں شامل کرلیا جو ''بیضا'' کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ساری عمارت کیونکہ سفید چونے سے تعمیر کی گئی تھی اوراس کو پلستر بھی سفید ہی کیا گیا تھا اس لئے یہ محل ''البیضا'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ بنی امیہ کی حکومت (41ھ-132ھ) ختم ہونے کے بعد جب عباسیوں کا دور حکومت (132ھ-656ھ) آیا تو خلیفہ ہارون الرشید (170ھ - 193ھ) کی والدہ خیزران حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ آئی۔ اُس نے مولدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمد بن یوسف ثقفی کے محل سے جدا کرادیا اوراس جگہ نہایت خوبصورت سنہری مسجد تعمیر کرائی جو کہ انتہائی آراستہ وپیراستہ تھی تاکہ عبادت گزار بندے وہاں نماز پنجگانہ ادا کرسکیں''۔

از: معارج النبوت فی مدارج الفتوت جلد 2 صفحہ 91-92 اردو مترجم۔

مولدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ شکل

''مولدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی دنیاوی زندگی مبارکہ اور وصال شریف کے بعد 1342 ہجری تک اہل ایمان عشاق کے لئے قبول حاجات، مقام عبادت، زیارت گاہ اور لاتعداد رحمتوں، برکتوں اور خوشیوں کا مرکز چلا آرہا تھا کہ 1343 ہجری (1924ء) میں سعودی حکومت نے ایمان کو جلا (زندگی اور روشنی) بخشنے والے اس مبارک مقام کو منہدم کر دیا۔ کچھ سالوں بعد 1370 ہجری (1950ء) میں مکہ کے شیخ عباس بن یوسف القطان نے اپنے ذاتی خرچ سے اس مقام مقدسہ کو مکتبہ عام یعنی عوامی لائبریری کے طور پر تعمیر کرایا۔ تعمیر جاری تھی کی شیخ کا انتقال ہوگیا بعد میں اس کے بیٹے شیخ امین بن عباس القطان نے تعمیر مکمل کرائی۔ کچھ عرصہ بعد شیخ کامل بن ماجد

الکردی اور اس کے بھائیوں نے اپنی ذاتی معروف لائبریری کو جسکا نام "مکتبہ ماجدیہ" تھا سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت میں منتقل کر دیا۔ اب اِس مقدس مقام میں یہ لائبریری موجود ہے۔ (راقم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف وکرم کی بدولت متعدد بار زیارت کا شرف حاصل ہوا)۔

شیخ ابراہیم عرجون رقمطراز ہیں کہ "مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد مبارک نہایت مشہور و معروف اور مقدم مقام ہے زمانہ کی رفتار کی وجہ سے اس مبارک جگہ میں بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ اب اس مبارک مقام کو دارالحدیث بنا دیا گیا۔ 71-1370 ہجری میں جب مکہ مکرمہ گیا تو میں نے خود دارالحدیث کی بنیادیں دیکھیں جو تعمیر ہو رہی تھیں"۔ "شیخ عرجون شاید لائبریری (کتب خانہ) کو دارالحدیث کہہ رہے ہیں۔ موجودہ دور میں وزارۃ الحج و اوقاف کے زیر انتظام مکتب یعنی لائبریری موجود ہے جو مقررہ وقت پر کھلتی ہے۔ تلاوت قرآن کریم کا انتظام ہے"۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں

جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خالق کائنات نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن جن نعمتوں، احسانات، اور انعامات وغیرہ سے نواز رکھا ہے وہ احاطہ قلم سے باہر ہیں۔ اِن تمام نعمتوں، احسانات اور انعامات کا شکر ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ کریم نے ان تمام چیزوں کو یاد رکھ کر ان پر اظہار تشکر کا بار بار حکم فرمایا ہے۔ ان نعمتوں کو یاد کر کے ان پر شکر بجالانا صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر ہی واجب نہیں ہے بلکہ سابقہ امتوں کو بھی شکر بجالانے کا حکم دیا جاتا رہا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت 17۔

فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ
وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰

ترجمہ "پس اللہ تعالیٰ سے طلب کیا کرو رزق کو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اُس کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔"

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد خداوند کریم ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 103

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ

ترجمہ "اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر

(کی) جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اُس نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت ڈال دی پس تم اس رحمت الٰہی سے بھائی بھائی بن گئے''۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا۔ سورۃ النحل آیت 114

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١١٤﴾

ترجمہ ''پس اس رزق سے کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال وطیب دیا ہے اور اللہ کا شکر کرو اس کی نعمت کا۔ اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو''۔

سورہ المائدہ آیت 7 میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾

ترجمہ ''اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اُس نے تم سے لیا۔ جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔''

سورہ المائدہ آیت 114 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درخواست کو یوں بیان فرمایا۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾

ترجمہ ''عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو۔ ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''

نعمتوں کا شکر بجالانے کے سلسلہ میں سورہ الضحیٰ میں ارشاد ہے۔ سورہ والضحیٰ آیت 11

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

ترجمہ ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''

سورہ البقرہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بنی اسرائیل پر کیئے گئے احسانات کا یوں ذکر فرماتا ہے۔
سورہ البقرہ آیت 47

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

ترجمہ ''اے بنی اسرائیل میرے وہ احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کئے''

خالق کائنات سورہ ابراہیم میں اشاد فرماتا ہے کہ جو میری نعمتوں کی ناشکری کرے گا اسے شدید عذاب میں مبتلا کردوں گا ارشاد ربانی ہے۔ سورہ ابراہیم آیت 7

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝

ترجمہ ''اور یاد کرو جب (تمہیں) تمہارے رب نے مطلع فرمایا کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کردوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔''

سورہ مریم آیت 33

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

ترجمہ ''اور (اللہ کی طرف سے) مجھ پر سلامتی جس دن میں پیدا ہوا۔''

سورہ مریم آیت 15

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ

ترجمہ ''(اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ان پر سلامتی ہو جس دن وہ پیدا ہوئے۔''

سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور عظیم ترین نعمت عظمٰی

خالق کائنات نے اپنی عظیم ترین سچی اور آخری کتاب قرآن کریم فرقان حمید میں متعدد بار اپنے انعامات اور احسانات کا شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس عمل کو ضروری قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''میرے احسانات اور نعمتوں کو دل سے یاد رکھ کر اظہار تشکر کرو۔ اگر تم ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو گے تو میں (اللہ تعالیٰ) ان میں ان گنت اضافہ کردوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو شدید عذاب میں مبتلا کردیے جاؤ گے''۔ یاد رہے کفران نعمت کے مرتکب کو اللہ کریم عذاب الیم کی دہکتی ہوئی بھٹی میں جھونک دے گا یہ اُس کا فرمان ہے۔ اللہ کریم نے اپنی عطا شدہ نعمتوں پر اسکا شکر بجالانے کے حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ہی نہیں دیا بلکہ سابقہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ مذکورہ آیات قرآنی میں ہم اسکا ذکر کرچکے ہیں۔

جس معاشرے یعنی سوسائٹی میں ہم رہ رہے ہیں یہاں بھی ایک واضح اصول موجود ہے یہ اصول صرف ہمارے زمانے میں ہی رائج نہیں بلکہ جب سے انسان کا وجود چلا آ رہا ہے یہ اصول بھی ساتھ ساتھ موجود ہے۔ معاشرے کا یہ اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ معاشرے کے اس اصول سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی ہمارا عزیز رشتہ دار یا قریبی دوست یہاں ہمیں کوئی چیز بطور تحفہ دیتا ہے یا کسی سے یا اس کے واسطے سے کوئی نعمت دنیا ہمیں ملتی ہے تو ہم کئی کئی بار اس شخصیت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ احسان مندی کے الفاظ وجذبات ادا کرتے ہوئے ہماری زبانیں نہیں تھکتیں۔ جب دنیا میں اپنے جیسے انسان کی طرف سے دنیاوی نعمت حاصل کرنے کے بعد ہم اسکا شکریہ ادا کرتے ہیں تو خالق کائنات کی طرف سے ملنے والی نعمتوں جن کا کوئی حد وحساب ہی نہیں شکریہ ادا کرنا کماحقہ لازمی ہے۔ ہمارے ہاں اگر کوئی اپنے رشتہ دار عزیز یا دوست کی طرف سے ملنے والی کسی نعمت یا احسان کا شکریہ ادا نہ کرے تو اسے سوسائٹی یعنی معاشرے میں بہت بُرا خیال کیا جاتا ہے طرح طرح کے الفاظ وکلمات سے اسکی مذمت کی جاتی ہے ایسے شخص کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا جاتا۔ ہماری یہ فنا ہونے والی سوسائٹی یعنی معاشرے کے فنا ہونے والے اصول کے خلاف عمل کیا جائے تو ہم ایسا کرنے والے کو بہت ہی غیر تہذیب یافتہ اور برا خیال کرتے ہیں تو پھر مالکِ ارض وسماوات کی نعمتوں کا انکار کرنے والے اور کفران نعمت کے مرتکب کا کیا حال ہوگا۔ حقیقی نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرنے والے کو یقیناً حکم ربّی کے مطابق جہنم کی آگ کا ایندھن ہی بننا ہوگا۔ اللہ کریم ہر صاحب ایمان کو کفران نعمت کی برائی وگناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ نعمتیں اس قدر ہیں کہ اگر انکا حساب اور ان کو شمار کرنا چاہیں تو عمریں گزر جائیں گی مگر ان نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکے گا۔ میں یہاں کچھ نعمتوں کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ ہمارے اس نقطہ نظر کی وضاحت ہو سکے۔ سب سے پہلے انسانی جسم کو ہی لے لیجیئے۔ علم، عقل، کان، ناک، آنکھیں، دل، دماغ، تندرستی، صحت، جوانی، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب کے سب اللہ کی طرف سے عطا شدہ نعمتیں ہیں جن میں سے سب کا شکر ادا کرنا تو ایک طرف ان میں سے کسی ایک جزو کا شکریہ ادا کرنا بھی اس نعمت کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ہمارا کام صرف اپنی ٹوٹی پھوٹی طاقت کے مطابق شکریہ ادا کرنا ہی ہے۔ خالق کائنات نے اس ہست وبود میں اور کیا کیا نعمتیں اپنی مخلوق کو عطا فرما رکھی ہیں۔

زمین، آسمان، ہوا، پانی، روشنی، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، ندی، نالے، دریا، سمندر، چرند، پرند، حیوانات، ثمرات، جنگل، وادیاں، نہایت حسین وجمیل مناظر، گھر، کاروبار، مال ودولت، اولاد، عزیز واقارب، یار دوست غرض لاتعداد اور نعمتیں انسان کو دے رکھی ہیں۔ یہ مذکورہ تمام نعمتیں عارضی ہیں ابدی نہیں۔ ابدی صرف اور صرف اللہ واحدہٗ لاشریک کی ذات گرامی ہی ہے۔ ہمارے لئے مذکورہ اور دیگر تمام دوسری نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

شکرادا کرنے کا تقاضا کیا ہے

رب ذوالجلال کی عطا شدہ نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا جائے اسکا تقاضا کیا ہے یہ نہایت ہی اہم سوال ہے جس کا جواب ہر اہل ایمان کو معلوم ہونا چاہیے تا کہ اس جواب کی روشنی میں عمل کرتے ہوئے ان نعمتوں کا شکرادا کر سکے۔ شکر بجالانے کا حقیقی تقاضا تو یہ ہے کہ انسان خالق کائنات کی ہر نعمت کو ہر وقت یاد رکھے ہر گھڑی ہر لمحہ اس ملنے والی نعمت کا اسے احساس ہو۔ انسانی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ گزرے کہ اللہ کریم کی نعمت کا تصور اسکے دل و دماغ سے محو ہو۔ یہی شکرادا کرنے کا طریقہ اور تقاضا ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ کہلانے کا حق دار ہے اور یہی دین و دنیا میں کامیابی کی روشن دلیل ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان حاصل ہونے والی نعمت کو شکر گزار بندے کی طرح سال بھر ہر لمحہ ضرور یاد رکھتا ہے اس کے باوجود شب و روز کی گردش کے بعد جب نعمت ملنے والا دن اور وقت پلٹ کر آتا ہے تو انسان کی خوشی خود بخود کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر انسان اپنی فطرت اور طبع کے مطابق اس نعمت کو عین ملنے والے وقت پر یاد کر کے بے پناہ مسرت حاصل کرتا ہے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ جب انسان دنیا کی ان فنا ہو جانے والی نعمتوں پر شکر بجالاتا ہے اور اللہ کریم کا حکم بھی یہی ہے تو پھر وہ نعمت عظمیٰ جو سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کی شکل میں تمام مخلوقات اور خاص طور پر اہل ایمان کو نصیب ہوئی ہے اس پر کس قدر شکر بجالانے کی ضرورت ہے۔

ایسے رحیم و کریم آقا، فخر کونین تاجدار عرب و عجم، ہادی اعظم، محسن انسانیت و کائنات، ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ جنہوں نے بندے کا اپنے خالق حقیقی سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑا، جنہوں نے پوری انسانیت کے خوابیدہ بخت کو بیدار فرما دیا، ایک دوسرے کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسوں کو غم خوار بھائی بھائی بنا دیا ان کی نفرتوں اور عداوتوں کو محبتوں سے بدل دیا۔ اولاد آدم کے مدتوں سے بگڑے مقدر سنوار دیئے، جہالت، قتل و غارت، جواء شراب، زنا، لوٹ مار، آبروریزی، بت پرستی وغیرہ جیسی قبیح بیماریوں میں مبتلا انسانیت کو اپنے لطف و کرم اور علم کی روشنی سے ترقی کی معراج پر پہنچا دیا، جو کسی خاندان، قبیلے، قوم، ملک اور زمانے کے لئے رحمت بن کر تشریف نہیں لائے بلکہ خالق کائنات کی پوری تخلیق کے لئے رحمت کا بادل بن کر آئے اور یوں اس ابر رحمت نے اپنے فیض سے ہر تشنہ لب کو یوں سیراب کیا معرفت خداوندی کے وہ لازوال خزانے عطا کیے کہ مدتوں سے گمراہی، کفر و شرک کی دلدل میں غرق انسان دنیا کے تاجدار بن گئے۔ نخوت و کبر شاہی پر فخر کرنے والے قیصر و کسریٰ جیسے رُعب و جلال والے جن کی گلی سے دبے پاؤں گزر جاتے ہیں جن کی تشریف آوری کا مقصد ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنا تھا۔ دنیا میں لاتعداد دریا ہیں جو چڑھتے ہیں اور اتر جاتے ہیں۔ مگر آقا دو جہاں کی رحمت و کرم کا دریا ہمیشہ سے رواں تھا، ہمیشہ سے رواں ہے اور قیامت تک رواں رہے گا۔ ایسے ہادی برحق کی دنیا میں تشریف آوری اور بعثت مقدسہ پر شکرادا کرنا

ہمارے لئے ضروری ہے۔ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات خالق کائنات کی طرف سے عطا شدہ تمام نعمتوں میں سے نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان ہے جسکا ہر حال میں شکر ادا کرنا ہمارا فرض ہے کیا ہم اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کر کے اللہ سبحان وتعالیٰ کے بے پایاں لطف وکرم کے حق دار قرار نہیں پائیں گے جس کا خالق ارض و سماوات نے وعدہ فرما رکھا ہے؟ اور اگر خدانخواستہ ہم نے اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا نہ کیا تو پھر ہم عتاب وعذاب الٰہی کے شکنجے میں پھنس جائیں گے انعقاد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنے والوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے انہیں چاہیے کہ اپنے اس خود ساختہ اعتراض سے توبہ کرتے ہوئے جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے والوں کی صف میں شامل ہو جائیں اور یوں دین ودنیا کی برکتوں ورحمتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

اہل ایمان پر اللہ کا خصوصی انعام

خالق کائنات نے اپنی مخلوق پر جس قدر انعامات واحسانات فرما رکھے ہیں ان کا شمار احاطہ قلم سے باہر ہے۔ ان تمام انعامات واحسانات میں ساری مخلوق 'جن وانس' اپنے پرائے، خاص وعام، اہل ایمان، کافر ومشرک، نباتات وجمادات چرند، پرند غرض ہر ایک شامل ہے مگر ایک ایسا خصوصی عظیم انعام اللہ کریم نے صرف اہل ایمان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں آمد کی شکل میں عطا فرمایا ہے جس کا خصوصی طور پر قرآن مجید میں الگ یوں ذکر فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران آیت 164۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ:۔ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے انہیں میں سے ان میں ایک رسول (خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا جو پڑھتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب وحکمت اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے''۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک پر غور کیجیے ارشاد فرماتا ہے ''میرا مومنوں پر یہ احسان ہے کہ میں نے انہیں میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں ہی بھیجا ہے''۔ یہاں لفظ مومنوں غور طلب ہے اللہ کریم نے مومنوں پر یہ احسان فرمایا ہے باقی مخلوق اس احسان عظیم میں شامل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان اپنے خالق حقیقی کے اس عظیم ترین احسان کا شکر ادا کرتے آئے ہیں ادا کر رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ادا کرتے رہیں گے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کی قدر ومنزلت سے آگاہ ہیں اور اپنی عقل وفہم کے مطابق ہر آن

ہر گھڑی اور ہر لحہ اپنے خالق حقیقی کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جب کسی فرد یا قوم کو کسی انعام سے سرفراز کیا جائے تو اس کا دل خوشی ومسرت کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ پھر جس قدر بڑا انعام ہوگا حاصل کرنے والے کے دل میں اس انعام کی جتنی قدر ومنزلت اور اہمیت ہوگی وہ اتنی ہی مسرت اور شوق سے اسکا اظہار بھی کرے گا۔

دوسری طرف جس انعام یا چیز کے مل جانے پر انسان کے جذبات مسرت میں کسی قسم کا فرق نہ آئے اس کے اندر مسرت کا تلاطم پیدا نہ ہوا۔ اس مل جانے والی خوشی وانعام کا اظہار نہ کرے اسکا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاصل ہونے والی خوشی یا انعام کی اس کے نزدیک نہ تو کوئی قدر ہے اور نہ ہی کوئی اہمیت گویا دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ اگر حاصل شدہ انعام یا خوشی نہ بھی ملتی تو اسے کوئی افسوس نہ ہوتا اب اگر مل گئی ہے تو اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام شمع رسالت کے پروانے نہ تو احسان فراموش ہیں اور نہ ہی ایسے ہیں کہ مل جانیوالے انعام واحسان کی قدر ومنزلت کو نہ جانتے ہوں۔ وہ تو زندگی کے ہر ہر لحہ میں اس ماہ نبوت کی نورانی شعاؤں سے اپنے ایمان کو منور کرنے میں یوں مصروف عمل ہیں کہ کہیں محافلِ نعت منعقد کر رہے ہیں تو کہیں اسوہ حسنہ کے درس دے رہے ہیں۔ کہیں شرع وادب کے پورے تقاضوں کے ساتھ جلوس نکال کر اپنی ابدی وسرمدی خوشیوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ تو کسی طرف آمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی امداد کر رہے ہیں۔ اس مبارک موقعہ پر ہر طرف عید وشادمانی کا منظر نظر آتا ہے۔ شمع رسالت کے پروانے اس طریقے سے دین ودنیا کی خوشیاں اور ترقیاں حاصل کرتے ہیں۔

حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت ایمان کا جز ولاینفک ہے۔ اس کے بغیر ایمان نہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

1. سورہ النساء آیت 174

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: ''اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی) آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (قرآن کریم) اتارا''

2. سورۃ المائدہ آیت 19

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ
وَلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَاءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ﴿١٩﴾

ترجمہ: ''اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے''

3. سورہ التوبہ آیت 128

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ
رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہارے بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان''۔

4. سورہ بنی اسرائیل (اسراء) آیات 105،106

وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ
وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ
لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے لیے اترا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا''۔

5. سورۃ الکہف آیت 110

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ
يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾

ترجمہ: ''تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے''۔

Marfat.com

6. سورۃ فرقان آیات 57،56

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔ تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے''۔

7. سورۃ الاحزاب آیات 46،45

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: ''اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب''۔

8. سورہ فاطر آیت 24

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ''اے حبیب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا''۔

9. سورۃ الفتح آیات 9،8

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾

ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناضر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو''۔

10. سورہ الصف آیت 6

مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام ''احمد''

ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے''۔

11. سورہ البقر آیت 101

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾

ترجمہ: ''اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم نہیں رکھتے''۔

12. سورہ آل عمران آیت 164

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے''۔

13. سورہ آل عمران آیت 144

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ

ترجمہ: ''اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے''۔

14. سورۃ النساء آیت 170

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

ترجمہ: ''اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے''۔

15. سورہ الاعراف آیت 62

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: ''تمہیں اپنے رب کی طرف سے رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا

ہوں جو تم نہیں رکھتے''۔

16. سورہ الانبیاء آیت 107

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے''۔

17. سورہ الاحزاب آیت 40

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾

ترجمہ: ''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے''۔

18. سورہ فاطر آیت 24

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: ''اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا ہے''۔

19. سورہ یٰسین آیت 1 تا 4

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾

ترجمہ: ''حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو''۔

20. سورہ الفتح آیت 29

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ
وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي
الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى
عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: ”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان والے اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا“۔

21. سورہ الاعراف آیات 157، 158

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: ”وہ جو غلامی کریں گے اس اُمّی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان کے لیے حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اسکی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے“۔ ”تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندگی بخشے اور مارے تو ایمان لاؤ اس کے امی رسول غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ“۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور سنت انبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو یاد رکھنا' ان کے حاصل ہونے پر عید کی طرح خوشیاں منانا سنت انبیا علیہم السلام ہے اور زندہ قوموں کی نشانی ہے۔

قرآن کریم فرقان حمید کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل فرمائی ہوئی نعمتوں کا اپنی پاک کتاب میں اجمالاً ذکر فرمایا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے ہاں یہ تصور سنت کے طور پر تازہ رہے۔مگر جن امتوں پر یہ نعمتیں نازل فرمائی ہیں ان کی کتب میں انکا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ بائبل کتاب خروج کے 43ویں باب کو پڑھیں اس میں صاف الفاظ میں یوں درج ہے۔'' اللہ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ میں نے جس دن تمہیں فرعون مصر کی غلامی سے آزادی دلائی تم اس روز کو عید کے دن کی طرح مناتے رہنا اور یوں ہر سال تین عیدیں منایا کرنا۔''

بائبل کے مذکورہ باب کی بیان شدہ عبارت میں نہایت ہی غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو حکم فرمارہا ہے کہ تم اس دن کو جس دن ہم نے تمہیں فرعون کی غلامی سے آزادی دلائی بطور عید مناتے رہنا۔فرعون مصر بنی اسرائیل پر شب و روز ظلم و جبر کا بازار گرم رکھتا ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتا غلامی کی وہ اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور رکھتا جسے پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بنی اسرائیل کی نسل ہی کو ختم کرنے کے در پے تھا۔ عورتوں کے ساتھ حیاء سوز سلوک روا رکھا جاتا۔ بنی اسرائیل کو صبح سے شام تک سخت اذیت ناک محنت کرنا پڑتی معاوضے میں اس قدر خوراک دی جاتی جس کی بدولت انسان کیڑے مکوڑوں کی زندگی بسر کرتے۔ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو اسے شاہی حکم کے مطابق اسی وقت قتل کردیا جاتا۔یوں آہستہ آہستہ بنی اسرائیل کی نسل ہی کو ختم کرنے کے در پے تھا۔عورتوں کے ساتھ حیاء سوز سلوک روا رکھا جاتا۔بنی اسرائیل کو اس اذیت ناک زندگی سے نجات ملی تو فرمایا یہ دن تمہارے لئے عید کا دن بنا دیا گیا ہے۔ذرا تعصب کی عینک اتار کر انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ اس محسن انسانیت، بیکسوں کے کس، یتیموں محتاجوں، بے سہارا غلاموں کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی تشریف آوری سے جنگل کا قانون انسانیت کے لئے قانون فطرت کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔جنہوں نے کائنات ہست و بود کو اپنی رحمت لازوال سے ڈھانپ لیا جن کی نظرِ عنایت سے انسانیت بام عروج تک جا پہنچی کیا ان کی ولادت مبارکہ کے دن سجدہ شکر بجالاتے ہوئے محافل میلاد کا انعقاد کرنا اور جشن کا اہتمام کرنا ہم اہل ایمان کے لئے واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جواب یقیناً اور یقیناً ہاں میں ہی ہے۔اِسی مذکورہ بائبل کے باب میں یہ بھی درج ہے کہ'' جس دن تمہارے خداوند نے تمہیں گرمی کی تپش سے محفوظ رکھنے کے لئے تمہارے اوپر بادلوں کا سایہ کیا انہیں بطور سائبان بنایا اس دن کو سات یوم تک عید کے دن کی طرح مناتے رہنا اور اپنے اوپر سائبان تان کر رکھنا تاکہ تمہاری آنیوالی نسلیں اس سائبان کی نعمت کو عملی طور پر دیکھ کر اسکا تصور اچھی طرح اپنے ذہنوں میں نقش کرلیں۔یہ اصول تمہاری آنے والی نسلوں کے لئے ہے۔''

مذکورہ عبارت پر غور کیجیئے کہ اپنی اس نعمت کو اصول اور آئین بنا کر نسل در نسل بتانے کا حکم کیوں دیا وہ اس لئے کہ آیندہ آنے والی نسلیں اس عمل کو دیکھ کر اس کا یقین رکھیں کہ ہمارے آبا و اجداد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ احسان عظیم تھا اور نعمت اعلیٰ اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم بھی اپنے اجداد کی طرح اس نعمت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ جب وقتی طور پر بنی اسرائیل کو دھوپ سے بچاؤ کے لئے سائبان کی نعمت عطا فرما کر حکم دیا کہ میری اس نعمت کا سائبان تان کر نسل در نسل شکریہ ادا کرتے رہنا تو پھر مقصود کائنات تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے دن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شان و شوکت سے منانا تو ایمان کا تقاضا اولین ہوا۔ اور یوں ہمارا یہ عمل اُمت محمدیہ کی حیثیت سے زندہ قومیت کا نشان بھی ہے۔ نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے نہایت خوشی و مسرت سے اہتمام کرنا اس لئے بھی اشد ضروری ہے تاکہ آیندہ نسلوں پر بھی اس دن کی عظمت اور اہمیت واضح ہو سکے۔ زندہ قومیں ان مخصوص ایام کو بڑے ہی تزک اور شان و شوکت سے مناتی ہیں۔

ہر پاکستانی یہ بات اچھی طرح جانتا اور دیکھتا ہے کہ 14 اگست 1947ء کا دن نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے جس میں ہر مکتبہ فکر کے احباب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہے یوم قائد اعظم، یوم علامہ اقبال، یوم پاکستان غرض اس طرح کے اور کئی دن بڑی شان و احترام سے منائے جاتے ہیں۔ پاکستان ہی کیا دنیا کا ہر ملک اپنے اپنے قومی ایّام کو بڑی محنت لگن شوق و جذبہ سے مناتا ہے اگر ہم اللہ کریم کے احسانات پر شکر ادا نہ کریں۔ اپنی تاریخ اور قومی واقعات کو انکی شان کے مطابق اچھی طرح سے نہ منائیں ان واقعات کو آیندہ نسل تک منتقل نہ کر سکیں تو یہ بات یقینی ہے کہ آنیوالی نسلیں اللہ کریم کے ان احسانات سے بے خبر ہو جائیں گی اور یوں ان ایام کی قدر و منزلت بھی قوم کے ذہنوں سے محو ہو جائے گی۔ شکر الہٰی کا تقاضہ یہ ہے کہ سال بھر تو ہم ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہی رہتے ہیں لیکن جب وہ دن آئے جس روز وہ نعمت ملی تھی تو شکر کے ساتھ ساتھ خوشیاں بھی اس میں شامل ہو جائیں یوں وہ روز خود بخود جشن کا دن بن جائے گا۔ اس طرح ہماری آنے والی نسلیں اس دن کی حقیقت سے خوب واقف ہو جائیں گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کا یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔

یہاں میں ان اہل علم و دانش کہلانے والے حضرات سے جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد اور جشن کو جوش و خروش اور شان و شوکت سے ماننے اور منانے والوں کے اس احسن عمل کو بدعت گمراہی، ناجائز اور حرام تک قرار دے کر ان پر طرح طرح کے فتوی لگاتے ہیں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان میں جشن آزادی پاکستان، یوم قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ، یوم اقبالؒ، اور یوم دفاع پاکستان، یوم افواج پاکستان وغیرہ اور دنیا کے دیگر تمام ممالک کے قومی دن جیسے پروگراموں کے انعقاد پر حکومت یا پروگرام (لائحہ عمل) ترتیب دینے والوں پر کسی قسم کا فتوی نہیں لگاتے بلکہ ملک میں ہونیوالے ان نظام العمل (پروگراموں) میں خود بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور نہایت ہی پرزور طریقے سے ان ایام کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کے بارے میں تقاریر بھی کرتے ہیں اس وقت ان کا علم و

دانش اور فتویٰ نویسی کہاں چلے جاتے ہیں۔ ان موقعوں پر بدعت، گمراہی، ناجائز اور حرام وغیرہ کے فتوے اس عمل کے جائز اور درست ہونے میں کیوں بدل جاتے ہیں۔ کیا علم اور مذہب کا ان کے نزدیک یہی تقاضا ہے کہ جب وہ خود ایسا کام سرانجام دیں تو خود کو ہر قسم کی فتویٰ بازی سے بالاتر خیال کرتے ہوئے اپنے اس عمل کو جائز سمجھیں اور اگر عشاق اپنے آقا و مولا علیہ السلام کے یوم ولادت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ مانتے ہوئے شکرانے کے طور پر محافل میلاد اور جشن میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کریں تو یہی خودساختہ مدعیان علم و دانش فرزندان اسلام کے ان مظاہر تشکر و مسرت کو دیکھ کر غصہ سے بے قابو ہوکر ان پر بدعت، ناجائز گمراہی اور حرام تک کے تیروں کی فتویٰ کی صورت میں بارش کر دیں۔ اور یوں سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنی غلط علمی تاویلوں کے ذریعے گمراہ کرتے رہیں۔ کیا علم حقیقی کا یہی تقاضا ہے کہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز بنا کر دکھا کر مسلمانوں کو سیدھے راستے سے ہی ہٹا دیا جائے۔

صدیوں سے ہمارے اکابرین، محدثین، علماء، فضلا، دانش ور، اور تمام اہل ایمان محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کے عمل کو اپنا ذریعہ نجات سمجھتے آرہے ہیں اور ہر سال باقاعدگی سے بڑی ہی شان و شوکت سے مانتے اور مناتے چلے آرہے ہیں یہ اکابرین جو علم و عرفان اور معرفت الٰہی کے فلک بوس پہاڑ ہیں ان کے عمل کی پیروی کرنے والوں کے خلاف اس قسم کے فتویٰ لگانا بذات خود بدعت، گمراہی اور ان عظیم ہستیوں کی شان میں گستاخی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ المائدہ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خالق کائنات کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں اپنی امت کے لئے مائدہ کی نعمت کا طالب ہوں۔ ''عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے میرے خالق حقیقی ہم پر آسمان سے خوان کی نعمت نازل فرما تا کہ وہ ہمارے اگلوں اور ہمارے پچھلوں کے لیے عید بن جائے اور یہ خوان تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے''۔

(سورہ المائدہ۔ آیت 114)

مذکورہ آیت مبارکہ کے الفاظ پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک زبان سے ادا کئے ہوئے الفاظ سے یہ تصور دینا مقصود ہے کہ جس روز اللہ تعالیٰ نعمت کا نزول فرمائے اس دن کو عید کے طور پر یعنی خوشی کے دن کے طور پر منانا اصل میں اس عطا ہونے والی نعمت کے شکرانے کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ اس مبارک سورۃ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے نزول کے دن کو عید کے طور پر خوشی و مسرت سے وہی لوگ مناتے ہیں جو اس عظیم احسان و نعمت میں اللہ سبحان و تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی امت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں ''اولنا'' اور ''آخرنا'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو کہ جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ یہ صیغہ ظاہر کر رہا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جو عرض کی تھی اس میں ان امتیوں کو ہی شامل نہیں فرمایا جو اس وقت موجود تھے بلکہ ان کو بھی شامل فرمایا ہے جو آخر یعنی بعد میں ہوں گے کہ وہ سب امتی اس دن کو بطور عید منائیں گے۔

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ نزول مائدہ کے دن کو نعمت مانتے ہوئے عید کی طرح وہی منائیں گے جو ہم میں سے ہوں گے وہ موجودہ امتی ہوں یا بعد میں آنے والے۔ اس کے برعکس وہ جسے اس نعمت کی کوئی خوشی نہیں وہ اس دن کو بطور عید نہ منائے کیونکہ اس کا نہ تو ہم سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی وہ ہمارے ساتھ اس خوشی میں شریک ہے۔ قرآن کریم نے یہاں دلوں کا حال جاننے کے لئے ایک معیار مقرر کر دیا ہے یہ معیار صرف سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے لئے ہی نہیں بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لئے بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہمارا نام ''اولنا'' و ''آخرنا'' میں ہے یا نہیں؟

جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت مائدہ کے نزول کی نعمت کے شکرانے کے طور پر اس دن کو بطور عید منا کر ہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی معنوں میں امت کہلانے کی حق دار ہے تو پھر ہم تو فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہیں جس پر کوئی مائدہ کی نعمت نازل نہیں ہوئی بلکہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی صورت میں وہ نعمت عظمیٰ نازل ہوئی جس کے سامنے باقی تمام نعمتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اس لئے مذکورہ معیارِ قرآنی ہمارے لئے بھی وہی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن آئے تو ہم اس دن کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح منائیں۔ ہمارے دل خوشیوں، مسرتوں اور راحتوں سے معمور ہو جائیں۔ ہر طرف اس عظیم دن کی خوشی میں شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے جشن کا سماں پیدا کریں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یقیناً ہم ''اوّلنا و اخرنا'' میں شامل ہیں۔ اور اگر ہماری کیفیت ہمارا عمل اور ہماری سوچ اس کے برعکس ہے۔ دل میں شکوک و شبہات، ندامت، مزاحمت وغیرہ کی ہلکی سی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے تو سمجھ لیں کہ اس نعمت عظمیٰ کی ابدی و ازلی برکتوں سے محروم ہو رہے ہیں خدانخواستہ ایسی صورت ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور فوری توبہ کرنی چاہیئے۔ اس مبارک موقع پر کسی قسم کی حجت قائم کرنا، تاویلات بیان کرنا کسی نہ کسی طریقے سے الٹی سیدھی دلیلیں تلاش کر کے اہل ایمان کے اس مبارک فعل کو غلط ثابت کرنا محبت کی علامت نہیں بلکہ عداوت کا ثبوت ہے۔ یاد رہے محبت کرنے والے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے لئے کسی حجت، تاویل یا دلیل کے محتاج نہیں ہوتے یہ تو اللہ کا خاص کرم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں اور اہل محبت پر صدیوں سے جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاء اللہ۔

آیاتِ قرآنی اور شکرانہ نعمت کے طریقے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو نعمتیں نازل فرمائی ہیں ان کی حکمت و غرض کے بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں سابقہ امتوں کے حوالے سے گفتگو کر چکے ہیں قرآنی آیات کی روشنی میں ان کی مثالیں بھی تحریر کی ہیں یہاں قرآن کریم فرقان حمید کی مزید آیات کی روشنی میں ان نعمتوں پر شکر بجالانے کے مختلف طریقے تحریر کر رہے ہیں تاکہ قرآن

حکیم کے مطابق ان کی تفصیل کھل کر سامنے آجائے۔ اور یوں یہ قرآنی سند ہمارے عقیدہ کو حق ثابت کرنے میں حجت ثابت ہو۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ نعمتوں کا شکر بجالانے کے لئے درج ذیل طریقے ارشاد فرماتا ہے۔

1) نازل ہونے والی نعمت کا ذکر۔
2) نازل ہونے والی نعمت کی تحدیث۔
3) نازل ہونے والی نعمت پر عید منانا۔
4) نازل ہونے والی نعمت پر خوشی منانا۔
5) ولادت انبیاء علیہم السلام پر سلام بھیجنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکرادا کرنے کے لئے پہلی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو نعمت تمہیں عطا ہوئی ہے اسکا ہمیشہ شکرادا کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ اس میں مزید اضافہ فرمادے گا۔ اور اگر اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا تو جان لو یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ النحل آیت 114

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: ''پس اس رزق سے کھاؤ جو تمہیں اللہ نے حلال اور طیب دیا ہے اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والوں اور ناشکری کرنے والوں کو اللہ رب العزت قرآن کریم میں یوں خطاب فرماتا ہے۔ سورۃ ابراہیم آیت 7

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے (تمہیں) مطلع فرمایا (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کردوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔''

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں کا سورہ بقرہ میں یوں ذکر فرماتا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 47

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

ترجمہ: ''اے اولاد یعقوب (بنی اسرائیل) میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیں''

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان پر نازل فرمانے والی نعمت کا ذکر فرما کر حکم دے رہا ہے کہ تم میری عطا شدہ نعمتوں

کا ذکر کیا کرو سورہ آلِ عمران میں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ آلِ عمران آیت 103

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

ترجمہ: ''اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی۔ یوں تم اللہ کی رحمت سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ایک دوسری جگہ سورہ العنکبوت میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت 17

فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: ''پس اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کیا کرو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اسکی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

قرآن مجید میں اور بہت سی آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے بندو تم میری عطا شدہ نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہا کرو۔ اس سلسلے میں بندوں کو خالق کائنات جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر حکم دے رہا ہے کہ میری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو تو میں ان میں مزید بے حد اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو یاد رکھو میں نہ صرف یہ نعمتیں ہی ختم کر دوں گا بلکہ تمہیں شدید عذاب سے دوچار کر دوں گا۔

ربِ کائنات نے اپنے بندوں پر نازل کی جانے والی جملہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور انکا ذکر کرتے رہنے کا متعدد قرآنی آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ نعمت کا شکر بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا خوشی و مسرت کے ساتھ ذکر کرتا رہے۔ ان نعمتوں کے بارے میں ساری مخلوق کو آگاہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعات اور عبادات بھی شکرانِ نعمت میں شامل ہیں۔ جو بندہ اللہ کا جس قدر قرب حاصل کرنا چاہے گا وہ اس کی عطا شدہ نعمتوں کا اتنا ہی چرچا کرتے ہوئے شکر ادا کرے گا۔ ہمارے اس خیال کی تائید قرآن کریم فرقان حمید کی سورہ الضحیٰ سے ہو جاتی ہے جس میں خالق کائنات اپنے پیارے نبی فخرِ انسانیت تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یوں خطاب فرماتا ہے۔ سورۃ الضحیٰ آیت 11۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

ترجمہ: ''اور آپ (علیہ السلام) کے پروردگار نے جو آپ (علیہ السلام) کو نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس کا خوب چرچا کرو۔''

اوپر ہم ذکرِ نعمت کے حکم کو تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے عطا شدہ نعمتوں کا ہر وقت اپنے دل میں شکر ادا کرتے رہنا چاہیے تا کہ ہمارا نام اللہ کے شکر گزار بندوں کی فہرست میں شامل ہو۔ بندے کا یہ کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے دیگر لوگ اس انداز شکر میں شامل نہیں ہیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کھلے بندوں ذکر کرنے کا حکم ہے جسے تحدیث نعمت کہا جاتا ہے۔اس انداز شکر کو اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندے پر عطا کی ہوئی نعمتوں کا مخلوق میں خوب چرچا ہو۔ ہر ایک اس حاصل ہونے والی نعمت کی خوشی میں شریک ہو سکے۔اس طرح اہل ایمان ان خوشیوں میں شریک ہو جائیں اور یوں اس تحدیث میں اجتماعیت پیدا ہو جائے اور قوم کا ہر ایک فرد اس ذکر میں شریک ہو جائے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرتے ہوئے انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ قومی و ملی طور پر بھی اس نعمت کی اہمیت کھل کر سامنے آجائے گی۔سورہ الضحٰی کی مذکورہ آیت پر غور کیجیے جس میں خالق کائنات اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرما رہا ہے کہ میری عطا شدہ نعمت کا ذکر کیجیے۔ مقصد یہ ہے کہ تحدیث نعمت کو بیان فرمائیں تا کہ دوسرے اہل ایمان بھی اس میں شریک ہو کر مسرت و کامرانی حاصل کر سکیں اور یوں پوری قوم و معاشرہ شکر خداوندی میں شامل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جس قدر نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔ جو جو احسانات کئے ہیں پھر اُن نعمتوں کو بطور تحدیث بیان کرنے کا جو حکم دیا ہے۔اس کے شکرانے کی دو صورتیں ہم بیان کر چکے ہیں۔ان نعمتوں کے شکرانے کی تیسری صورت یہ ہے کہ ان کے مل جانے پر نہایت ہی خوشی و مسرت کا اظہار اس انداز سے کیا جائے کہ وہ جشن اور عید کی مانند ہو جائے۔قرآن مجید کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان کی امتیں اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتی رہی ہیں۔گزشتہ صفحات میں انکا ذکر گزر چکا ہے۔اس حکم الٰہی پر عمل کرنا انبیا علیہم السلام کی سنت رہی ہے۔سابقہ امتوں پر جس دن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمت نازل ہوتی تو وہ امتیں اس دن کی بطور عید مناتی تھیں۔ سورہ المائدہ میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔سورۃ المائدہ آیت 114۔

رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ
تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وہ دن یوم عید بن جائے۔''

سورہ مائدہ کی اس آیت مبارکہ پر غور کیجیے اس میں سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم پر یعنی میری امت پر خوان کی نعمت عطا فرما پھر اس نعمت کے مل جانے پر امت کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم لوگ نعمت نازل ہونے کے دن کو بطور عید مناؤ۔ یہاں نہایت غور کا مقام ہے کہ جب سیدنا عیسٰی

علیہ لسلام کی امت کو جس مائدہ کے نازل ہونے پر اس روز کو عید کے طور پر منانے کا حکم دیا جارہا ہے اس مائدہ کو ہمارے آقا و مولا فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ یہ آسمانی کھانوں کی نعمت ولادت آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت عظمٰی کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جب عام نعمتوں کے نزول پر عید جیسی خوشیاں اور یوم منانے کا حکم خالق کائنات خود دے رہا ہے اور اس کے برگزیدہ نبی علیہ السلام اس نزول نعمت پر عید مناتے رہے ہیں یوں نزول مائدہ اور دیگر نعمتوں پر عید منانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر آپ علیہ السلام کی امت کے لئے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اس دن کو عید ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر نہایت شان وشوکت واحترام سے منائے۔ کیونکہ یہی ذات مقدسہ تو مقصود کائنات ہے جس کے صدقے کائنات ہست و بود میں ہر ایک کو نعمتیں، خوشیاں اور مسرتیں و راحتیں نصیب ہوئیں۔ اگر یہ ذات مبارکہ نہ ہوتی تو کائنات میں اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا ہی نہ فرماتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔ ان پر اظہار تشکر کے لئے خوشی اور جشن منانا۔ مسرت و شادمانی کا عملی مظاہرہ کرنا شکرانے کی چوتھی قسم ہے اس جشن و مسرت کا اظہار کرنے کے لئے اشد ضروری ہے کہ کسی قسم کی کوئی خلاف شرع حرکت سرزد نہ ہو۔ ڈھول تماشے، اچھل کود، بھنگڑا، گانے وغیرہ سے سخت پرہیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ تمام افعال غیر شرعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود یوں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ یونس آیت 58

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: ''(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرمادو اللہ کا فضل اور اس کی رحمت کے باعث اس پر خوشی مناؤ۔ یہ خوشی منانا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ جب میرا فضل و کرم اور رحمت نازل ہو تو منہ بسور کر نہ بیٹھ جایا کرو جو چراغ جل رہا ہو اس کو نہ بجھا دیا کرو اور نہ ہی اپنی ہانڈی اوندھی کر دیا کرو کیونکہ تمہارا ایسا کرنا کفران نعمت ہے۔ ایسے موقع پر تم لوگ نہایت خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کیا کرو۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اظہار مسرت کسے کہتے ہیں ہرگز نہیں کیونکہ مسرت کے وقت دل میں سچی خوشی کے جذبات یوں پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اظہار کا خود بخود راستہ پیدا کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت کیا ہے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ النساء آیت 83

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمہ: ''اور (اے ایمان والو) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے چند ایک کے سوا سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔''

مذکورہ آیت مبارکہ کے الفاظ پر غور کیجیئے تو معلوم ہوگا کہ خالق کائنات نے اپنے فضل اور رحمت کا یہاں اکٹھا ذکر فرمایا ہے۔ ہمارے آئمہ و محققین تفسیر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں فضل و رحمت کے اکٹھے ذکر مبارک سے مراد سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ سب اہل ایمان سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث نہ فرماتا تو تم میں سے اکثر گمراہ ہو کر شیطان کے ماننے والے بن جاتے اور یوں دین و دنیا دونوں میں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے۔ یہ تو مالک بحر و بر کا پوری انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں بھیجا جنہوں نے اپنے لطف و کرم سے صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی دنیا کو صراط مستقیم پر گامزن فرما دیا۔ جاہلیت و گمراہی میں غرق انسانوں کو وہ سیدھا راستہ دکھایا کہ جس پر چلتے ہوئے وہی جاہل، گمراہ اور کفر و ضلالت کی دلدل میں غرق معاشرہ ترقی و کامرانی کی نہتا پر پہنچ گیا۔ اس سلسلے میں سورہ الجمعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الجمعہ آیت 2۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾

ترجمہ: ''وہی (خالق کائنات) ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

ہمارے آقا و مولا رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ذات اقدس ہیں جنہوں نے دنیا میں تشریف لا کر کفر و شرک بت پرستی اور فسق و فجور وغیرہ میں غرق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات سنائیں اپنے لطف و کرم اور نظر عنایت سے ان لوگوں کے باطن کو پاک و صاف کیا۔ حضور علیہ السلام نے قرآنی تعلیمات کا لوگوں کو درس دیتے ہوئے ان کے سینے حکمت کے نور سے یوں منور فرمائے کہ مدتوں سے زنگ آلود دل نور ایمان کا گہوارہ بن گئے۔ جیسے ہی یہ کریم آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ہر سو امن، پیار، حکمت، بھائی چارہ، معرفت الٰہی اور ہدایت کی بارشیں ہونے لگیں۔ اللہ کریم کی اس نعمت عظمیٰ نے مخلوق خدا کو زندگی کا سلیقہ سکھایا۔ خالق کائنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ کو پوری کائنات کے لئے فضل عظیم قرار دیا ہے۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں، فضل ہیں اور رحمت ہیں۔ دنیا میں جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں واحد نبی ہیں جن کے بارے میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ہے۔

سورۃ الانبیاء آیت 107

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: ’’اے محبوب علیہ السلام ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے‘‘۔

اس طرح یہ ثابت ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت آپ علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا اللہ کی طرف سے اہل ایمان پر خاص طور سے اور باقی تمام مخلوق کے لئے عمومی لحاظ سے رحمت عظمیٰ اور احسان عظیم ہے۔ اس رحیم و کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا، جشن اور خوشی کا عملی مظاہرہ کرنا ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ یوں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد نعمت پر اس نعمت لازوال کا دھوم دھام سے ذکر کرنا تحدیث نعمت ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ امت اسلامیہ صدیوں سے اللہ سبحان وتعالیٰ کی اس عظیم ترین نعمت پر اپنے جذبات تشکر کو بطور عید مناتے چلے آ رہے ہے۔ ہر سال یوم ولادت مبارکہ کے موقع پر دنیا کے تمام اسلامی ممالک ان کے ہر چھوٹے بڑے گاؤں شہر اور قصبوں میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کا نہایت ہی عزت واحترام سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم ممالک میں مقیم اہل ایمان عُشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک دن کو بڑی عقیدت سے مناتے ہیں۔ رات دن ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل منعقد کی جاتی ہیں جن میں خالق کائنات کی حمد اور اسکے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، شان اور مقام کے دلفریب تذکرے کئے جاتے ہیں۔ علما کرام اہل ایمان کو دین حنیف کے احکامات سے آگاہ کرتے ہیں۔ نعت خوان حضرات اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نعتوں کے گل دستے رنگا رنگ پیش کرتے ہیں۔ درود وسلام کی پرکیف صداؤں سے فضا معطر و منور ہو جاتی ہے۔ اہل ثروت طرح طرح کے پرتکلف کھانے پکا کر غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ صدقات وخیرات سے حاجت مند و مساکین اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔ الغرض ہر طرف خوشی و کامرانی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

سُنتِ الٰہیہ

انبیاء علیہم السلام کے یوم ولادت پر ان پر سلام بھیجنا خالق کائنات کی سُنت ہے۔ جو کام سنت الٰہیہ ہو اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا عقل انسانی سے باہر ہے۔ جو کام اللہ رب العزت خود کر رہا ہو اس کو کرنا مخلوق کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیا علیھم السلام کا وجود مبارک پوری انسانیت کے لئے نعمت اعلیٰ ہے۔ یہ وہ پاک اور برگزیدہ ہستیاں ہیں جن سے علم وعرفان اور رشد و ہدایت کے نہ ختم ہونے والے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ان چشموں کا پانی پوری کائنات کے لئے آب حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مبارک ہستیوں کا وجود اور دنیا میں تشریف آوری پوری کائنات پر احسان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہونے کے باوجود اپنی ان پاکیزہ شخصیات پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیتا ہے اور خود بھی

ان پر درود و سلام بھیجتا ہے۔ اسطرح انبیاء علیہم السلام کے یوم ولادت پر سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے۔ سورہ مریم کی آیت 15 کی تلاوت کیجیے جس میں خالق ارض وسماء حضرت یحیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ

ترجمہ: "(اللہ کی طرف سے) ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے۔" (سورہ مریم۔ آیت۔15)

سورہ مریم کی آیت 33 کی تلاوت کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر اُن کی اپنی زبانی یہ کلمات کہلواتا ہے۔ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ مریم آیت 33

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

ترجمہ: "اور (اللہ کی طرف سے) مجھ پر سلام ہو جس روز میری پیدائش ہوئی۔"

مذکورہ آیات کے الفاظ پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ انبیا علیہم السلام کی ولادت مبارکہ کا روز خالق کائنات کی درگاہ میں خاص رحمت اور برکت وسلامتی کے دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان مبارک ایام ولادت پر ان عظیم ترین ہستیوں پر درود و سلام کی کثرت کرنا نہ صرف سُنت انبیا علیہم السلام ہی ہے بلکہ یہ سنت الٰہیہ بھی ہے۔ جب یہ شرف دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ایام ولادت کو حاصل ہے تو پھر ہمارے آقا و مولا بے کسوں کے کس وجہ تخلیق کائنات رحمۃ اللعالمین نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کی کیا شان ہوگی۔ اس مبارک روز کے شرف، عظمت، سرفرازی، اور کمال کا کیا عالم ہوگا۔ قربان جائیں یوم ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کائنات کی ہر چیز قربان اس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کی ہستی پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر وقت خود اور اس کے تمام فرشتے درود پڑھتے ہیں اور تمام اہل ایمان کو تاکید کی جاری ہے کہ تم میرے حکم پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہی نہیں بلکہ سلام بھی بھیجتے رہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 56۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والوان پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔

یہاں ان علم و دانش کا دعویٰ رکھنے والے حضرات کے لئے لمحہ فکریہ اور نہایت غور کا مقام ہے جو میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل سجانے والوں پر اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ جب سال بھر کے عام دنوں میں حضور علیہ السلام پر درود بھیجنا سنت الٰہیہ ہے جملہ تمام ملائکہ بھی درود بھیجتے رہتے ہیں اور اہل اسلام کو درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا جارہا ہے تو پھر یوم ولادت مبارکہ کے مخصوص موقع پر اس حکم کی قدر و منزلت کس قدر بڑھ جاتی ہے اسکا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہر ایک پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ یوم

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے شکرانے کے طور پر گھر گھر محفل میلاد کا انعقاد کریں۔ صدقات وخیرات دل کھول کر حاجت مندوں کی نظر کریں اور جس قدر طاقت و ہمت ہے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی کثرت کریں کیونکہ ہمارا یہی عمل اصل میں ہمارے لئے توشۂ آخرت اور نجات کا ذریعہ ہے۔

خالق کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت کے وقت کائنات ارض وسماء میں جشن کا سماں پیدا فرمایا۔ تاکہ میلاد محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی اور جشن منانا سنت الٰہیہ بن جائے اور یوں پیدائش مبارکہ کی خوشی میں درود وسلام کے تحائف بھی محبوب علیہ السلام کی نظر فرمائے۔ اس طرح بتادیا کہ جو اہل ایمان دین ودنیا کی کامیابی چاہتا ہے میری اس سنت پر عمل کرے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ پر جس انداز سے جشن کا سماں پیدا فرمایا اس کی مکمل وضاحت تو ہم باب ولادت میں پیش کریں گے یہاں موضوع کی مناسبت سے مختصراً کچھ عرض کر رہے ہیں تاکہ اس اہم ترین دن کی عظمت سے واقف ہوسکیں۔

یہ بات ہر ایک اچھی طرح جانتا ہے کہ کسی انعام یا خوشی کے مل جانے پر انسان جب جشن منانا چاہے تو دیگر تیاریوں کے ساتھ چراغاں کا ضرور اہتمام کرتا ہے تاکہ جشن کی رونق میں مزید اضافہ ہوجائے۔ خالق کائنات نے اپنی مخلوق پر احسان عظیم فرماتے ہوئے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہستی کو دنیا میں مبعوث فرمایا جو کہ کائنات کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ اس عظیم نعمت کو جب دنیا میں بھیجا تو ولادت مبارکہ کے روز ستاروں کو نیچے اتار کر گویا دنیا میں اس جشن مبارک کی رونق میں اضافہ کے لئے چراغان کیا گیا تاکہ مخلوق کو معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بلند ترین ہستی تشریف لائی ہے۔

جشن ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے روشنی کا ایسا بندوبست فرمایا کہ مشرق و مغرب تک پوری دنیا بقعہ نور بنادی۔ اس نور کی کیفیت کا اندازہ کرنا ہو تو سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے وہ الفاظ یاد کیجیے جو انہوں نے ولادت مبارک کے وقت اطراف کی کیفیت دیکھ کر ارشاد فرمائے۔ تمام کتب سیر میں وہ الفاظ مبارک یوں درج ہیں فرمایا۔ ''ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میرے جسم سے ایسا نور خارج ہوا جسکی روشنی میں، میں نے شام کے محلات دیکھ لئے''۔ سبحان اللہ کیا ہی عجیب اور اعلیٰ ترین جشن مبارک کا اہتمام ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہیں اور اپنے پیارے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت سینکڑوں میل دور ملک شام کے محلات کا نور مصطفیٰ علیہ السلام کی روشنی میں مشاہدہ فرمارہی ہیں۔

خالق کائنات نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جشن میلاد مبارک کو جس

انداز سے آسمانوں پر منانے کا اہتمام فرمایا اسکی مثال نہ پہلے موجود تھی اور نہ ہی بعد میں ہوگی حکم الٰہی پر آسمان اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے گئے پورے عالم بالا کو خوشبوؤں سے معطر کر دیا گیا۔ لاتعداد فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کو جاؤ۔ جنت کے پرندوں کو ہمارے آقا ومولا کے استقبال کے لئے زمین پر معمور کیا گیا۔ اس طرح آسمانی مخلوق کو بتایا گیا کہ یہ اس محبوب علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کا جشن ہے جس کی خاطر میں نے پوری کائنات پیدا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں لاتعداد فرشتوں اور جنتی پرندوں کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے زمین پر بھیجا وہاں اس جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہتمام میں شرکت کے لئے ستر ہزار حوران بہشت کو بھی بھیجا۔ ان حوران میں سے بہت سی سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت کدہ پر مامور کی گئیں۔ یوں ان حوران نے جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت کرتے ہوئے اپنے درجات کو بلند کیا اور ہمیشہ اپنی قسمت پر نازاں رہنے والے مبارک اہتمام میں عملی حصہ لیا۔ ان حوران نے سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنتی مشروب پلایا جو حکم خداوندی سے اپنے ہمراہ لائی تھیں۔

کتب سیر کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جشن میلاد میں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو بھی شریک ہونے کی طاقت عنایت فرمائی۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت قریش مکہ کے سب جانوروں کو جشن میلاد میں اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے زبان عطا فرمائی گئی یوں انہوں نے اپنی اپنی زبانوں میں ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہوئے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ہر سو جشن کا اہتمام تھا اور یہ اہتمام کرنے والی ذات مقدسہ خالق کائنات کی تھی۔ اس جشن میں ملائکہ، حوران، جنتی پرندے اور قریش کے جانور ہی شامل نہ تھے بلکہ مالکِ ارض وسماء نے اس مقدسہ روز سورج کو جو کہ ہمیشہ کائنات کو اپنی روشنی سے منور کرتا رہتا ہے غیر معمولی نور عطا فرمایا۔ اس نور کی برکت سے زمین کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا اس طرح سورج نے بھی اس عظیم جشن مبارکہ کے بدولت مزید نور اور تابانی پائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن پہاڑوں، سمندروں، چٹانوں اور دریاؤں نے اپنے اپنے حال کے مطابق خوشیاں منائیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مخلوق بھی جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شریک ہوئی۔ پہاڑوں اور چٹانوں کی چوٹیاں اس مبارک وقت میں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں دریاؤں، سمندروں چشموں اور نالوں میں بہنے والا پانی خوشی سے بلند ہو کر بہنے لگا یعنی اس کی سطح بلند ہو گئی۔ سمندر اور دریا کی تمام مخلوق ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگی۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں خالق کائنات نے ولادت

Marfat.com

مبارکہ کے سال سارے جہان پر خصوصی انعام فرمایا یعنی تمام عورتوں کے ہاں اس مدت میں کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی بلکہ سب کے ہاں لڑکوں کی پیدائش ہی ہوئی۔ تاکہ اس سال عربوں کے ظالمانہ فعل کے مطابق کوئی بیٹی ناحق قتل نہ ہو۔ سرزمین عرب ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے سخت قحط سالی کا شکار تھی۔ خالق کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں باران رحمت کا ایسا نزول فرمایا کہ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوگیا خشک سالی کے مارے ہوئے پورے، درخت، گھاس اور دوسری نباتات سر سبز ہوکر زندگی کا ثبوت پیش کرنے لگے۔ گویا اس طرح انہوں نے جشن میلا دمبارک میں حصّہ لیا۔

اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی شب ولادت وہ مبارک ترین گھڑی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے خوشیاں اور جشن منانے کا اہتمام فرمایا۔ یہاں تک کہ آسمانوں پر زبرجد اور یاقوت کے خوبصورت اور دلفریب مینار بنائے جنکی روشنی ہر سو پھیل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب شب معراج کو آسمانوں پر تشریف لے گئے تو آپ علیہ السلام کو وہ روشن مینار دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ یہ مینار ولادت پاک کی رات خوشی کے اظہار کے لئے روشن کئے گئے تھے اور اب تک روشن ہیں۔ اسی طرح نہر کوثر کے کناروں پر ستر ہزار (70000) ایسے درخت اگائے گئے جنکی معطر مہک سے اطراف میں ایسی بھینی بھینی خوشبو پھیل رہی تھی جس سے مردہ دلوں میں زندگی کی لہریں پیدا ہو رہی تھیں۔ مختصراً اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عالم کون ومکاں میں اپنی شان قدرت کے لائق ایسا جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہتمام فرمایا جس کی نہ پہلے کوئی مثال تھی اور نہ ہی بعد میں ہوگی۔ یوں اللہ کریم نے اپنے محبوب علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں جشن بے مثال مناکر اس پر عمل کرنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی سنت بنادیا۔

سُنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہمارے آقا و مولا فخر رسل تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا میلا دمبارک خود منایا اور اس روز شکرانے کے طور پر روزہ رکھا کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ محقق وقت حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا میلاد خود منایا اس طرح میلا دمبارک پر خوشی منانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے۔ علامہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف الحاوی للفتاوی کی پہلی جلد میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی مدنی زندگی میں بکرے ذبح کرکے ان کا گوشت مساکین وغربا میں تقسیم فرمایا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ منورہ میں جو بکرے ذبح فرما کر انکا گوشت حاجت مندوں میں تقسیم فرمایا تھا وہ حضور علیہ السلام نے اپنا عقیقہ کیا تھا۔ یہ خیال رکھنے والے لوگوں کو حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ

علیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیقہ تو آپ علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے مکہ مکرمہ میں ہی کر دیا تھا اور شرعی مسئلہ بھی یہ ہے کہ عقیقہ دوبار نہیں کیا جاتا۔ یہاں ہم حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر شدہ عبارت کا اُردو ترجمہ رقم کر رہے ہیں۔

ترجمہ:۔ ”عقیقہ کیونکہ دوبارہ نہیں کیا جاتا اس لئے یہاں قربانی کو اس حقیقت پر محمول کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ قربانی شکرانے کے طور پر فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو رحمۃ للعالمین بنایا۔ اور مزید یہ کہ اپنی اُمت کے لئے اس امر کو مشروع بنانے کے لئے کیا جس طرح سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ذات مقدسہ پر خود بھی درود پڑھا کرتے تھے۔ اس حقیقت حال کے پیش نظر ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد مبارک پر اظہار مسرت و شکر کریں۔“

(از: الحاوی للفتاوی۔ جلد 1۔ صفحہ 196۔)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کی حدیث مبارکہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ میرے یوم میلاد پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر پیر کو شکرانے کے طور پر روزہ رکھا کرتے تھے۔ صحابی رسول حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السلام ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں؟“ فخر کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

”فیه ولدت و فیه انزل“

ترجمہ ”اس روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی الٰہی نازل ہوئی“

(از: صحیح مسلم بحوالہ الحاوی للفتاوی۔ جلد 1 صفحہ 194)

صحیح بخاری کتاب النکاح

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی منانے والے کو اللہ کریم نے اخروی اجر عطا فرمایا صحیح بخاری شریف کی حدیث اس سلسلہ میں تحریر کی جارہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب کو جب معلوم ہوا کہ میرے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر وقت ولادت قریب ہے تو اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حکم دیا کہ تم میرے بھائی کے گھر جاؤ اور میری بھاوج آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خدمت بجالاؤ کیونکہ میرے بھائی کے ہاں ولادت کا وقت قریب ہے۔ ثویبہ ابولہب کا حکم سُن کر سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر

چلی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوگئی تو ثویبہ فوراً دوڑتی ہوئی اپنے مالک ابولہب کے پاس آئی اور اُسے خوشخبری سنائی کہ تمہارے بھائی عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے آپکو مبارک ہو۔ ابولہب نے جب یہ خبر سُنی تو اس نے اپنے بھتیجے (سیدنا و امام المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ سے کہا جاؤ اس خوشخبری کو سنانے کے انعام میں تجھے آزاد کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کتاب النکاح میں اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ترجمہ حدیث: ''ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ بہت ہی بُرے حال میں ہے تو اس سے پوچھا کیسے ہو؟ ابولہب نے جواب یا میں سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں۔ اس عذاب سے کبھی بھی چھٹکارہ نہیں ملتا۔ ہاں مجھے (اس عمل کی جزا کے طور پر) کچھ سیراب کیا جاتا ہے جو میں نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی سُن کر)''

(صحیح بخاری کتاب النکاح۔ جلد۔2۔ صفحہ۔764)

بخاری شریف میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ:

قَالَ عُرْوَةُ وَ ثُوَيْبَةُ مَوْلَاة'' لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَ كُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ

ترجمہ: حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی جس کو ابولہب نے آزاد کر دیا پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب مر گیا تو کسی گھر والے نے خواب میں بُرے حال میں دیکھا اور پوچھا تم سے کیا معاملہ کیا گیا جواب دیا جب سے تم سے جدا ہوا ہوں سخت عذاب میں مبتلا ہوں ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے جس سے میری پیاس بجھ جاتی ہے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کو عظیم محدث شارح بخاری حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فتح الباری شرح البخاری میں یوں بیان فرمایا ہے۔

''ان العباس قال لما مات ابو لهب رايته فى منا مى بعد حول فى شر حال فقال مالقيت بعد كم راحته الا ان العذاب بخفف عنى كلّ يوم اثنين.''

ترجمہ:۔ ''سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ابولہب مر گیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت ہی بُرے حال میں دیکھا اور اس کو یہ کہتے سنا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں مگر ہر پیر کو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔''

(از: فتح الباری شرح بخاری۔ جلد۔9۔ صفحہ۔145)

Marfat.com

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ابولہب کو خواب میں نہایت کرب اور سخت عذاب میں مبتلا دیکھا تھا پھر ابولہب کے بقول پیر کے روز اس عذاب میں کمی کر دی جاتی تھی اس کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"انّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ولد یوم الا ثنین و کانت ثویبة بشرت ابا لھب بمولدہ فاعقتھا."

ترجمہ:۔ "ابولہب کے عذاب میں کمی کی وجہ یہ تھی کہ پیر کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی تھی اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اسنے ثویبہ کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔"

(از: فتح الباری شرح البخاری۔ جلد۔9۔ صفحہ۔145)

صحیح بخاری کتاب النکاح کی مذکورہ حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے ہمارے آئمہ کرام نے اپنے اپنے ایمان افروز خیالات کا اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے وہ سب حوالے یہاں تحریر کرنا موضوع کی طوالت کا باعث ہوگا مگر قارئین کے ایمانی ذوق میں اضافے کے لئے چند محققین کے ارشادات یہاں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کی زندگی اور علمی قدر و منزلت و مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں اپنی مشہور و مقبول تصنیف مدارج النبوۃ میں صحیح بخاری کتاب النکاح کی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی منانے اور اپنا مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل اور سند ہے۔ جب ابولہب جسکی مذمت میں قرآن مجید کی سورہ نازل ہوئی اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے پر سخت عذاب میں تخفیف حاصل ہو جاتی ہے تو اس مسلمان کا کیا مقام ہوگا جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت موجزن ہے اور وہ ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ عوام کی ایجاد کردہ بدعات یعنی ناچ گانا اور محرمات و منکرات سے مکمل پرہیز کیا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے انسان میلاد مبارک کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔"

(از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔19)

عالم اجل فقیہہ وقت امام القراء حضرت امام حافظ شمس الدین ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ مصنف "عرف التعریف بالمولود الشریف" میں صحیح بخاری کتاب النکاح میں بیان کی ہوئی حدیث مبارکہ کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

"جب دشمن خدا ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید میں سورہ نازل ہوئی ہے سرکار دو عالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کرنے پر سخت عذاب میں بروز میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمی پاتا ہے تو پھر اس مومن، موحد اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رکھنے والے مسلمان کا کیا بلند مقام ہوگا جو اس مبارک دن اپنی طاقت کے مطابق خوشی کے طور پر خرچ کرتا ہے؟ اللہ کی قسم میرے نزدیک ایسے مسلمان کو اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت النعیم میں داخل فرمائے گا۔''

اسی طرح امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی تصنیف مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابولہب کا ذکر کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے۔

''ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ ابولہب بولا مجھے آگ میں ڈالا گیا ہے مگر پیر کے روز میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ پھر اُس نے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میری ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلتا ہے۔ جسے میں پیتا ہوں یہ ہر پیر کے دن ہوتا ہے۔ میرے عذاب میں یہ تخفیف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ میں نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خبر اپنی لونڈی ثویبہ سے سُن کر اسے اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا''۔ یہ تحریر کرنے کے بعد حضرت امام عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یوں تبصرہ کرتا ہے۔

''جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کی مذمت میں قرآن مجید میں سورہ نازل ہوئی کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد کی رات خوشی منانے پر یہ جزا یعنی عذاب میں کمی حاصل ہوئی تو اس موحد مسلمان اُمتی کے اجر و ثواب اور جزا کا کیا حال ہوگا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی مناتا ہے''۔

آپ نے صحیح بخاری کتاب النکاح کی حدیث شریف پڑھی جس میں ابولہب کو سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی منانے کے اجر میں سخت عذاب سے ہر پیر کے روز تخفیف ملتی ہے۔ پھر اس حدیث مبارکہ کے بارے میں آئمہ کرام کے اقوال بھی پڑھے ہیں۔ اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صاحب لولاک کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے اور تنگ کرنے والے دشمن کو قرآن مجید میں سخت مذمت فرماتے ہوئے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن قرار دینے کی وعید سنا چکا مگر اس کے ایک فعل یعنی محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت کے موقع پر خوشی سے لونڈی کو آزاد کرنے کے اجر میں اسکی سخت ترین سزا میں ہر پیر کے روز تخفیف فرما دیتا ہے تو پھر ان اہل حق عشاق کو کیا اجر عطا فرمائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں گھر گھر چراغاں کرتے ہیں، قریہ قریہ، شہر بہ شہر محافل میلاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد

کرتے ہیں۔حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا بیان کرتے ہیں۔خدمت اقدس میں نعتوں کے گل دستے پیش کرتے ہیں۔نہایت ہی عزت وتکریم سے جلوس نکالتے ہیں۔غریبوں، یتیموں، ناداروں، حاجت مندوں کی صدقہ خیرات سے مدد کرتے ہیں۔مساجد میں شاندار طریقوں سے چراغاں کرتے انہیں عمدہ طریقے سے دلہن کی طرح سجاتے ہیں۔علماء حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ کے ہر ہر پہلو پر تقاریر کرتے ہوئے مسلمانوں کے ایمان میں مزید شگفتگی اور اضافہ کرتے ہیں۔محافل کے اختتام پر سنت الٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

اُن بعض مدعیان علم ودانش حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں محافل میلاد جلسے جلوس اور صدقہ خیرات کرنے والوں کے اس احسن عمل پر بدعت، ناجائز اور گمراہ ہونے کے فتویٰ لگا کر اپنے ایمان کو برباد کرنے کی بجائے توبہ کرتے ہوئے اس نیک اور احسن کام میں عملی حصہ لیتے ہوئے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پوری کریں نیز علماء ائمہ محدثین اور بزرگان دین کے اس اظہار تشکر کی پیروی کرتے ہوئے اپنی دین ودنیا کی زندگیوں کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کریں۔کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے جس پر اسلاف صدیوں سے عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدُ الْبَشَر　　مِن وَّجْهِکَ الْمُنِیرِ لَقَدْ نَوَّرُ الْقَمَر

لَا یُمْکِنَ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ　　بَعْد اَز خُدَا بزُرگ تُوئی قِصَّه مُخْتَصَر

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد پر آئمہ ومحدثین کے اقوال وعمل

سرکار دوعالم نور مجسم فخر کونین تاجدار عرب وعجم مقصود کائنات ہادی برحق خاتم النبیین محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت پر خوشیاں منانا جشن کا اہتمام کرنا ہم قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔یہاں اس اہم ترین مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے جلیل القدر آئمہ دین ومحدثین کی آراء اور اقوال نقل کر رہے ہیں تاکہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کے جواز کی مکمل وضاحت ہو سکے اور یوں اس مسئلے کا کوئی پہلو تشنہ تفصیل نہ رہ جائے۔

حضرت علامہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت علامہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہہ اور محدث تھے آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے ہی

کیا جا سکتا ہے کہ آپ شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الحدیث ہیں۔ آپ اپنی مشہور تصنیف السیرۃ النبی میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔ فرماتے ہیں۔

''ہمارے زمانے میں جو نیا شاندار کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے دن صدقہ و خیرات بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کرتے ہیں۔ اس مبارک دن کی خوشی میں اپنے گھروں اور بازاروں کو بڑے خوبصورت انداز میں سجاتے ہیں۔ ایسا کرنے میں بڑے فوائد ہیں۔ فقراء مساکین اور حاجت مندوں کے ساتھ احسان اور مروت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ جو شخص یہ نیک کام سرانجام دیتا ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و محبت کا چراغ روشن ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرما کر آپ علیہ السلام کو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا۔ اور یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے جس کے اظہار اور محبت و عقیدت کے لئے اسکے بندے اس مبارک دن میں خوشیاں منا کر اللہ کریم کے اس احسان کا شکر ادا کرتے ہیں''۔

از: سیرۃ النبی۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 80۔

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ اپنی تصنیف ''حسن المقصد فی عمل المولد'' میں حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یوں نقل کرتے ہیں۔

''شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے انعقاد کے عمل کا حوالے کی روشنی میں پوچھا گیا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے یوں جواب ارشاد فرمایا: مجھے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل کے بارے میں معلوم ہوا جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے یہود کو عاشوریٰ کے دن روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یہودیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ یوم عاشوریٰ پر روزہ کیوں رکھتے ہو۔ یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال پر عرض کی ہم ایسا اس لئے کرتے ہیں

کہ عاشورٰی کے روز اللہ تعالٰی نے فرعون کو غرق کیا اور سیدنا حضرت موسٰی علیہ السلام کو اس ظالم انسان سے نجات دی۔ ہم لوگ اس دن اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شکر بجالانے کے لئے روزہ رکھتے ہیں''۔

اس طرح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقررہ دن میں اللہ تعالٰی کی طرف سے کسی احسان وانعام کا عطا ہونا یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر اللہ تعالٰی کا شکر بجالانا چاہیے۔ یوں ہر سال اس مخصوص دن کی یاد تازہ کرنا بھی نہایت احسن عمل ہے۔ اللہ تعالٰی کا شکر نماز وسجدہ، صدقہ وخیرات، روزہ، تلاوت کلام پاک اور دیگر عبادات کے ذریعے ادا کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کی نعمتوں میں سے اور کون سی بڑی نعمت ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یوم ولادت کے موقع پر ضرور سجدہ شکر بجالانا چاہیئے۔

آپ نے دیکھا کہ یہودی فرعون سے نجات مل جانے کی خوشی میں شکرانے کے طور پر ہر سال عاشورٰی کا روزہ رکھتے تھے تو ہم اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم میلاد پر کیوں نہ جشن کا اہتمام کریں جنؑ کے صدقے انسانیت کو راہِ مستقیم کا پتہ چلا۔ جن کے طفیل صدیوں سے گمراہی۔ بت پرستی اور شرک کی قبیح عادتوں میں غرق انسانیت کو حقیقی زندگی کی دولت نصیب ہوئی اور یوں انسان کا سویا ہوا مقدر اس طرح جاگا کہ وہی پست قوم دنیا کی صف اوّل کی قوم بن گئی۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت پر خوشی منانے اور صدقہ خیرات کرنے کے بارے میں اپنی تحقیق یوں بیان فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ خود کیا۔ میرے نزدیک اس حدیث کی ایک اور اصل بھی ہے جسے امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بعثت کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے خود ایک عقیقہ فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ روایت بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد حضرت عبدالمطلب نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ کیا۔ جب کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا ان دونوں میں اس طرح تطبیق (مطابقت) ہوگی کہ وہ عمل جسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کیا (یعنی عقیقہ) وہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارکہ پر اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمانے پر شکرانے کے طور پر تھا اور امت مسلمہ کے لئے باعث شرف۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی ذات مبارکہ پر درود وسلام

بھیجا کرتے تھے''۔

''پس ہمارے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہم اظہار تشکر کے طور پر اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر مسلمانوں کا اجتماع عام منعقد کیا کریں۔ حاجت مندوں اور دوسرے اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلائیں اس طرح کی دوسری تقریبات منایا کریں۔ یوں اپنے آقا و مولا فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشیوں کا عام مظاہرہ کیا کریں''۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایمان افروز تحقیق اور حقائق سے پتہ چلا کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت مبارک کو اپنی طاقت کے مطابق شرعی حدود کی پاس داری کرتے ہوئے خوشیوں کے ساتھ عظیم الشان جشن کی صورت میں منانا، محافل میلاد منعقد کرنا اہل اسلام پر واجب ہے۔

از: حسن المقصد ۔صفحہ 64-65۔

حضرت علامہ شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حسن المقصد فی عمل المولد میں حضرت علامہ شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' کی عبارت نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے سرکار مدینہ سرور سینہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت پر خوشی منانے والوں کے اُخروی اجر کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام القراء حضرت حافظ شمس الدین الجزری کی کتاب ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' میں یہ عبارت دیکھی کہ۔ ''ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا اب تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا آگ میں جل رہا ہوں لیکن پیر کے روز میرے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے۔ پھر اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہر پیر کو میری ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ نکلتا ہے۔ میں اس پانی کو پی لیتا ہوں۔ میرے عذاب میں یہ کمی اس لئے ہوتی ہے کہ میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وقت آزاد کردیا تھا جب اُس نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی۔ ثویبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دودھ بھی پلایا تھا۔ جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں اس کی مذمت پر آیت نازل ہوئی مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی منانے کے سبب اللہ تعالیٰ اس کے شدید عذاب میں کمی فرمادیتا ہے تو پھر اس موحد یعنی توحید پرست امتی کا کیا حال ہوگا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی طاقت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے خرچ کرتا ہے''۔

''مجھے اپنی عمر کی قسم بے شک اللہ تعالیٰ اس احسن عمل کی ضرور جزاء عطا فرمائے گا اور اپنے فضل و کرم سے اس

مسلمان کو جنت النعیم میں داخل فرمائے گا۔ انشاءاللہ''۔

از: حسن المقصد فی عمل المولد۔ صفحہ۔ 65۔66۔

حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے۔

حضرت علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ وہ محدث ہیں جنہیں حافظ الحدیث کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسی احادیث مبارکہ جن میں کچھ ضعف پایا جاتا ان پر سخت تنقید کرنے والے تھے۔ وہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت پر خوشی منانے والوں کو حاصل ہونیوالی برکات کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص برکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جو اس مبارک یوم میں محفل میلاد منعقد کرتا ہے اس محفل پاک کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھتا ہے۔ یوں اپنے مقصد اور مطلوب کو جلد حاصل کرنے کے لئے یہ ایک بشارت ہے۔''

پھر فرماتے ہیں کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باقاعدہ آغاز واہتمام اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابو سعید نے کیا۔ اس زمانے کے مشہور محدث عالم بے مثل حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' رکھا۔ حضرت نے اپنی اس تصنیف کو الملک المظفر ابوسعید کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ اس عظیم کتاب کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور حضرت ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کو انعام کے طور پر ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں۔ بادشاہ الملک المظفر ہر سال ربیع الاوّل شریف کے مہینہ میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کرتا۔ وہ نہایت زیرک، دانا، بہادر اور مرد میدان تھا۔ اس کا عدل اور دانائی بہت مشہور تھی۔ اس عادل حاکم کا دور حکومت کافی طویل تھا۔ الملک المظفر ابوسعید نے 630ھ (1232ء) میں اُس وقت اس فانی دنیا سے کوچ کیا جب وہ عکہ کے شہر میں جہاں عیسائیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ وہ بادشاہ ظاہر و باطن کے اعتبار سے ایک تھا۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مرد مومن کی سیرت کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اپنی مشہور تصنیف ''مراۃ الزمان'' میں اس ضیافت کا ذکر کرتے ہیں جو ہر سال میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ملک المظفر ابوسعید منعقد کیا کرتا تھا۔ اس پاک محفل میں جید علماء محدث، فقیہہ، صوفیاء اور بڑے بڑے اکابرین وسرکاری عہدے دار شرکت کیا کرتے تھے۔ اس محفل کا حال ایسے آدمی کی زبانی بیان کرتے ہیں جو خود اس متبرک محفل میں شریک تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ''ملک المظفر ابوسعید نے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں محفل میلاد منعقد کی۔ محفل کے اختتام پر مہمانوں کی خدمت کے لئے جو کھانا پیش کیا گیا میں نے اس میں پانچ ہزار بھیڑ بکریوں کے سر، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ فرنی کے سکورے اور تیس ہزار

حلوے کے طشت خود دیکھے جو علماء صوفیا اور دعوت میں شریک دیگر مہمانوں کو پیش کئے گئے۔ دعوت میں جتنے لوگ شریک ہوتے ملک المظفر ابوسعید خود ان کو خلعتیں پہناتا۔ یوں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تقریب میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا''۔ واللہ اعلم۔

از: ''التنویر فی مولد البشیر النذیر و مراءۃ الزمان والمولد العرس''۔

محافل میلاد

امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ مِنْ اَحسَنِ مَا ابْتُدِعَ فِی زَمَانِنَا مَا یُفعَلُ کُلَّ عَامٍ فِی الْیَوْمِ الْمُوَافِقِ لِیَوْمِ مَوْلِدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّدَقَاتِ وَالْمَعْرُوْفِ وَ اِظْھَارِ الزِّیْنَۃِ وَالسُّرُوْرِ فَاِنَّ ذَالِکَ مَعَ مَافِیْہِ مِنَ الْاِحْسَانِ لِلفُقَرَاءِ مُشْعِر'' بِمَحَبَّہِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ تَعظِیمِہٖ فِیْ قَلْبِ فَاعِلِ ذَالِکَ وَ شُکْرِ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلیٰ مَا مَنَّ بِہٖ مِنْ اِیْجَادِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اِرْسَلَہٗ رَحْمَۃً الِّلْعَالَمِیْنَ.

''ہمارے زمانے کا بہترین نیا کام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یوم میلاد کا سالانہ جشن ہے جس میں لوگ صدقات وخیرات کرتے ہیں، زیبائش وآرائش اور مسرت وانبساط کا اظہار کیا جاتا ہے، مزید برآں فقراء و مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا جاتا ہے، نیز اس جشن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ لگاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غایت تعظیم کا علم ہوتا ہے یہ اظہار مسرت دراصل اس جذبہ تشکر کا آئینہ دار ہے جو ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم احسان اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجے جانے کی بے بہا نعمت پر لازم تھا''۔

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ حَدثَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلاثَۃِ ثُمَّ لاَزَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ مِنْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَالْمُدُنِ الْکِبَارِ یَعْمَلُوْنَ الْمَوْلِدَ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ فِی لَیَالِیْہِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَ یَعْتَنُوْنَ بِقِرَأَۃِ مَوْلِدِہٖ الْکَرِیْمِ وَ یَظْھَرُ عَلَیْھِمْ مِنْ بَرَکَاتِہٖ کُلَّ فَضْلٍ عَمِیْمٍ

''محفل میلاد کا رواج قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا، اس کے بعد اہل اسلام ہمیشہ تمام ممالک اور بڑے شہروں میں محافل میلاد کا انعقاد کرتے رہے ہیں وہ ربیع الاول شریف کے ایام میں طرح طرح کے صدقات وخیرات کرتے اور میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجالس میں واقعات ولادت بیان کرتے ہیں جن کی برکات سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عام فضل وکرم کرتا ہے۔

امام قسطلانی کا ارشاد ہے۔

وَلَا زَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ یَحْتَفِلُوْنَ بِشَھْرِ مَوْلِدِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَ یَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ فِی لَیَالِیْہٖ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَ یُظْھِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَ یَزِیْدُوْنَ فِی الْمَبَرَّاتِ وَ یَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَۃِ مَوْلِدِہِ الْکَرِیْمِ وَ یَظْھَرُ عَلَیْھِمْ مِنْ بَرَکَاتِہٖ کُلَّ فَضْلٍ عَمِیْمٍ وَ مِمَّا جُرِّبَ مِنْ خَوَاصِہٖ اَنَّہٗ اَمَانٌ" فِیْ ذٰلِکَ الْعَامِ وَبُشْرٰی عَاجِلَۃٌ" بِنَیْلِ الْبُغْیَۃِ وَالْمَرَامِ فَرَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَأً اِتَّخَذَ لَیَالِیَ شَھْرِ مَوْلِدِہِ الْمُبَارَکِ اَعْیَادًا

''اہل اسلام ہمیشہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کا انعقاد کرتے آئے ہیں، ولیمے اور کھانے تیار کرتے ہیں، ربیع الاول شریف کی راتوں میں گونان گوں قسم کے صدقات وخیرات کرتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں ان ایام میں ان کے نیک اعمال میں اضافہ ہو جاتا ہے، وہ میلاد شریف پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس نیک عمل کی برکات سے ان پر فضل عمیم کرتا ہے میلاد شریف کے عمل کی مجرب خصوصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے سارا سال امن وامان رہتا ہے۔ یہ بابرکت کام دلی مقاصد کی جلد تکمیل کی نوید ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے ماہ میلاد کی راتوں کو عید اور جشن مسرت بنایا''۔

شمس الدین ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تاریخ ابن خلکان کا حوالہ دیا جائے جس میں شمس الدین ابن خلکان نے شاہ معظم ابو سعید مظفر الدین صاحب اربل کے حالات زندگی میں اس کے جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے، ابن خلکان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاہ اربل کے حسن سیرت اور فیاضی کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''ابو سعید مظفر الدین شاہ اربل کے جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سے زبان قاصر ہے ہم اس جشن کے بس ایک ہی گوشے پر نظر ڈالتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

''اربل کے عوام نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ملک مظفر کے حسن اعتقاد کا سن رکھا تھا یہی وجہ ہے کہ قریب کے بلاد وامصار مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ، سنجار نصیبین، بلاد عجم اور آس پاس کے علاقوں سے فقہاء، صوفیاء، واعظین، قراء اور شعراء ہمیشہ ماہ محرم سے ربیع الاول کے اوائل تک دارالسلطنت میں پہنچتے رہتے۔ مظفر الدین ان کے خیر مقدم کے لیے لکڑی کے خیمے نصب کراتا، ان گنبد نما خیموں کی چار یا پانچ منزلیں ہوتی، ان خیموں کی تعداد بیس یا اس سے زائد ہوتی، ایک خیمہ بادشاہ کے لیے اور باقی امراء اور اعیان سلطنت کے لیے ہوتے تھے۔ ماہ صفر المظفر شروع ہوتا تو ان خیموں کی زیب وزینت اور رنگ برنگی آرائش کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر گلوکاروں اور اداکاروں کے دستے ہر ہر خیمے میں بٹھا دیئے جاتے اور کوئی منزل ان سے خالی نہ رہتی، اس عرصے میں کاروبار زندگی

رک جاتا، اور لوگوں کا سوائے اس جشن اور تقریب میں حاضری کے اور کوئی کام نہ ہوتا، جشن کے لیے خیمے اس انداز سے نصب کیے جاتے کہ قلعہ کے دروازے سے شروع ہو کر میدان سے متصل خانقاہ کے دروازے تک پھیلے ہوتے، بادشاہ مظفر الدین روزانہ نماز عصر کے بعد قلعے سے اترتا اور ہر ہر خیمے کا دورہ کرتا، اور ان کے غناء اور کھیل تماشے سے لطف اندوز ہوتا اور رات خانقاہ میں بسر کرتا اور محفل سماع میں شریک ہوتا، نماز صبح کے بعد سوار ہو کر شکار کے لیے نکلتا اور نماز ظہر سے قبل قلعہ میں واپس آجاتا، شب میلاد تک روزانہ اس کے یہی معمولات ہوتے تھے، یہ جشن کبھی ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کو اور کبھی بارہ تاریخ کو منعقد کیا جاتا کیونکہ روز میلاد کے بارے میں آئمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

روز میلاد سے دو دن قبل ان گنت تعداد میں اونٹ، گائیں اور بکریاں ڈھولوں اور نغمات کی آواز میں میدان کی طرف لے جائے جاتے وہاں پہنچ کر انہیں ذبح کرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا، ہانڈیاں چولہوں پر چڑھا دی جاتیں اور طرح طرح کے کھانے پکائے جاتے۔ پھر جب ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات آتی تو قلعے میں نماز مغرب کے بعد محفل سماع کا آغاز ہوتا بعد ازاں بادشاہ مشعل بردار جلوس کے جلو میں قلعے سے اترتا، اس جلوس میں دو یا چار شمعیں خچر پر رکھی ہوتیں جنہیں پیچھے سے ایک آدمی نے تھام رکھا ہوتا۔ یہاں تک کہ یہ مشعل بردار جلوس خانقاہ تک پہنچ جاتا۔ پس جب صبح ولادت جلوہ گر ہوتی تو قلعہ سے خلعتیں میدان میں اس طرح لے جائی جاتیں کہ صوفیا میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر ایک خلعت ہوتی اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے جلوس کی صورت میں میدان میں پہنچتے اس قسم کی اتنی اشیاء لائی جاتیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ پھر بادشاہ خانقاہ میں آتا اور اعیان و رؤسائے سلطنت اور بڑی تعداد میں لوگ خانقاہ میں جمع ہوتے جہاں واعظین کے لیے کرسی نصب کی جاتی اور بادشاہ مظفر الدین کے لیے لکڑی کا ایک اونچا مینار بنایا جاتا جس میں لوگوں کے دیدار کے لیے کھڑکیاں اور جھروکے بنائے جاتے۔ اس مینار کی کچھ کھڑکیاں میدان کی طرف کھلتی تھیں جو بہت بڑا وسیع میدان تھا اس میدان میں فوج بھی سلامی کے لیے جمع ہوتی۔ بادشاہ کبھی سلامی کے لیے فوج کی طرف رخ کرتا اور کبھی لوگوں اور واعظوں کی طرف دیکھتا یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا یہاں تک کہ فوج فوجی مظاہرہ (مارچ پاسٹ) سے فارغ ہوتی۔ اس موقع پر اہل حاجت کے لیے میدان میں وسیع دسترخوان بچھایا جاتا یہ دسترخوان عام ہوتا جس میں طعام و روٹی کا اتنا وسیع انتظام ہوتا کہ اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔

دوسرا دسترخوان خانقاہ میں کرسی کے اردگرد جمع ہونے والوں کے لیے بچھایا جاتا۔ سلامی اور وعظ کے دوران اعیان و رؤساء اور وفدوں کے ایک ایک فرد کو جن میں فقہاء، واعظین، قراء اور شعراء شامل ہوتے بلایا جاتا اور ہر ایک خلعت شاہانہ سے نوازا جاتا پھر وہ وصول کر کے اپنے مقام پر چلا جاتا جب یہ سلسلہ مکمل ہو جاتا تو سب دسترخوان پر جمع ہو جاتے اور اپنا متعین حصہ اپنے اپنے گھروں کو لے جاتے، نماز عصر یا بعد تک یہ معاملہ جاری رہتا، بادشاہ یہ رات وہیں گزارتا اور صبح تک محفل سماع میں شریک ہوتا۔ اس کے سالانہ جشن میلاد کا یہی انداز تھا۔ میں نے اس منظر کی

تلخیص کی ہے کیونکہ اس کا استقصاء طوالت کا طالب ہے۔اس جشن سے فارغ ہو کر ہر آدمی اپنے شہر اور علاقے کو لوٹ جاتا ہر شخص کو اس کا حصہ عطا کرتا''۔

(ابن خلکان)۔

شہاب الدین احمد مقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ شہاب الدین احمد مقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''نفح الطیب'' میں بیان کرتے ہیں۔''سلطان ابوحمو موسیٰ شاہ تلمسان آٹھویں صدی ہجری میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان جشن منایا کرتا تھا جس طرح شاہان مغرب اور خلفائے اندلس اس کے زمانے میں یا اس سے پہلے منایا کرتے تھے''۔

علامہ مقری نے ''کتاب راح الارواح'' اور ''کتاب نظم الدرر والعقیان'' ہر دو تصانیف میں حافظ ابو عبد اللہ التبونسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ابوحمو شب میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل تلمسان کے مشورے سے بہت بڑی تقریب اور دعوت کا اہتمام کرتا تھا جس میں ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی، اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالین بچھے ہوئے گاؤ تکیے لگے ہوئے اور ستون نما بڑے بڑے شمعدان روزن کئے ہوئے اور وسیع دستر خوان ہوئے ہوتے۔ بڑے بڑے گول اور خوش نما نصب شدہ بخور دانوں میں بخور جلایا جاتا تھا جو دیکھنے والوں کو پگھلایا ہوا سونا معلوم ہوتا تھا، پھر تمام حاضرین کو انواع واقسام کے کھانے پیش کیے جاتے تھے۔معلوم ہوتا تھا کہ گویا موسم بہار میں رنگین پھول کھلے ہیں جنہیں دیکھ کر کھانے کی شدید طلب اور خواہش پیدا ہو اور آنکھوں کو لذت نصیب ہو۔اس محفل میں اعلیٰ قسم کی خوشبو بسائی جاتی جو مشام جان کو معطر کرتی اور نشہ سا طاری کر دیتی۔تمام لوگوں کو حسب مراتب بٹھایا جاتا تھا اور یہ ترتیب محفل میلاد کی مناسبت سے دی جاتی تھی۔تمام چہروں پر وقار اور احترام کی روشنی ہوتی۔اس کے بعد بارگاہ رسالت میں بطور عقیدت نعتیہ قصائد پڑھے جاتے تھے اور ایسے مواعظ ونصائح پیش کیے جاتے تھے جن سے گناہوں کی بیخ کنی کا داعیہ پیدا ہوتا تھا۔خطباء اسلوب بیان کے مدوجزر اور خطاب کے تنوعات سے سامعین کے دلوں کو گرماتے اور طبیعت کو مسرت آشنا کرتے۔بادشاہ کھلے عام اس محفل میں شروع سے آخر تک موجود رہتا یہاں تک کہ وہیں صبح کی نماز ادا کرتا۔اس کے سارے عرصہ حکومت میں شب ولادت مصطفیٰ اسی اسلوب پر بسر ہوتی۔اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں اس کا مقام بلند کرے اور اس کے اس فعل جمیل کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے''۔

''شاہ تلمسان کے ایام سلطنت میں ہر شب میلاد مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قصیدے پڑھے جاتے اور اس عظیم الشان محفل کا آغاز انہی قصائد سے کیا جاتا'' (نفح الطیب باختصار)۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک رسالہ ''حسن المقصد فی عمل المولد'' ہے۔ امام سیوطی اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف کے انعقاد کے بارے میں سوال ہوا۔

مَا حُكْمُهُ مِنْ حَيْثُ الشَّرْعِ وَ هَلْ هُوَا مَحْمُود" اَوْ مَذْمُوم" وَ هَلْ يُثَابُ فَاعِلُهُ اَوْلاَ

شرع شریف میں محفل میلاد کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ محمود ہے کہ مذموم؟ اور کیا اس کے فاعل کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:

وَالْجَوَابُ عِنْدِیْ اِنَّ اَصْلَ عَمَلِ الْمَوْلِدِ الَّذِیْ هُوَا اِجْتِمَاعُ النَّاسِ وَ قِرَاءَة" مَّا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وَ رِوَايَهِ الْاَخْبَارِ الْوَارِدَةِ فِی مَبْدَا اَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَا وَقَعَ فِی مَوَالِدِهِ مِنَ الاٰيَاتِ ثُمَّ يَمُدُّ لَهُمْ سَمَاط" فِيَا كُلُوْنَهُ وِ يَنْصَرِفُوْنَهُ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الْبِدَعِ الْحَسْنَةِ الَّتِی يُثَابُ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ قَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اِظْهَارُ الْفَرْحِ وَالْاِسْتِبْشَارِ وَ بِمَوْلِدِهِ الشَّرِيْفِ

میرے نزدیک میلاد شریف کے انعقاد کی صورت یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے حیران کن واقعات اور معجزات کی روایات بیان کرتے ہیں، پھران کے لیے دسترخوان بچھایا جاتا ہے تو وہ کھانا کھا کر واپس چلے جاتے ہیں اور کچھ اچھے نئے کاموں کے علاوہ اس میں کوئی اضافہ نہیں کرتے جن کے کرنے پر فاعل کو ثواب ملتا ہے، کیونکہ اس عمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہے۔

سب سے پہلے سرکاری سطح پر اس عظیم جشن کا انعقاد ملک مظفر الدین ابوسعید شاہ اربل نے کیا وہ عظیم الشان سخی بادشاہوں کے گھرانے کا ایک فرد تھا جو کہ اعلیٰ کارناموں کا مالک تھا۔ مظفری یونیورسٹی اسی عظیم سلطان نے قاسیون کے دامن میں قائم تھی، ابن کثیر اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں کہ "ابوسعید مظفر الدین سلطان اربل ربیع الاول میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرتا تھا اور اس کے لیے وہ بہت بڑی دعوت کا اہتمام کرتا تھا۔ وہ ایک تیز فہم، زیرک، بہادر، مرد میدان، دانشور اور عادل حکمران تھا"۔ (رحمۃ اللہ علیہ)۔

شیخ ابوالخطاب بن دحیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے لیے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ایک جلد کتاب "التنویر فی المولد البشیر النذیر" تصنیف کی جس پر بادشاہ نے انہیں ایک ہزار دینار انعام عطا فرمایا، اس نے عرصہ دراز تک حکمرانی کی یہاں تک کہ اس نے 630ھ میں وفات پائی اس وقت اس نے عیسائیوں کے مقبوضہ شیر عکہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، وہ ایک پسندیدہ ظاہر و باطن کا مالک تھا۔

سبط ابن الجوزی اپنی کتاب "مراۃ الزمان" میں ملک المظفر کی ایک محفل میلاد میں دعوت وضیافت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میں نے اس ضیافت میں بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر، دس ہزار مرغیاں، فرنی کے ایک لاکھ پیالے اور حلوے کے تیس ہزار طشت شمار کیے وہ اپنی مجلس کے حاضر باش بزرگ علماء وصوفیاء کو خلعتیں عنایت کرتا اور انہیں انعامات واکرامات سے نوازتا تھا وہ صوفیائے کرام کی محفل سماع میں ظہر سے فجر تک شامل ہوتا اور ان کے

ساتھ وجد میں رقص کرتا تھا اور ہر سال محفل میلاد کے اس جشن پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اس نے ہر جہت سے آنے والے ہر مقام و مرتبہ کے مندوبین کے لیے ایک ضیافت گاہ تیار کر رکھی تھی جس پر سالانہ ایک لاکھ دینار صرف ہوتے"۔

شاہ اربل ہر سال صلیبیوں سے قیدیوں کے بدلے دو لاکھ دینار وصول کرتا اور حرمین شریفین پر حجاز کے وسیع علاقے میں کنوئیں پر سالانہ تیس ہزار دینار صرف کرتا۔ یہ تمام اخراجات اس کے صدقات کے علاوہ تھے۔ اس کی زوجہ ربیعہ خاتون بنت ایوب جو کہ ملک الناصر صلاح الدین کی بہن تھی۔ بیان کرتی ہیں کہ بادشاہ کی قمیض کرداس کے موٹے کپڑے کی تھی جو کہ پانچ درہموں سے بھی کم قیمت کا تھا، میں نے اس بارے میں ان سے خفگی کا اظہار بھی کیا مگر وہ کہتے کہ میرا پانچ درہم کا معمولی لباس پہننا اور باقی صدقہ کر دینا فقیروں اور مسکینوں کو محروم کر کے قیمتی لباس پہننے سے بہتر ہے۔

ابن خلکان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حافظ ابی الخطاب بن دحیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

"ابن دحیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بزرگ علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے مغرب سے شام اور عراق میں آئے۔ 604ھ میں اربل (رابل) سے گزرے تو وہاں کے سلطان معظم مظفر الدین بن زین الدین کو میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد میں مشغول پایا تو ان کے لیے ایک کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر" تصنیف کی اور بنفس نفیس ان کے سامنے پڑھی، بادشاہ نے انہیں ایک ہزار دینار کا انعام دیا۔ ہم نے انہیں بادشاہ کی مجلس میں 625ھ کو چھ بار سنا" (حسن المقصد) اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان لوگوں کا رد طویل فرمایا ہے جو جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدعت مذمومہ قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عسقلانی سے میلاد شریف کے عمل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا۔

"مجھے میلاد شریف کی اصل تخریج کا علم ہوا ہے جو کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی عاشورے کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے یہودیوں سے دریافت فرمایا (کہ یہ لوگ اس دن کیوں روزہ رکھتے ہیں) تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی لہٰذا ہم بارگاہ خداوندی میں اظہار تشکر کے لیے عاشورے کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہم موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں"۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کے احسان و اکرام پر یا کسی مصیبت سے نجات پر فعل شکر بجالانا ضروری ہو جاتا ہے اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بھی درست ہے اللہ تعالیٰ کا شکر عبادات کی کئی اقسام سے بجالانا روا ہے۔ مثلاً نماز، سجدے، روزے، صدقہ اور تلاوت کے ذریعے اور ولادت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی نعمت سے بڑھ کر کونسی نعمت عظمیٰ ہے جو کہ نبی رحمت ہیں۔

اس حکم کی رو سے لازم ہے کہ ایک خاص دن کا تعین کیا جائے تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ عاشوراء سے مطابقت پیدا ہو جو شخص اس حکمت کا لحاظ نہیں کرتا وہ مہینہ کے کسی دن بھی میلاد منانے کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایک گروہ نے اور وسعت سے کام لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف سال کے کسی دن بھی منائی جا سکتی ہے، یہ حکم تو اصل عمل کے حوالے سے ہے جہاں تک ان اعمال کا تعلق ہے جو میلاد شریف کے دوران کیے جاتے ہیں تو ان کے بارے میں یہ ضابطہ پیش نظر رہے کہ ایسے اعمال شکر الٰہی کے آئینہ دار ہونے چاہئیں مثلاً تلاوت قرآن حکیم، ضیافت، ثنائے نبی میں نعت خوانی اور زہدیت جو دلوں کو کار خیر اور عمل آخرت کی طرف تحریک دے اور جہاں تک اس سماع اور لہو وغیرہ کا تعلق ہے جو مذکورہ بالا کاموں کے بعد کیا جاتا ہے تو اس کے بارے میں یہ کہنا چاہیے کہ جو سماع ولہو اس دن کی خوشی کے لحاظ سے مباح ہے تو اسے جشن میلاد کے ساتھ شامل کر لینے میں کوئی حرج نہیں رہا حرام یا مکروہ لہو تو اس سے روکا جائے گا یہی حکم ہے خلاف اولیٰ کام کا'' (حسن المقصد)۔

جواز میلاد النبی کے متعلق محققین کے دلائل

جواز میلاد کی دلیل

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''مجھے جواز میلاد کی ایک اور اصل پر آگاہی ہوئی ہے جس کو امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روات کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنی طرف سے ایک عقیقہ خود کیا حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کیا تھا جبکہ عقیقہ کا عمل دہرایا نہیں جاتا، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل عقیقہ کو اظہار شکر پر محمول کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت وجود عطا فرما کر رحمت اللعالمین بنایا ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا شرف واعزاز بھی ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات پر درود بھیجا کرتے تھے۔ لہٰذا ہمارے لیے بھی مستحب ہے کہ ہم اظہار تشکر کے لیے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر مسلمان بھائیوں کا اجتماع عام کریں۔ کھانا کھلائیں، دیگر نیکی کے کام بجالائیں اور پیدائش مولیٰ پر خوشیوں کا اظہار کریں''۔

امام جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام القراء حافظ شمس الدین الجزری اپنی کتاب ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے دریافت کیا گیا مالک؟ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے

جواب دیا "فی النار" جہنم کی آگ میں ہوں البتہ! یہ ہے کہ ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور میں انگلیوں کے درمیان سے نکلنے والے پانی کو چوس لیتا ہوں اور میرے عذاب میں تخفیف کا سبب یہ ہے کہ میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تھی اور یہ کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب کافر کو جس کے بارے میں قرآن حکیم میں مذمت نازل ہوئی ہے میلاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں تخفیف عذاب کا صلہ مل سکتا ہے تو امت محمدیہ کے اس موحد مسلم کی کیا شان ہوگی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں بساط بھر خرچ کرتا ہے مجھے اپنی زندگانی کی قسم اللہ کریم کی بارگاہ سے میلاد مصطفیٰ منانے کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے میلاد منانے والے کو جنت نعیم میں داخل فرمائے گا"۔

حافظ شمس الدین دمشقی

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب "مورد الصاوی فی مولد الهادی" میں ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ بات صحیح روایت سے ثابت ہے کہ ہر پیر (سوموار) کو ابولہب کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا پھر صاحب مورد نے یہ اشعار پڑھے۔

اِذَا کَانَ هٰذَا کَافِر" جَاءَ ذَمُّهٗ
وَ تَبَّتْ یَدَاهُ فِی الْجَحِیْمِ مُخَلَّدًا
اَتٰی اَنَّهٗ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ دَائِمًا
یُخَفِّفُ عَنْهُ لِلسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَا
فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِیْ طُوْلَ عُمْرَهٗ
بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَ مَاتَ مُوَحِّدًا

"جب ابولہب جیسے ابدی جہنمی جس کی مذمت میں سورہ تبت یدا اتری (کے لیے) پیر کے دن ہمیشہ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں تخفیف عذاب کر دی جاتی ہے تو اس بندے کے حق میں کیا خیال ہے جس نے زندگی بھر میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں جشن منایا اور عقیدہ توحید پر اسے موت آئی"۔

امام کمال الدین ادفوی

امام کمال الدین الادفوی اپنی کتاب "الطالع السعید" میں لکھتے ہیں۔

"ہمارے ایک قابل اعتماد دوست ناصر الدین محمود بن العماد بیان کرتے ہیں کہ ابوطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی نزیل قوص ایک باعمل عالم تھے وہ اپنے دار العلوم میں میلاد مصطفیٰ کے دن چھٹی کرتے اور مدرس سے کہتے۔ اے فقیہہ! آج خوشی کا دن ہے۔ بچوں کو چھوڑ دو، چنانچہ ہمیں چھوڑ دیا جاتا، یہ ان کی طرف سے اثبات میلاد اور عدم انکار کی دلیل تھی۔ یہ شخص بہت بڑے مالکی فقیہہ، زبردست عالم اور خداترس تھے ابوحیان وغیرہ علماء نے ان سے اکتساب علم

کیا۔ انہوں نے 695ھ میں وفات پائی''۔

امام ابن الحاج اور حکمت میلاد

امام ابن الحاج رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد شریف کو ربیع الاول شریف اور پیر کے دن کے ساتھ مخصوص کرنے میں کیا حکمت ہے؟ یہ ماہ رمضان میں نہ ہوئی جس میں قرآن حکیم نازل ہوا اور جس میں شبِ قدر آتی ہے، نہ ہی یہ ساعت سعید حرمت کے مہینوں میں آئی نہ نصف شعبان کی رات اور نہ ہی جمعہ کے روز یا اس کی رات میں؟ تو اس سوال کا جواب چار وجوہ سے ہوگا۔

وجہ اوّل

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن پیدا فرمایا، اس میں حکمت اور تنبیہ عظیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزی رزق اور پھل وغیرہ اس دن پیدا فرمائے جن کے ساتھ انسان کی معاش وابستہ ہے، اور ان میں قلبی خوشی کا سامان ہے۔

وجہ دوم

لفظ ربیع میں اشتقاق کے حوالے سے نیک فالی اور حسن اشارات کا اظہار ہوتا ہے ابو عبدالرحمٰن الصقلی کہتے ہیں کہ ہر انسان کا اس کے نام میں حصہ ہے۔

وجہ سوم

موسم بہار (فصل ربیع) سب موسموں سے عمدہ اور معتدل ہوتا ہے اور شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تمام شریعتوں سے زیادہ معتدل اور آسان ہے (گویا دونوں حقیقتوں میں یک گونہ تعلق اور مشابہت ہے جس طرح موسم بہار خوشگوار ہوتا ہے اسی طرح آپ علیہ السلام کی شریعت نرم و آسان ہونے کی وجہ سے مرغوب ہے، لہٰذا آپ کی ولادت کو ربیع میں رکھنے سے ایک زبردست مخفی حکمت کا علم ہوتا ہے)۔

وجہ چہارم

اللہ تعالیٰ کے ارادہ ازلیہ میں یہ تھا کہ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سہانی گھڑی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مسعود سے مشرف و مکرم کیا جائے اگر آپ مذکورہ بالا اوقات (ماہ رمضان، ماہ محرم، نصف شعبان اور جمعہ) میں رونق آرائے جہاں ہوتے تو یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ شاید آپ کو یہ شرف اعزاز ان اوقات کی وجہ

Marfat.com

سے حاصل ہے (واللہ اعلم)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح ان سے قبل حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ سے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرعی جواز پر سوال ہوا تو انہوں نے اپنی کتاب لطائف المعارف میں یہ جواز ارشاد فرمایا۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ وہ عظیم الشان بابرکت دن ہے کہ اس میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر نبوت اتری'' (مسلم از ابوقتادہ الانصاری) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں روزے رکھنے مستحب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارش ہوئی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور بعثت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 164۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: ''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا''۔

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت بعثت و رسالت، ارض و سماء، شمس و قمر، روز و شب، باد و باراں اور نباتات و جمادات کی تخلیق سے زیادہ بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ تمام نعمتیں نسل انسانی کے ان افراد کو بھی عام ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور روز حشر خدا کی ملاقات سے انکار کیا اس طرح انہوں نے نعمت خداوندی کی ناشکری کر کے اسے بدل ڈالا۔ جہاں تک بعثت محمدیہ کی نعمت کا تعلق ہے تو اس سے دنیاوی اور اخروی مصالح نکتہ کمال تک پہنچتی ہیں اور اس نعمت عظمیٰ کے سبب سے اللہ کے اس دین کی تکمیل ہوتی ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے اور جس کو قبول کرنے سے دنیا اور آخرت کی سعادتیں ہاتھ آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا، جس میں خدا کا اپنے بندوں پر انعام کرنا متجدد ہو بہت خوب و مستحسن ہے۔

اس کی نظیر یوم عاشوراء کے روزے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے نجات دی یونہی موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے بچالیا اور فرعون کو لشکر سمیت غرق کر دیا پس اس احسان کے شکر میں نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے روزے رکھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان انبیائے کرام علیہم السلام کی متابعت میں روزہ رکھا اور اس سلسلہ میں یہودیوں سے ارشاد فرمایا کہ ''ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہیں (اور ان کی سنت ادا کرنے کے مستحق ہیں)'' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ خود بھی رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیا۔

علامہ دحلان مکی اور قیام تعظیم کا جواز

علامہ سید احمد دحلان مکی اپنی کتاب ''سیرت النبی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک کا ذکر سنتے ہیں تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ قیام مستحب ہے کیونکہ اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے اور امت محمدیہ کے بہت سے علماء جن کی اقتداء کی جاتی ہے قیام کرتے ہیں امام حلبی سیرت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے ہم عصر علماء کثیر تعداد میں جمع تھے کہ کسی نعت خواں نے امام صرصری کے یہ نعتیہ اشعار پڑھے۔

قَلِيْلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفٰى اَلْخطُّ بِالذَّهَبِ
عَلٰى وَرَقٍ مِّنْ خَطِّ اَحْسَنَ مَنْ كُتِبِ
وَ اَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِهٖ
قِيَامًا صُفُوْفًا اَوْ جِثِيًّا عَلَى الرُّكَبِ

''اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین کاتب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت لکھے، تب بھی کم ہے اور معزز لوگ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر صف بستہ قیام کریں یا گھٹنوں پر دو زانو ہو جائیں''۔

یہ اشعار سن کر امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیام فرمایا اور ان کے ساتھ حاضرین مجلس بھی کھڑے ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کے واقعات کو بہت سے علماء نے ہر زمانے میں نظم و نثر کے ذریعے مستقل تالیفات میں جمع کیا ہے انہی علماء و مشائخ میں سے سیدی شیخ احمد الدردیر المالکی المصری ہیں ان کی تالیف میلاد کو اس کی جامعیت اختصار اور جلالت قدر کے پیش نظر بیان کیا گیا ہے۔

اس تالیف میلاد کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. میلاد شریف پڑھنے کی ترغیب میں
2. نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق اور انتقال میں
3. رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف اور حمل شریف کے بارے میں
4. مدت حمل کے دوران ظہور پذیر ہونے والے معجزات کے بارے میں
5. ولادت باسعادت اور معجزات ولادت کے باب میں
6. رضاعت کے بیان میں

حضرت الحافظ سیدی ابو عبداللہ التنسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر

حضرت الحافظ ابو عبداللہ التنسی رحمۃ اللہ علیہ تلمسان کے بڑے مشہور فقیہ اور محدث تھے یہ صاحب قلم عالم اپنے زمانے کے سلطان ابو حمو موسیٰ (707ھ-718ھ) کے اس عمل کو جو وہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خوشی میں ہر سال ربیع الاوّل کے مبارک مہینہ میں سرانجام دیا کرتا تھا اپنی تصنیف ''راح الارواح'' میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

''میں الحافظ سیدی ابو عبداللہ اس تقریب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خود موجود تھا جو سلطان تلمسان ابوحمو موسیٰ نے منعقد کی (تلمسان الجزائر کا ایک بڑا مشہور شہر ہے جو آجکل اس ملک کی مشہور غلہ منڈی ہے) یہ ایک بہت بڑی دعوت ہوتی جس میں تمام خاص و عام لوگ مدعو ہوتے۔ جلسہ گاہ میں ہر طرف قیمتی قالین بچھے ہوتے جن پر خوبصورت گاؤ تکئے لگے ہوتے۔ اطراف میں بڑی بڑی شمعیں جلائی جاتیں جو دور سے ہی نظر آجاتیں۔ ہر سو وسیع دسترخوان بچھائے جاتے۔ لاتعداد انگیٹھیاں ہوتیں جن میں طرح طرح کی خوشبو جلائی جاتی یوں محسوس ہوتا تھا کہ خالص سونا ہے جو پگھلا کر اُن میں انڈیلا جا رہا ہے۔ پوری فضاء اس خوشبو سے مہک جاتی۔ تمام حاضرین کو رنگ برنگ لذیذ کھانے پیش کئے جاتے یوں محسوس ہوتا تھا کہ موسم بہار کے رنگین پھولوں کے گلدستے ہر مہمان کے سامنے سجا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ طرح طرح کے لذیذ کھانوں سے اٹھنے والی بھینی بھینی خوشبو کھانے کی خواہش کو دوچند کر دیتی۔ یہ سارا سماں دیکھ کر آنکھوں کی رنگینی اور چمک دوبالا ہو جاتی تھی۔ تمام مہمانوں کو درجہ بدرجہ بٹھایا جاتا۔ یوں ہر ایک کے چہرے پر وقار اور احترام کی روشن چمک صاف نظر آتی۔ اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نعتوں کے گلدستے پیش کئے جاتے۔ علماء کرام نہایت پُرمغز واعظ اور نصیحتیں فرماتے جو لوگوں کو گناہ کی دنیا سے برگشتہ کر کے عبادت و ریاضت کی طرف راغب کرتے۔ یہ تمام نظام العمل (پروگرام) اس قدر سلیقے اور انداز سے کیا جاتا کہ حاضرین کسی قسم کی تھکاوٹ، اکتاہٹ یا بے چینی محسوس نہ کرتے۔ یہ سب کچھ دیکھ اور سن کر ہر ایک دل سکون، راحت، اطمینان اور مسرت حاصل کرتا غرض عجیب پر کیف منظر ہوتا تھا۔ ہر ایک شادمان و کامران ہوتا''۔

''شاہ تلمسان ابوحمو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی شاہی خزانہ رکھا ہوتا جسے ایک نہایت ہی خوبصورت یمنی چادر سے ڈھانپا ہوتا تھا۔ شاہی محل میں رات کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر دروازے تھے جب اس مبارک محفل کا ایک گھنٹہ گزرتا تو دروازے پر رکھے ہوئے طبل پر اتنی چوٹیں لگتیں جتنے بجے ہوتے۔ اس کے بعد دروازہ کھلتا اور ایک خادمہ باہر آتی جس کے ہاتھ میں انعامات لینے والوں کی فہرست ہوتی۔ فہرست کے مطابق نام پکارے جاتے لوگ باری باری سلطان تلمسان ابوحمو موسیٰ کے پاس آتے اور سلطان اُن لوگوں کو انعامات سے سرفراز کرتا۔ انعامات دینے کا یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہتا۔ اذان کے بعد تمام حاظرین جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کرتے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ امت مسلمہ کی ترقی، سلامتی اور اس مبارک یوم کی نسبت سے اپنے ایمان میں ترقی کی دعائیں کی جاتیں یوں یہ مبارک محفل اختتام پذیر ہوتی''۔

(از: راح الارواح)

حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ علم وعرفان کی دنیا میں اہم مقام رکھتے ہیں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر لکھی ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''زرقانی'' علم ومعرفت کا سمندر بے کراں ہے مگر افسوس آج تک اس کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ نہیں ہوسکا اصل کتاب عربی زبان میں ہے دعا ہے اللہ کا کوئی بندہ اس نایاب کتاب کا اردو ترجمہ کردے تاکہ عام علم رکھنے والے قارئین بھی اس گوہر نایاب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے ایمان میں مزید ترقی پاسکیں۔حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح المواہب اللدنیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت پر خوشی اور جشن کا اہتمام کرنے کے سلسلے میں اپنی مفصل تحقیق ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

''اہل اسلام اپنے اُن ابتدائی تین ادوار کے بعد سے ہی جنہیں فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیرالقرون فرمایا ہے ہمیشہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہینے میں محافل میلاد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔یہ عمل گو بدعت ہے مگر بدعت حسنہ (یعنی ایسی بدعت جس کا کرنا اسلامی احکامات و تعلیمات کے منافی نہیں) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عمل کو بدعت حسنہ کہا ہے۔اور ''مدخل'' میں ابن الحاج کے کلام سے بھی یہی مراد ہے۔اگرچہ انہوں نے ان محافل میں ممنوعات یعنی محرمات کی مذمت کی ہے مگر اس سے پہلے وضاحت فرمادی کہ اس مبارک ماہ میں نیک اعمال، صدقہ وخیرات کثرت سے کریں اور دیگر اچھے کاموں کے لئے اس ماہ مبارک کو ہی خاص کرلینا چاہیے کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد مبارک منانے کا یہی پسندیدہ طریقہ ہے۔حافظ ابوخطاب بن دحیہ کا بھی یہی موقف ہے جنہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے۔اس کتاب میں بادشاہ الملک المظفر جو کہ ''اربل'' کا حاکم تھا اس نے حضرت ابن دحیہ کو ایک ہزار اشرفیاں بطور انعام پیش کیں۔اور یہی رائے ''ابوطیب سبتی'' کی ہے یہ علاقہ قوص کے رہنے والے تھے یہ تمام جلیل القدر مالکی علماء وآئمہ ہیں۔یا پھر یہ بدعت مذمومہ ہے جیسا کہ ''التاج الفاکہانی'' کی رائے ہے۔حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انکی طرف منسوب عبارات کا حرف بحرف رد فرمایا ہے۔بہرحال پہلا قول ہی زیادہ رائج اور واضح تر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قول میں کثیر خیر پائی جاتی ہے۔لوگ آج بھی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کثیر اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں۔راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور یوں دلی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔نیکیاں کثرت سے کی جاتی ہیں اور مولود شریف کے واقعات پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔اس طرح میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی انعام، برکات اور بے پناہ فضل وکرم ان پر ظاہر ہوتا ہے''۔

از: شرح المواہب۔جلد۔1۔صفحہ۔139

بدعت کیا ہے اور اسکی تشریح

ہم اقوال ائمہ ومحدثین کی روشنی میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد مبارک کے موقع پر خوشیاں منانے اور جشن کا اہتمام کرنے کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیلی تحقیق کا بیان کرتے ہوئے بدعت حسنہ اور بدعت مذمومہ کا ذکر آ گیا۔ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انعقاد پر اعتراض کرنے والے بعض متشددین اسے بدعت مذمومہ کہہ کر سیدھے سادھے مسلمانوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر یہ لفظ ہر احسن فعل کے لئے سوچے سمجھے بغیر استعمال کر دیا جاتا ہے۔ عوام الناس حقیقت میں اس لفظ بدعت کے مطلب ومفہوم سے ہی واقف نہیں اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ بدعت کا معنٰی، مفہوم اور تشریح بیان کر دی جائے تاکہ لوگ اس لفظ کی حقیقت سے باخبر ہو سکیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ لفظ کہاں استعمال کرنا ہے۔ اس طرح وہ کسی کے دھوکے فریب میں آ کر اپنے ایمان کو خراب ہونے سے بچا سکیں۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ بدعت ضلالت ہے اور اس سے اجتناب اور پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ لفظ بدعت کا مفہوم ومعنٰی کیا ہے۔ اگر بدعت کا معنٰی ومفہوم یہ ہو کہ وہ عمل یا فعل جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور میں نہ تھا اس کے بعد ظہور میں آیا بدعت ہے اور اس بدعت مذمومہ پر عمل کرنے والا گمراہ اور دوزخ کا ایندھن ہے تو پھر اس مفہوم کی زد میں محفل میلاد کا انعقاد ہی کیوں آئے اس طرح تو امت کا کوئی فرد بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکے گا۔ ہمارے ہاں علوم وفنون کی تدریس کے لئے لاتعداد سکول، کالج، مدرسے اور یونیورسٹیاں قائم ہیں جن پر کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ یہاں پڑھائے جانے والے اکثر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون یعنی اسلام کے پہلے تین ادوار میں نام ونشان ہی نہ تھا اگر ان میں سے کچھ علوم اس وقت موجود بھی تھے تو انکی یہ موجودہ صورت نہ تھی۔ صرف، نحو، علم حدیث، فقہ، اصول حدیث، معانی، بلاغت، کیمسٹری، فزکس، بیالوجی، سیاسیات، معاشیات، تاریخ، جغرافیہ غرض اسی طرح بہت سے دیگر علوم۔ یہ تمام علوم خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن آئمہ محدثین، علماء، محققین و ماہرین نے شب وروز کی سخت محنت اور اپنی صلاحیتیں خرچ کرتے ہوئے ان علوم وفنون میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان علوم وفنون کو اوج ثریا تک پہنچایا کیا وہ سب بدعتی تھے پھر تو ان فتوی لگانے والے حضرات کے نزدیک مذکورہ تمام علمی وفنی شخصیات جہنم کا ایندھن ٹھہریں۔ آپ خود انصاف کیجیئے کہ اس طرح گزشتہ چودہ سو سال میں کوئی بھی دائرہ اسلام میں رہ جاتا ہے جو جنت کا حقدار ہو۔ فتوی لگانے والے حضرات سے سوال ہے کہ یہ تمام علوم جو ان کے فتویٰ کے مطابق بدعت مذمومہ ہیں ان کی تدریس وترقی کے لئے جو جامعات، کالج، مدارس اور یونیورسٹیاں اب بھی تعمیر ہو

رہی ہیں ان پر کروڑوں اربوں روپے خرچ کیے جارہے ہیں پھران میں ہزاروں طالب علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے شب وروز محنت کررہے ہیں اور مزید طالب علم حصول علم کے لئے آئیں گے ان سب کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لئے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر یہ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ اس برے فعل کو تو فوراً بند کروانا چاہیے تاکہ لوگ جہنم کا ایندھن بننے سے محفوظ رہ سکیں۔ پھر یہ مساجد جن کی شان وشوکت قابل دید ہے ان کے فلک بوس شاندار مینار اندرونی آرائش وزیبائش منبر واعلیٰ شان محراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں کہاں تھے یہ سب کچھ تو بعد میں ہوا کیا آپ ان سب کو بھی مسمار کرنے کا حکم دیں گے۔ پھر بدعت کو ختم کرنے والے کہلاتے کے شوق میں افواج سے توپیں، ٹینک، ہوائی جہاز لڑاکا طیارے سب کچھ چھین کر فوجیوں کے ہاتھوں میں تیر کمان اور تلوار ڈھالیں پکڑا کر ان کو جنگ کرنے کے لئے بھیجیں گے۔ خدارا جو بدعت کی تعریف آپ کر رہے ہیں اس سے فوری رجوع کریں اور بدعت کے حقیقی معنوں کو سمجھ کر بات کیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو بدعت کی اپنی خودساختہ تعریف کے چکر میں الجھائے رکھا تو قوم وملک کو ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں ہم علماء وائمہ اسلام نے جو بدعت کی تعریف کی ہے اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ بدعت کا مفہوم، معنیٰ اور تشریح اپنے حقیقی رنگ میں سامنے آئے اور یوں ہر مسلمان اس لفظ کا مفہوم سمجھ کر کسی خودساختہ صاحب علم کہلانے والے کے فریب میں نہ آسکے۔ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ یعنی

(1) واجب (2) مستحب (3) مکروہ (4) مباح (5) حرام

(1) واجب

وہ نئی چیز جس میں کوئی دینی، اخلاقی، معاشرتی، سماجی مصلحت ہو اسے واجب کہا جاتا ہے۔ مثلاً جیسے علوم صرف، نحو، علم حدیث علوم عصریہ اور جامعات وغیرہ میں باقاعدہ تدریس کا طریقہ وغیرہ گویہ تمام علوم اور تدریس کا طریقہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں نہ تھا مگر قرآن وسنت اور احکامات الٰہیہ کو سمجھانے اور ان پر عمل کرانے کے لئے تعلیم وتدریس وعلوم کا یہ طریقہ واجبات دین میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو باطل فرقے عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظاہر نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ سب بعد کی پیداوار ہیں ان کی مذمت، مخالفت اور تردید کرنا دور حاضر کے علماء پر فرض ہو جاتی ہے۔

(2) مستحب

وہ چیزیں یا کام جن کو کرنے میں عوام الناس کی بھلائی، فائدہ اور انکی بہتری ہو مستحب کہلاتے ہیں مثلاً جیسے لوگوں ومسافروں کے لئے ہوٹل (قیام گاہیں)، سرائیں اور کنویں وغیرہ بنا دینا۔ مسافروں کے آرام کے لئے دھوپ سے بچاؤ کے لئے درخت وغیرہ لگانا تاکہ دور دراز سے سفر کرکے آنے والے وہاں آرام کرسکیں۔ اسی طرح مدارس تعمیر

کرنا، ہوسٹل (اقامت گاہ) بنانا، ہسپتال و دیگر رفاہی ادارے وغیرہ قائم کرنا جہاں علم کے متلاشی اپنی علمی پیاس بجھا سکیں رہ سکیں دوسرے لوگ علاج معالجے کی سہولت سے فائدہ اٹھا سکیں اور دیگر زندگی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں یہ سب کچھ مستحب کہلاتا ہے۔

(3) مکروہ

ہر وہ کام جس میں اسراف کیا جائے ضرورت سے زیادہ فضول خرچی کی جائے جیسے شادی بیاہ کے موقع پر بے مقصد رسومات پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے یہ سب اسراف میں شامل ہے یہاں تک کہ رہائش گاہوں کی غیر ضروری زیب و زینت بھی اسراف میں آجاتی ہے۔ان سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ یہ مکروہ ہیں۔

(4) مباح

مباح وہ کام ہے جسکو کرنا شرعی طور پر منع نہیں ہے یہ بدعت یا گمراہی نہیں جیسے کھانے پینے میں زیادہ تکلف کرنا، بہترین لباس پہننا، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی وغیر کھانا یہ سب مباحات میں شامل ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے لیکن اگر کوئی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائے تو شرعی طور پر جائز ہے مگر اس کو مباح کہیں گے۔انتہائی تقویٰ پر فائز شخصیات مباح سے بھی پرہیز کرتی ہیں انکا یہ پرہیز کرنا اس لئے نہیں کہ وہ اسے بدعت یا گمراہی خیال کرتے ہیں بلکہ وہ تو تقویٰ کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

(5) حرام

ایسا کام یا فعل جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کے خلاف ہو اور اس کے کرنے سے سنت کی خلاف ورزی ہوتی ہو اجماع اُمت کے نزدیک حرام ہے۔

ہم نے بدعت کی پانچ اقسام جن پر اجماع امت ہے اوپر ذکر کر دی ہیں ان اقسام کی مختصر تشریح کے بعد یہ بات تو ہر صاحب علم پر واضح ہو چکی کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد میں نہ کسی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ ہی کسی حرام فعل کا ارتکاب ہے۔بلکہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہے جس کا ہر حال میں شکر ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنے والوں کو حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں نہایت مدلل جواب ارشاد فرمایا ہے۔ہم جس حدیث مبارکہ کا یہاں حوالہ دے رہے ہیں وہ صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم بے اصل نہیں بلکہ اس کی اصل موجود ہے۔

ترجمہ حدیث

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے یہودیوں کو عاشوراء کے دن روزہ رکھتے پایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے ان کے اس عمل کی وجہ دریافت فرمائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج کے روز فرعون غرق ہوا اور سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی اس روز کے شکرانے کے طور پر ہم روزہ رکھتے ہیں۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہم تم سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں" یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز خود روزہ رکھا اور اُمت کو ایک دن کی بجائے دو دن روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

صحیح بخاری کی حدیث جس میں ابولہب کو فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خبر سُن کر اپنی لونڈی ثویبہ کو خوشی میں آزاد کرنے کی جزاء میں سخت ترین عذاب میں تخفیف ملی گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔ قرآن مجید۔ احادیث اقوال آئمہ و مجتہدین کی روشنی میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کرنا، گھر گھر چراغاں کرنا اور خوشی و مسرت کے اظہار کے لئے جلوس نکالنے کے احکامات و روایات کے سلسلے میں چند اور اقوال پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے ان حضرات کی خدمت میں خلوص دل سے خیر اندیشی کا جذبہ رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس خیال کو ترک کر دیں کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کرنا بدعت یا ناجائز ہے کیونکہ ایسی سوچ و عقیدہ رکھنا ایمان کو برباد کرنا ہے۔ انہیں چاہیے کہ خالق کائنات کے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت جو سب امتیوں کے لئے اللہ سبحان و تعالیٰ کا عظیم الشان احسان و کرم ہے اس دن کو خوب احترام، پیار و محبت سے منائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں۔ سب مل جل کر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے خوشی کے اظہار کے لئے محافل میلاد کا انعقاد کریں جلسے اور جلوس کی شکل میں جشن کا سماں پیدا کریں۔ محافل میلاد میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ہدیۂ نعت پیش کریں۔ علماء و مقررین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا دل کھول کر بیان کریں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور صلوٰۃ وسلام کے رنگین پھولوں کے گلدستے پیش کریں۔ یاد رہے اہل ایمان و محبت کے لئے یہ عمل اصل میں توشہ آخرت ہے اللہ کریم ہم سب کو انعقاد محافل میلاد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی توفیق عطا فرمائے امین۔

حضرت علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت علامہ شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو مکہ مکرمہ کے مشہور عالم دین فقیہہ اور محدث حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 1014ھ (1605ء) نے اپنی تصنیف

جو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں نہایت ہی مقبول ہے یعنی ''المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں یوں بیان فرمایا ہے۔

اُردو ترجمہ

''محافل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرنا قرونِ ثلاثہ کے بعد نیک مقاصد کے لئے شروع ہوا۔ جہاں تک ان محافل کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھا۔ اس وقت جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مبارک مہینہ میں محافل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کی معیار عزت وشرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں یعنی دسترخوانوں کے ذریعے برقرار رکھا ہوا ہے اور اب بھی ماہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں اور یوں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں۔ جیسے ہی ماہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب آتا ہے خصوصی اہتمام شروع کردیتے ہیں اس طرح اس ماہ مبارک کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان (محافل میلاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرنے والوں) پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ بات تجربات سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت امام شمس الدین بن الجزری المقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کے بعد پورا سال مکمل طور پر حفظ وامان اور سلامتی رہتی ہے اور یوں تمنائیں پوری ہونے کی بہت جلد بشارت ملتی ہے''۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل منعقد کرنے میں اہل مصر اور اہل شام سب سے آگے ہیں سلطان مصر تو محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد میں بہت ہی بلند مقام رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''785ھ (1383ء) میں ماہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات میں سلطان مصر ظاہر برقوق (784ھ-801ھ) کے پاس الجبل العلیہ کے قلعہ میں حاضر ہوا۔ وہاں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہتمام کو دیکھ کر میں ہل کر رہ گیا۔ اس اہتمام نے مجھے بہت خوش کیا وہاں کوئی چیز مجھے بری نہ لگی۔ میں نے وہاں جو کچھ دیکھا اسے ساتھ ساتھ تحریر کرتا گیا۔ سلطان مصر نے اُس مبارک رات قراء اور موجود تمام واعظین، نعت خواناں اور اس کے علاوہ کئی اور لوگوں بچوں اور خادموں پر قریباً دس ہزار مثقال سونا، نہایت قیمتی خلعتیں تقسیم کیں۔ طرح طرح کے خوش ذائقہ کھانے ومشروبات سے مہمانوں کی تواضع کی ان لوگوں کو قیمتی دیگر بہت سی اشیاء دیں تاکہ وہ لوگ اپنی معاشی حالت درست کرسکیں۔ میں نے اس وقت پچیس (25) نہایت خوش الحان قراء شمار کئے جو اپنی مسحور کن آواز سے تمام دوسرے قراء پر فائق رہے۔ اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو سلطان مصر اور اس کے درباریوں سے قیمتی انعامات لئے بغیر چبوترے سے اُترا ہو''۔

حضرت علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا موقف یہ ہے کہ ”مصر کے وہ سلاطین جو حرمین شریفین کے خدام رہے ہیں ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اکثر برائیوں اور عیوب سے محفوظ رکھا۔ اُن لوگوں نے اپنی رعایا کے ساتھ اس قدر اچھا سلوک کیا جیسے ایک باپ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے۔ اُن نیک لوگوں نے ملک میں نظام عدل قائم کیا اور اس پر عمل کرتے ہوئے شہرت دوام حاصل کی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اس سلسلے میں ان لوگوں کی غیب سے امداد فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کی رات اُندلس (سپین) اور بلاد مغرب کے سلاطین قافلے کی شکل میں باہر نکلتے ہیں۔ اس قافلے میں بڑے بڑے جید علماء، آئمہ اور اہل علم و دل شامل ہوتے ہیں۔ یہ قافلہ (جلوس) جہاں جہاں سے گزرتا ہے لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے جاتے ہیں۔ اور یوں یہ لوگ کفار کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے ہیں۔ میرا گمان غالب ہے کہ اہل روم بھی اس نیک کام میں کسی طرح پیچھے نہ تھے وہ بھی دوسرے حاکموں کی طرح محافل میلاد منعقد کرتے تھے اور بلاد ہند میں میلاد النبی علیہ السلام کی تقریبات جیسا کہ بلند پایہ نقاد، علماء اور اہل قلم حضرات نے مجھے بتایا ہے دوسرے ممالک کی طرح بڑے تقدس اور احترام سے منائی جاتی ہیں“۔

(از: المورد الروی فی مولد النبی صفحہ 12-13-14)

برصغیر میں محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد

حضرت ملا علی قاری المکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1014ھ) المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی تحریر فرماتے ہیں ”اور عجم خاص طور پر برصغیر پاک و ہند میں تو محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی انتظامات کئے جاتے ہیں جونہی اس مبارک ماہ کا برکتوں والا زمانہ آتا ہے تو عظیم الشان محافل کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں قراء حضرات عوام و خاص فقرا اور حاجت مند لوگوں کے لئے طرح طرح کے کھانوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مولود شریف پڑھا جاتا ہے اور مسلسل قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ باآواز بلند نعتوں کے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں یوں خوشی و مسرت کا متعدد طریقوں سے اظہار کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض عمر رسیدہ خواتین سوت کات کر اسے بنتی ہیں اور پھر اسے فروخت کر کے محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر اپنے دور کے ان اکابرین اور زعماء کی جو محفل میلاد میں تقاریر کرتے ہیں ضیافت و خدمت کرتی ہیں۔ محفل میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بابرکت و مکرم مجالس کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے علماء و مشائخ میں سے کوئی بھی ان محافل مبارک میں جانے سے انکار نہیں کرتا تھا انہیں امید تھی کہ اِن محافل میں شریک ہو کر نور و سرور اور تسکین قلب حاصل کریں گے“۔

مزید فرماتے ہیں۔

Marfat.com

''ایک دفعہ شہنشاہ ہند سلطان زماں ہمایوں بادشاہ (937ہجری 1530 تا 1556ء) اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے نے ارادہ کیا کہ وہ شیخ المشائخ زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی قدس سرہ العزیز کے ہمراہ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد کرے اور حضرت کی مالی مدد کرے جو اس کے تعاون سے ہو۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جب پیغام ملا تو انہوں نے تشریف لانے سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ بادشاہ بھی میرے پاس نہ آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ان چیزوں سے مستغنی ہیں۔ شہنشاہ نصیر الدین ہمایوں نے اپنے وزیر و مشیر بیرم خان کو حکم دیا کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ اجتماع منعقد ہو چاہے وہ مختصر وقت کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ بیرم خان کو علم ہوا کہ حضرت شیخ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفل میں ہی تشریف لاتے ہیں اس کے علاوہ کبھی کسی خوشی یا غمی میں بھی نہیں جاتے۔ بیرم خان نے بادشاہ سے عرض کیا محفل کے انعقاد کا بندوبست ہونا چاہیے جس میں مختلف قسم کے کھانے اور مشروبات پیش کیے جائیں اور علماء کو بلایا جائے۔ شہنشاہ ہند ہمایوں نے اپنے وزیر کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے ایک شاندار اور پُر تکلف محفل میلاد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انعقاد کا حکم دیا۔ حکومت کے تمام عہدیداران، وزراء اور شہر کے جید علماء اور اہل علم حضرات کو اس محفل میں شرکت کی دعوت دی۔ حضرت شیخ المشائخ زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی دعوت نامہ بھیجا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند مریدین کے ہمراہ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تشریف لائے۔ سلطان وقت ہمایوں نے آگے بڑھ کر نہایت عزت و تکریم کے ساتھ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا لوٹا پکڑا وزیر بیرم خان نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لطف و کرم حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھایا یوں بادشاہ اور وزیر دونوں نے مل کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلوائے دونوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور اس عجز و انکساری کی بدولت بڑا درجہ اور مقام حاصل ہوا''۔

از: ''المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' (صفحہ 14-15)

محفل میلاد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد اور اہل مکہ

عظیم مفسر اور محقق حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1014ھ) ''المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انعقاد کے سلسلے میں حضرت امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''اہل مکہ خیر و برکت کی کان ہیں۔ وہ ماہ مبارک (میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماہ یعنی ربیع الاوّل میں) اس مشہور مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جائے ولادت ہے۔ یہ مبارک مقام سوق اللیل میں واقع ہے۔ تمام لوگ اس مبارک مقام کی طرف اس لئے متوجہ ہوتے ہیں (جاتے ہیں) کہ ہر ایک اپنے مقصد کو پالے۔ یہ لوگ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روز عید کے موقع پر نہایت ہی عقیدت سے

Marfat.com

اہتمام کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی نیک یا بد، سعید یا شقی اس اہتمام سے پیچھے رہ جائے۔ خصوصاً امیر حجاز یعنی شریف مکہ کسی تردد کے بغیر نہایت خوشی سے اس اہتمام میں شریک ہوتا ہے۔ امیر حجاز کی آمد پر اس جگہ ایک مخصوص نشان بنایا جاتا ہے یہ نشان پہلے زمانے میں نہ تھا مکہ کے قاضی اور البرھانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار زائرین خدام اور حاظرین کو کھانا اور مٹھایاں کھلانے کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ امیر حجاز یعنی شریف مکہ اپنے گھر میں عوام کے لئے وسیع وعریض دستر خوان بچھاتا ہے اُس کو امید قوی ہوتی ہے کہ اس طرح اس کی ہر مصیبت اور آزمائش ٹل جائے گی۔ اسی طرح امیر حجاز کے بیٹے الجمالی نے بھی خدام اور مسافروں کے حق میں اپنے والد کی اتباع کی ہے۔ میں کہتا ہوں اب ان کھانوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی ماسوائے دھوئیں کے اور نہ ہی ان مذکورہ اشیاء میں سے پھولوں کی خوشبو کے علاوہ کچھ باقی ہے''۔

(از: المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ۔15)

محفل میلاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد اور اہل مدینہ منورہ

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو مکہ مکرمہ کے عظیم عالم اور محدث وفقیہہ تھے اپنی تصنیف المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل فرماتے ہیں جس میں انہوں نے اہل مدینہ منورہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد مبارک کس شان واہتمام سے منایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

''اہل مدینہ منورہ اللہ تعالیٰ انکو زیادہ کرے مدینہ منورہ میں اسی طرح محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرتے ہیں اور اس طرح کے احسن کام سرانجام دیتے ہیں اور بادشاہ مظفر شاہ اربک اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ (میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اہتمام کرنے والا تھا''۔

حضرت علامہ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں اپنی مشہور تصنیف ''الباعث علی البدع والحوارث'' میں اس بادشاہ کی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرنے پر تعریف کرتے ہیں اور یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اس طرح کے اچھے کام اس بادشاہ کو پسند تھے۔ وہ ایسے اچھے کام (یعنی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتا تھا''۔ حضرت امام جزری رحمۃ اللہ علیہ اس پر اضافہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں ''گو ایسے اچھے کام کی بجا آوری سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کی شادمانی، خوشی اور مسرت مقصود ہے۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب عیسائی اپنے نبی (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کی شب ولادت کو بہت بڑے جشن کے طور پر مناتے ہیں تو اہل اسلام سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مبارک یوم کا انعقاد کریں اور بے پناہ خوشیوں اور

مسرتوں کا اظہار کریں''۔

(از: المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضرت ملا علی قاری المکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز یا حتمی رائے

حضرت ملا علی قاری المکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' میں مختلف علماء فقہا اور اصحاب سیر کی آراء تحریر کرنے کے بعد اپنی حتمی رائے کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے اسے پڑھ کر آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نہایت تزک واحترام سے انعقاد ہر مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے پھر یہ انعقاد محافل میلاد اور جلسے جلوس منعقد کرنا اس صدی میں ہی شروع نہیں ہوا بلکہ یہ سلسلہ عبادت صدیوں سے چلا آرہا ہے جس پر ہمارے اسلاف نہایت ہی عقیدت سے عمل کرتے آرہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مبارکہ (سورۃ التوبہ آیت 128)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

میں اس امر یعنی میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کی تعظیم وتکریم بجالانے کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے یوم ولادت مبارکہ کے موقع پر وہی اعمال وافعال بجالانا چاہئیں جن میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا مفہوم پایا جائے۔ جہاں تک محفل سماع اور ممنوع وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ کہنا مناسب ہے کہ جو قوالی اصل میں جائز ہے اور اس مبارک دن کی خوشی کے اظہار میں مددگار ہے تو اس کو خوشی کے اس دن میں شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جو مکروہ و حرام ہے وہ منع ہے یوں ہی جس کے جائز وناجائز ہونے میں اختلاف ہے ان اعمال کو نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو اس مبارک ماہ کی تمام راتوں اور دنوں میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد نہایت ہی اچھا عمل ہے۔ اس سلسلے میں مصر وشام کے بہت بڑے قاضی حضرت ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید اس مبارک عمل کے بارے میں یوں ملتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

جب میں مدینہ منورہ میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد مبارک کا کھانا تیار کراتا لوگوں کو کھلاتا فرماتے ہیں اگر مجھ میں زیادہ استطاعت ہوتو میں پورا مہینہ ہر روز یوں ہی محفل میلاد شریف کی محافل منعقد کراتا رہوں۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ جب میں محفل میلاد شریف کی ضیافت کا اہتمام نہ کرسکا تو یہ اوراق لکھنے بیٹھ گیا تاکہ یہ ایسی معنوی اور نورانی ضیافت ہوجائے جو اس دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باعث خیر وبرکت ہو اس میں کسی سال یا ماہ کی قید نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کتاب کا نام ہی ''المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' رکھ دیا ہے''۔

Marfat.com

یہاں میں ان اہل علم و دانش ور کہلانے والے حضرات سے جو میلاد النبی کے انعقاد اور جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شان و شوکت سے منانے والوں کے اس احسن عمل کو بدعت، گمراہی اور ناجائز تک قرار دے کر ان پر طرح طرح کے فتویٰ لگاتے ہیں ان سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان میں جشن آزادی پاکستان، یوم قائدِ اعظم، یوم اقبال اور یوم دفاع پاکستان وغیرہ اور دنیا کے دیگر تمام ممالک کے قومی دن جیسے نظام العمل (پروگراموں) کے انعقاد پر حکومت یا ان پروگراموں کو ترتیب دینے والوں پر کسی قسم کا فتویٰ نہیں لگاتے بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ خود ملک میں بڑھ چڑھ کر ان پروگراموں میں حصّہ لیتے ہوئے نہایت پرزور تقاریر بھی کرتے ہیں۔ اس وقت ان کا علم اور دانش کہاں چلے جاتے ہیں۔ ان مواقع پر لفظ بدعت، گمراہی، ناجائز اور حرام وغیرہ کے فتوے جائز کے حق میں بدل جاتے ہیں۔ کیا علم کا یہی تقاضا ہے کہ جب خود ساختہ اہل علم کہلانے والے خود کوئی کام سرانجام دیں تو وہ کام ہر قسم کی فتویٰ بازی سے خود کو بالاتر خیال کرتے ہوئے اپنے اس فعل کو جائز سمجھیں اور اگر کوئی دوسرا اپنی ذاتی لالچ کی غرض سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسکی نعمتوں کے شکرانے کے طور پر محفل میلاد منعقد کرے اور جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرے تو یہی اہل علم کہلانے والے بدعت، ناجائز، گمراہی اور حرام تک کے تیر فتویٰ کی صورت میں ان عشاق پر چلانے شروع کر دیں۔ اور یوں سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنی غلط علمی تاویلوں کے ذریعے گمراہ کرتے رہیں۔ کیا حقیقی علم کے یہی تقاضے ہیں کہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کر کے عوام کو سیدھی راہ سے ہی ہٹا دیا جائے۔ صدیوں سے ہمارے اکابرین، علماء، فضلاء، اہل حق، محدث، محقق، دانش ور اور تمام اہل ایمان محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کے عمل کو اپنا ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے باقاعدگی سے ہر سال بڑی شان و شوکت سے مانتے اور مناتے چلے آ رہے ہیں یہ اکابرین جو علم و عرفان اور معرفت الٰہی کے فلک بوس پہاڑ ہیں ان کے عمل کی پیروی کرنے والوں کے خلاف اس قسم کے فتویٰ لگانا بذاتِ خود بدعت، گمراہی اور ان عظیم ہستیوں کی شان میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ گزشتہ انبیاء علیہم السلام سے یوں ارشاد فرماتا ہے کہ "تم اور تمہاری قوم میری نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو" اور فرعون سے نجات کے یوم کو تو عید کی طرح ماننے کا حکم فرمایا ہے کیوں کہ وہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دن تھا۔ اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ جب ان نعمتوں کے نزول کو عید کا درجہ مل گیا تو ہمارے آقا و مولا مقصود کائنات فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت جو کہ اللہ کریم کی نعمت عظمیٰ ہے اس کے شکر کے لئے محفل میلاد اور جشن میلاد کا انعقاد کرنا ہر صاحب ایمان پر واجب ہے اور یہ عمل ذریعہ نجات ہے۔ میں ان بعض مدعیان علم و دانش کہلانے والے حضرات کی خدمت میں گزارش گزار ہوں کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں محافل میلاد، جلسے جلوس، اور صدقہ خیرات کرنے والوں کے اس عمل نیک پر بدعت، ناجائز اور گمراہ ہونے کے فتویٰ لگا کر اپنے ایمان کو برباد کرنے کی بجائے توبہ کرتے ہوئے اس نیک کام میں عملی حصہ لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وائمہ، محدثین، علماء اور بزرگان دین کے

اس اظہار تشکر کی پیروی کرتے ہوئے اپنی دین و دنیا کی زندگیوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کریں۔ کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے۔ جس پر اسلاف صدیوں سے عمل کرتے آرہے ہیں۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خالق کائنات نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے نور کے فیض سے پیدا فرمایا۔ اور پھر مدتوں جہاں اللہ کو منظور ہوا وہ نور سیر کرتا رہا۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سبحان و تعالیٰ کی سب سے اولین مخلوق تھا۔ حضور علیہ السلام کی اس حدیث مبارک کو جن جن محدثین، فقہاء ائمہ کرام علماء، محققین اور اہل سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ان کے اسمائے گرامی اور کتب کے نام تفصیلاً تحریر کر دیئے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بیان سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ذکر کرنا اس لئے ضروری خیال کیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی باقی تمام مخلوق اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ و فیضان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نورانی وجود مسعود ملکوتی تھا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیگر مخلوق لوح، قلم، عرش، حاملان عرش، کرسی، فرشتے، زمین و آسمان، جنت، دوزخ، جن و انس، سورج، چاند، ستارے، غرض دیگر جملہ مخلوق کو پیدا فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق لیتے ہوئے آقا علیہ السلام پر ایمان لانے کا پختہ عہد بھی لیا پھر انبیا علیہم السلام کو گواہ بنا کر خود ان سب پر گواہ ہو گیا سورہ آلِ عمران آیت 81 میں اس کا ذکر موجود ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کرہ ارض پر سلسلہ انسانی شروع کرے تو اس نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور ان کی رفاقت کے لئے اماں حوّا کو پیدا فرما کر زمین پر اُتار دیا یوں ان دونوں کی قربت سے نسل انسانی کی ابتدا ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہا جاتا ہے۔ اللہ کریم نسل انسانی کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں اپنے برگزیدہ انبیا علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا۔ یہ پاکیزہ ہستیاں شب و روز بنی نوع انساں کی بہتری اور بھلائی کے لئے تبلیغ اور رشد و ہدایت سرانجام دیتی رہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہورِ مبارک

12 ربیع الاول عام الفیل 571ء دوشنبہ (پیر) کی صبح صادق کی سہانی گھڑی تھی جب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے محبوب پاک صاحب لولاک حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا میں تولد ہوا۔ جن کی نورانی چمک سے سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سادہ سے مکان کو ازلی اور ابدی سعادتوں، برکتوں رحمتوں اور مسرتوں سے چمکا دیا۔

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فرعون سرشت بادشاہوں، حاکموں کے لئے جن کے ایوانوں میں

زلزلہ آیا جن کی نیندیں اڑ گئیں اس بات کا اعلان تھا کہ آئندہ تم کسی بھوکے، نڈھال، کمزور، یتیم، مسکین، فاقہ مست اور بے یار و مددگار لوگوں پر کسی قسم کا ظلم و جبر روا نہیں رکھ سکو گے۔ تمہارے محاسبہ کا وقت آ گیا ہے۔ اب نظام عالم میں نئے انقلاب کا آغاز ہونے والا ہے۔ عرب و عجم کے ہر مکین کے لئے معرفت خداوندی کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ پوری نوع انسانی کو دعوت عام ہے جس میں جتنی ہمت و طاقت ہے اسکے مطابق دل بھر کر وہ اس معرفت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دین و دنیا کی کامرانیاں رفعتیں، سربلندیاں اور ترقیاں حاصل کرے۔

تبع شاہ یمن کی حجاز مقدس پر چڑھائی

تبع حمیری شاہ یمن جب حجاز مقدس آیا تو انصار نے اس سے یہودیوں کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں کی شکایت کی سو اس نے مدینہ کو برباد کرنے اور یہودیوں کی بیخ کنی کا عزم مصمم کر لیا۔ چنانچہ وہ مدینہ آیا اور یہودیوں کے ہاں ٹھہرا۔ ایک عمر رسیدہ یہودی عالم نے اس سے کہا خوفزدہ ہونا یا غضبناک ہو کر سبک سر ہونا بادشاہ کی شان سے بعید ہوتا ہے وہ اس سے کہیں بالاتر ہوتا ہے کہ تنگ دلی کا مظاہرہ کرے یا عفو و درگزر کا دامن چھوڑ دے یہ شہر اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ہجرت ہے جو ابراہیمی دین کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ تبع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا اور لوٹ گیا اور (جاتے ہوئے) کعبہ شریف کو غلاف چڑھایا، اس کے اسلام کے متعلق یہ اشعار ہیں۔

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ   نَبِیٌّ مِّنَ اللّٰهِ بَارِئُ النَّسَم

میں نے نبوت احمد کی گواہی دی کہ وہ اللہ کی طرف سے سچے پیغمبر ہیں

فَلَوْ مَدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ   لَكُنْتُ وَزِیْرًا لَّهٗ وَ ابْنَ عَمّ

اگر میں ان کے زمانہ بعثت تک زندہ رہا تو ان کا وزیر بنوں گا اور چچیرا بھائی

وَ جَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ   وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَمّ

اور ان کے دشمنوں کے ساتھ تلوار سے جہاد کروں گا اور ان کے سینے سے ہر غم دور کروں گا

لَهٗ اُمَّةٌ سُمِّيَتْ فِی الزَّبُوْرِ   وَ اُمَّتُهٗ فِيْهِ خَيْرُ الْاُمَم

ان کی امت کا تذکرہ زبور میں آیا ہے جسے خیر الامم کہا گیا ہے

وَيَاْتِی بِعْدَهُمْ رَجُلٌ عَظِيْمٌ   نَبِیٌّ لَا يُرَخِّصُ فِی الْحَرَام

ان کے بعد ایک عظیم آدمی آئے گا یعنی ایسا نبی جو حرم کی حرمتوں کو پامال نہیں کرے گا

يُسَمّٰى اَحْمَدُ يَا لَيْتَ اَنِّی   اُعَمَّرُ بَعْدَ مَبْعَثِهٖ بِعَام

اس کا اسم گرامی احمد ہوگا اے کاش! میں ان کی بعثت کے ایک سال بعد تک زندہ رہوں

شَهِدتُّ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِئُ النَّسَم

اس نے شامول کو یہ حکم دیا کہ اس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو تو یہ خط آپ علیہ السلام تک پہنچا دینا ورنہ اپنی اولاد میں بطور وراثت چھوڑ دے جو اس کی نسل میں منتقل ہوتا رہے تا آنکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہو جائے اس خط کا مضمون یہ تھا۔

''کہ وہ (تبع) آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہے اور آپ کے دین پر ہے''۔

پھر وہ یثرب سے روانہ ہو گیا۔ بعد ازاں ہندوستان میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تقریباً تین سو سال کا عرصہ ہے۔ یہ مضمون زرقانی شرح مواہب میں ہے۔

تبع کا تعمیر کردہ گھر اولاد شامول کے پاس رہا یہاں تک کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری کے زیر تصرف آیا ابو ایوب اسی عالم شامول کی نسل سے تھے، جب رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اہل مدینہ نے یہ خط ابولیلیٰ کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جب رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولیلیٰ کو دیکھا تو فرمایا ''تو ابولیلیٰ ہے اور تیرے پاس تبع اول کا خط ہے''۔ ابولیلیٰ یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان نہ سکا۔ عرض کیا آپ کون ہیں؟ مجھے آپ کے چہرہ پر جادو کے اثرات نظر نہیں آتے۔ دراصل وہ غلط فہمی میں آپ کو (معاذ اللہ) ایک جادوگر سمجھ بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں ''محمد'' ہوں، تم خط پیش کرو جب آپ نے مذکورہ خط پڑھا تین بار فرمایا۔

مَرْحَبًا بِتُبَّعِ الْاَخِ الصَّالِحِ مرحبا اے صالح بھائی تبع

ابن اسحاق کا قول ہے مدینہ شریف میں جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کی وہ انہی چار سو علما کی اولاد تھی، وہ اوس وخزرج کے لوگ تھے۔

عکلان حمیری کی بشارت

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل یمن گیا ہوا تھا اور عکلان حمیری کے ہاں ٹھہرا۔ اس نے مجھ سے مکہ مکرمہ، کعبہ شریف اور آب زمزم کے بارے میں پوچھا اور کہا کیا تم میں کسی ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جو تمہارے دین کے مخالف ہو؟ میں نے کہا: ''نہیں'' پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد گیا تو وہ اس وقت انتہائی کمزور اور قدرے بہرہ ہو چکا تھا میں نے اسی کے ہاں قیام کیا۔ اس نے اپنے بیٹوں پوتوں کو اکٹھا کر کے انہیں میرے متعلق آگاہ کیا، پھر وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور مجھ سے کہا: اے قریشی بھائی! ذرا اپنا نسب بیان کرو تو میں نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدالحارث بن زہرہ ہوں۔ کہا اے زہری بھائی کیا تمہیں ایک بشارت نہ دوں جو تمہارے

لیے تجارت سے بہتر ہے؟ میں نے کہا: ہاں بتایئے تو اس نے کہا: میں تمہیں بشارت اور خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مہینہ میں تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث کر کے اسے صفی بنایا ہے اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ اس کے لیے ثواب ٹھہرایا ہے وہ بت پرستی سے روکتا ہے۔ اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ حق کا حکم کرتا ہے اور خود اس پر عمل پیرا ہے وہ باطل سے روک کر اس کی بیخ کنی کرتا ہے میں نے پوچھا اس کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ اس نے جواب دیا ''ازد سے نہ شمالہ سے'' سرف سے نہ بتالہ سے، وہ بنو ہاشم سے ہے۔ تم اس کے اخوان ہو۔ کام مختصر کرو اور جلد واپس جاؤ اور جا کر اس کی نصرت وحمایت کرو اور یہ اشعار اس کی طرف لے جاؤ۔

اَشْهَدُ بِاللهِ ذِیْ الْمَعَالِیْ   وَفَالِقِ اللَّیْلِ وَالْصَّبَاح

میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو بلندیوں کا مالک ہے رات اور صبح کو پیدا کرنے والا ہے۔

اِنَّکَ ذُولسِّرِ مِنْ قُرَیْشٍ   یَاابْنَ الْمَفْدٰی مِنَ الذَّ بَائِح

آپ قریش کے صاحب اسرار ہیں اے ذبیح! کے بدلے میں فدیہ دیئے گئے شخص کے فرزند

اُرْسِلْتَ تَدْعُو اِلٰی یَقِیْنٍ   یُرْشِدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاح

آپ کو بھیجا گیا ہے تا کہ آپ یقین کی طرف دعوت دیں اور لوگوں کو حق اور فلاح کی ہدایت دیں۔

اَشْهَدُ بِاللهِ رَبِّ مُوْسیٰ   اِنَّکَ اُرْسِلْتُ بِالْبَطَّاحِ

میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے بے شک آپ بطحائے مکہ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

فَکُنْ شَفِیْعِیْ اِلٰی مَلِیْکٍ   یَدْعُو الْبَرَایَا اِلَی الْفَلَاح

لہٰذا اس بادشاہ (ارض وسما) کی بارگاہ میں میری شفاعت کیجئے جو مخلوق کو بھلائی کی طرف بلا رہا ہے۔

عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ اشعار یاد کر لیے اور مکہ شریف لوٹ آیا جب پہنچا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ انہیں سب ماجرا سنایا تو انہوں نے بتایا کہ مذکورہ نبی ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہیں۔ اللہ نے انہیں (فی الواقع) مبعوث فرما دیا ہے۔ لہٰذا ان کے پاس چلو، جب میں کاشانہ خدیجۃ الکبریٰ میں داخل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ''ایک ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جو بھلائی کے لائق ہے۔ عبدالرحمن پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو'' عرض کیا ''ودیعت'' فرمایا ''تمہیں ایک بھیجنے والے نے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ وہ پیغام پیش کرو'' تو میں نے وہ پیغام دیا اور دولت اسلام سے مشرف ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حمیری مومن ہے وہ میری تصدیق کرتا ہے حالانکہ اس نے میری زیارت نہیں کی۔ وہ میرا برحق بھائی ہے''۔

قبیلہ ازد کے ایک بزرگ کی گواہی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے فرمایا: میں تجارت کی غرض سے یمن گیا یہ واقعہ بعثت نبی سے پہلے کا ہے میں ایک ازدی بزرگ کے ہاں اترا، وہ کتاب کا قاری اور زبردست عالم تھا اور 96 سال کا ہو چکا تھا۔ مجھے غور سے دیکھنے کے بعد کہا میرا خیال ہے کہ تم حرم سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے جواب دیا ہاں میں تیم بن مرہ کے قبیلہ سے ہوں، میرا نام عبداللہ بن عامر بن عثمان ہے۔ اس نے کہا: تم میں صرف ایک نشانی ابھی باقی ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کونسی؟ اس نے کہا: ذرا اپنے شکم سے کپڑا ہٹائیے۔ میں نے جواب دیا نہیں میں ایسا نہیں کروں گا آپ مجھے اس کی وجہ بتائیں تو اس نے وضاحت کی کہ میں صحیح سچے علم میں یہ پاتا ہوں کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوگا جس کے فریضہ نبوت میں ایک نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی اعانت کرے گا۔ نوجوان معرکہ آرائیوں میں گھسنے والا اور پیچیدگیوں کو کھولنے والا ہے اور وہ کہنہ سال آدمی گورا نحیف و نزار ہے جس کے شکم پر تل اور بائیں ران پر ایک نشانی ہے تمہارے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم مجھے وہ پوشیدہ نشانی دکھادو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے شکم پر سے کپڑا ہٹایا تو اس نے ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھا اور کہا رب کعبہ کی قسم! وہ ادھیڑ عمر آدمی تم ہی ہو۔ میں تمہیں چند باتیں بتاتا ہوں، میں نے دریافت کیا کہ وہ باتیں کونسی ہیں؟ اس نے کہا:

1. خواہشات نفس کی طرف میلان نہ رکھنا۔
2. مثالی طریقہ اختیار کرنا
3. عطائے خداوندی کے بارے میں بے خوف نہ ہونا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے یمن میں اپنا کام پورا کیا پھر الوداع کہنے کے لیے اس بزرگ کے پاس حاضر ہوا، اس نے کہا: میرے کچھ اشعار اس نبی کی خدمت میں عرض کر دینا۔ ان اشعار کا مضمون یہ تھا کہ اس نے علمائے یہود، راہبوں اور کاہنوں کی ہم نشینی کی سب نے اس بات کی خبر دی کہ نبی منتظر کا ظہور مکہ میں ہوگا بت اوندھا دیئے جائیں گے۔ وہ نبی لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ اپنے دین کی طرف دعوت دے گا“۔

”میں نے اس کے اشعار یاد کیے اور مکہ مکرمہ واپس آ گیا۔ شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، ابوالبختری، عقبہ بن ابی معیط اور دیگر قریش کے سرکردہ لوگ مجھے ملنے اور سلام دعا کے لیے آئے میں نے ان سے پوچھا کوئی تازہ واقعہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں! بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو ہم اس کا انتظار نہ کرتے۔ اب آپ آ ہی گئے تو اسے اس دعویٰ سے منع کریں“۔

”میں نے یہ سن کر تعجب کا اظہار کیا اور انہیں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حقیقت حال دریافت کروں۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ خدیجہ میں ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ علیہ السلام باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا، اے محمد (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی مجلس میں نہ پایا۔ وہ لوگ آپ علیہ السلام کی غیر حاضری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھ رہے تھے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوبکر! بے شک میں تمہاری طرف اور سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لہٰذا اللہ پر ایمان لے آؤ'' میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی نشانی کیا ہے؟۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا ''وہ عمر رسیدہ عالم جس کے ساتھ تمہاری یمن میں ملاقات ہوئی ہے'' میں نے عرض کیا میں تو یمن میں کتنے ہی بزرگ علماء سے ملا ہوں اور ان سے لین دین کیا ہے۔ فرمایا ''میں اس عالم کے متعلق کہہ رہا ہوں جس نے تمہیں میرے متعلق خبر دی ہے اور اشعار بھی پڑھے ہیں'' میں نے عرض کیا اے میرے حبیب! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ باتیں کس نے بتائی ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اسی عظیم فرشتے نے جو قبل ازیں گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوتا تھا'' یہ سن کر میں نے پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اسلام لانے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی مسرت ہوئی۔

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین نشانیاں

روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: اے سردار بطحاء! بے شک وہ مولود جس کے بارے میں آپ کو بتایا کرتا تھا، کل پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: ہاں کل ہمارے ایک بچے کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس یہودی نے پوچھا: آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''محمد'' یہودی نے کہا: یہ تین نشانیاں ہیں جو اس کی نبوت کی شہادت دیتی ہیں۔

ایک یہ کہ کل اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔

دوسری یہ کہ اس کا نام نامی ''محمد'' ہے اور

تیسری یہ کہ وہ ایک سردار گھرانے میں پیدا ہوگا۔

اے عبدالمطلب! آپ بلاشبہ سردار قریش ہیں۔

ابوقیس یہودی کی تصدیق

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: بخدا! میں فارع کے ٹیلے پر تھا کہ میں نے ایک انتہائی دور کی آواز سنی۔ یہ آواز ایک یہودی کی تھی جو یہودیوں کے ٹیلے پر کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ آگ کا شعلہ تھا۔ لوگ اس کی آواز سن کر اکٹھے ہو گئے اور اس کی چیخ و پکار پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ انہوں نے پوچھا: تیرا برا ہو کیا واقعہ پیش آیا

ہے۔حسان فرماتے ہیں میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا یہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو بغیر نبوت کے کبھی طلوع نہیں ہوا اور اب سوائے ''احمد'' نبی کے اور کوئی نبی باقی نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے اور اس کی خبر پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ بنی عدی کے ایک شخص ابوقیس جس نے رہبانیت اختیار کر لی تھی سے پوچھا گیا اے ابا قیس! دیکھئے یہ یہودی کیا کہہ رہا ہے۔اس نے جواب دیا۔ یہ سچ کہتا ہے کیونکہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار ہو رہا ہے اور یہی واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ ہوسکتا ہے میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پالوں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا چنانچہ جب اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی خبر پہنچی تو وہ ایمان لے آیا۔ (سیرت ابن ہشام)۔

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت کو بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دینا

حضرت کعب احبار سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے تورات میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے آگاہ فرمایا اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کی خبر اپنی امت کو دی کہ فلاں ستارہ جب حرکت کرے گا اور اپنے مقام سے محو خرام ہوگا تو وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا وقت ہوگا یہ بات علمائے بنی اسرائیل کے نزدیک انتہائی مشہور و معروف تھی۔

ایک یہودی کی پکار

ہشام بن عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں رہتا تھا، شب میلاد رسول وہ قریش کی مجلس میں آیا اور اس نے کہا: اے معشر قریش! کیا آج کی رات تمہارے قبیلے میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں معلوم نہیں وہ پکارا ''اللہ اکبر'' جب تمہیں معلوم نہیں تو پھر کوئی حرج نہیں، دیکھو! میری بات اچھی طرح یاد رکھو کہ آج کی رات وہ نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے جس میں بالوں کا ایک گچھا ہے۔

وہ سب لوگ حیران و ششدر ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے، جب گھروں کو گئے تو ہر آمی نے اپنے اہل خانہ کو اس خبر سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا'' آج عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام انہوں نے ''محمد'' رکھا ہے'' یہ سن کر وہ قریشی اس یہودی کے پاس گئے اور اس بچے کی پیدائش کی اطلاع دی، اس نے کہا: مجھے لے چلو تا کہ اس بچے کو دیکھ لوں وہ اس یہودی کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں آئے اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا ذرا اپنے بیٹے کو تو باہر لایئے آپ نو مولود کو اٹھا کر باہر لائیں تو انہوں نے پشت مبارک سے کپڑا

اٹھا کر دیکھا، یہودی کی نظر جب آپ علیہ السلام کی مہر نبوت پر پڑی تو غش کھا کر گر گیا اور پھر جب اسے افاقہ ہوا تو لوگوں نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! نبوت بنی اسرائیل کے گھرانے سے رخصت ہو گئی ہے اور تم پر ایسی شوکت قاہرہ کا ظہور ہوگا کہ اس کی دھوم شرق و غرب میں پڑے گی۔ اس یہودی نے قریش کے جن آدمیوں کو اس کی خبر دی تھی ان میں ہشام بن مغیرہ، ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ بھی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ عبیدہ بن حارث بن مطلب بھی ان قریشیوں میں شامل تھا۔

واقدی کی روایت ہے کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام یوسف تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک ہوئی تو قبل اس کے کہ کوئی قریشی آپ علیہ السلام کی ولادت سے باخبر ہوتا۔ اس یہودی نے کہا: اے گروہ قریش! اس امت کا نبی آج رات اس محلّہ میں رونق افروز دنیا ہو چکا ہے اور پھر قریش کی مجلسوں میں گھومنے لگا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی مجلس میں آیا اور اس نومولود کے بارے میں دریافت کیا اسے کسی نے بتایا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا پیدا ہوا ہے اس نے کہا: تورات کی قسم وہ ''نبی'' منتظر ہے۔

شاہ یمن سیف بن ذی یزن کا حضرت عبدالمطلب کو خصوصی راز کا امین بنانا

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''مسامرات'' میں تحریر فرماتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیف بن ذی یزن نے یمن پر غلبہ حاصل کیا تو اس نے حبشیوں پر قابو پا کر انہیں جلاوطن کر دیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے دو سال بعد کا ہے۔ اس کامیابی اور یمن پر غلبہ کی خوشی میں عرب وفود شرفاء اور شعراء مبارکبادی اور تعریف و تحسین کے لیے سیف کے دربار میں آئے ان سرکردہ سرداروں میں عبدالمطلب بن ہاشم، امیہ بن عبدالشمس، عبداللہ بن جدعان، خویلد بن اسد اور وہب بن عبدمناف شامل تھے۔

یہ سرداران عرب سیف کے پاس صنعاء میں حاضر ہوئے وہ اس وقت غمدان کے قلعہ میں تھا اس وفد نے اذن باریابی طلب کیا تو بادشاہ نے انہیں دربار میں آنے کی اجازت عطا کی۔ بادشاہ اس وقت عنبر و کستوری میں غرق تھا جو کہ اس کی مانگ سے مہک رہی تھی۔ اس کے دائیں بائیں بادشاہ اور شہزادے تھے جب دربار میں داخل ہوئے تو حضرت عبدالمطلب اس کے قریب ہوئے اور اذن کلام طلب کیا۔ سیف بن ذی یزن نے کہا: اگر تم بادشاہوں کے حضور گفتگو کے آداب سے واقف ہو تو تمہیں بولنے کی اجازت ہے، چنانچہ عبدالمطلب نے اس موقع پر یہ گفتگو فرمائی۔

''اے بادشاہ! اللہ نے آپ کو نہایت بلند اور باعزت مقام عطا فرمایا ہے آپ کو شریف اور اعلیٰ خاندان میں پیدا فرمایا جس کی شاخیں شریف خاندانوں اور معزز قبیلوں میں پھیلی ہیں۔ آپ بلند اقبال ہیں اور عرب کے بادشاہ اور

اس کی بہار ہیں۔ جس سے سارا عرب سرسبز و شاداب ہے آپ عرب کے ایسے حکمران ہیں جس کے سامنے سر اطاعت خم کیا جاتا ہے آپ وہ محکم ستون ہیں جس پر عرب کی عمارت قائم ہے۔ آپ حفاظت کا ایسا قلعہ ہیں جہاں عرب پناہ لیتے ہیں۔ آپ کے اسلاف بہترین اسلاف تھے اور آپ ہمارے لیے ان کے بہترین جانشین ہیں جس قوم کے آپ جیسے فرزند ہوں وہ ہلاک نہیں ہوسکتی اور جس کی اولاد کے آپ جیسے بزرگ ہیں وہ صفحۂ ہستی سے مٹ نہیں سکتی۔ اے بادشاہ! ہم حرم کے رہنے والے ہیں۔ خانہ خدا کے پاسبان ہم اس آرزو کے سہارے آپ کے حضور حاضر ہوئے ہیں جس نے ہمیں پریشان کن زندگی سے نجات دی۔ ہمارا یہ وفد تعزیت کے لیے نہیں مبارکبادی کے لیے آیا ہے''۔

یہ سن کر سیف بن ذی یزن نے کہا: اے متکلم تو کون ہے؟ بتایا ''میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں'' بادشاہ نے پوچھا کیا ہمارا بھانجا؟ جواب دیا ''ہاں'' تو اس نے آپ کو قریب بلایا اور پھر اپنی قوم کی طرف رخ کر کے کہا ''خوش آمدید! ہم نے تمہاری گفتگو سنی تمہارے ساتھ رشتہ داری کا علم ہوا اور ہم نے تمہاری سفارش قبول کی تم گردش دوراں کے مالک ہو جب تک تمہارا قیام رہے تمہیں عزت و احترام سے رکھا جائے گا۔ اٹھو مہمان خانے کی طرف چلو'' اس نے وفد کو مہمان ٹھہرانے کا حکم دیا جہاں انہوں نے ایک ماہ قیام کیا۔ اس عرصہ میں وفد کے ارکان نہ تو بادشاہ سے مل سکے نہ بادشاہ نے انہیں واپس جانے کی اجازت دی، پھر اچانک ایک دن بادشاہ کو ان کا خیال آیا تو عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور ان کی آمد پر انہیں اپنے قریب تخت پر بٹھایا۔ پھر تخلیہ میں ان سے کہا ''اے عبدالمطلب! میں اپنے علم کا راز تمہارے سپرد کرتا ہوں، کوئی اور ہوتا تو میں یہ راز اس پر ہرگز ظاہر نہ کرتا چونکہ میں نے تمہیں اس راز کا معدن پایا ہے لہٰذا تمہیں اس پر مطلع کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ راز راز رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ اس کے اظہار کی اجازت عطا فرما دے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے عظیم منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے۔ بے شک میں نے ایک سربستہ کتاب اور پوشیدہ علم میں جسے ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا۔ ایک بہت بڑی خبر پائی جس میں تمام انسانوں اور تمہارے گروہ کے لیے بالعموم اور تمہارے لیے بالخصوص شرف زندگی اور فضیلت مرگ ہے''۔ عبدالمطلب نے کہا ''آپ جیسے بادشاہ کا راز! فرمایئے وہ راز کونسا ہے؟''

بادشاہ نے کہا ''تہامہ میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے دونوں شانوں کے درمیان علامت نبوت یعنی مہر نبوت ہوگی۔ امامت کا منصب اس کے لیے ہوگا اور سرداری قیامت تک تمہارے لیے ہوگی''۔ عبدالمطلب نے کہا ''اللہ آپ کو بلند اختر کرے۔ میں ایک بہترین تحفہ کے ساتھ واپس جاؤں گا جو کسی قوم کا وفد لے کر جاتا ہے اگر بادشاہ معظم کی ہیبت اور عظمت و جلالت نہ ہوتی تو میں اس بشارت سے متعلق ضرور دریافت کرتا جس نے مسرت و شادمانی میں اضافہ کیا ہے''۔ سیف بن ذی یزن نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا ''اس زمانہ میں ایک بچہ کی ولادت ہونے والی ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس کی ولادت ہو چکی ہے۔ اس کا نام ''محمد'' ہوگا اس کے دونوں شانوں کے درمیان علامت نبوت ہوگی اس کے والدین جلد ہی فوت ہو جائیں گے اس کا دادا اور چچا اس کی کفالت کریں گے ہم نے اس بشارت کو کئی بار سنا ہے۔ اللہ اسے اعلانیہ مبعوث کرنے والا ہے ہماری قوم کے لوگ اس کے انصار بنیں گے۔ جن کے ذریعے اللہ اس کے خلفاء

کو غلبہ عطا کرے گا اور ان کے دشمن ذلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے اور زمین کا بہترین حصہ ان کے لیے مباح کرے گا، شیطان کو زجر و توبیخ ہو گی۔ آتش فارس بجھ جائے گی اور بت پاش پاش ہو جائیں گے۔ بات اس کی واضح اور صاف ہو گی۔ حکم اس کا عدل پر مبنی ہو گا۔ وہ نیکی کا حکم دے گا اور خود نیکی کا مجسمہ ہو گا۔ برائی سے منع کرے گا نیز برائی کا استیصال کرے گا''۔ عبدالمطلب نے کہا ''اے بادشاہ آپ کا بخت بلند ہو۔ اقبال سلامت رہے اللہ آپ کی شان میں اضافہ کرے۔ آپ کی سلطنت قائم دائم رہے۔ آپ عمر دراز پائیں اور آپ کا ظل عاطفت تادیر قائم رہے۔ آپ اگر تھوڑی سی اور وضاحت کر دیں جیسا کہ قبل ازیں آپ نے ارشاد فرمایا ہے''۔

سیف بن ذی یزن نے کہا ''کعبہ شریف کی قسم اے عبدالمطلب تم اس پیغمبر کے جد امجد ہو''۔ یہ سن کر عبدالمطلب سجدہ میں گر گئے۔ بادشاہ نے کہا ''سجدہ سے سر اٹھاؤ اللہ تمہارا سینہ ٹھنڈا کرے اور تمہاری شان بلند کرے، کیا تم نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے جو میں نے تم سے بیان کی ہے''۔ عبدالمطلب نے کہا ''ہاں! اے بادشاہ! میرا ایک بیٹا تھا مجھے اس کے ساتھ شدید محبت اور شفقت تھی۔ میں نے اس کی شادی ایک معزز خاتون آمنہ بنت وہب سے کی جس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام ''محمد'' رکھا ہے اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں میں اور اس کا چچا اس کی کفالت کرتے ہیں اس کے شانوں کے درمیان ایک نشان نبوت ہے اور آپ نے جو علامتیں بیان کی ہیں وہ سب علامات اس میں موجود ہیں''۔ بادشاہ سیف نے کہا ''میں نے تم سے جو باتیں کی ہیں وہ سب حق ہیں لہٰذا تم اپنے بچے کی حفاظت کرو اور یہودیوں سے چوکنے رہو کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں۔ بخدا! اللہ انہیں اس کے خلاف مکروہ عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا ہے اسے اپنے وفد کے ساتھیوں سے بھی پوشیدہ رکھنا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے ان کے دلوں میں کہیں تمہاری سرداری کے خلاف بغض اور حسد نہ پیدا ہو جائے۔ وہ تمہاری بربادی اور ہلاکت کے خواہشمند ہوں گے اور اس کے لیے دام فریب بچھائیں گے۔ یہ کام وہ خود کریں گے یا ان کی اولاد اس کے لیے کوشاں ہو گی اور اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ مجھے اس کی بعثت سے پہلے موت آ جائے گی تو میں گھوڑ سواروں اور پیادوں کے ساتھ جاتا اور یثرب کو اپنا پایہ تخت بناتا کیونکہ میں ایک کتاب ناطق اور علم سابق میں پاتا ہوں کہ یثرب میں اس کے دین کو استحکام نصیب ہو گا وہاں کے لوگ اس کے انصار و معاون ہوں گے اس پیغمبر کا مدفن بھی اسی شہر (یثرب) میں ہو گا اگر مجھے اس پر آفات و مصائب کا اندیشہ نہ ہوتا اور آپ سے سختیوں اور ناگوار باتوں کو دور کرنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں کم سنی میں ہی اس کا چرچا کر دیتا اور تمام عربوں کو اس کے احکامات پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم دے دیتا لیکن میں تمہارا یہ راز تم تک پہنچانے پر ہی قناعت کرتا ہوں''۔

اس کے بعد بادشاہ نے وفد کے ہر شریک فرد کے لیے سو سو اونٹ دس دس غلام اور کنیزیں، دس دس رطل چاندی، پانچ پانچ رطل سونا اور ایک ایک برتن عطر عطا کرنے کا حکم دیا مگر عبدالمطلب کو دس گنا زیادہ انعام کا فرمان جاری کیا اور دم رخصت یہ تاکید کی کہ سال کے بعد پھر آنا اور مجھے اس بچے کے حالات سے آگاہ کرنا، مگر سال کے

اختتام سے قبل ہی شاہ یمن راہی ملک عدم ہو گیا۔

حضرت عبدالمطلب اکثر یہ فرمایا کرتے کہ ”اے گروہ قریش! تم میں سے کوئی بادشاہ کے ان انعامات خسروانہ پر رشک نہ کرے کیونکہ بکثرت چیزیں فنا پذیر اور ختم ہونے والی ہیں ہاں کسی کو رشک کرنا ہو تو اس مقام وشرف اور لازوال شہرت پر کرے جو میرے بعد مجھے حاصل ہونے والی ہے جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ اس عظیم عزت و شرف کا مظہر کیا ہے؟ تو جواب دیتے کہ عنقریب اس کا علم وشہرہ ہو جائے گا۔

(الوفا ابن جوزی، البدایہ والنہایہ)۔

یہودی عالم کی تصدیق

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: ہم سرمائی تجارتی قافلے کے ہمراہ یمن گئے تو میں ایک یہودی عالم کے گھر مہمان ٹھہرا اس نے دریافت کیا تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے بتایا بنو قریش سے ہوں۔ اس نے پھر سوال کیا قریش کی کس شاخ سے ہو؟ میں نے جواب دیا ”بنو ہاشم سے“ اس نے کہا: اگر تم مجھے اجازت دو تو میں تمہارے جسم کے بعض حصوں کا معائنہ کرلوں میں نے کہا: ہاں البتہ ایک شرط ہے کہ بے پردگی نہ ہو، چنانچہ اس نے میری ناک کے ایک نتھنے کو کھول کر دیکھا پھر دوسرے کو دیکھا اس کے بعد کہا تمہارے ایک ہاتھ میں سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت اور میرا خیال ہے کہ نبوت بنو زہرہ میں ہے لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اس نے پوچھا کیا تمہارے پاس شاعہ ہے؟ میں نے کہا: یہ شاعہ کیا ہوتی ہے؟ اس نے بتایا کہ شاعہ سے مراد بیوی ہے تو میں نے اسے بتایا اس وقت تو نہیں ہے تو اس نے کہا واپس جا کر بنو زہرہ سے شادی کر لینا، چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے مکہ واپس آکر ہالہ بنت وھب بن عبد مناف سے شادی کر لی جس سے حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو آمنہ بنت وہب سے بیاہ دیا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ قریش کہا کرتے تھے کہ عبداللہ اپنے باپ عبدالمطلب سے بازی لے گئے۔ اس روایت کو حاکم، بیہقی، طبرانی، ابونعیم اور ابن سعد نے نقل کیا ہے۔

البدایہ والنہایہ

محافل میلاد کا انعقاد اور اکابرین اسلام کے ارشادات

حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور محدث و عالم اور صاحب قلم تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم میلاد مبارک کے انعقاد کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''اہل اسلام ہمیشہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں محافل میلاد شریف کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس مبارک روز کھانا کھلاتے ہیں۔ ربیع الاوّل شریف کی راتوں میں صدقات وخیرات کی اُن تمام صورتوں پر عمل کرتے ہیں جو ان کے لئے کرنا ممکن ہے۔ اس مبارک دن خوشیاں مناتے ہیں نیکیوں میں شرکت کرتے ہیں۔ ہر طرف میلاد شریف کے چرچے کئے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات سے ہر حال میں فیض یاب ہوتا ہے۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کا تجربہ شدہ امر یہ ہے کہ جس سال یہ مبارک محافل منعقد کی جاتی ہیں وہ پورا سال نہایت ہی خیر و برکت سے گزرتا ہے۔ اس کے علاوہ انعقاد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ احسن عمل نیک مقاصد اور دلی خواہشات کی فوری تکمیل میں بشارت ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس شخص پر رحم وکرم فرمائے جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک راتوں کو عید کے طور پر منا کر اُس شخص کے مرض میں اضافہ کیا جسکے دل میں بیماری ہے۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کے لئے بغض وعناد ہے)

(از: المواہب اللدنیہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ 27)

حضرت علامہ جلال الدین کہتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ جلال الدین کہتانی رحمۃ اللہ علیہ ''سبل الھدیٰ'' میں سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے انعقاد کے سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''مولده رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم مبجّل مكر م قدس يوم ولادته و شرف و عظم و كان وجوده صلى الله عليه وآلہٖ وسلم مبداء سبب النجاة لمن اعدلها لفرحه بولادته صلى الله عليه وآلہٖ وسلم فمن المناسب اظهار السرور و انفاق الميسود.''

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا دن بڑا ہی مکرم، مقدس اور بابرکت وقابل تکریم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان اور آپ علیہ السلام کو ماننے والا آپ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کی خوشی منائے تو وہ نجات وسعادت حاصل کر لیتا ہے اور اگر ایک ایسا شخص خوشی منائے جو مسلمان نہیں اور دوزخ میں رہنے کے لئے پیدا ہوا ہے تو اس مبارک دن میں خوشی منانے کے صدقے اسکے عذاب میں کمی ہو جائے گی۔ اس لئے میلاد مبارک کے دن خوشی اور مسرت کا اظہار اور اپنی حیثیت کے مطابق خصوصی اہتمام کرنا بہت ہی مناسب عمل ہے''۔

از: سبل الھدیٰ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 44

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (661ھ-728ھ) ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انعقاد کرنے والوں کو اجر ملنے کی نوید ان الفاظ میں سُناتے ہیں۔

''وکذالک ما یعدثه بعض الناس اما مضا هاة للنصاری فی میلاد عیسیٰ علیه السلام واما محبة للنبی صلی الله علیه وآلهٖ وسلم و تعظیماً له و الله قد یثبهم علیٰ هذا المعبة والا جتهاد.''

''فتعظیم المولد واتعاذه موسما قد بفضله بعض الناس ویکون له فیه اجر عظیم احسن قصدة و تعظیمة رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم''

ترجمہ: ''جیسے عیسائی لوگ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں۔ اسی طرح اُن کی دیکھا دیکھی یا پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت و تعظیم کی خاطر مسلمان ولادت باسعادت کا دن مناتے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو اس پیار و محبت و اہتمام و کوشش پر جزا دینے والا ہے''۔

''چنانچہ میلادِ مبارک کے دن کو اہتمام سے منانا اور اس کی تعظیم کرنا، جس میں حسن نیت شامل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت شامل ہو اجرِ عظیم کا باعث ہوسکتا ہے''۔

از: اقتضاء الصراط المستقیم۔ صفحہ۔ 297،294۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (958ھ-1073ھ) برصغیر پاک و ہند کی وہ عظیم علمی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث، عالم، فقیہہ اور محقق ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت مبارکہ پر اس خطّے میں سب سے پہلے کتاب لکھنے کا شرف آپکو ہی حاصل ہے۔ فارسی زبان میں سیرت مقدسہ پر لکھی جانے والی یہ کتاب ''مدارج النبوت'' علم کا وہ سمندر ہے جسمیں فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات مقدسہ کے شب و روز تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری علمی تصنیف ''ماثبت من السنه'' میں جو کہ عربی زبان میں ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انعقاد پر یوں تحقیق تحریر فرماتے ہیں۔

''لا یذال اهل الاسلام یعتفلون بشهر مولده صلی الله علیه وآله وسلم ویعملون الولائم و یتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات و یظهرون السرور ویزیدون فی المبرات و یقنون بقرائة مولده الکریم.''

ترجمہ: ''مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ ماہ ربیع الاوّل میں محافل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد

کرتے ہیں، صدقات وخیرات اور خوشی کے اظہار کے لئے ان محافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان مبارک ایام میں زیادہ سے زیادہ نیکی کے کام سرانجام دیئے جائیں۔اس مبارک موقعہ پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔"

از: ماثبت من السنہ۔صفحہ۔102۔

حضرت علامہ ابوزرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ کافتوی

حضرت علامہ ابوزرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے انعقاد پر جوفتوی ارشاد فرمایااس کی عبارت یہ تھی۔

"سئل من فعل المولدأ استحب او مکروہ و ھل و ردفیہ شئی او فعلہ من یقتدی بہ قال اطعام الطعام مستحب فی کل وقت فکیف اذا انفعملذالکہ السرور بظھور نور النبوتۃ فی ھذا الشھر الشریف ولا نعم ذالک من السلف ولا یلزم من کوتہ بدعت کو نہ مکرو ھا فکم :من بدعۃ مستحبۃ بل داجباہ"

ترجمہ:"حضرت علامہ ابوزرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محفل میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منعقد کرنا مستحب ہے یا مکروہ؟ یا پھراس کے بارے میں کوئی باقاعدہ حکم موجود ہے؟ جو قابل ذکر ہواوراسکی پیروی کی جاسکتی ہو؟۔حضرت امام ابوزرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادفرمایا کہ کھانا کھلانا ہروقت مستحب ہے۔اگر کسی موقعہ پر ربیع الاوّل شریف کے ماہ میں ظہور نبوت کی یادگار کے حوالے سے خوشی اور مسرت کے اظہار کا اضافہ کردیا جائے تواس سے یہ چیز کیسی بابرکت ہوجائے گی؟ ہم جانتے ہیں کہ اسلاف نے ایسانہیں کیااور یہ عمل بدعت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ عمل مکروہ ہو کیونکہ بہت سی بدعات مستحب ہی نہیں بلکہ واجب ہوتی ہیں۔"

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کاارشادگرامی

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے جید عالم، اورفقیہہ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کاتعلق سادات گھرانے سے تھا۔نہایت متقی پرہیزگارانسان تھے۔عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا تھے۔سُنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرسختی سے کاربند تھے۔ہرسال محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاعقیدت واحترام سے انعقاد فرماتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جوکسی تعارف کے محتاج نہیں "الدرالثمین"میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریرفرماتے ہیں۔

"کنت اصنع فی ایام المولد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) طعاما صلہ با النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیٔی اصنع بہ طعاما فلم

اجد الا حصا مقليا فقسمة بين الناس فرايته صلى الله عليه وآلہ وسلم و بين يديه هذالحمص متبهجابشاشا."

ترجمہ: "میں (شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) ہر سال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلا دمبارک کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا۔لیکن ایک سال (حالت معاش میں تنگی کی وجہ سے) زیادہ اہتمام نہ کرسکا اور کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد (النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کردیئے۔رات کو جب سویا تو خواب میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہی بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں جو میں نے میلاد (النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش وخرم تشریف فرما تھے۔"

از: الدرالثمین۔صفحہ۔40۔

علامہ ظہیرالدین جعفرالمصری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ظہیرالدین جعفرالمصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے صحیح العقیدہ عالم فاضل اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کے انعقاد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار "سبل الھدیٰ" میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

"هـذا لـفعل لم يقع فى الصد ر الاول من السلف الصالح مع تعظيمهم وحبهم لـه اعـظاماو معبة لا يبلغ جمعنا الواحد منهم ولا ذرة منه وهى بدعة حسنة اذا قصـد فـاعـلها جمع الصالحين والصلاة على النبى صلى الله عليه وآلہ وسلم واطـعـام الـطـعام للفقراء والمساكين وحزا القدر يثاب عليه بهذا الشرفط فى كل وقت."

ترجمہ: "محافل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کا سلسلہ پہلی صدی ہجری سے شروع نہیں ہوا اگرچہ ہمارے اسلاف صالحین وعشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر سرشار تھے کہ ہم سب کا عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مل کر بھی ان بزرگان دین میں سے کسی ایک ہستی کے عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہنچ سکتا۔میلاد کا انعقاد بدعت حسنہ ہے۔اگر اس کا اہتمام کرنے والا صالحین کو جمع کرے محفل درود وسلام منعقد کرے فقراء ومساکین کے طعام کا بندوبست کرے یوں اس شرط کے ساتھ جب بھی محفل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد پر عمل کرے یہ عمل باعث اجر وثواب ہوگا۔"

از: سبل الھدیٰ۔جلد1۔صفحہ 442

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1176ھ=1762ء) برصغیر کی وہ علمی شخصیت ہیں جنہوں نے اس خطے کو علم وعرفان کی روشنی سے منور کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر مکتبہ فکر کے نزدیک نہایت واجب الاحترام علمی وروحانی شخصیت مانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ صاحب تصانیف بزرگ ہیں جنکی علمی کاوشوں کے بڑے بڑے عالم وفاضل قائل ہیں اور ان کے شاگردوں کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ شاہ صاحب قبلہ نے اپنی مشہور تصنیف ''الدر الثمین'' میں اپنے والد بزرگ وار حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باقاعدہ انعقاد کرنے کا ذکر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں مقبولیت کا حال تحریر کیا ہے جسکا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں یہاں ہم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کو جوانہوں نے ''فیوض الحرمین'' میں تحریر کیا ہے تحریر کر رہے ہیں جس میں اہل مکہ کی طرف سے محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انعقاد کے موقع پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر انوار وتجلیات کی بارش کا بیان ہے جبکہ قبلہ شاہ صاحب اس مبارک محفل میں شریک تھے۔ بیان فرماتے ہیں۔

> ''وکنت قبل ذالک بمکه المعظمه فی مولد النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم فی یوم ولادت والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم ویذکرون ارهاصاته التی ظهرت فی ولادت و مشاهده قبل بعثۃ فرایت انوار اسطعت دفعة واحدة لا اقوال انی ادرکتها ببصر الروح فقط و اللہ اعلم کیف کان الامر بین هذا و ذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتها من قبل الملائکة الموکللین بامثال هذه المشاهد و بامثال هذه المجالس ورایت یخالطه انوار الملائکة انوار الرحمة''

(از: فیوض الحرمین۔ صفحہ۔80-81)

ترجمہ: ''اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں انعقاد پذیر ایک ایسی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود اور سلام عرض کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت پیش آنے والے واقعات بیان کر رہے تھے جن کا ظہور بعثت مقدسہ سے پہلے ہوا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار تجلیات کی بارش شروع ہوگئی۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھوں سے دیکھا تھا اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے وہ منظر دیکھا تھا۔ بہر حال جو بھی ہو میں نے جب غور کیا تو مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ یہ اُن ملائکہ کے انوار وتجلیات ہیں جو ایسی مجالس میں

شرکت پر معمور ہیں۔ میں نے دیکھا کہ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہورہا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانے کہ ان دو میں سے کونسا معاملہ تھا۔''

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد اور اہل مکہ

اہل مکہ مکرمہ ہر سال ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافل میلاد منعقد کرتے اور اس مبارک موقع پر شاندار جشن کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت امام محمد بن جار اللہ ابن ظہیرہ رحمۃ اللہ علیہ ''الجامع اللطیف فی فضل مکه واهلها و بنا البیت الشریف'' میں اس جشن مبارک کا حال یوں بیان فرماتے ہیں۔

''حبرت العادة بمكه ليلة الثانی عشرمن ربيع الاول كل عام ان قاضی مكه الشافعی يتهياء سريارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب فی جمع عظيم منهم الثلاثة القضاة و اكثر الاعيان من الفقهاء و الفضلاء و ذوی البيوت بفو انيس كثيرة و شموع عظيمة و ازدحام عظيم و يدعی فيه للسلطان ولا مير مكة وللقاضی الشافعی بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام ثم يعود منه الی المسجد الحرام قبيل العشاء و يجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بازاء قبة الفرا شيين و يدعو الداعی لمن ذكر انفا بعفو ر القضاة و اكثر الفقهاء ثم يصلون العشاء و ينصرقون ولم اقف علی اول من سن ذالک سالت مورخی العصر فلم اجد عندهم علما بذالک.''

ترجمہ: ''اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ ہر سال 12 ربیع الاوّل کی رات کو قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ہمراہ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے ائمہ کرام، فقہا، فضلاء اور اہل شہر شریک ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ مولد شریف پہنچ کر خطبہ ہوتا ہے۔ پھر قاضی شہر امیر مکہ اور بادشاہ وقت کے لئے دُعا کی جاتی ہے۔ یوں یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد الحرام میں واپس آجاتے ہیں مقام ابراہیم علیہ لسلام پر اکٹھے ہوکر دوبارہ دُعا کی جاتی ہے۔ اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے اور پھر الوداع ہوتے ہیں۔ (حضرت امام محمد بن جار اللہ) فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا بہت سے ہم عصر مورخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا علم نہیں ہوسکا۔''

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم اور بزرگ ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تمام مکتبہ فکر کے نزدیک نہایت مکرم ومحترم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ''شمائم امدادیہ'' میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد مبارک کے روز محفل میلاد کے انعقاد اور حاصل ہونے والی برکات کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''ہمارے علماء کرام مولد شریف میں بہت تنازعہ واعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ علماء کرام مولد مبارک کے انعقاد کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب اس معاملہ میں جواز کی صورت موجود ہے تو پھر ایسا تشدد (یعنی فتویٰ بازی اور ناجائز وغیرہ) کیوں کرتے ہیں۔ اور ہمارے لئے حرمین شریفین میں ان مبارک محافل کے انعقاد کی اتباع کافی ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ قیام کے وقت تولد کا اعتقاد نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ قیام کے وقت آپ علیہ السلام تشریف لاتے ہیں کیونکہ عالم خلق زماں ومکان کا مقید ہے جبکہ عالم امر زماں ومکان کی قید سے آزاد ہے۔ اس لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کا قدم رنجہ فرمانا ناممکن نہیں ہے۔ مولد شریف کے موقعہ پر تمام اہل حرمین محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور یہ بات ہمارے لئے بطور حجت کافی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک مذموم کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ لوگوں نے جو زیادتیاں (یعنی خلاف شرع حرکات ڈھول بجانا اور ناچ وغیرہ) اس مبارک کام میں خود شامل کر لئے ہیں نہیں کرنی چاہیئں۔

از: شمائم امدادیہ صفحہ 94, 87, 88

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تحریر سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے کہ میلاد مبارک کی محافل منعقد کرنا جائز ہیں جشن وجلوس کے موقع پر خلاف شرع حرکات سے ہر حال میں پرہیز کرنا چاہیے۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور کتابچہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''فقیر کا یہ طریقہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال خود منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت حاصل کرتا ہوں۔''

از: فیصلہ ہفت مسئلہ شمارہ 9

حضرت علامہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کے انعقاد اور اس سے حاصل ہونے والی برکات

فیوض اور ترقیوں کا ذکر کرتے ہوئے سیرت مقدسہ پر لکھی جانے والی کُتب میں سے ایک مشہور اور ضخیم کتاب ''سبل الھدیٰ'' کے مصنف حضرت علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ملک شام کے بڑے فاضل محقق اور جید عالم تھے یوں لکھتے ہیں۔

''واما مایعمل فیه فینبغی ان یقتصر فیه علی ما یفهم الشکر الله تعالیٰ من نعو ماتقدم ذکره من التلاوة والاطعام والصدقة والشاد شئی من المدائع النبویة والزهدیة المعرکة للقلوب الی فعل الخیرات والعمل للاخرة.''

ترجمہ: میلاد مبارک کے دن جہاں تک صالح اعمال وافعال کا تعلق ہے تو اس روز تمام نیک اعمال اور فعل سرانجام دینے چاہئیں جس سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں شکر اور احسان مندی کا اظہار ہو۔ مثلاً جیسے قرآن کریم فرقان حمید کی تلاوت، فقیروں اور مساکین کو کھانا کھلانا، صدقات وخیرات کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس بیان کرنے کے لئے نعت خوانی کرنا اور ایسے واقعات وقصائد لوگوں کو سُنانا جو دلوں کو آخرت کی یاد دلائیں اور یوں لوگ اعمال حسنہ کی طرف مائل ہوں۔''

حضرت علامہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پاک کی محافل منعقد کرنا جن میں حضور علیہ السلام کی مبارک حیات طیبہ کا ذکر کیا جائے۔ تلاوت کلام پاک ہو اور دیگر صدقہ خیرات کے اعمال اصل میں ایک مسلمان کو آخرت کی زندگی بنانے کے لئے اعمال صالح کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ ہیں۔

(از: سبل الھدیٰ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔444)

اہل مکہ مکرمہ کا انعقاد میلاد مبارک

علامہ قطب الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ''الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل مکہ مکرمہ صدیوں سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں جشن میلاد کا بڑی عقیدت واحترام سے انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس مبارک دن کو بڑے ہی احسن طریقے سے مناتے چلے آرہے ہیں۔ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

''یزاد مولد النبی صلی الله علیه وآله وسلم المکانی فی اللیلة الثانیة عشر من ربیع الاول فی کل عام فیجتمع الفقهاء والاعیان علی نظام المسجد الحرام و القضاة الاربعة بمکة الشرفه بعد صلاة المغرب بالشموع الکثیرة والمفروعات و الفوانیس والمشاغل و جمیع المشائخ مع طوائفهم بالا علام

الکثیرة و یخرجون من المسجد الی سوق اللیل و یمشون فیه الی محل مولد الشریف بازدحام و یغطب فیه شخص و یدعو للسلطنه الشریفة ثم یعودون الی المسجد الحرام و یجلسون صفو فافی وسط المسجد من جهة الباب الشریف و القضاة یدعو للسلطان و یلبسه الناظر خلعه و یلبس شیخ الفراشین خلعه ثم یئوذن للعشاء ویصل الناس علی عادتهم ثم یمشی الفقهاء مع ناظر الحرام الی الباب الذی یخرج منه من المسجد ثم یتفرقون و هذا من اعظم مراکب ناظرالحرام الشریف بمکة المشرفة و یاتی الناس من البدووالعصر و اهل جدة و سکان الا ودیة فی تلک اللیة و یفرحون بها۔"

ترجمہ: ''سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی رات یعنی 12 ربیع الاول کو ہر سال مسجد الحرام میں اجتماع کا اعلان ہوجاتا ہے۔تمام علاقوں کے امیر، فقہا، علماء اور چاروں مسالک کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد الحرام میں اکٹھے ہوجاتے ہیں۔نماز کی ادائیگی سے فراغت پانے کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔کثیر مجمع کے ہاتھوں میں شمعیں فانوس اور مشعلیں ہوتی ہیں۔اس جلوس میں شرکاء کی اتنی تعداد ہوتی ہے کہ جگہ نہیں ملتی۔پھر ایک عالم دین اس جگہ خطاب فرماتے ہیں۔تمام اہل اسلام کے لئے دعا ہوتی ہے اور پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد الحرام میں آجاتے ہیں۔مسجد الحرام میں واپسی پر سلطان وقت محفل کا انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا ہے۔پھر عشاء کی اذان و جماعت ہوتی ہے۔اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں۔یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ دور دراز کے شہروں، دیہاتوں یہاں تک کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل پاک میں شریک ہوکر حضور علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کی خوشیوں میں شامل ہوتے ہیں''۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی

برصغیر پاک وہند کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے علمی مقام کی وجہ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔فتاوٰی عبدالحی میں میلاد مبارک کے انعقاد کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''جولوگ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں وہ خلاف شرع کہتے ہیں''۔

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعقاد کی تاریخ کے تعین کے بارے میں فرماتے ہیں۔''جس زمانے میں بھی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کیا جائے باعث اجر وثواب ہے اور حرمین، یمن، بصرہ، شام اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی مناتے اور محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کرتے ہیں۔خیرات دیتے ہیں اور قرأت اور سماعت کلام میلاد کرتے ہیں۔ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان

ممالک میں محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتی ہیں۔ یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہیے کہ اگر ربیع الاول میں میلاد مبارک کیا جائے تو ثواب ہوگا اور اگر سال کے کسی دوسرے ماہ میں انعقاد میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تو ثواب نہیں ہوگا''۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سال میں جس وقت بھی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد کیا جائے گا اجر وثواب حاصل ہوگا۔

از: فتاوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔283۔

انعقاد محافل میلاد اور اہل مصر

شیخ محمد رضا مصری اپنی تصنیف ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں اہل مصر کے طرز انعقاد محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''ہمارے زمانہ میں بھی دنیا بھر کے مسلمان اپنے اپنے شہروں میں محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقے میں تو محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت تزک واحترام سے مسلسل منعقد کی جاتی ہیں جن میں تواتر کے ساتھ میلاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیانات وخطابات سُنائے جاتے ہیں۔ فقراء اور مساکین صدقہ وخیرات حاصل کرتے ہیں۔ صاحب ثروت لوگ دل کھول کر صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ خاص طور پر قاہرہ شہر میں ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو عصر کی نماز کے بعد ایک پیادہ لوگوں کا جلوس دفاتر حاکم کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ جس کے ہمراہ پولیس کے حفاظتی دستے ہوتے ہیں۔ یہ شاندار جلوس غوریہ، اشراقیہ، کونلہ اور حسینیہ کے مقامات سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان میں پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے''۔

''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں نکالا جانے والا یہ جلوس جن جن راستوں سے گزرتا ہے لوگ جوق در جوق اس جلوس میں شامل ہوتے جاتے ہیں۔ جلوس کے آگے محکمہ امن وامان (پولیس) کے سوار دستے ہوتے ہیں اور دونوں طرف فوج کے کچھ عہدے دار ہوتے ہیں۔ مصر میں یہ مبارک دن حکومت کی سرپرستی میں منایا جاتا ہے۔ چنانچہ عباسیہ میں وزراء وحکام کے لئے نہایت خوبصورت رنگارنگ شامیانے نصب کئے جاتے ہیں خود سلطان وقت اور اسکا نائب جلسہ گاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ جیسے ہی سلطان وقت جلسہ گاہ میں پہنچتا ہے تو فوج اسے سلامی دیتی ہے۔ پھر سلطان اپنے شامیانے میں داخل ہوتا ہے۔ پھر صوفیاء اور مشائخ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لئے وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ سلطان وقت ان لوگوں کا استقبال کرتا ہے۔ اس کے بعد سلطان صوفیاء اور مشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرماتے ہیں۔ جب میلاد شریف کی محفل ختم ہوتی ہے تو سلطان محفل میلاد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کو بیان کرنے والوں اور نعت پڑھنے والوں کو نہایت قیمتی شاہانہ خلعت عطا فرماتا ہے۔ پھر جتنے حاضرین ہوتے ہیں ان میں مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے شربت پلایا جاتا ہے۔

سب سے آخر میں شاہ توپوں کی گونج میں شاہانہ سواری پر سوار ہو کر واپس جاتا ہے۔ شام کے وقت تمام خیموں پر نصب شدہ قمقمے روشن کیے جاتے ہیں۔ بہترین قسم کی آتشبازی چھوڑی جاتی ہے۔ اس مبارک یوم کی خوشی میں تمام سرکاری و غیر سرکاری دفاتر بند ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مشہد کے مقام پر مصر کے حاکم کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا بیان ہوتا ہے۔ آج کل مذہبی فضلاء (سکالر)، علماء اور دینی ذہن رکھنے والے حکام کی کوششوں اور ذاتی توجہ سے میلاد مبارک میں خود ساختہ عوامی بدعتوں کو دور کرنے کی پوری کوششیں جاری ہیں۔ ہم حکام وقت سے مسلسل یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہر اس برائی کو جو دین اسلام کے خلاف ہیں اور ہر اس بری اور غیر ضروری حرکات کو جو اس مبارک دن میں لوگوں نے اپنی طرف سے اس پاک محفل میں شامل کر لی ہیں انہیں سختی سے روک دیا جائے کیونکہ یہ سب باتیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مولود مبارک اور اسلام کی خوبیوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس طرح میلاد مبارک کا تقدس ہی مجروع نہیں ہوتا بلکہ اسلام دشمن عناصر کو مذہب اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا ہے''۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از شیخ محمد رضا مصری

مکہ مکرمہ میں جشن و تقریب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گزشتہ صفحات میں قرآن مجید۔ احادیث مبارکہ اور اقوال آئمہ کی روشنی میں سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کا تفصیلی ذکر تحریر کر دیا ہے اب یہاں ماہنامہ ''طریقت'' لاہور کی وہ اخباری رپورٹ یعنی روداد بیان کر رہا ہوں جو جنوری و مارچ 1917ء میں شائع کی گئی اس اخباری رپورٹ میں مکہ مکرمہ میں جس انداز سے جشن میلاد النبی اور تقریب میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کیا جاتا تھا کا حال درج ہے جس کو یہاں تحریر کر رہا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آج سے قریباً ایک صدی پہلے اہل حجاز مقدس اپنے آقا و مولا فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کو کس شاندار طریقے سے مناتے تھے۔ یوں اس مبارک تقریب کے انعقاد پر اعتراض کرنے والوں پر بھی یہ امر عیاں ہو جائے گا کہ یہ مبارک تقریب کوئی نئی بات نہیں بلکہ صدیوں سے اہل ایمان اس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کو ''عید یوم ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں'' اس روز کثرت سے جلیبیاں بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلے کے پیچھے مکلّف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف مکہ اور کمانڈر حجاز اپنے سٹاف (اہل کاروں) کے ہمراہ نہایت قیمتی زرق برق فاخرہ لباس پہن کر حرم شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ پھر یہ تمام لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت پر جا کر

تھوڑی دیر کے لئے نعت شریف پڑھتے ہیں اور پھر حرم شریف میں واپس آجاتے ہیں۔حرم شریف سے مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک راستے کے دونوں جانب دورویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی ہیں اور راستے میں جس قدر مکانات ودوکانیں ہیں سب پر روشنی کی جاتی ہے۔اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش گویا بقعہ نور بنی ہوتی ہے۔یہ جلوس جب حرم سے مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کے آگے نعت پڑھنے والے نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلتے جاتے ہیں۔اس طرح رات کے 2 بجے تک نعت خوانی اور ختم شریف پڑھتے ہیں اور رات بھر جائے ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختلف جماعتیں جاتی ہیں اور نعت شریف کی محافل منعقد کرتی ہیں۔11 ربیع الاول کی مغرب سے 12 ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت 21 توپوں کی سلامی دی جاتی ہے جو قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا ہے۔ان دنوں اہل مکہ بہت جشن مناتے،نعت پڑھتے اور کثرت سے مجالس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرتے ہیں۔"

"11 ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اُس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جب حرم شریف کے موذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی سب لوگ ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبارک باد دینے لگے۔مغرب کی نماز شریف مکہ نے ایک بہت بڑے مجمع کے ہمراہ حنفی مصلے پر ادا کی۔نماز سے فراغت کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف مکہ کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک باد دی۔اس کے بعد تمام وزراء اور ارکان حکومت ایک بڑے مجمع کے ہمراہ جس میں ہر طبقہ زندگی کے لوگ شامل تھے ایک جلوس کی شکل میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے یہ شاندار مجمع نہایت انتظام واحتشام کے ساتھ جائے ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوا۔شاہی محل سے لے کر جائے ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک راستے کے دونوں طرف نہایت خوبصورت اور اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت پر تو اس حسین انداز سے چراغاں کیا گیا تھا کہ جسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔شرکاء جلوس مقام مولد شریف پر پہنچ کر نہایت ادب واحترام سے کھڑے ہوگئے پھر ایک شخص نے بڑے ہی موثر انداز میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا بیان شروع کیا۔بیان اس قدر پر مغز اور پر اثر تھا کہ مجمع پر ایک سکوت طاری تھا ہر ایک نہایت ہی توجہ سے سیرت مقدسہ کا بیان سن رہا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے

ولادت وہ متبرک ترین مقام ہے جہاں کسی کو حرکت کرنے کی بھی جرات نہیں ہر طرف گویا گوش برآواز کا عالم طاری تھا۔اس طرح اس مبارک دن کا تقدس اور احترام تو اپنی جگہ خوشی کی یہ حالت تھی کہ ہر ایک پر مسرور کن کیفیت طاری تھی۔آخر میں شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے برجستہ تقریر شروع کی جس میں عالم انسانی کے اس عظیم انقلاب پر روشنی ڈالی جس کا سبب وخلاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات مبارکہ تھی۔اس کے بعد فاضل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جسے سُن کر تمام سامعین کرام بڑے ہی محظوظ ہوئے۔پھر مجمع کے شرکاء نے باری باری مولد شریف کی زیارت کی اور نہایت ہی نظم وضبط کے ساتھ حرم شریف میں واپس آکر نماز عشاء ادا کی۔نماز سے فارغ ہو کر تمام لوگ حرم شریف کے ایک مقررہ دالان میں نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ بیٹھ گئے جہاں سالانہ محفل میلاد کا پیش نامہ (پروگرام) شروع ہوا۔اس پیش نامہ میں مقررین نے بڑے ہی پر اثر انداز میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف مبارکہ اور سیرت مقدسہ کا بیان کیا۔یوں رات گئے تک یہ مبارک محفل جاری رہی''۔

''یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں تمام دفاتر، کچہریاں، مدارس اور دیگر کاروبار بارہ ربیع الاوّل یعنی اگلے دن ایک روز کے لئے بند کردیے گئے یوں یہ عظیم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن ختم ہوگیا۔اللہ کریم کے حضور دعا ہے کہ وہ اسی طرح پیار ومحبت اور عقیدت و احترام کے ساتھ اگلے سال پھر یہ مبارک دن دکھانے کی سعادت مبارکہ نصیب فرمائے امین''۔

ماخوذ از اخبار ''القبلہ ''مکہ مکرمہ''۔

ماہنامہ ''طریقت'' لاہور جنوری 1917ء صفحہ 2, 3

مارچ 1917ء صفحہ 21, 22, 23

شیخ محمد بن علوی المالکی المکی کا بیان

شیخ محمد بن علوی المالکی المکی مکہ مکرمہ کے بڑے فاضل صاحب تصنیف بزرگ تھے وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت مبارک کو عزت واحترام سے منانے اور اس مبارک یوم کی خوشی ومسرت کے اظہار کے سلسلے میں اپنی رائے کو یوں بیان فرماتے ہیں۔انہوں نے یہ رائے ''حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف'' میں درج فرمائی ہے۔

''ان الاحتفال بالمولد النبوی الشریف (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تعبیر عن الفرح و السرور بالمصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قد انتفع بہ فقد جاء

فی البخاری انه یخفف عن ابی لهب کل یوم الاثنین بسبب عتقه لثویبة جاریة
لما بشرته بولادة المصطفی صلی اللہ علیه و آلہ وسلم ."

ترجمہ: "بے شک میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی ومسرت سے عبارت ہے اور اس خوشی کے اظہار پر تو کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ پیر کے روز ابولہب کے عذاب میں اس لئے تخفیف کردی جاتی ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشخبری سنانے پر آزاد کردیا تھا"۔

از: "حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
از: السید محمد بن علوی المالکی المکی الحسینی"

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت

اربابِ سیر کی اکثریت اس بات پر اتفاق رکھتی ہے کہ فخرِ دو عالم تاجدار عرب وعجم سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل کے سال 12 ربیع الاوّل بروز پیر فجر کے وقت ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ولادت شریفہ بارھویں رات عام الفیل ربیع الاوّل شریف میں ہوئی۔ 12 ربیع الاوّل دوشنبہ کا دن فجر کی صبح وہی صبح جان نواز وہی ساعت ہمایوں اور سہانی گھڑی تھی بعض ستارے بھی آسمان پر نظر آرہے تھے جب کائنات کا چانداس دنیا میں جلوہ گر ہوا۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمتہ اور امام ابونعیم علیہ الرحمتہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو سب سے پہلے خدا کو سجدہ کیا اور انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِنِّی رَسُوْلُ اللهِ" "سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں میں بیشک اللہ کا رسول ہوں"

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اوّل کلمہ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا وہ یہ تھا اَللهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا سُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً مَّاصِيْلاً"

"ابن اسحق علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک عام الفیل میں ربیع الاوّل کی بارھویں رات کے بعد ہوئی"۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاوّل کی آٹھویں کو افق بطن آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طلوع ہوئے"۔

بدالدین زرکشی صاحبِ "مواہب لدنیہ" علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ ولادتِ مبارکہ 12 ربیع الاوّل عام الفیل بروز پیر بہ وقت فجر ہوئی اور گذشتہ تمام انبیاء علیہم السّلام کی پیدائش کا وقت یہی تھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں "جس رات میں نے اپنے لختِ جگر نور نظر کو جنم دیا ایک عظیم نور دیکھا جس کی بدولت شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے انکو دیکھ لیا"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی شب ایوان کسریٰ کے 14 کنگرے گر گئے۔ آتش کدہ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ "جب مجھے زچگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آگئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔ جب میں نے ان کو جنم دیا تو اُن سے ایک نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے سب مکان وحجر روشن ہو گئے حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا"۔

حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں ارشاد فرماتی

ہیں جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولد شریف ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز بلند فرمائی جیسا کہ وقتِ ولادت بچے نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے سُنا "رحمک ربک""" تمہارا رب کریم تم پر رحم فرمادے" پھر مجھ پر مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے عیاں ہو گیا۔ یہاں تک کہ شام کے محلات خود دیکھے پھر میں لیٹ گئی تھوڑی دیر گذری تھی کی مجھ پر تاریکی رعب و خوف کا عالم طاری ہو گیا کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ پھر ایک نور دائیں طرف سے ظاہر ہوا اور آواز سُنائی دی کہ اس محبوب مولود کو تم کہاں لے گئے۔ دوسری طرف سے جواب آیا مغرب کی طرف پھر سابقہ کیفیت طاری ہو گئی اور وہی آواز سُنائی دی کہ اس محبوب مولود کو کہاں لے گئے ہو جواب آیا کہ میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا ہوں۔ یہ واقعہ میرے دل پر نقش رہا حتیٰ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں ان لوگوں میں شامل ہو گئی جو سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہو کر اس دولت لازوال سے مالا مال ہوئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں "جب میں نے اپنے فرزند ارجمند کو جنم دیا وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر مٹی کی مٹھی اور سجدہ فرمایا اور زبان دُرافشاں سے جو کلمہ مُبارک ارشاد فرمار ہے تھے وہ یہ تھا:

رِبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِي۔ "خدایا میری اُمّت کو میرے واسطے بخش دے"۔

ارشاد خداوندی ہوا "اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تیرے واسطے تیری اُمّت کو بخش دیا" پھر فرشتوں سے خطاب ہوا۔

اشهدوا یا ملا ئکتی ان جیبی لَمْ	"اے فرشتو گواہ رہو کہ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ینسی امته عند الو لا دة فکیف	اپنی امت کو پیدا ہونے کے وقت نہیں بھولا
ینساها یو مر القیٰمة.	تو اسکو قیامت کے دن کس طرح بھولے گا"۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریف کے وقت میں سات یا آٹھ سال کا تندرست بچہ تھا میں نے خود دیکھا ایک یہودی صبح سویرے اپنی قوم سے کہہ رہا تھا اور ہمیں بُلا کر فریاد کرتا تھا ہم نے پوچھا تمہیں کیا مصیبت پیش آئی کہ چیخ چلا رہا ہے اس نے جواب دیا کہ آج ستارہ "احمد" طلوع ہو چکا ہے جو کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہ آج رات پیدا ہو گیا ہے حسّان کہتے ہیں مجھے یہ واقعہ اچھی طرح یاد ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مُبارک کی شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی میں نے ایک نور

دیکھا جس سے تمام گھر اور سرائے وغیرہ روشن گئے۔ ستاروں، کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ زمین کے قریب ہوئے جاتے ہیں مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ ابھی مجھ پر گر جائیں گے مگر اس نور کو کب سے سارا گھر منور ہو گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے خود حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ''مجھ سے ایک شہاب ''نور'' نکلا جس سے تمام زمین روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے اس نور میں مُلکِ شام کے محلات دیکھے اور مجھ سے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف ستھرے پیدا ہوئے ان کے ساتھ کوئی آلائش نہ تھی۔ جبکہ دوسری عورتوں کے ہاں پیدائش کے وقت عیاں طور پر آلائشات ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں دوسری حدیث شریف یوں ہے: فاخذنی المخاض۔

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ ''ولادت مُبارکہ کے بعد فرشتے نے اس پانی کے ساتھ غسل دیا جو وہ اپنے ساتھ لایا تین بار اس میں نہلایا اور پارہ حریر سے ایک مہر جو کہ بیضہ کی طرح تھا اس کی چمک زہرہ ستارے کو ماند کر رہی تھی نکال کر روشن مقدس پر ثبت کی پھر جو فرشتے حضرت کو آسمان کی طرف اُٹھا کر لے گئے تھے وہاں خالق کائنات نے تاج کرامت اور خلعتِ عظمت سے مشرف فرمایا اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس نور و وقار میں لپٹے تشریف لائے۔ تمام ملائکہ صف باندھے اطراف آپ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے ہوئے پھر سفید بادل کا ایک ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر لے گیا اور منادی نے کہا اس مولود کو اطرافِ عالم میں سیر کراؤ تا کہ ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے واقف ہو۔ خدا نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفوتِ آدم و معرفت شیث، رقت نوح، خلت ابراہیم، استسلامِ اسمٰعیل، صبر ایوب، شکرِ یعقوب جمال یوسف، آواز داؤد، حکومتِ سُلیمان، حکمت لقمان، محبت موسیٰ، بشارت عیسٰی و زہد یحییٰ علیہ السلام عنایت کیا اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اخلاق میں غوطہ دیا ہے''۔

حضرت عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''تاجدار مرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب والدہ ماجدہ سے پیدا ہوئے تو انہوں نے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک بڑا برتن (دیگ برہ) او پر دے کر چھپا دیا مگر وہ فوراً دو ٹکرے ہو کر الگ ہو گیا اور آپ آنکھیں کھولے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے''۔

کُتبِ سیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ ''جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے منادی نے اطرافِ عالم میں ندا کی اے خلائق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے خوشحال ان چھاتیوں کا جو آپ کو دودھ پلائیں کیا عظمت ان ہاتھوں کی جو ان کی پرورش کریں زہے نصیب ان مکانوں کی جن میں وہ آئیں۔ یہ آواز سن کر تمام مخلوق چرند، پرند، حیوانات، جمادات، نباتات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی تمنا کرنے لگے اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے ندا آئی تم سب اس تمنا سے باز آؤ کہ یہ سعادت روز اوّل سے حلیمہ سعدیہ کو ملی ہے''۔

وہب بن زمعہ کی پھوپھی سے مروی ہے کہ ''جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول کریم صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنم دیا تو ایک آدمی کو یہ خوشخبری سُنانے کے لئے حضرت عبدالمطلب کے پاس بھیجا وہ اس وقت حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر افراد قریش بھی موجود تھے جب اپنے عزیز بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں فرزند ارجمند اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود اس نورِ مجسّم سے منور ہونے کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔فوراً اپنے ہم نشینوں کے ہمراہ اٹھے اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔انہوں نے جو اشارات وبشارات بوقتِ ولادت سنی تھیں سب کچھ حضرت عبدالمطلب کے گوش گذار کیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کو گود میں اٹھایا اور کعبہ مُبارک کے اندر لے گئے۔اللہ کریم سے دعا کرتے رہے اور اس انعام واکرام اور ذرہ نوازی کا شکریہ ادا فرماتے رہے کہ خالق کائنات نے اس نعمتِ عظیم سے ان کو نوازا جس کے صدقے کائنات کی قسمت بدلنے والی تھی"۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ "جب میرے جسمِ انور سے تاجدارِ عرب وعجم فخرِ کونین، احمدِ مختار، ہادی دوجہاں، ماحی بدعت، سرکارِ دوعالم، فخرِ رُسل حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور الگ ہوا آپ پیدا ہوئے میں نے اپنے لال کا چہرہ اقدس دیکھا تو چودھویں کا چاند اس کے سامنے ماند تھا بدنِ اقدس بالکل پاک صاف اور اس میں سے تیز کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔آنکھیں مبارک قدرتِ الٰہیہ سے سُرمگیں۔دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت درخشاں تھی"۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس ماہ مبارک میں پیدا ہوئے اس کا نام تو ربیع تھا ہی مگر وہ موسم بھی ربیع (بہار) کا تھا۔

کِسی نے کیا خوب کہا ہے:

رَبِیۡع" فِیۡ ربیع فی ربیع ونور"فوق نورِ فوق نور

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بوقتِ پیدائش ناف بریدہ ہونا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسُولِ خُدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا "اللہ رب العزّت کے نزدیک میری جُملہ عزت وکرامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "میں ناف بریدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرمگاہ کو نہ دیکھا"۔

(مُستدرک اِمام حاکم)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دِلِ اقدس میں وہ گوشت پارہ کیوں پیدا کیا جس میں وسواس کے قبول کرنے کی طاقت تھی اور بعد ازاں سینۂ اقدس اور دل منور چیر کر اس حصہ کو نکالا گیا اور انوار تجلیات سے منزہ فرمایا گیا۔اسے روزِ ازل سے ایسے اجزاء حصص سے پاک وصاف پیدا کیا

جاتا اور اس میں وہ جزو ہی پیدا نہ کیا جاتا جو دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے۔ جہاں سے شیطان اپنے وسواس اور خیالاتِ فاسد سے اثر انداز ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عقیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تطہیر بدن کے دو درجے ہوتے ہیں۔ جن میں ایک ادنیٰ اور دوسرا اعلیٰ درجہ ہوتا ہے۔ ادنیٰ درجہ وہ ہے جو اطباء اور دایہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رواج ہے اور دوسرا افضل و اعلیٰ یقینی تطہیر قلبِ اقدس۔

اللہ کریم نے ادنیٰ درجہ تطہیر کو لوگوں پر مخفی فرما دیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکمیل میں ان کو مداخلت کا موقع نہ دیا اور دوسری طرف افضل و اعلیٰ درجہ کو ظاہر فرما دیا تا کہ محبوبِ کریم کا حُسنِ باطن اہلِ علم بالخصوص ملائکہ پر ظاہر ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اس محبوب کے ساتھ کتنا تعلق ہے اور ان کی نبوت و رسالت کے لئے اس نے کیا اہتمام و انتظام فرمایا ہے کہ وحی و الہام میں مداخلتِ شیطان کے راستے ہی بند کر دیئے ہیں اور یوں احتمال وسواس ختم فرما دیا ہے۔

بعض اہل سیرت نے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا ختنہ شریف جبریل علیہ السّلام نے کیا تھا یہ واقعہ شق صدر اور تطہیر قلب کے موقع پر پیش آیا۔ (واللہ اعلم)

اہلِ علم نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا ختنہ سُنّت ہے یا واجب۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور بعض شافعین اول الذکر مسلک رکھتے ہیں جبکہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور بعض مالکیوں کا دوسرے قول کے مطابق مسلک ہے۔

(مُستدرک از: اِمَام حاکم)

رسول اللہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابریق سے غسل دینے کا بیان

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ”آپ کو سبز حریر میں لپیٹ کر کسی نے میرے حوالے کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک سے مُشک اذفر کی مہک محسوس کی چہرہ مُبارک چودھویں کے چاند کو شرما رہا تھا۔ تین خوبصورت شخص جن کے چہرے آفتاب کی مانند چمک رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھڑے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا ابریق ہے جس میں سے مُشک کی خوشبو آتی ہے۔ دوسرے کے پاس زمرد کا طشت ہے جس کے چار کونے ہیں ہر گوشے میں آبدار موتی لگے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا یہ طشت دنیا ہے جس گوشے کو چاہیں پسند فرما لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طشت کے درمیان ہاتھ رکھ دیا غیب سے ندا آئی کہ اس نے ”کعبہ“ کو جو اس کا مولد ہے اختیار کر لیا اور یہی اس کا قبلہ ہوگا۔ تیسرے کے ہاتھ

میں سبز حریر کا ٹکڑا ہے۔ حضرت کو اس طشت میں بٹھا کر حریر کے پانی سے سات بار نہلایا گیا پھر اُن میں سے ایک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پروں تلے چھپایا اور کان میں کچھ کہا پھر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیکر عرض کیا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو بشارت ہو کہ خدا نے تم کو سب پیغمبروں کا عِلم عطا کیا۔ سخاوت شجاعت اور علم وخلق سب سے زیادہ عنایت فرمایا خزانہ نصرت کی کُنجیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں رکھیں تمہاری ہیبت اور بڑائی تمام خلق کے دِل میں رکھی لوگ بے دیکھے آپ کا نام سُن کر کانپ جائیں گے''۔ پھر اس نے اپنا منہ حضرت کے منہ پر رکھا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں دیکھ رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگلی سے اس طرح اشارہ کرتے تھے جیسے کوئی زیادہ مانگتا ہے''۔

امام قسطلانی اور بدرالدین زرکشی مواہب لدنیہ وغیرہ میں نقل کرتے ہیں کہ ''رضوان داروغہ جنّت نے حاضر ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان مُبارک میں کہا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو بشارت ہو کہ سب پیغمبروں کا عِلم تم کو عنایت ہوا پس تم اُن سب سے زیادہ دانشمند اور بہادر ہو'' حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں منادی نے ندا کی کیا خوب حکومت آپ علیہ السّلام کو ملی کہ تمام خلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبردار ہو جائے گی''۔

بیت اللہ شریف کا سجدہ کرنا

حضرت عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبِ ولادت باسعادت خانہ کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آدھی رات کے وقت کیا دیکھتا ہوں کہ خانہ کعبہ نے مقامِ ابراہیم میں سجدہ کیا اور کہا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر ربّ محمد المصطفی الآن قد طھرنی رَبّی مِنْ انجاس الاصنام وارجاس المشرکین ''اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے پروردگار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، اب مجھے میرے ربّ نے بتوں کی نجاستوں اور بت پرستوں کی ناپاکیوں سے پاک کیا''۔

اور جس قدر بُت کعبہ میں رکھے تھے ٹوٹ گئے اور سب سے بڑا بت جسے ہُبل کہتے تھے منہ کے بل گر پڑا اور آواز آئی کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیٹ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور اس رحمت کا بادل نازل ہوا ہے۔

یہ بشارت سُن کر حضرت عبدالمطلب گھر میں گئے جب اس مکان میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد تولد تشریف فرما تھے جانے لگے تو ایک شخص تلوار کھینچ کر اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا۔

''تــکــلتـک امّـک'' ''تیری ماں تجھے پیٹے'' کہاں آتا ہے جب تک سب فرشتے اسکی زیارت سے مشرف نہ ہولیں کوئی آدمی اس کو نہیں دیکھ سکے۔ گا عبدالمطلب کہتے ہیں یہ سن کر میرا پورا بدن کانپ گیا اور باہر نکل کر چاہا کہ اہلِ قریش کو اس حال کی خبر کروں مگر قدرت نہ پائی اور میری زبان ہی گنگ ہوگئی۔ جب فرشتے زیارت سے

فارغ ہوئے اور دایہ نے نہلانے کا ارداہ کیا تو ارشاد فرمایا کہ ''میں آب رحمت سے غسل دیا گیا ہوں ازل میں بھی پاک تھا اور اب بھی پاک پیدا ہوا ہوں''۔ حضرت عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ مکرمہ میں لے گئے شکر الٰہی بجالائے اور بقول امام واقدی علیہ الرحمتہ، چند اشعار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے۔ پھر وہاں سے لا کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ کی گود میں دیا۔

بتوں کی پکار

بت کے اندر سے آواز

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

ابونعیم از طریق حکیم بن عطاء سلمی راشد بن عبدربہ سے نقل کرتے ہیں کہ معلات میں جو بت نصب تھا اسے سواع کہا جاتا تھا، بنوظفر نے مجھے نیاز دے کر اس بت کے پاس بھیجا تو میں فجر کے وقت سواع سے قبل ایک اور بت کے پاس پہنچا اچانک کسی چلانے والے کی آواز اس بت کے اندر سے آئی۔ ''انتہائی حیرانی کی بات ہے کہ بنی عبدالمطلب میں سے ایک نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔ جو زنا، سود اور بتوں کے لیے ذبیحہ کو حرام ٹھہراتا ہے، آسمان کی حفاظت اور پہرے داری شروع ہوگئی ہے اور ہم پر تارے توڑے جاتے ہیں۔ یعنی شہاب باری کی جاتی ہے، پھر ایک اور بت کے اندر سے ہاتف کی یہ آواز سنائی دی۔ ضماء کی پوجا ختم ہوگئی ہے۔ احمد نبی کا ظہور ہو چکا ہے جو خود نماز پڑھتا ہے اور دوسروں کو زکوٰۃ، روزے، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اس کے بعد ایک اور بت سے یہ آواز آئی۔

اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّۃَ وَالْھُدٰی بَعْدَابْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مُھْتَدٌ نَبِیٌّ اَتٰی بِخَبَرٍ بِمَا سَبَقَ وَ بِمَا یَکُوْنُ الْیَوْمَ حَقًّا اَوْغَدَ

''بے شک عیسیٰ بن مریم کے بعد قریش میں سے ایک عظیم الشان نبی نبوت و ہدایت سے سرفراز ہو چکا ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کی صحیح صحیح خبریں لے کر آیا ہے''۔

میں فجر کے وقت سواع کے پاس پہنچا تو دو لومڑ اسے چاٹ رہے تھے اور آس پاس پڑی ہوئی نیاز کھانے کے بعد اس کے اوپر پیشاب کر رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا:

اَرَبٌّ یَبُوْلُ الثُّعْلَبَانُ بِرَأْسِہٖ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَیْہِ ثَعَالِب

''کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑ پیشاب کریں؟ ہاں وہ تو ذلیل و حقیر ہے جس پر لومڑ پیشاب کرتے ہیں''۔

یہ واقعہ راشد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ انہوں نے بیعت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہاط کی ایک جاگیر طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے عطا کر دی، نیز پانی کا ایک برتن عنایت

فرمایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور فرمایا ''اسے جاگیر کے بالائی حصہ میں ڈال دو اور فالتو پانی سے لوگوں کو منع نہ کرو''۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو وہ پانی رواں ہو گیا اور آج تک بہہ رہا ہے۔ انہوں نے اس پانی کے ساتھ کھجوروں کا باغ لگایا، کہا جاتا ہے کہ رہاط کا سارا علاقہ اس پانی سے سیراب ہوتا ہے لوگ اس پانی کو ''آب رسول'' کا نام دیتے ہیں۔ اہل رہاط اسی پانی سے غسل کرتے ہیں اور اس سے شفا طلب کرتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 325

مرداس سلمی کے بت کی پکار

عباس بن مرداس سے روایت ہے کہ اس کے باپ مرداس سلمی کا بت تھا جس کی وہ پوجا کرتا تھا اس بت کا نام ضمار تھا جب مرداس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے عباس سے کہا اے بیٹا! ضمار کی پرستش کر یہ تجھے نفع دے گا ضرر نہ دے گا۔ ایک دن عباس ضمار کے پاس تھا کہ اس نے ضمار کے جوف سے ایک منادی کی ندا سنی جو کہہ رہا تھا۔

قُلْ لِلقَبائِلِ مِن سَلِیمٍ کُلِّھَا	''بنی سلیم کے تمام قبائل سے کہہ دو کہ ضمار برباد ہو گیا۔
اَوْدَی ضِمَار'' وَ عَاشَ اَھْلُ الْمَسْجِد	جبکہ اہل مسجد زندہ رہے کیونکہ عیسیٰ ابن مریم کے بعد
اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّۃَ وَالْھُدٰی	نبوت و ہدایت کا وارث قریش کا ہدایت یافتہ شخص
بَعْدَابْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مُھْتَدٖ	(محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گیا ہے۔ ضمار برباد ہو گیا
اَوْدٰی ضِمَارٍ وَّ کَانَ یَعْبُدُ مَرَّۃً	حالانکہ کبھی اس کی پوجا کی جاتی تھی نبی محمد صلی اللہ علیہ
قَبْلَ الْکِتَابِ اِلَی النَّبِیِّ مُحَمَّد	وآلہ وسلم کی طرف کتاب حکیم آنے سے پہلے''۔

یہ سن کر عباس نے ضمار کو چورا چورا کیا اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن اطہر کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔

ایک اور روایت ہے کہ عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوپہر کے وقت اپنی شیر دار اونٹنیوں میں تھے کہ ایک شتر مرغ نمودار ہوا جس پر ایک سفید پوش سوار تھا اس نے کہا کہ اے عباس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں پر پہرے لگ گئے ہیں اور اس کے محافظ تھک گئے ہیں اور لڑائی نے دم توڑ دیا ہے اور لشکروں نے پالان اتار دیئے ہیں یعنی آرام کر رہے ہیں بے شک وہ عظیم پیغمبر جس پر نیکی اور تقویٰ کا نزول ہوا، قصویٰ اونٹنی کا مالک ہے عباس کہتے ہیں میں اس سے خوفزدہ ہو گیا اور اپنے بت ضمار کے پاس آیا۔ ہم اس بت کی پوجا کرتے تھے اور اس کے جوف سے آواز آتی تھی، میں نے اس کے آس پاس جھاڑو دیا پھر اس کو چھوا، اچانک اس کے اندر سے کسی پکارنے والے کی آواز آئی۔ (یہ اشعار قبل ازیں درج ہو چکے ہیں)

عباس کہتے ہیں یہ سن کر میں اپنے قبیلہ بنو حارثہ کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

اقدس میں حاضر ہوا اور مسجد میں آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو مسکرا پڑے اور فرمایا: ''اے عباس! تمہارے اسلام کی طرف مائل ہونے کی کیا وجہ ہے''؟ تو میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم نے سچ کہا ہے'' چنانچہ میں اپنی قوم کے ہمراہ دائرہ اسلام میں آ گیا۔

البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ 355

مازن عمانی حلقہ بگوش اسلام

اسی قسم کا واقعہ مازن ابن القصر یہ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عمان کے قرب میں ایک بت کی خدمت پر مامور تھا جس کا نام بادر تھا۔ ایک دن ہم نے اس کے نزدیک قربانی کی، تو اس بت کے شکم سے ہم نے ایک آواز سنی۔

يَا مَازِنُ اِسْمَعْ تَسَرْ
ظُهُوْرَ خَيْرٍ وَ بَشَرٍ
بُعِثَ نَبِيٌّ مِّنْ مُضَر
يَدِيْنُ دِيْنَ اللّٰهِ بِرّ
فَدَعْ نَحِيتًا مِّنْ حَجَر
تَسْلَمُ مِّنْ حَرِّ سَقَر

''اے مازن! تو بھلائی اور بشارت کے ظہور کی خبر سن تو خوش ہو جائے گا قبیلہ مضر سے ایک نبی مبعوث ہو چکا ہے۔ جو اللہ کے دین کا حامل ہے پس تو پتھر کے گھڑے ہوئے بت کو چھوڑ تو جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا''۔

مازن کہتے ہیں میں اس بت سے ڈر گیا تو دوبارہ اس سے آواز آئی۔

اَقْبِلْ اِلَيَّ اَقْبِلْ
مُسْتَمِعًا لَا تَجْهَلْ
هٰذَانَبِيٌّ مُرْسَلٌ
جَاءَ بِحَقٍّ مُّنْزِل

''آ آ میری طرف آ غور سے سن اور جاہل نہ بن یہ (مبشر بہ) اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں جو اتارے گئے حق کے ساتھ آئے ہیں''۔

یہ سن کر میں نے کہا یہ تو بہت حیران کن بات ہے یقیناً اس سے میری بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ مازن کہتے ہیں کہ ہم اسی صورتحال پر قائم تھے کہ ایک حجازی شخص آیا تو ہم نے اس سے پوچھا کیا خبر چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے جواب دیا ایک شخص ظاہر ہوا ہے جسے ''احمد'' کہا جاتا ہے، وہ اپنے پاس آنے والے ہر شخص سے کہتا ہے کہ ''داعی الی اللہ کی بات مان لو'' تو میں نے کہا یہی تو خبر ہے جس کے متعلق میں نے سن رکھا ہے۔

چنانچہ میں بت کے پاس گیا اسے پاش پاش کیا اور سوار ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے اسلام کی وضاحت فرمائی اور میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اس موقع پر میں نے یہ اشعار پڑھے۔

كَسَرْتُ بَادِرًا اَجْذَاذًا وَ كَانَا لَنَا — ''میں نے بادر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حالانکہ وہ

رَبًّا نَطِيْفُ بِهٖ حِيْنًا بِتَضْلَالٖ — ہمارا رب تھا ہم گمراہی کے زمانہ میں اس کا طواف کرتے تھے

بِالْهَاشِمِيِّ هَدَيْنَا مِنْ ضَلَا لِتِنَا — ہاشمی پیغمبر کے ذریعے ہمیں گمراہی سے نجات ملی

وَلَمْ يَكُنْ دِيْنَهٗ شَيًّا عَلٰى بَالِيْ — حالانکہ (قبل ازیں) اس کے دین کا میرے دل پر کوئی اثر نہ تھا''

مازن کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نغمہ وطرب اور شراب خوری کا رسیا ہوں میری کوئی اولاد نہیں آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ میری پریشانی دور کرے۔ اللہ مجھے حیاء عطا کرے اور اولاد سے نوازے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی ''اے اللہ! اسے نغمہ وطرب کی جگہ قرات قرآن میں لذت عطا فرما، حرام کے بجائے حلال روزی دے اور شراب کی بجائے پاکیزہ سیرابی عطا کر۔ اور بدکاری کے بدلے عفت اور پاکدامنی عنایت فرما۔ اسے حیاء اور اولاد سے نواز''۔

مازن کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی دور فرمائی میں نے قرآن کا ایک حصہ سیکھ لیا اس کے دلائل سے آگاہی حاصل کی۔ اللہ نے میری بستی عمان اور آس پاس کی بستیوں کو سرسبز وشاداب فرمایا، میں نے چار آزاد عورتوں سے شادی کی اور اللہ نے مجھے بہت خوبصورت اولاد سے نوازا۔ اسی سلسلۂ میں میں نے یہ اشعار کہے ہیں۔

اِلَيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَبَّتْ مُطِيَّتِيْ — ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری سواری آپ علیہ السلام کی طرف عمان سے عرج تک

تَجُوْبُ الْفَيَا فِيْ مِنْ عَمَّانَ اِلَى الْعَرَجِ — پھیلے ہوئے میدانوں کو طے کر کے آئی ہے

لِتَشْفَعَ لِيْ يَا خَيْرَ مَنْ وُّطِئَ الْحِصٰى — تا کہ اے افضل بشر آپ علیہ السلام میری شفاعت فرمائیں اور اللہ

فَيَغْفِرَلِيْ ذَنْبِيْ وَارْجِعْ بِالْفَلَجِ — میرے گناہ بخش دے اور میں کامیابی کے ساتھ لوٹوں

اِلٰى مَعْشَرٍ خَالَفْتُ فِي اللّٰهِ دِيْنَهُمْ — ایسے گروہ کی طرف (لوٹوں) جن کے دین کی میں نے اللہ کے

وَلَا رَأْيُهُمْ رَاْئِيْ وَلَا نَهْجُهُمْ نَهْجِيْ — لیے مخالفت کی ہے ان کی رائے میری رائے نہیں ہے

وَ كُنْتُ اِمْرَأً الْعَهْدِ وَالْخَمْرِ مُوْلِعًا — نہ ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے میں جوانی میں زناکاری

شَبَابِيْ حَتّٰى اٰذَنَ الْجِسْمَ بِالنَّهْجِ — اور شراب کا رسیا تھا حتیٰ کہ میں نے اپنے جسم کو برباد کر دیا

فَبَدَّلَنِيْ بِالْخَمْرِ خَوْفًا وَخَشْيَةً — تو اللہ نے مجھے نشہ شراب کے بدلے لذت خوف وخشیت

وَبِالْعَهْدِ اِحْصَانًا فَحَصَنَ لِيْ فَرْجِيْ — عطا کی، اور زنا کے بدلے پاکبازی، اور میری شرم گاہ کی

فَاَصْبَحْتُ هَمِّيْ فِي الْجِهَادِ وَنِيَّتِيْ — حفاظت فرمائی میری ہمت ونیت کا مرکز جہاد بن گیا

فَلِلّٰهِ مَا صَوْمِيْ وَلِلّٰهِ مَاحَجِّيْ — پس اللہ کے لیے میرا روزہ ہے اور اسی کے لیے میرا حج ہے''

حضرت مازن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میں اپنی قوم کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ پر سختی کی، مجھے

گالیاں دیں اور ملامت کی اور ایک شاعر سے میری ہجو کروائی میں نے کہا: اگر میں ان کی ہجو کرتا ہوں تو دراصل یہ میری اپنی ہجو ہوگی چنانچہ میں نے ان سے کنارہ کشی کرلی اور ایک مسجد بنا کر اس میں بیٹھ کر عبادت میں مصروف ہوگیا۔ پھر جو مظلوم اس مسجد میں آکر تین دن عبادت کرتا اور ظالم کے خلاف دعا کرتا تو اس کی دعا قبول ہو جاتی اور جو برص وغیرہ امراض کا مریض دعا مانگتا تو وہ شفایاب ہو جاتا۔ بعد ازاں میری قوم میرے پاس آئی اور واپس چلنے کا مطالبہ کیا (اور یوں میں نے ان کا یہ مطالبہ منظور کرلیا) تو سب مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 312

وائل بن حجر کی حکایت ایمان

وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو ہنیدہ تھی ان کے والد صاحب تخت وتاج تھے وہ فرماتے ہیں میں ایک وفد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے آنے کی غائبانہ خبر دے رکھی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ ''وائل بن حجر حضرموت کے دور دراز علاقے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ورغبت لے کر تمہارے پاس آرہے ہیں۔ وہ شہزادوں میں سے بچ رہنے والے ایک شاہزادے ہیں''۔ وائل فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے جو صحابی بھی مجھ سے ملتا تو کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے آنے سے تین دن قبل ہمیں آپ کے قدوم کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ پس جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھے ''مرحبا'' کہا مجھے اپنے پاس بلایا اور قریب ہی اپنی چادر مبارک بچھا کر اس پر مجھے بٹھایا اور یہ دعا مانگی ''اے اللہ! وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں میں برکت عطا فرما'' پھر آپ منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور مجھے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا ''لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں جو حضرموت کے دور دراز علاقے سے اسلام کی رغبت لے کر تمہارے پاس آئے ہیں''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ کے ظہور وبعثت کی خبر پہنچی در آں حالیکہ میرے پاس ایک عظیم بادشاہت تھی، تو اللہ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا اور اللہ کے دین کو اختیار کرلیا۔ رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وائل تم سچ کہتے ہو'' پھر دعا مانگی ''اے اللہ وائل بن حجر کی اولاد واحفاد میں برکت عطا فرما'' وائل بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں میرا وفد لے کر جانے کا سبب یہ تھا کہ ہمارے ہاں عقیق کا ایک بت تھا ایک دن میں دوپہر کے وقت سو رہا تھا کہ اچانک میں نے بت کی کوٹھڑی سے عجیب وغریب آواز سنی تو میں بت کے پاس آیا اور اس کے سامنے سجدہ کیا اس وقت کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔

وَ اعَجَبَا لِوَائِلِ بْنِ حَجَر — ''تعجب ہے وائل بن حجر پر جو

يُخَالُ يَدْرِىْ وَ هُوَ لَيسَ يَدْرِىْ — خیال کرتا ہے کہ سمجھدار ہے حالانکہ وہ شعور سے خالی ہے''۔

قریش کے سامنے حیران کن واقعہ

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

خرائطی ہواتف میں اور ابن عساکر حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کا ایک گروہ جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن نفیل، عبید اللہ بن جحش اور عثمان ابن الحویرث تھے۔ایک بت کے پاس جمع ہوتا تھا ایک رات وہ اس بت کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ سر کے بل اوندھا پڑا ہے۔انہیں بڑا تعجب ہوا انہوں نے اسے پکڑ کر سیدھا کیا مگر وہ قائم نہ رہ سکا اور دھڑام سے گر گیا۔انہوں نے اسے پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹایا تو وہ تیسری دفعہ بھی الٹ گیا تو عثمان بن حویرث نے کہا۔ضرور کوئی واقعہ رونما ہوا ہے اور یہ وہ رات تھی جس میں رسول کریم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزم آرائے گیتی ہوئے۔پس بت میں سے ایک ہاتف نے بلند آہنگی سے کہا۔

تَرَدّیٰ لِمَوْلُوْدٍ اَنَا رَتْ بِنُورِہٖ	''بت ایک مولود کی وجہ سے برباد ہو گئے ہیں جس کے نور سے
جَمِیع'' فَجَاجُ الْاَرْضِ بِالْشَّرْقِ وَالْغَرْب	شرق و غرب میں زمین کے تمام راستے روشن ہو گئے
وَ خَرَّتْ لَہٗ الاَوْثَانُ وَارْعَدَتْ	بت اس کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور روئے زمین
قُلُوبُ مُلُوْکِ الاَرْضِ طَرًا مِنَ الرُّعْب	کے بادشاہوں کے دل رعب سے کانپ اٹھے
وَنَارَجَمِیْعُ الْفُرْسِ بَاخَتْ وَاَ ظْلَمَت	آتش فارس بجھ گئی اور تاریکی چھا گئی اور
وَقَدْ بَاتَ شَاہُ الْفُرْسِ فِیْ اَعْظَمِ الْکُرَب	شاہ فارس نے انتہائی کرب میں رات گزاری
وَصُدَّتْ عَنِ الْکُھَّانِ بِالْغَیْبِ جِنُّھَا	اور کاہنوں کو جنوں کے ذریعے ملنے والی غیبی خبروں
فَلاَ مُخْبِرَ مِنْھُمْ بِحَقٍ وَّلاَ کَذِبِ	سے روک دیا گیا اب انہیں نہ کوئی سچی خبر دینے والا ہے نہ جھوٹی
فَیَا لِقُصَیٍّ اَرْجِعُوا عَنْ ضَلاَ لَکُمْ	اے آل قصی اپنی گمراہی سے باز آجاؤ
وَھَبُّوْا اِلَی اْلاِسْلَامِ وَالْمَنْزِلُ الرَّحْبِ	اور اسلام کے دامن میں آجاؤ ایک کھلی فضا میں''۔

جابر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

ابن سعد، بزار اور ابو نعیم حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ ہم ایک بت کے پاس بیٹھے تھے ہم نے ایک اونٹ ذبح کیا ہوا تھا کہ اچانک جوف صنم سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی۔وہ کہہ رہا تھا ''استراق وحی (وحی چرانے) کا زمانہ گزر گیا۔ ایک نبی کی وجہ سے جنوں پر شہاب باری ہونے لگی وہ نبی مکہ میں ظاہر ہوا ہے اس کا نام گرامی ''احمد'' ہے۔اس کی جائے ہجرت یثرب ہے وہ نماز روزے نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے'' ہم یہ سن کر بت کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے بتایا: کہ واقعی مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جس کا اسم گرامی

''احمد'' (علیہ السلام) ہے۔

رسول کریم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثویبہ سے دُودھ نوش فرمانا

''صحیح بُخاری'' ''باب بحرم من الرضاعۃ من النّسب'' میں امام بخاری حدیث نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش فرمایا پھر تین روز کے بعد ثویبہ نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔جس رات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مُبارکہ ہوئی اِس ثویبہ نے ابولہب کو بشارت دی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے ہاں فرزند پیدا ہوا ہے۔اس خوشی میں ابولہب نے داہنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ کو کہا آج سے تُو آزاد ہے اور ساتھ ہی حکم دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلائے۔ابولہب نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا۔بخاری شریف میں حدیث مبارکہ ہے کہ''ابولہب کے مرنے کے بعد ایک رات حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا اس نے کہا دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد کوئی راحت وآسائش نصیب نہیں ہوئی سخت ترین عذاب میں گرفتار ہوں صرف اتنا ہے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہر پیر (سوموار) کے دن اس عذاب میں اسقدر کمی ہو جاتی ہے کہ انگلی سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی جاری ہو جاتا ہے جس کو پی کر پیاس بجھاتا ہوں اور مجھ سے اس روز عذاب اٹھالیا جاتا ہے''۔

(البدایہ والنّہایۃ)

اِس خواب میں میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے والوں کے لئے سَند ہے یعنی ابولہب جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا اسکی مذمت میں قرآن پاک میں ایک سورۃ نازل ہوئی اسکو میلا دمصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی کرنے،اپنی لونڈی کو آزاد کرنے اور اس کو اپنا دودھ خرچ کرنے کی اجازت دینے پر اللہ تعالیٰ نے یہ جزاء عطا فرمائی تو اس مُسلمان کی جزا کا اندازہ کریں جو میلا دمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں اپنا مال جان اور وقت سب کچھ آقائے نامدار پر نچھاور کرتا ہے۔لیکن میلا دشریف کے انعقاد میں بدعات یعنی گانا بجانا،آلاتِ موسیقی اور دیگر بُری رسومات سے سختی کے ساتھ پرہیز کرے اور ان لغویات سے اپنے دامن کو بچائے۔

حضرت عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف کے ساتھ عقد فرمایا اور اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ کی شادی اپنی سالی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کردی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہالہ بنت وہب کے بیٹے ہیں اور یوں اسی ثویبہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر

حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں رضاعی بھائی بھی تھے۔

ثویبہ کے ایمان لانے میں علماء میں اختلاف ہے۔بعض محدثین نے ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔اور کتب سیر میں اکثر مورخین نے تحریر کیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے دودھ پلانے کی وجہ سے ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔مدینہ منورہ سے اس کیلئے ملبوسات اور انعامات بھیجا کرتے تھے۔ثویبہ کی وفات آٹھویں سال واقعہ خیبر کے بعد ہوئی جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ ثویبہ جس نے ہمیں بچپن میں دودھ پلایا تھا کیا اسکے عزیز واقارب میں کوئی موجود ہے۔لیکن تلاش بسیار کے باوجود کوئی نہ مل سکا۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

''(کذافی روضتہ الاباب'' ''مدارج النبوۃ'' زرقانی، ابن کثیر، الوفاباَحوال مصطفےٰ علیہ السّلام)''

مغازی رسول اللہ از: حضرت عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کا واحد معجزہ

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ علیہ السلام کا اسم گرامی ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔اس نام مبارک کی عظمتیں، برکتیں، معنیٰ، تشریح اور وجہ تسمیہ بیان کرنا اشد ضروری ہے تاکہ اہل ایمان دنیا کے اس معجزہ مبارک کے ہر ہر پہلو سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اپنے ایمان، عقیدہ، اور عشق ومحبت میں وہ گراں قدر اضافہ اور برکات حاصل کرسکیں جو احاطہ قلم سے باہر ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے سرکار دوعالم نور مجسم فخر موجودات سید المرسلین خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ساتویں روز آپ علیہ السلام کا عقیقہ کیا۔اس عظیم موقع پر حضرت عبدالمطلب نے بڑی شاندار دعوت کا اہتمام کیا جس میں قبیلہ کے لوگوں کو مدعو کیا۔کھانا کھانے کے بعد اہل قبیلہ نے حضرت عبدالمطلب سے سوال کیا۔اے عبدالمطلب! آپ نے جس بیٹے کے تولد کی خوشی میں اس قدر پر تکلف دعوت کا انتظام کیا ہے اور ہمیں اتنی عزت بخشی ہے اُس عظیم بیٹے کا نام کیا رکھا ہے۔حضرت عبدالمطلب نے فرمایا میں نے اپنے عظیم ترین بیٹے کا نام ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' رکھا ہے۔اہل قبیلہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عبدالمطب سے پوچھا آپ نے اہل بیت میں کس کے نام پر بیٹے کا نام کیوں نہیں رکھا؟ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا۔

" اَرَدْتُ اَنْ یَحمَدَهُ اللهُ فِي السَّمَاءِ و خَلقُهُ فِي الا رْضِ "

ترجمہ۔" تا کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اسکی مخلوق اس عظیم بیٹے کی حمد و ثنا کرے"۔

لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر پیارا، حسین، دلکش، پُر معنی اور روح پرور لفظ ہے جسے بولتے، سنتے، پڑھتے اور لکھتے وقت ہر نگاہ عقیدت اور ادب سے جھک جاتی ہے۔ ہر سر تسلیم اور محبت سے جھک جاتا ہے۔ ہر مسلمان کی زبان پر دُرود و سلام کا ورد جاری ہو جاتا ہے۔ جس طرح یہ مبارک لفظ اس قدر حسین، پیارا اور زندگی کا سہارا ہے اسی طرح اسکے معنی اور مفہوم میں بھی یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں اس مبارک لفظ کے معنی "مجموعہ خوبی" اور "مخلوق کامل" کے ہیں۔ کیا ہی منفرد لفظ ہے جس کے آگے کوئی لفظ نہیں۔ یہ وہ مبارک نام ہے جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ توصیف کے بعد توصیف جاری ہی رہتی ہے۔ اہل لغت اس مبارک اسم کی یوں تعریف کرتے ہیں۔

" قَا لَ اَهْلُ اللغةِ کل جَا مِع بصفَا تِ الْخَیْرِ یُسَمّٰی مُحَمَّدً ا"

ترجمہ:"اہل لغت کہتے ہیں جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اسے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں"۔

لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "حمد" سے مشتق ہے "حمد" کے معنی تعریف اور ثنا بیان کرنے کے ہیں۔ یہ تعریف چاہے ظاہر خوبی کی وجہ سے ہو یا کسی باطنی وصف کی بنا پر۔ عام طور پر تعریف کا مفہوم ادا کرنے کے لئے "شکر" کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ کہ شکر اور حمد کے الفاظ میں بڑا فرق ہے۔ شکر کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے اسکی تعریف کی جائے جبکہ "حمد" سے مراد مطلقاً تعریف و توصیف ہے جو محمدوح کی عظمت و کبریائی، جلالت اور قدرت کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جائے۔ یہ مبارک اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِسم مفعول کا صیغہ ہے اس سے مراد یہ ہے۔

" اَلذِی یُحمَدُ حَمْدَ اَمرَّةً بَعْدَمَرَّةِ"۔

ترجمہ۔" وہ ہستی جسکی کثرت کے ساتھ اور بار بار تعریف کی جائے"۔

حضرت علامہ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

حضرت علامہ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ لغت عرب کے میدان میں بڑی شہرت کے حامل ہیں۔ وہ اپنی مشہور تصنیف "خاتم النبیین" میں لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں۔

"اسم تفصیل کا صیغہ کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور ہر گھڑی ہر آن ظاہر و وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اس صیغہ میں استمرار پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر لمحہ و ہر آن نئی شان بان سے ظاہر ہوتا ہے۔ میری اس مذکورہ تشریح کے مطابق لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ذات مقدسہ جس کی استمرار کی صورت میں ہر لمحہ ہر آن اور ہر گھڑی

تعریف وثنا کی جاتی ہو"۔

از: خاتم النبیین۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 115۔

علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

حضرت علامہ راغب الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب المفردات میں لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مفہوم وتشریح یوں بیان کرتے ہیں۔

"ومحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اذاکثرت خصا له المحمودة".

ترجمہ۔ "اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے کہتے ہیں جس کی قابل تعریف عادات حد سے بڑھ جائیں"۔

از: المفردات۔ صفحہ۔ 131۔

حضرت علامہ سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

حضرت امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم کی بنا پر کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ اپنی مشہور تصنیف "الروض الانف" میں لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یوں تشریح بیان کرتے ہیں۔

"فَا لْمُحَمَّدُ فِي الْغَةِهُوَ الَّذِی یُحْمَدُ حَمْدٍ ابَعْدَ حَمْدٍ وَلَایَکُو نُ مُفَعَّلُ مِثْلَ مُقَرَّبِ وَمُمَدَّحِ اِلاَّ لِمَنْ تَکَرَّرَفِیهِ اِ لْفِعْلُ مَرَّۃً بَعْدَمَرَّ ۃِ ."

ترجمہ: "یعنی لغت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مفصل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مقرب اور ممدّح ان کا وزن بھی مفصل ہے اور ان کے معنی میں بھی تکرار ہے"۔

الروض الانف۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ نمبر۔ 186۔

سابقہ آسمانی کُتب اور صحیفوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مبارک اور اسم گرامی کے تذکرے موجود تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارکہ سے پہلے ہی یہ بات مشہور ہو چکی تھی کی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائشِ مبارکہ کا زمانہ قریب آچکا ہے جن کا اسم گرامی نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ لوگوں نے اس آرزو وتمنا کے پیش نظر اپنے بچوں کو اس نام سے موسوم کیا کہ شاید قدرت نے یہ سعادت دارین انکے مقدر میں لکھی ہو۔ علامہ ابن سید الناس نے چھ ایسے بچوں کا ذکر کیا ہے انکے پورے نام تحریر کئے ہیں جو اس نام سے موسوم ہوئے۔ وہ نام علمی ذوق اور معلومات میں اضافہ کی غرض سے یہاں تحریر کر رہا ہوں۔

(1) محمد بن سفیان بن مجاشع۔

(2) محمد بن مسلمہ انصاری۔

(3) محمد بن خزاعی السلمی۔

(4) محمد بن براء البکری۔

(5) محمد بن اوحیحہ بن الجلاح الاوسی۔

(6) محمد بن حمران الجعفی۔

ان مذکورہ لوگوں میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی نے نبی تسلیم کیا یا مانا۔ یوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت کو ہر قسم کے التباس سے پاک رکھا تا کہ سادہ لوح مسلمان کسی غیر نبی کو نبی نہ سمجھنے لگیں اور اگر کوئی اس گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اسکے کذب کو کسی قسم کی پذیرائی حاصل نہ ہو اور یوں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا دین و دنیا میں رسوائی کا سامنا کرتے ہوئے جہنم کا ایندھن ٹھہرے۔

حدیث مبارکہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِی مَعْن" عَنْ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وِسَلَّمَ لِیْ خَمْسَةُ اَسْمَآءٍ اَنَا مُحَمَّد" وَ اَحْمَد" وَ اَنَا الْمَاحِیْ لَّذِیْ یَمْحُوْاللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ

ترجمہ: ''ابراہیم بن منذر، معن، مالک، ابن شہاب، محمد بن جبیر بن مطعم، حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں، میں محو کرنے والا ماحی ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹاتا ہے اور حاشر ہوں کہ (قیامت کے دن) سب لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرے کئی نام ہیں میں ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ میں ''احمد'' ہوں۔ میں ''الماحی'' ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا میں ''الحاشر'' ہوں لوگ حشر کے دن میرے قدموں پر جمع ہوں گے۔ میں ''العاقب'' ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے پھر اسی حدیث شریفہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

از: عیون الاثر از ابن سید الناس۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 31

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ویسے تو لاتعداد اسماء گرامی ہیں جو حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار صفات اور شانوں کو ظاہر کرتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مذکورہ پانچ ناموں کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے۔ جس طرح خالق کائنات کا ذاتی نام صرف ''اللہ'' ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کا ذاتی اور شخصی نام ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

قرآن مجید میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر

خالق کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر قرآن مجید میں متعدد بار فرمایا ہے جو اس مبارک نام کی عظمت' بلندی' رفعت اور دنیا کے واحد معجزہ مبارک کا عیاں ثبوت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 144

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

ترجمہ۔ ''اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو (اللہ کے) رسول ہی ہیں''۔

قرآن کریم کی سورہ الاحزاب میں یوں ارشاد فرمایا۔ سورۃ الاحزات آیت 40

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ

عَلِيْمًا ۟

ترجمہ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے''۔

قرآن مجید کی مذکوہ سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے ذاتی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما کر ہی خطاب کیا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشا فرمایا۔
سورۃ الفتح آیت 29

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر پسند ہے کہ اس خالق ارض و سماوات نے قرآن مجید کی ایک سورہ کا نام ہی سورہ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھ دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ سورہ مُحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آیت 2

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

ترجمہ۔اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور اس سب پر ایمان لائے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا''۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معجزہ ہے

ہر عقل مند یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ الفاظ حروف کا مجموعہ ہوتے ہیں۔اگر کسی لفظ میں سے ایک حرف بھی نکال دیا جائے یعنی حذف کر دیا جائے تو باقی حروف اپنے معنی کھو دیتے ہیں۔اس بات کو یہاں ایک مثال کی مدد سے واضح کر رہا ہوں۔''حمید'' ایک با معنی لفظ ہے جس کے ہجے ہیں۔ح۔م۔ی۔اور۔د۔یہی ح۔م۔ی۔اور دل کر لفظ حمید بناتے ہیں۔اگر حمید کا پہلا حرف ح حذف کر دیا جائے تو باقی حروف ''مید'' بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔اِسی طرح اگر لفظ ''حمید'' میں سے ح اور م حذف کر دیئے جائیں تو باقی حروف رہ جائیں گے ''ید'' اس کے بھی کوئی معنی نہ ہوئے یوں ہی اگر ی نکال دی جائے تو باقی لفظ ''د'' بچتا ہے جو بے معنی حرف ہے۔غرض جتنے بھی الفاظ ہیں اُن میں سے ایک، دو یا تین حروف حذف کر دئے جائیں تو ایسا لفظ اپنے معنی ہی کھو دیتا ہے۔یہ ایک مسئلہ کلیہ ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔مگر خالق کائنات اور اسکے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی اسماء گرامی اس کلیے قاعدہ سے مستثنٰی ہیں۔یہاں اس بات کی وضاحت رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

لفظ ''اللہ'' اور ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر غور کیجئے۔

لفظ ''اللہ'' میں سے پہلے حرف ''الف'' کم کر دیں تو باقی لفظ رہ جاتا ہے ''للہ'' جس کا مطلب ہے ''اللہ کے لیے'' اور اگر دوسرا حرف ''لا'' ہٹا دیا جائے تو باقی ''الــہ'' رہ جاتا ہے جس کا مطلب ہے ''معبود اور اگر ''الف اور ''لا'' دونوں کو الگ کر دیا جائے تو باقی رہ جاتا ہے ''لـہ'' جس کا مطلب بھی ہے ''اللہ کے لیے'' اگر ''لا'' کو بھی ہٹا دیا جائے تو باقی ''ہ'' رہ جاتا ہے جس کا معنی ہے ''وہی'' اور وہ ''اللہ'' ہی ہے۔

آپ نے لفظ ''اللہ'' کی شان مذکورہ تشریح کے بعد اچھی طرح سمجھ لی ہو گی یہ وہ واحد عظیم لفظ ہے جسکا ہر ہر حرف با معنی ہے۔

اِسی طرح اب لفظ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معنوی تشریح کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اس مبارک لفظ کا ہر ہر حرف با مقصد اور با معنی ہے۔اس مبارک لفظ کا پہلا حرف ''م'' ہٹا دیا جائے تو باقی رہ جاتا ہے ''حمد'' جسکا مفہوم ہے تعریف و توصیف اور اگر حرف ''ح'' کو ہٹا دیا جائے تو باقی رہ جاتا ہے ''مد'' جس کا معنی ہے مدد کرنے والا۔اِسی طرح اگر ''م'' اور ''حا'' دونوں کو کم کر دیا جائے تو باقی ''مد'' رہ جاتا ہے جسکا مطلب ہے دراز اور بلند۔یہ حرف سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان اور بلندی رفعت کی طرف اشارہ ہے۔پھر اگر دوسرے

''م'' کو بھی ہٹا دیا جائے تو باقی رہ جاتا ہے ''د'' جسکا مفہوم و مطلب ہے دلالت کرنے والا یعنی اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وجود مبارک اور واحدانیت پر دلالت کرتا ہے۔قربان جائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یہ دونوں لفظ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے اسماء ذاتی ہیں جن کے تمام حروف اکٹھے ہوں یا ایک ایک حرف ہو سب بامعنی با مقصد اور پر مغز ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی نام مبارک

ہر اہل ایمان جانتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے صفاتی نام ہیں مگر آپ علیہ السلام کے ذاتی نام مبارک دو ہیں یعنی ''محمد'' اور ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان اُوپر گزر چکا یہاں ہم اسم گرامی ''احمد'' کے بارے میں عرض کر رہے ہیں۔ اِسم گرامی ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑا ہی مشہور و معروف نام ہے حضور علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں۔

''کہ زمین پر میرا نام ''محمد'' اور آسمان پر ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔سیدنا حصرت موسیٰ و سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِسی نام مبارک سے یاد کیا ہے۔قرآن کریم کی سورہ الصّف میں ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ الصّف آیت 6

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

ترجمہ: ''میرے بعد جو ایک رسول تشریف لانے والے ہیں اُن کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ میں انکی بشارت دینے والا ہوں''۔

مذکورہ سورہ میں سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔اسم ''احمد'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے ''احمد الحامدین'' یعنی ہر حمد کرنے والے سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والا۔

ضروری تشریح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے بعد جو نبی دنیا میں تشریف لائیں گے اُنکا اسم گرامی ''احمد'' ہوگا اوپر اس سلسلے میں قرآن کریم کا حوالہ گزر چکا۔دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی تحریر کیا گیا ہے جس میں ارشاد فرمایا ''زمین پر میرا نام ''محمد'' اور آسمان پر ''احمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اب یہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین پر آمد کی خبر دیتے ہوئے اسم گرامی آسمانی یعنی ''احمد'' فرما رہے ہیں جبکہ زمین والوں کو اِسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باخبر کرنا چاہیے تھا

اسکا کیا جواب ہے؟ یہاں ہم اس سوال یا اشکال کا مختصر اً جواب تحریر کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام زمین پر پیدا ہوئے زمین والوں کے ساتھ ہی رہے زمین پر زندگی بسر فرمائی۔ مگر حقیقت حال یہ کہ آپ علیہ السلام کی پیدائش دیگر انسانوں کی پیدائش سے ہٹ کر ہوئی جس طرح آپ علیہ السلام پیدا ہوئے دنیا میں کوئی دوسرا اس طریقہ سے پیدا نہ ہوا۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی پیدائش مبارکہ کا تفصیلی ذکر ہم اپنی تصنیف کی پہلی جلد ابتدائے نسل انسانی میں کر چکے ہیں متلاشیان علم اس جلد سے مراجعت کر سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں مختصر زندگی بسر فرما چکے تو اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر عروج عطا فرمایا۔

اِس طرح حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی حیات مقدسہ ابتداء سے عروج آسمانی تک آسمانی مخلوق کی حیات سے مشابہت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السّلام نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسی نام مبارک سے یاد فرمایا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں پر پکارے جاتے ہیں۔ یہاں سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی وہ ذات مقدسہ ہوتی ہے جسے دنیا اور آخرت کے علوم اللہ کی بخشش سے معلوم ہوتے ہیں۔ دیکھیں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دنیا کی زندگی میں ہی صدیوں پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانی نام مبارک ''احمد'' سے واقف تھے جس کی خبر اپنی قوم کو دے رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی احمد کا معنی سب سے زیادہ اپنے رب کی تعریف کرنے والے کے ہیں۔ ویسے تو آپ علیہ السّلام کی زندگی مبارکہ کا ہر ہر لمحہ اپنے خالق کی حمد وثنا میں ہی گزرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحمید و تمجید کی ہر ادا سب سے نرالی سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مگر شان احمدیت پوری شان وشوکت سے روز محشر آشکار ہوگی جب آپ علیہ السّلام اپنے رب کے حضور سر بسجود ہوں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی حمد کے لئے آپ علیہ السلام کا سینہ مبارک منشرح فرمائے گا۔ معرفت خداوندی کا سمندر بے کراں اپنی جولانیوں پر ہوگا۔ فخر کونین تاجدار عرب وعجم احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالق ارض وسما کی تعریف وتوصیف اس انداز سے فرما رہے ہوں گے کہ اہل محشر پر کیف وسرور کی کیفیت طاری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کا اُس نے آپ علیہ السّلام سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں اللہ کریم لواء حمد تھمائے گا اس وقت انوار الٰہیٰ کے نزول کا وہ عالم ہوگا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ غرض ہر چیز اپنے خالق ومالک کی حمد گو ہوگی ہر طرف سبحان اللہ ، اللہ اکبر ، ما شا اللہ اور الحمد للہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہوں گی۔ یوں ہم جیسے گناہ گاروں، حقیر، اور خطا کے پتلوں کی بھی بن آئے گی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی اسماء گرامی

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد اسماء گرامی ہیں اِن میں سے جو اسماء مبارکہ ایسے ہیں جن کا آپ علیہ السلام نے خود خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے اور جن میں لفظ ''حمد'' کو خصوصیت حاصل ہے یہاں اُنکا ذکر دیں، ایمان اور حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے پناہ اضافے اور ترقی کا ذریعہ ہوگا انشاءاللہ۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حدیث نقل کرتے ہیں۔

'' قَالَ رَسُوْ لُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِنَّ لِیْ اَسْمَاء اَنَا مُحَمَّدُ وَاَ نَا اَحْمَدُ وَ اَنَا اَلْمَاحِیْ اَلَّذِ ی یَمْحُو اللہُ بِیْ الْکُفْرَ وَ اَنَا اَلْحَا شِرِ الَّذِی لَحْشُر النَّا سُ عَلٰی قَدَمِی وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِ ی لَیْسَ بَعْدِی نَبِیٌّ ''۔

ترجمہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ میں احمد ہوں میں الماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹا دے گا۔ میں الحاشر ہوں لوگ حشر کا دن میرے قدموں پر جمع ہوں گے۔ میں العاقب ہوں۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

از: عیون الاثر الابن سید الناس۔ جلد۔ اوّل صفحہ۔31۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی چار اسماء گرامی ایسے ہیں جن میں مادہ ''حمد'' مشتق ہے یعنی محمد' احمد' حامد' اور محمود۔ اس مبارک ناموں (محمد' احمد اور محمود) کے معنٰی ہیں تعریف کئے گئے جبکہ اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم مفہوم اور اسم احمد اِسم تفصیل کا صیغہ ہے ان دونوں ناموں میں ''حمد'' کے معنی وسعت اور کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ یوں حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تینوں مبارک نام آپ علیہ السّلام کی تعریف و توصیف کی کثرت کو ظہور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف صرف انسان ہی نہیں کرتے بلکہ تمام جن ملائکہ مقربین یہاں تک کہ تمام مخلوق اس میں شامل ہے اس کے علاوہ اس تعریف و توصیف کی شان دیکھئے کہ خالق ارض وسماء اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خود ہر وقت اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرماتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ سوۃ الاحزاب آیت 56

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

ہم نے یہاں قرآن کریم فرقان حمید کی سورہ الاحزاب کا ہی ذکر کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پورا قرآن کریم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف سے بھرا ہوا ہے۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، بے عیب ہونے کا اعلان ہے

یہ ایک مسلہ حقیقت ہے کہ جس نام یا ذات کی تعریف وتوصیف کی جائے وہ ہمیشہ نام اور ذات میں پائی جانے والی خوبیوں اور کمالات کی بنا پر کی جاتی ہے۔ اگر کسی نام یا ذات میں خوبیوں یا کمالات کی بجائے عیوب اور نقائص پائے جاتے ہوں تو وہ نام یا ذات نہ تو تعریف وتوصیف کے قابل ہوتی ہے اور نہ ہی اسکی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھنے کے معنوں، خوبیوں، کمالات، برکتوں اور عظمتوں کی وضاحت خود بخود کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی دنیا کا واحد معجزہ ہے۔ بارگاہ رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاعر جنہیں کائنات میں سب سے پہلا شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کا اعزاز وافتخار حاصل ہے یعنی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السّلام کی محفل میں جو نعت شریف پیش کی اُن اشعار میں سے درج ذیل اشعار اس حقیقت کو عیاں کر رہے ہیں جنہیں سماعت فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اشار فرماتے تھے ''اے حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو جنتی ہے''۔

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنٌ"
وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ۔ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ حسین ترین چہرہ آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ خوبصورت بیٹا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر قسم کے عیب سے مکمل طور پر مبرا اور پاک پیدا کیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسا ہی پیدا کیا گیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود چاہا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نعت شریف جو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کی اور حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنے جنتی ہونے کا مژدہ سُنا اِس نعت شریف کے چند اشعار تحریر کر چکا ہوں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف مقام ومرتبہ اور بارگاہ خداوندی میں قرب کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اہل ایمان وعشاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذوق میں

ترقی، اضافے اور مزید پختگی و عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لازوال اضافے کی خاطر انہی اشعار کی مختصر تشریح پیش کرنے کی سعادت ابدی حاصل کر رہا ہوں۔ اُمید ہے یہ مختصر تشریح انشاء اللہ اُن لوگوں کے اعتراضات کو ختم کرنے میں سنگ میل ثابت ہوگی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان، رفعت، مرتبہ، عظمت اور مقام قرب الٰہی کو اپنے خود ساختہ علم اور اپنی سیاہ بختی کی بنا پر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ تعصب کی عینک اُتار کر اپنے اکابرین کے عقیدہ کو سامنے رکھتے ہوئے عظمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح مانیں جیسے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر بزرگان دین مانتے چلے آ رہے تھے اور چلے آ رہے ہیں تاکہ انکی دنیا اور دین کی زندگی محفوظ رہے بصورت دیگر ایسے لوگوں کے لئے تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں دُعا ہے اللہ کریم ہر مسلمان کو مقام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سرکار دو عالم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نعت پیش کرنے والے کی قدر و منزلت کا اندازہ کیجیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرماتے ''اے حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے منبر پر بیٹھ کر میری نعت پڑھو''۔

سبحان اللہ کیا ہی انتہائی نورانی و ایمانی محفل ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میر محفل ہیں شاعر دربار رسالت نعت پڑھ رہے ہیں اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سامعین میں شامل ہیں۔ شاید حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی محفل پاک کا اپنی لکھی ہوئی نعت میں ذکر کیا ہے۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو۔

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت پر قربان جائیں دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا ہی رتبہ پایا ہے۔ جیسے ہی نعت کا ایک شعر پڑھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اے حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو جنتی ہے''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس مقام و مرتبہ کو اشعار کی زبانی بیان کر رہے ہیں۔ جو محبوب و محبّ کے درمیان قائم ہے فرماتے ہیں۔

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنٌ''

وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السّلام جیسا حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں''۔ اس مصرعے کے بعد خیال آتا ہے کہ کوئی پڑھنے یا سُننے والا کہہ سکتا ہے کہ اے حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا لیکن ممکن ہے دنیا میں کوئی دوسرا ایسا ہو مگر آپکی نظر نے نہ دیکھا

ہو اُس تک آپکی رسائی ہی نہ ہوئی ہو۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سوال کا شعر کے دوسرے مصرعے میں خود ہی ایسا ایمان افروز جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ سُننے پڑھنے والے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السلام جیسا حسین کسی ماں نے جنا ہی نہیں'' یہ مصرعے سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اے حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو جنتی ہے'' گویا اس طرح حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خیال کی صداقت پر حضور علیہ السّلام نے مہر تصدیق لگا دی اور ہر قسم کے شک وشبہ اور اعتراض کا ازالہ فرمایا۔ یاد رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دہن اقدس سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ حق ہی ہوتی ہے۔

اِسی نعت مبارکہ کے دُوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السّلام ہر قسم کے جسمانی اور روحانی عیب سے مکمل طور پر پاک اور مبرا پیدا کیے گئے''۔

اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روحانی اور جسمانی عیب سے بالکل پاک وصاف پیدا فرمایا یہ اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبیوں اور کمالات کی تشریح وثبوت ہے خالق کائنات اپنے لئے ارشاد فرماتا ہے'' سبحان اللہ'' پاک وہ اللہ پھر یہی وصف خاص اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی عطا فرما دیا ہے کہ میرا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے یعنی تمام خوبیوں وکمالات والا ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک۔ اِسی شعر کے دوسرے مصرعے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السّلام کی تخلیق اس طرح ہی فرمائی جیسے آپ علیہ السّلام خود چاہتے تھے''۔

اس مصرعے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُس وصف خاص اور قربت الٰہی کو بیان کیا گیا ہے جو کل تخلیق رب العالمین میں صرف اور صرف محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ یہ مقام نہ پہلے کسی کو حاصل تھا نہ حاصل ہے اور نہ ہی کبھی حاصل ہوگا۔ یہ شعر سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اے حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو جنتی ہے''۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورانی وجود مسعود اللہ تعالیٰ کے بعد ازل سے ہی

موجود تھا پھر جب اللہ کریم نے اس مبارک وجود کو جامہ بشری پہنانے کا ارداہ کیا تو اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ پوچھ کر اُنکی مرضی کے مطابق اُسے جامہ بشریٰ عطا فرمایا۔ سبحان اللہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کیا شان، رتبہ و مقام عطا فرمایا ہے۔ یہاں اُن معترضین حضرات سے سوال ہے جو شب و روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کی تنقیص کے لئے پسینہ پسینہ ہوتے ہوئے اپنی عاقبت خراب کرنے میں مصروف رہتے ہیں کہ اگر یہ عقیدۂ حق جس کا اُوپر بیان گزر چکا نعوذ باللہ غلط ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ اشعار سُن کر یہ ارشاد فرمایا تھا؟ کہ اے حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے یہ اشعار حقائق کے خلاف غلط اور غیر شرعی ہیں اس لئے توبہ کرو اور ان اشعار کو ختم کر دو جواب یقیناً اور یقیناً یہی ہے کہ حضور علیہ السّلام نے ایسا ارشاد نہیں فرمایا بلکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان اشعار کے بدلے میں خوش ہو کر جنتی ہونے کا مژدہ سُنایا۔ ایسی واضح حقیقت و دلیل کے ہوتے ہوئے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ تنقیص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اڑا رہے جو ایسا کرتے ہیں اور عجب کار مذنب میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب حضور علیہ السّلام کے ہاں یہ اشعار شرف قبولیت رکھتے ہیں تو بڑا ہی بدقسمت ہے وہ جو اعتراض کے ترازو میں ان اشعار کو وزن کرنے کی سعی لاحاصل میں غرق رہے ایسے شخص کو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہیے توبہ کرے اور اپنی اس گستاخی کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی طلب کرے اللہ یقیناً بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حسن و جمال، خوبیاں اور خصلتیں حاصل ہیں اور دنیا کے کسی دوسرے فرد کو حاصل نہیں۔ آپ علیہ السّلام اِن جملہ خوبیوں میں یکتا ہیں۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں یوں لکھتے ہیں۔ اس قصیدہ کا مقام یہ ہے کہ بارگاہ رسالت میں مقبولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمِ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری اور باطنی حسن کو درجہ کمال تک پہنچایا اور پھر اپنی محبت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب فرما لیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمالات و محاسن میں کوئی شریک نہیں رکھتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوہر حسن غیر منقسم (تقسیم نہ ہونے والا) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر انبیاء علیہم السّلام سے خلقت اور اخلاق دونوں میں بڑھ گئے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جود و کرم اور علم و فضل کی کوئی حد ہی نہیں"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کا ظاہری حسن میں کوئی بھی شریک

وہمتا نہیں اور نہ ہی حسن و جمال میں کوئی ہمسر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ تعریف وتوصیف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں ہی آئی ہے اسی لئے حضور علیہ السّلام کا ذاتی اسم گرامی ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' رکھا گیا ہے۔ حضور علیہ السّلام کے کمالات' خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں اپنی عقیدت ایمان افروز پیرائے میں یوں بیان کی ہے۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ ۔۔۔ وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام ہی دوجہاں کے سردار ہیں اور عرب وعجم اور جن وانس کے آپ علیہ السلام ہی سلطان ہیں''۔

توحید خداوندی اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دلیل توحید۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی ہیں جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے تعریف کی جائے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات ہست وبود کی وہ واحد تخلیق خداوندی ہیں جنکی 63 سالہ دنیا کی زندگی مبارکہ کا ہر ہر لمحہ تحریر کی شکل میں موجود ہے دنیا کی ہر زبان میں آپ علیہ السّلام کی سیرت مقدسہ لکھی جا چکی ہے لکھی جارہی ہے اور قیامت تک لکھی جاتی رہے گی۔ پورا قرآن مجید آپ علیہ السّلام کی تعریف وتوصیف سے بھر ہوا ہے۔ اہل ایمان کا تو فرض ہے کہ آپ علیہ السّلام کی تعریف وتوصیف بیان کریں یہاں تو اغیار نے بھی آپ علیہ السّلام کی عظمت، مرتبہ اور تعریف وتوصیف کو خوب بیان کیا ہے۔ جو حسن وجمال حضرت یوسف علیہ السّلام میں چمکا اور اُس حسن وجمال نے ساری دنیا میں آپ علیہ السّلام کو حسین ترین شخص بنا دیا یوں حسن یوسف علیہ السّلام ضرب المثل بن گیا۔ جس جمال نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ید بیضا میں ظہور کیا اور اُنکے ہاتھ مبارک کو بقعہ نور بنا دیا لحن مبارک جو حضرت داؤد علیہ السّلام کو عطا ہوا کہ چرند، پرند، شجر وحجر انکی آواز مبارک سن کر ساکن ہو جاتے۔ اِسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السّلام میں جو جو وصف اور جیسا حسن، تجلّی فرما تھا وہ سب کا سب خالق کائنات نے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ میں یکجا فرما دیا۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ کیفیت کی تشریح وبیان حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب صورت انداز میں کیا ہے فرماتے ہیں:۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسٰی ید بیضا داری۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دنیا میں تشریف لانے والے انبیاء علیہم السّلام کے سچے اُمتی اُن کے ہر حکم کو صدق دل سے مانتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ حُسن جمال کا ذکر ہو تو حضرت یوسف علیہ السّلام کی اُمت اُنکی دیوانی تھی۔ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم حضرت عیسیٰ حضرت سلیمان حضرت داود علیہم السّلام اور اِسی طرح دیگر

انبیاء علیہم السّلام کے اُمتی اُنکے پروانے تھے مگر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن لازوال کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتیوں کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ عشاق حضور رسول کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سر کٹانے اور قربان ہونے پر ہمہ وقت تیار رہتے اور اپنے لیے ذریعہ بخشش اور باعث سعادت سمجھتے تھے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور سر بلندی کے لئے اہل حق اپنی جانوں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السّلام کے حُسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں۔ ایسا کرنے میں اُن عورتوں کے ارادے کو دخل نہیں تھا بلکہ غیر ارادی طور پر حُسن یوسف علیہ السّلام میں اس قدر محو ہو گئیں کہ پھل کاٹنے کے ساتھ ساتھ اپنی انگلیاں بھی کاٹ لیں۔ اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی عظمت کا جھنڈا بلند رکھنے کے لئے نوجوانان عرب ہی نہیں بلکہ ہر کلمہ گو اپنے اِرادے سے سر کٹوا لیتے ہیں۔ وہاں مصر جو اُس وقت تہذیب یافتہ ملک تھا اسکی عورتوں نے انگلیاں کاٹیں جبکہ یہاں عرب کے جاہل معاشرہ سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ جو اپنی سرکشی اور خودسری میں مشہور تھے نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اُس مقام پر پہنچ گئے کہ سر کٹوانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ مصر میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا حُسن مبارک دیکھ کر عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اِدھر مرد اپنے سر کٹاتے تھے پھر حُسن یوسف علیہ السّلام کی ایک جھلک پر عورتوں نے بے خیالی میں صرف ایک بار اپنی انگلیاں کاٹیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی عظمت کے لئے مردان عرب اپنے سر ارادے سے کٹاتے تھے اُن کا یہ عمل استمرار پر دلیل ہے۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا یہ اعجاز ہے کہ خالق کائنات نے کلمہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محمدیت کو اپنی واحدانیت کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اسکے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حسن و جمال اور سیرت و کردار میں یکتا ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی شہادت چاہتے ہوں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ اور محاسن مبارکہ کا مطالعہ کر لیں اس طرح دنیا میں توحید کی سب سے بڑی دلیل اُنکے ہاتھ آجائے گی۔ غور کا مقام ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی کائنات ہست و بود میں کوئی مثل نہیں مل سکتی تو پھر خالق کائنات کی مثل ملنا کیسے ممکن ہے۔ اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق باری تعالیٰ میں واحد وہ نام ہے جو جملہ تمام خوبیوں اور کمالات کا منبع و سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کو توحید کی دلیل فرمایا۔

محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ کی عظمت و بلندی کا مقام دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ خود آپ علیہ السّلام کی نبوت و رسالت کی دلیل بنائی گئی۔ جب آپ علیہ السّلام نے اعلان نبوت

فرمایا تو ایک روز کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور قریش مکہ کے ایک ایک خاندان کو یوں مخاطب فرمایا ''اے آل غالب'' ''سنو میں اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھے رسالت و نبوت کا اعزاز عطا فرمایا ہے اس لئے تم لوگ بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ واحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السّلام نے اپنی رسالت و نبوت کا اعلان کیا اُنکی اُمتوں نے اُن سے نبوت کی دلیل طلب کی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے عصا کو بطور معجزہ قوم کے سامنے اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے احیاء موت (موتٰی) کا معجزہ قوم کے سامنے اپنی نبوت کی دلیل میں ظاہر فرمایا۔ اِسی طرح دُوسرے انبیا علیہم السّلام کی مثالیں موجود ہیں مگر یہاں جب قوم قریش نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان نبوت کے جواب میں دلیل مانگی تو آپ علیہ السّلام نے کوئی معجزہ قوم کے سامنے پیش نہیں فرمایا حالانکہ اگر آپ علیہ السّلام چاہتے تو ہر قسم کا معجزہ مبارک پیش کر سکتے تھے کیونکہ رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو حیات طیبہ پوری کی پوری ہی معجزہ تھی مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر یوں ارشاد فرمایا ''اے آل غالب سنو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دلیل ہے مُحَمَّد'' رَّسُوْ لُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)''۔قریش نے کہا ہمیں یہ بات قبول ہے اب آپ علیہ السّلام مُحَمَّد'' رَّسُوْ لُ اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دلیل پیش کریں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے اس سوال کے جواب میں جو دلیل پیش فرمائی اُسے سن کر آپ علیہ السّلام کے فہم و علم پر ہزار جان سے قربان جائیں ارشاد فرمایا۔'' میری وہ چالیس سالہ زندگی جو اعلان نبوت سے پہلے میں نے تم لوگوں میں بسر کی ہے۔ مُحَمَّد'' رَّسُوْ لُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دلیل ہے'' قرآن کریم سورۃ یونس آیت 16 میں اسکا ذکر یوں موجود ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ

ترجمہ۔''تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں''۔(یعنی یہی میری نبوت کی اور اللہ کی واحدانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس منفرد اور نرالی دلیل کو سُن کر اہل ایمان کو جو مسرت نصیب ہوئی وہ احاطہ قلم سے باہر ہے جن کی قسمت میں ایمان کی دولت سے سرفراز ہونا لکھا جا چکا تھا انہوں نے فوراً غلامی کا طوق حاصل کرنے کے لئے اپنی گردنیں خم کر دیں اور جو بد بخت اپنی سرکشی پر اڑے رہے اپنے جھوٹے عزت وقار کو ہی سامنے رکھا ایمان کی دولت لازوال سے محروم ہی رہے اور یوں اپنا ٹھکانا جہنم بنانے پر ہی اڑے رہے۔

خالق کائنات نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع محاسن سے بہرہ یاب فرماتے ہوئے اپنے حسن کامل و لازوال کی دلیل قطعی بنایا تھا یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا جو کہ ایک منفرد نام ہے۔لفظ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مادہ ہے ''حمد'' اور ''محمد''

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معنی ہے ''جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے تعریف کی جائے۔ جس طرح لفظ ''حمد'' میں شکر کا کمال ہے اسطرح لفظ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ''حمد'' کا کمال ہے۔ یوں یہ دونوں مبارک الفاظ شکر اور حمد میں انتہائی کمال کا مقام رکھتے ہیں۔ یہاں ایک انتہائی اہم نکتہ ہے ''حمد'' اللہ تعالیٰ کے کلام میں سب سے پہلا فردیا لفظ ہے ارشاد ہوتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین'' ''سب تعریفیں (حمد) اُسی اللہ کے لئے جو عالمین کا رب ہے'' جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فرد ہیں۔ گویا اسطرح ''حمد'' اللہ سبحانہ تعالیٰ کے کلام کا لفظ اوّل ہے اور ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فیضان کا نقش اوّل ہے۔ ''حمد'' خالق کائنات کی ربوبیت کا استحقاق ہے اور ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعجاز۔ اس طرح ''حمد'' صفات خداوندی کی دلیل ہے اور ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات خداوندی کی دلیل۔ ''حمد'' میں تعمیم ہے اور ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی تعمیم ہے۔ ''حمد'' کو تمام نعمتوں پر محیط کیا گیا ہے اور ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن رحمت بھی تمام نعمتوں پر محیط ہے۔ غور کیجئے ''حمد'' کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں عیاں ہے جبکہ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں موجود عیاں نہاں اور باعث وجود تخلیق کائنات ہیں۔ مختصراً ''حمد'' مطلوب انس وجان ہے جبکہ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود انس وجان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خالق ارض وسماوات نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک والضحیٰ کے چہرے والے والیل کی زلف والے فخر کونین، تاجدار عرب وعجم، بے کسوں کے سہارا، آسمان رسالت کے خورشید، ایوان جلالت کے جمشید، دنا فتدلّٰی کی وسعتوں کے بلند پرواز شہباز، فکا ن قا ب قو سین و ادنیٰ کے مکان عالی شان کے صدر نشین، فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی (سورۃ النجم آیت 1 تا 10) کے باوقار راز دار، وما ینطق عن الھویٰ کے طوطی شکرلب، ان ھو الا وحی یو حی کے عندلیب خوش نوا، فصاحت وبلاغت میں حرف آخر کے مالک، حضور پرنور شافع یوم نشور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوبصورت اور عظیم ترین نام مبارک سے موسوم فرمایا یہ نام حقیقت میں ہر چیز کی جان ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب اور بشارت ولادت مُبارک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائی مبارکہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت ابوذویب عبداللہ بن حارث، اہلیہ حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ قبیلہ سعد بن بکر) بیان کرتی ہیں کہ جس سال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اس سال اس قدر سخت قحط پڑ رہا تھا کہ تین تین دن مجھے روٹی میسر نہ آتی ایک روز سخت مشقت کرنے اور بھوک کی وجہ میری آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھے نہر میں غوطہ دیا اور نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ غوطہ دینے والے نے مجھے کہا یہ پانی پی لے کہ تیرا دودھ زیادہ خیر

وبرکت والا ہو جائے میں نے وہ شیریں پانی پی لیا پھر اسی شخص نے کہا تو مجھے پہچانتی ہے یا نہیں میں تیرا شکر ہوں جس کو تو نے ہر حال میں پکڑے رکھا پھر کہا اب تیرا رزق کھلنے والا ہے۔ وادی مکّہ کی طرف فوراً جاؤ وہاں سے ایک روشن ''نور'' ساتھ یہاں آئے گا۔ یہ بات کسی سے مت کہنا پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مار کر کہا خدا تیرا رزق اور دودھ بہت زیادہ کر دے گا۔ آپ کہتی ہیں جب خواب سے بیدار ہوئی تو میری چھاتیاں جو پہلے سُوکھ چکی تھیں دُودھ سے بھر گئیں اور مجھے بھوک اور پیاس بالکل نہ رہی۔ باہر آئی میری قوم کی عورتیں جو اس قدر خشک سالی کی وجہ سے بالکل سوکھ کر کانٹا بن چکی تھیں مجھے دیکھ کر بہت حیران و پریشان ہوئیں کہ کل تک تو تم بھی لاغر اور پریشان تھی اب کیا ہوا تیرا رنگ شہزادیوں کی مانند چمکنے لگا ہے میں ان عورتوں کی گفتگو سنتی اور خاموش رہتی کیوں کہ راز فاش کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جب بنی سعد کی عورتیں گذشتہ دستور کے مطابق مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئیں تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑی۔ جب مکّہ کے قریب پہنچی تو غیب سے آواز سُنی کوئی کہہ رہا تھا خداوندِ کریم نے اس بچے کے صدقے وبرکت سے جو قریش میں پیدا ہوا ہے وہ دن کا آفتاب اور رات کا چاند ہے اس سال کو تیرے لئے آسان اور فراخ کر دیا ہے جلدی کرو اور اس ہستی کو اپنی گود میں لے لو۔ میں ہر چند تیز چلنے کے لئے اپنی سواری کو مجبور کرتی مگر میری گدھی کمزوری کی وجہ سے سب سے پیچھے ہی رہتی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بلند قامت شخص نے پہاڑوں کے درے سے نکل کر مجھ سے کہا اے حلیمہ خدا تعالیٰ نے تجھے بشارت دی اور مجھے حکم دیا کہ شیطان اور سرکشوں کو تجھ سے دور رکھوں پھر دیکھا ایک سرسبز اور گھنے درخت نے مُجھ پر سایہ کر دیا اس پر نہایت ہی خوش ذائقہ خرمے لگے ہوئے تھے میں نے ایک چھوہارا کھایا اس کا ذائقہ اس قدر لذیذ تھا کہ آپ نے اس سال کا نام ہی سنة الفتح و لا بتھاج رکھ دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ

شجرہ نسب

حضرت حلیمہ سعدیہ بنی ہوازن کے قبیلے کی شاخ بنی سعد سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ کے والد کا نام ابوذویب عبداللہ بن حارث بن شجنہ تھا اور خاوند کا نام بھی حارث بن عبدلعزیٰ بن رفاعہ تھا۔ حلیمہ کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں جن کو سرورِ انبیاء علیہ السّلام کے رضاعی بہن بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی:۔

1. عبداللہ
2: شیما یعنی حذافہ

3: انیسہ

4: حذیفہ

ان میں حذافہ جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ عبداللہ اور شیما کا اسلام لانا ثابت ہے باقی کے بارے میں سیرت اور کتب تاریخ خاموش ہیں۔

امام بدرالدین زرکشی مواہب لدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق، ابن راہویہ، ابویعلی، طبرانی، امام بیہقی اور ابونعیم، حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں اور میرا خاوند حارث ابن عبد العزیٰ رضاع کے لئے بچے حاصل کرنے کی غرض سے نکلنے والی ہم قبیلہ عورتوں کے ساتھ نکلے۔ اس سال اس قدر سخت قحطِ باراں تھا کہ آسمان سے بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا تھا چرند پرند انسان اس قحط سالی کے ہاتھوں سخت پریشان اور جاں بہ لب تھے۔ ہمارے پاس ایک گدھی تھی جو کہ کمزوری کے باعث چل بھی نہیں سکتی تھی۔ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی ہماری ملکیت تھی لیکن بخدا وہ ایک قطرہ بھی دودھ نہیں دیتی تھی میرے ساتھ میرا بچہ بھی تھا تنگدستی کے باعث ہمارا یہ حال تھا کہ نہ رات کو نیند آتی تھی اور نہ ہی دِن کو چین نصیب تھا۔ میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری رات روتا رہتا ہم رات بھر سو بھی نہیں سکتے تھے۔ نہ تو میرے پستانوں میں اتنا دودھ تھا کہ میں بچے کی بھوک مٹا سکتی اور نہ ہی اونٹنی کے تھنوں میں دودھ تھا کہ بچے کی غذا بن جاتی مگر ہم رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ تھے یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ ضرور بارانِ رحمت ہوگی اور ہماری زبوں حالی خوشحالی سے بدل جائے گی۔ جب میری قوم کی عورتیں مکّہ پہنچیں تو انہوں نے تمام روٴسائے قریش کے بچے رضاعت کے لئے حاصل کر لئے سوائے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کیونکہ جو عورت بھی یہ سُنتی کہ وہ یتیم ہیں تو سرکار کو قبول نہ کرتی۔ میں چونکہ لاغر سواری کی وجہ سے سب سے آخر میں مکہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ تمام عورتوں نے یتیم بچہ ہونے کی وجہ سے محرومی مول لی اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ بیوہ ماں رضاعت کے بدلے کیا انعام دے گی۔ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ دیا جب مجھے تمام حالات کا علم ہوا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ خالی ہاتھ قبیلہ میں واپس جاؤں اس لئے میں اس دُرِّ یتیم کو ہی لے آتی ہوں۔ خداوند کریم نے میرے خاوند کے دل میں اس بچے کی محبت ڈالی اور مجھے خوشی سے اجازت دے دی۔ میں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئی حضرت جامہ صوف میں لپٹے بستر حریر پر آرام فرما رہے تھے۔ دیکھتے ہی حسن و جمال پر عاشق ہوگئی سرکار کو سوتے سے اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مُسکرا کر آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا ایک نور دندان مُبارک سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوا خراٹے بھرتے ہوئے اس حُسنِ لازوال رکھنے والے بچے کو اپنی گود میں اٹھایا آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ دورانِ نیند خراٹے بھرنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی۔ یہاں تک کہ کبرسنی میں بھی خراٹے بھرنے کی عادت مبارک قائم رہی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کو گود میں لیا اور اپنا دایاں پستان مُنہ میں ڈالا آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے چاہا کہ بائیں پستان کا دودھ بھی دوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نہ پکڑا اور نہ ہی دودھ پیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشا فرماتے ہیں کہ اللہ کریم نے ابتدائے حال سے ہی عدالت کا الہام کر رکھا تھا تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کے لئے محفوظ رکھتے تھے۔ میں اس بچے کو لیکر اپنے خاوند کے پاس گئی خاوند بچے کو دیکھتے ہی اسکے حُسن و جمال پر عاشق ہو گیا اور فوراً سجدے میں گر گیا۔ رات کو میرا خاوند بوڑھی مریل اونٹنی کو دیکھنے کیلئے اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ اونٹنی کے تھنوں میں اس قدر دودھ بھرا ہوا تھا کہ دودھ خود بخود تھنوں سے باہر آ رہا تھا۔ حارث نے اس اونٹنی کے تھنوں سے اس قدر دودھ نکالا جس قدر ہمیں درکار تھا۔ اس نے اور میں نے جی بھر کر دودھ پیا۔ فرماتی ہیں ہمارے لئے وہ رات بڑی خیر و برکت کی رات تھی جب ہم پیٹ بھر کر رات کو آرام کی نیند سوئے۔ میرا خاوند حارث بولا اے حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے عقیدہ و نظریہ اور علم کے مطابق تو نے بڑے مقدس و مُبارک فرزند کو حاصل کر لیا ہے۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم واپس اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہونے کے لئے اپنی دراز گوش اونٹنی پر سوار ہوئے تو وہی لاغر و کمزور تمام سواریوں اور سواروں سے آگے نکل گئی اور خدا کی قسم اس قدر تیز رفتاری سے اس نے سب کو کاٹا کہ ان میں سے کسی سواری کا آگے نکلنا تو کُجا کوئی اسکی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ قافلے والے پکار اُٹھے اے حلیمہ ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ مار ہمیں اس مشکل سے چھٹکارا دلا۔ اپنی سواری کو ذرا آہستہ کر ہمیں بتا کہ آیا تیری یہ سواری وہی دراز گوش اونٹنی ہے جو کہ لاغر و کمزور ہونے کی وجہ سے چل بھی نہ سکتی تھی اور جگہ جگہ گرتی پڑتی تھی۔ حلیمہ نے جواب دیا کہ بخدا یہ وہی اونٹنی ہے لیکن اب اس کا سوار بدل گیا ہے جسکی وجہ سے اسکی بھی قسمت بدل گئی ہے۔ سب نے یک زبان کہا اب تو واقعی اسکی عجیب شان ہے۔ اس طرح ہم اپنی مسافت طے کرتے ہوئے بنی سعد بنی بکر کی آبادی میں اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔

قبیلہ میں پہنچے تو دیکھا کہ کوئی بھی زمین اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھی۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے باوجود اس خشک سالی کے میری بکریاں جب باہر چراگاہ سے چر کے رات کو واپس لوٹتیں تو ان کے پیٹ غذا سے بھرے ہوئے اور ان کی پستان دُودھ سے لبریز ہوتے تھے۔ یہ سعادت وخوش نصیبی صرف میرے لئے تھی اہلِ قبیلہ کی بھیڑ بکریاں و دیگر جانور واپس آتے تو ان کے پیٹ خالی ہوتے اور پستانوں میں ایک گھونٹ دودھ بھی نہ ہوتا۔ اہلِ قبیلہ اپنے چرواہوں کو بُرا بھلا کہتے اور ان کو حکم دیتے کہ تم بھی اسی چراگاہ میں جانوروں کو لے جایا کرو جہاں حلیمہ کے جانور جاتے وہ لوگ اپنے جانور میرے جانوروں کے ساتھ ایک ہی چرگاہ میں لے کر جاتے لیکن واپسی پر وہی پہلی والی حالت برقرار رہتی جبکہ میرے جانور شکم سیر ہو کر دودھ سے بھرپور ہوتے۔ خداوند کریم نے حلیمہ کے مال

ومویشیوں میں خیر و برکت فرمائی اور یہ سب کچھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کی برکت سے ہوا۔

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتیں کرنے لگے تو میں نے سُنا فرماتے ہیں:۔

اَللّٰہُ اُکْبَرُ ۔اَللّٰہُ اُکْبَر ۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبّ اِلْعَالَمِیْنَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاصِیْلاً ہ

میں سُنتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقتِ شب اپنی زبان مُبارک سے فرماتے:

لاَ اِلٰہَ اِ لَّا اللّٰہُ قُدُّ وْسًا نا مت العیو ن وَالّرحْمٰنُ لا تَا ْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلا نَو مٌ.

''کوئی قابلِ پرستش نہیں سوائے خدا کے وہ پاک ہے آنکھیں سوتی ہیں اور رحمٰن کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند''۔

حلیمہ کہتی ہیں میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے جو بھی دُعا مانگی ہمیشہ قبول ہوئی۔ میں نے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول و براز نہ دیکھا نہ دھویا اور نہ ہی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بستر پر پیشاب پاخانہ کیا سوائے معیّن وقت کے۔

گہوارہ اقدس میں چاند کے ساتھ باتیں کرنا اور کھیلنا

اکثر سیرت کی کتب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب چاند کی میٹھی چاندنی ہر سو پھیلی ہوتی جناب نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری تاب سے چمکنے والے چاند کے ساتھ اکثر باتیں فرمایا کرتے گہوارے میں لیٹے نور مجسم اپنی انگلی مُبارک کے ساتھ چاند سے کھیلتے جس طرف انگلی شریف سے اشارہ کرتے چاند اُدھر ہی جُھک جاتا۔ فرشتے آپ کو جُھولا جُھلاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے ہر وقت خدمت گذاری میں حاضر رہتے۔ چاند سے باتیں کرنا اور چاند کو اشاروں پر چلانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں شامل ہے۔

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گِرد نور ہی نور پھیلا ہوا ہے اور ایک سبز پوش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے کھڑا ہے میں ڈر گئی اور اپنے شوہر کو جگایا اسکو سارا حال سُنایا اس نے کہا اس بھید کو کسی پر ظاہر نہ کرنا کہ جس دن سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے علماء یہود کا کھانا پینا حرام ہو گیا ہے ہمیں اس لڑکے سے خداوند کریم کے فضل و کرم کا بھروسہ ہے۔

شق صدر بعمر مُبارک چار سال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل خیال رکھتی تھی ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ اس دن بہت گرمی تھی میں آپ کی تلاش میں باہر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیما کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا میں نے شیما سے کہا کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر اس قدر شدید گرمی میں کیوں باہر

آئی۔ شیما نے جواب دیا کہ آپ کو بالکل گرمی نہیں لگی کیونکہ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدھر جدھر تشریف لے جاتے بادل کا ایک ٹکڑا ساتھ ساتھ جاتا یہاں تک کہ ہم گھر پہنچ گئے اس معجزہ مبارک کو ابن سعد نے صحت کے ساتھ حدیث میں بیان کیا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دِن میں اتنے بڑھ جاتے جتنا عام بچے ایک ماہ میں بڑھتے تھے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک دوسال کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب صحت منداور توانا ہوگئے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ "اے امی مجھے بھائیوں کے ساتھ باہر چراگاہ میں جانے دو تاکہ میں سیر کرآؤں اور یوں تمہاری بکریاں بھی چرالاؤں۔ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میرے سر میں کنگھی کی بالوں کو تیل لگایا آنکھوں میں سُرمہ ڈالا نئے کپڑے پہنائے اور یوں میں بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کی غرض سے گیا"۔ پروردگار نے بکریاں چرانے کی رغبت اس لئے جناب کے دِل میں پیدا کی یہ کام سیاست اور شفقت بر ضعفاء امت اور صبر بر مشقت وغیرہ امور سے جن کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت ہوتی تھی نہایت مناسبت رکھتا تھا اور آدمی کو نہایت تواضع اور انکساری سکھلاتا ہے علاوہ بریں مرد احسان شناس ایسے معمولی کام سے کسی منصب عُمدہ اور عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوتا ہے اور شکرِ اللہ تعالیٰ بجالاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرزند ان حلیمہ کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے تشریف لے جاتے اور شام کو گھر واپس آتے۔

ایک دن حسبِ عادت شریف آپ بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے گئے تقریباً دوپہر کے وقت حلیمہ کا بیٹا گھبرایا ہوا بھاگم بھاگ گھر آیا وہ روتا چلاتا یا اماں، یا اماں، یا ابا جان، یا ابا جان کہتا جاتا تھا حلیمہ نے اس گھبراہٹ کی وجہ پُوچھی تو اس نے کہا بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ کرو تین شخص اُسے پہاڑ کے اوپر لے گئے ہیں ان کا سینہ چاک کیا اسکے بعد میں نہیں جانتا کیا ہوا پس حلیمہ اور اس کا شوہر بھاگے بھاگے اُس جگہ پہنچے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ پر تشریف فرما آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں دیکھا تو تبسّم فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اور ماتھا چوما اور پوچھا تم پر ہماری جانیں قربان کیا واقعہ پیش آیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ابونعیم اور عساکر نے شداد بن اوس سے مروی حدیث کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

کہ رسول کریم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں تھا کہ ایک روز میں اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ہمراہ جنگل میں جانوروں کے ساتھ گیا ہوا تھا اچانک میں نے تین آدمی دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ ان تینوں میں سے ایک نے مجھے پکڑ کر بڑی نرمی اور احتیاط سے زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو اوپر سے ناف تک چیرا۔ میں یہ سب حال دیکھ رہا تھا اس عمل سے مجھے کوئی درد وغیرہ نہ ہوا۔ اسکے بعد اس نے میری تمام انتڑیاں باہر نکال کر انہیں برف سے خوب

صاف دھویا اور پھر اپنی جگہ پر واپس رکھ دیں۔ پھر دوسرا آدمی اٹھا اس نے پہلے کو ایک طرف کر دیا اور پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے میں ڈالا اور میرا دِل نکال کر اسکو چیرا اور اس میں سے گوشت کا سیاہ ٹکڑا نکالا (ایک روایت میں سیاہ نکتہ نکالا بھی آتا ہے)۔ اور اسکو پھینک دیا اور کہا یہ شیطان کا حِصّہ تھا جو میں نے بحکم ربی باہر پھینک دیا ہے اُسکے بعد میرے قلب کو اس چیز سے جو اسکے ہاتھ میں تھی پُر کر دیا۔ اس نے نور کی ایک مہر جس کو دیکھ کر آنکھیں حیران ہو جاتی تھیں میرے دِل پر وہ مہر لگا دی پھر میرا دِل نور کے ساتھ بھر گیا یہ نور نبوت وحکمت کا تھا۔ اس مہر کی ٹھنڈک ایک مدّت تک محسوس ہوتی رہی''۔

مواہب الدنیہ کی عبارت یہ ہے:۔

''فو جدت بر دذالک الخا تم فی صد ری''

''روضتہ احباب'' میں یوں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اسکی خوش خنکی میں اب تک اپنے اعصاب میں پاتا ہوں۔ اور ظاہر یوں ہوتا ہے کہ اس برودت کا وجدان تمام عمر رہا''۔ ''واللہ علم''

''ابن سعد'' کی روایت میں آتا ہے کہ ''جب میرا قلب پانی سے دھویا تو دوسرے آدمی سے کہتا تھا کہ برف کا ٹھنڈا پانی لاؤ پس دونوں پانیوں سے مجھے دھویا'' یہ روایت ہی مناسب ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ دعائے ماثورہ میں آیا ہے۔

''اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَایَا بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرْدِ''.

''پھر تیسرے شخص نے میرے سینے پر نرمی سے ہاتھ پھیرا اور وہ شگاف بند ہو گیا اُس نے مجھے اٹھا کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگے اے خُدا کے دوست مت ڈر مجھے اپنے سینوں سے لگا کر وہ اسی جگہ چھوڑ گئے اور خود آسمانوں کی طرف پرواز کر گئے وہ مجھے آسمان میں نظر آتے ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بابت حُلیہ مبارک حدیث میں منقول ہے:

''ہم سیّد الانبیاء علیہ السّلام کے سینے اور شکم مُبارک پر ایک باریک اور لمبی لکیر کی صُورت میں نقش اور نشان دیکھتے تھے''۔

احادیثِ صحیحہ اور شرح مشکوٰۃ شریف میں بھی اس کا ذِکر موجود ہے۔ شق صدر کا واقعہ نبی اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار پیش آیا پہلی دفعہ جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے پھر چھ سال کی عمر میں اور دسویں سال میں بھی پیش آیا۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سرکار کو گھر لے آئی تو قوم نے کہا بہتر یہی ہے کہ اس فرزند کو اسکی والدہ اور والد (دادا) کے پاس پہنچا دے قبل اسکے اسے کوئی آسیب نقصان پہنچائے میرے شوہر نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا پس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکّہ مکّرمہ کی طرف روانہ ہوئی۔

اسماء ماخذ کتب

1۔ شرح مشکوٰۃ شریف
2۔ مواہب لدنیہ
3۔ دعائے ماثورہ
4۔ روضۃ احباب
5۔ مدارج النبوۃ
6۔ الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
7۔ شرف النبی
8۔ انوار جمالِ مصطفےٰ

راویوں کے اسمائے گرامی

1. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
2. حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3. حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. ابونعیم وعساکر بحوالہ شداد بن اوس
5. ابنِ سعد

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ والدہ ماجدہ کی طرف مکّہ مکرّمہ میں واپسی اور حطیم سے گمشدگی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں واقعہ شق صدر کے فوراً بعد میں سواری پر سوار ہوئی۔ آگے فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بٹھایا اور مکّہ کی طرف روانہ ہوئی جب حرم شریف کے متصل پہنچی وہاں کچھ قافلے موجود تھے۔ حضور علیہ السّلام کو میں نے وہاں بٹھایا یعنی مقامِ حطیم پر اور خود اپنے کپڑے وغیرہ درست کرنے کے لئے ایک طرف چلی گئی اور خیال کیا کہ قضائے حاجت سے بھی فارغ ہوجاؤں۔ جب میں واپس آئی تو حضور علیہ السّلام کو اس جگہ نہ پایا۔ میں نے اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا لیکن ناکام رہی اب میں نے شور مچایا کہ لوگو میرا بچہ جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہیں چلا گیا ہے لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا یہ وقت میری جان پر بہت ہی سخت تھا پریشانی کے عالم میں سر پر ہاتھ رکھ کر پکارنا شروع کر دیا:۔

وَاہ مُحَمَّدَاہ وَاہ وَالدَہ ۔

اچانک دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی پکڑے میرے نزدیک آیا اور کہا اے سعدیہ کیا ہوا کیوں اس طرح آہ و پکار کرتی ہے میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو میں نے ایک مدّت تک دُودھ پلایا تھا اب ان کو ان کی والدہ کے سپرد کرنے لائی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہوگیا ہے۔ بوڑھے نے کہا گِریہ نہ کر تجھے اس کا پتا (موجودگی) دیتا ہوں جو جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے اور اگر وہ چاہے تو اُسے تجھ تک پہنچا بھی سکتا ہے۔ میں نے کہا میری جان تم پر نثار ہو

بتاوہ کون ہے؟ اُس نے کہا وہ بزرگ بُت ہُبل ہے اعلیٰ قدر ہے اور جانتا ہے تیرا بیٹا کہاں ہے۔ میں نے جواب دیا صد افسوس تم پر کیا تو نے نہیں دیکھا تھا کہ اس بیٹے کی ولادت کی رات اُن بتوں پر کیا گزری وہ سب شکستہ اور سرنگوں ہو گئے تھے۔ وہ بوڑھا مجھے ہاتھ سے پکڑ کر زبردستی اس بُت ہُبل کے سامنے لے گیا ہُبل اور دوسرے بُت منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور اِن میں آواز آئی محمد کا نام ہمارے سامنے مت پکار کیونکہ تمام بتوں کی ہلاکت اسکے ہاتھوں ہوگی۔ اور خداتعالیٰ اسکو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ اور ہر حال میں اسکی حفاظت کرے گا۔

حلیمہ فرماتی ہیں پھر میں سیدھی عبدالمطلب کے پاس گئی مجھے دیکھتے ہی انہوں نے کہا کیا بات ہے میں تجھے پریشان دیکھ رہا ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی تمہارے ساتھ نہیں۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا اے ابوحارث میں تمہارے بیٹے کو ساتھ لائی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گیا بہت تلاش کیا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب کوہِ صفا پر آئے اور اہلِ قریش کو آواز دی۔

یا آلِ غالب: تمام قریش یہ آواز سُن کر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے اے عبدالمطب تجھے کیا مشکل پیش آئی ہے آپ نے کہا میرا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گُم ہو گیا ہے۔ اور مِل نہیں رہا اس پر تمام قریش اور خود عبدالمطلب سوار ہو گئے اور تلاش شروع کر دی مکّہ کے تمام نشیب وفراز ڈھونڈ مارے ہر جگہ تلاش کیا لیکن آپ کو نہ پایا۔ اسکے بعد حضرت عبدالمطلب مسجد الحرام کے اندر گئے۔ طواف کعبہ کیا اور اللہ کریم کی بارگاہ میں رو رو کر مناجات پیش کیں۔ غیب سے آواز آئی ”اے لوگو غم نہ کرو محمد علیہ السّلام کا خدا اُسے فروگذاشت ہرگز نہیں کرتا“ عبدالمطلب نے کہا اے ندا کرنے والے کہو اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہاں ہے۔ ندا دینے والے نے کہا ”وادی تہامہ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں“۔ عبدالمطلب مذکورہ وادی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ورقہ بن نوفل ملے اور وہ بھی عبدالمطلب کے ساتھ ہو لئے۔ چلتے چلتے وادی تہامہ جا پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھجور کے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور کھجور کے پتے چُن رہے ہیں عبدالمطلب نے پوچھا ”اے بیٹے تم کون ہو“ آپ علیہ السّلام نے جواباً ارشاد فرمایا ”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں“ عبدالمطلب نے کہا میری جان تم پر قُربان میں تیرا دادا عبدالمطلب ہوں۔ پھر حضور علیہ السلام کو اپنے آگے سواری پر بٹھایا اور مکّہ مکرّمہ لے آئے۔ اس خوشی میں بہت سا سونا اور اونٹ صدقہ کے طور پر تقسیم کئے۔ حضرت حلیمہ کو بہت زیادہ انعام واکرام دیا اور اس پر بے شمار احسانات فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گم ہو جانے کا کیا راز تھا خداوند کریم ہی بہتر جانتا ہے البتہ بہت سے علماء اور مفسّرین نے (سورۃ ضحیٰ)

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿۷﴾

ترجمہ: ”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“۔
کی تفسیر بھی یہی کی ہے۔

حلیمہ فرماتی ہیں ان ایّام میں جبکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مکّہ میں واپس لائی مکہ میں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی اس لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے حکم دیا کہ میرے بیٹے کو واپس لے جاؤ اُدھر حلیمہ خود اس بابرکت ذاتِ اقدس کی برکتوں، نعمتوں اور عظمتوں سے اور فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں اس لئے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس حکم مُبارک کی تعمیل و تکمیل اور اِس نعمتِ عظمیٰ سے مزید فیض یاب ہونے کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ساتھ لے کر واپس اپنے قبیلہ بنی سعد بنی بکر میں تشریف لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنو سعد میں مزید دو تین سال رہے۔ ابن اسحٰق وثوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنو سعد میں کل چھ سال تک جلوہ افروز رہے۔

ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں روایت کرتے ہیں: ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں تم سب میں فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے''۔

(ہوازن (بنی سعد) کا قبیلہ فصاحت و بلاغت میں اہل عرب کے ہاں مشہور ترین ہے)۔

دس سال کی عُمر شریف میں شق صدر

شق صدر کا واقعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی مُبارک میں کئی دفعہ پیش آیا جب حضور علیہ سلام کی عمر شریف دس سال کی ہوئی تو شقِّ صدر کا واقعہ پھر رونما ہوا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کی جرأت کر جاتے تھے جن کے بارے میں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سوال کرنے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے سرکار کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ تو ارشاد فرمائیں کہ سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے امورِ حکومت میں سے کونسا امر دیکھا اس وقت سرکارِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تکیہ لگا کر آرام فرمار ہے تھے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا ''اے ابو ہریرہ تم نے اوّل اور ابتدائے نبوّت میں ظہور پذیر ہونے والے امور کے متعلق سوال کیا ہے تو سُنو:

''میری عمر کوئی دس سال سے کُچھ زیادہ اوپر ہوگی ایک دن میں جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اُوپر سے آواز آئی ایک شخص دوسرے سے پوچھ رہا تھا یہ وہی ذاتِ عظیم ہے دوسرے نے جواب دیا ہاں یہ وہی ہیں۔ پھر دو نہایت ہی خوبصورت چہرے میرے سامنے آئے کہ اس سے پہلے میں نے اس قدر حسین چہرے یہ حُسن و جمال کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے مجھے ایک بازو سے پکڑا اور دوسرے نے دوسرے بازو سے مگر اس قدر نرمی کے ساتھ پکڑ کر لٹایا کہ مجھے احساس تک بھی نہ ہوا۔ پھر ایک نے میرا سینہ چاک کیا مگر اس انداز سے کہ مجھے کسی قِسم کی درد تک محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی خون نکلا پہلا بولا غل و حسد کو نکال دو۔ پھر دوسرے نے میرا قلب اقدس نکالا اور ایک گوشت

کا لوتھڑا نکال کر باہر رکھ دیا۔ پھر دوسرا کہنے لگا اب رحمت و راحت قلب اقدس میں داخل کر دو اس نے چاندی کی مانند سفید چمکدار ٹکڑا اسی قدر جتنا لوتھڑا نکالا تھا دل میں رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر اچھی طرح ہلایا اور کہا اٹھو دوڑو اور سلامت رہو۔ میں واپس آیا تو اس حال میں پھرتا تھا کہ چھوٹے پر راحت اور ہر بڑے سے رحمت کے ساتھ پیش آتا''۔ یہ ہے آغاز و ابتداء اور یہ انتہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسّم رحمت بن گئے اور وہ بھی تمام عالمین کے لئے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الانبیا آیت 107

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سُلوک

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تک زندہ رہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ساتھ ہمیشہ پیار، محبت، اخوت اور حُسنِ اخلاق کا برتاؤ فرماتے رہے۔

روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کافی عرصہ کے بعد نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ مکرمہ حاضر ہوئیں تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرما چکے تھے۔ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار سے اپنے علاقہ میں رُونما ہونے والے قحط اور خشک سالی و مال مویشیوں کے مرنے کا ذکر کیا۔ سیّد دو عالم رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس سلسلے میں بات کی تو انہوں نے، چالیس بکریاں اور ایک اونٹ جو عورتوں کی سواری کے لائق تھا عطا کیا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح عزت و اکرام سے واپس اپنے قبیلہ میں لوٹیں۔

حضرت ابن ابی خثیمہ۔ امام عبدالرحمٰن جوزی نے اپنی تصنیف الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں، منذری نے مختصر سُننِ ابوداؤد میں، ابن حجر مکی نے اصحابہ فی احوال الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے جس پر حافظ عسقلانی نے رسالہ لکھا ہے۔

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ جس عورت نے سرکار دو عالم علیہ السلام کو دودھ پلایا تھا۔ حاضرِ خدمت ہوئی اور اندر آنے کا اذن (اجازت) طلب کی جب اجازت ملنے پر اندر تشریف لائیں تو فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُکار اٹھے ''میری ماں میری ماں''۔ کہتے ہوئے لپٹ گئے۔ فوراً اپنی چادر مُبارک زمین پر بچھائی اور انکو اسکے اوپر بٹھایا احوال دریافت کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

نسب مبارک حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام: برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر

اور برہ کی والدہ کا نام: ام حبیبت بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہتے تھے۔ چھ سال کی عمر شریف کو پہنچے تو والدہ گرامی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمراہ لے کر اپنے میکے مدینہ شریف تشریف لے گئیں تا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ننھیال والے بھی کر سکیں اور دوسرا اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ کی قبر شریف کی زیارت بھی کر سکیں۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترکے میں ملی تھیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بجالاتی تھیں اس سفر میں ہمراہ تھیں۔ یہ مختصر سا قافلہ دو اونٹوں پر سوار مدینہ منورہ پہنچ کر دار نابعہ میں قیام پذیر ہوا۔ اس قافلہ کا قیام ایک ماہ تک مدینہ میں رہا اس قیام کے دوران پیش آنے والے واقعات کا ذکر خود سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد اطم بن النجار جو کہ ایک ٹیلے کا نام ہے دیکھا تو اسکو پہچان کر ارشاد فرمایا کہ "میں بچپن میں اس ٹیلے کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک لڑکی جس کا نام انیسہ تھا اسکے ہمراہ یہاں آیا کرتا تھا۔ میں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ اس جگہ آ کر ایک پرندے کو اڑایا کرتے جو اس ٹیلے پر آ بیٹھا تھا"۔

(طبقاتِ ابن سعد)

اور نابعہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا "یہاں اس مکان میں میری والدہ مجھے اپنے ہمراہ لا کر ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے والد حضرت عبداللہ کی قبر انور ہے اور بنی عدی کے تالاب میں خوب تیرا کرتا تھا"۔

مدینہ کے یہودی قوم کے عالم مجھے دیکھا کرتے اور کہتے تھے کہ یہ وہی آخر الزمان نبی ہیں جن کا ذکر گذشتہ

کُتب میں موجود ہے اور یہ شہر مدینہ ان کی ہجرت کی جگہ ہوگی۔ اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ان یہود کی باتوں کو میں نے اچھی طرح اپنے ذہن میں محفوظ رکھا تھا۔

مدینہ منورہ میں ایک ماہ قیام کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمراہ لے کر مکّہ مکّرمہ کی طرف عازمِ سفر ہوئیں۔ جب یہ مختصر سا قافلہ جو کہ صرف دو اونٹوں پر مشتمل تھا ابواء کے مقام پر پہنچا تو یہاں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیل ہو گئیں اور اسی جگہ پر وصال فرما گئیں۔ آپ کا مزار پرانوار اسی مقامِ ابواء پر ہے۔ اسطرح سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو والدہ ماجدہ کا سایہ عاطفت بھی میسر نہ رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمِّ ایمن کے ہمراہ مکہ مکّرمہ واپس پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خادمہ اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی خدمت کی۔

جب سرکارِ دو عالم علیہ السّلام عمرہ (حدیبیہ) کے وقت مقام ابواء پر سے گزرے فرمایا:

''مجھے اللہ کریم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کا اذن فرمایا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزارِ اقدس پر تشریف لے گئے مٹی وغیرہ ڈالی اور رقت طاری ہو گئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یہ منظر دیکھا تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی ہے ارشاد فرمایا ''مجھے اپنی والدہ کا وصال کے وقت میری طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا اور مجھے بار بار پیار کرنا جس کے بعد وہ راہی ملک بقا ہوئیں یاد آیا تو مجھ پر رحمت و رقت طاری ہو گئی''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی اور دوسرے تمام شریک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی رونے لگے۔ آپ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کریم سے والدہ کی مغفرت کا اذن طلب کیا تو نہ ملا پھر زیارت کی اجازت مانگی عطا فرمائی گئی۔ لہٰذا تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو اس سے اپنی موت یاد آتی ہے اور دنیا کی فرحت اور نشاط سے انسان کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے رغبت ختم ہو جاتی ہے''۔

(رَوَاہُ مُسلِم شَرِیف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ گرامی کی قبر انور مقام ابواء میں ہے اور اسکی تصدیق احادیث صحیح میں مذکورہ اقوال صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ہو جاتی ہے۔ ابواء کا مقام جحفہ سے 23 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ راقم کو مقام ابواء پر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہے۔

ایک ضروری تشریح

سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا اہلِ جنّت میں سے ہونا عذاب آخرت و قبر سے

نجات پانا دوزخ سے محفوظ رہنا ایک اختلافی مسئلہ ہے اسکے باوجود کہ اسلاف میں اس امر پر اختلاف پایا جاتا ہے متاخرین نے اس مسئلہ کو متنازع فیہ نہیں چھوڑا بلکہ بے شمار دلائل قوی سے صرف والدین کا ہی نہیں بلکہ آباؤ اجدادِ کرام کا اہلِ جنّت ہونا ثابت کیا ہے۔

الشیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو کہ چوٹی کے محققین میں سے تھے ''اشعۃ اللمعات'' میں ایک حدیث و روایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں اس روایت کے مضمون سے تمام متاخرین اتفاق کرتے ہیں اور سب کا یہی نظریہ ہے۔ متاخرین نے اپنے دعویٰ کو تین طریقوں سے ثابت کیا ہے۔

1۔ والدین کریمین دین ابراہیم علیہ السّلام پر جو بھی اس وقت معروف تھا قائم تھے۔

2۔ والدین اس زمانہ میں پیدا ہوئے اور وفات پائی جب کسی رسول نے دعویٰ نبوت کیا ہی نہیں تھا۔

لہٰذا جب زمانہ نبّوت انہوں نے پایا ہی نہیں تو انکو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے گو انکار نبوت سے وضاحت ہے لیکن خداوند کریم کی الوہیت قطعاً ثابت نہیں۔ پھر حضرت عبد اللہ کا نام ایک قوی دلیل ہے یعنی اللہ کا بندہ تو اللہ کو ماننا کیا کفر کی دلیل ہے نیز اس امر پر قرآن کریم فرقان حمید کی قطعی نصِ قرآن موجود ہے''۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت 15

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾

ترجمہ: ''اور ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسول (علیہ السلام) کو مبعوث نہ فرمائیں''۔

اس بنا پر دینِ اسلام نہ ماننے اور اس کا اعتراف نہ کرنے کی وجہ سے ان کو دوزخی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

3۔ خداوند کریم نے والدین کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اعجازی کی بدولت زندہ فرمایا اور انکو اِسلام سے مشرف ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔ بعد از وصال ایمان کا قبول فرمانا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اب یہ شبہ کہ اس مضمون کی روایت کمزور ہیں تو اس اندیشے کا محدّثین نے بڑی اچھی طرح ازالہ کر دیا ہے فرماتے ہیں اور یہ اصول بنا دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ضعیف روایت جب متعدد طریقوں سے مروی و منقول ہو تو وہ درجہ صحت کو اور حُسن تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ روایت کا طریقہ اور اسانید بھی بہت ہوں اور یہ امر متقدمین سے مخفی و مستور رہا ہو جس کو اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے متاخرین پر منکشف فرمایا۔ اس سلسلے میں امام سُیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے رسائل تالیف فرمائے ہیں اور مختلف دلائل سے والدین کا ایمان ثابت کیا اور مخالفین کے شبہات کا مدلل جواب دیا ہے۔

علامہ عبد العزیز ہاروی نے شرح عقائد میں اس اعتراض کے جوابات دیئے ہیں۔

حضرت علامہ محمود آلوسی نے رُوح المعانی میں قرآنی آیت کریمہ (سورۃ الشعراء آیت 219)

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾

(ترجمہ ''اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو'')۔

کے تحت لکھا کہ جو شخص ان روایات اور احادیث سے واقف ہو جن میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آباؤ اجداد کی طہارت اور نکاح اسلام سے متولد ہونیکی تصریح وتشریح فرمائی ہے پھر بھی اگر والدین کریمین کے کفر کا قائل رہا تو خود اسکے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ روایات کیونکہ اخبار احاد ہیں اور وجوب عمل پر دلالت کرتی ہیں وجوب اعتقاد پر نہیں لہٰذا ان کو اس بنا پر دوسرے تمام دلائل کو نظر انداز کر کے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان واعتقاد پر اعتراض کرنا اور ان کی نجات وفلاح کا انکار کرنا اور اسی پر اصرار کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس کا ایک مومن مخلص سے اظہار ہونا بہر حال ممکن نہیں ہے۔

ان احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت عطا کی گئی اور سرکار دو عالم علیہ السلام نے نہ صرف اپنی والدہ کی قبر انور کی زیارت ہی کی بلکہ وہاں قیام بھی فرمایا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اس امر کی اجازت ملنا آپ علیہ السلام کی والدہ کی مومنہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ مشرکین کی قبر پر حضور علیہ السلام کو کھڑے ہونے سے روک دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ آیت 84 میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

ترجمہ: ''مشرکوں کی قبر پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قیام نہ کریں''۔ ''اگر آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ العیاذ باللہ مشرکہ ہوتیں تو آپ علیہ السلام کو ان کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دی جاتی''۔

''رہا یہ سوال کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو والدہ کے لئے استغفار سے روک دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے تو اس سے ان کے گناہوں میں ملوث ہونے کا وہم نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور جب غیر معصوم کے لئے استغفار کی دُعا کی جائے تو اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید وہ گناہوں میں ملوث رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں حضور کو استغفار سے روک دیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے بارے میں کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ وہ گناہوں میں ملوث رہی تھیں۔ ان احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم فضیلت ہے کہ وہ مومنہ بھی تھیں اور نیک اور پرہیز گار گناہوں سے پاکدامنہ بھی''۔

نبی مکرم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عبدالمطلب کی کفالت

ابونعیم حضرت امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شیخ اور اپنے وقت

کے باکمال جیّد عالم فقیہہ ومحدّث تھے کے طریق سے روایت کرتے ہیں۔ اسماء بنت رحم کہتی ہیں کہ ''سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد اپنے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کی زیرِ تربیت وکفالت رہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا یہاں تک محبت والفت فرماتے کہ تمام فرزندوں سے بڑھ چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیار کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑا ہی معزز ومکرّم رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس ہر وقت یعنی خلوت وجلوت میں آتے جاتے اور ان کی مسندِ سرداری پر بیٹھ جاتے جب عبدالمطلب کے کچھ خواص ادب کی وجہ سے سرکار کو ایسا کرنے سے منع کرتے تو عبدالمطلب کہتے کہ میرے بیٹے کو میری مسند سرداری پر بیٹھنے دو اسکو تو ملک وسلطنت عطا کی جائے گی۔ اسکے دل میں شرف وبزرگی کا احساس ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ شرف کے ایسے بلند عہدے پر پہنچیں گے کہ عرب میں سے اس سے پہلے نہ کوئی پہنچا ہے اور نہ ہی ان کے بعد کوئی اس مرتبہ کو پا سکے گا''۔

بنی مدلج کی جماعت نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا اس عزیز بیٹے کی اچھی طرح حفاظت ونگرانی کریں کیونکہ ان کا قدم مُبارک مقامِ ابراہیم علیہ السّلام کے قدم مُبارک کے بہت ہی مشابہ ہے۔ تب ابوطالب سے فرمایا ان کی بات کو غور سے سنو اس لئے ابوطالب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

''حضرت عبدالمطلب نے سرکار کی خادمہ اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے برکت یعنی اے اُمِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر گزشتہ کتبِ آسمانی میں آچکا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو یوں فرماتے سُنا کہ حضرت عبدالمطلب کی جائے نشست حطیم میں مخصوص تھی جس پر سوائے سردار کے اور کوئی دوسرا نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ حرب بن امیہ اور اس قسم کے لوگ ان کے پاس بیٹھا کرتے تھے مگر ذرا ہٹ کر کچھ فاصلے پر ایک دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی نوعمر بچے ہی تھے۔ تشریف لائے اور سیدھے اس جگہ پر جا کر تشریف فرما ہوئے جہاں عبدالمطلب بیٹھا کرتے تھے۔ کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کی حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میرے بیٹے کو اسی جگہ بیٹھا رہنے دو کیونکہ یہ اپنی عظمت وبرتری کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور یہ اس بلندی ورفعت تک جائیں گے جہاں تک کوئی عربی نہ پہلے گیا اور نہ کبھی جانے کا تصوّر کر سکتا ہے''۔

ابن کلبی سے مروی ہے کہ جب سیف بن یزن ارضِ یمن کا مالک بنا تو قریش اور رؤساء عرب اسکو مُبارک باد دینے کے لئے اسکے پاس یمن گئے حضرت عبدالمطلب بن ہاشم۔ امیہ بن عبد شمس۔ عبداللہ بن جدعان اور وہب بن عبد مناف بن زہرہ بھی مبارکباد دینے لگے۔ سیف بن یزن نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا اور ایک روز تنہائی میں بولا جب کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور اس جگہ موجود نہ تھا اس نے عبدالمطلب کو یہ بشارت دی کہ تمہاری نسل سے

پیغمبر آخر الزماں پیدا ہوں گے جو ساری کائنات کے سردار و مالک مختار ہوں گے۔ حضرت عبدالمطلب یہ بشارت سُن کر بہت خوش ہوئے جب یہ قافلہ واپس مکّہ مکرّمہ آیا تو ان دنوں اہلِ قریش سخت قحط سے دوچار تھے کھانے پینے کو کچھ میسر نہ تھا شیر دار جانوروں کے دودھ خشک ہو گئے تھے اور بھوک کی وجہ سے انکی ہڈیوں میں مغز تک نہ رہا تھا۔ اس پریشانی اور سخت مشکلات کے دور میں ایک روز ہاتفِ غیب نے اشارہ دیا کہ اس بچے کو ساتھ لے کر اے عبدالمطلب دُعاء استسقاء مانگ۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نبی مکرّم علیہ السّلام کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر کوہ ابی قبیس (جبل ابی قبیس) پر تشریف لے گئے اور بارش کے لئے وسیلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دُعا کی۔ مذکور ہے کہ عبدالمطلب اور اہلِ قریش نے ابھی ہاتھ نیچے بھی نہیں کئے تھے کہ گویا آسمان پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور اسقدر تیز اور موسلا دھار بارش ہوئی کہ چند منٹوں میں ساری وادی پانی سے جل تھل ہو گئی اور یوں گذشتہ کئی سالوں کی قحط سال کی کمی پوری ہوئی۔ عبداللہ بن جدعان۔ حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سرداران قریش عبدالمطلب کو کہتے تھے اے وادی بطحا کے سردار و مالک تجھے مُبارک ہو تمہاری وجہ سے ہی بطحا کی مخلوق کو زندگی نصیب ہوئی۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات

سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے اور شفیق دادا حضرت عبدالمطلب کا جب وصال ہوا تو ان کی عمر بیاسی (82) برس تھی چند اور روایات میں 100 سال، 110 سال اور 120 سال بھی آتا ہے لیکن 82 سال والی روایت معتبر اور سب سے زیادہ درست ہے۔ جب حضرت عبدالمطلب کے وصال کا وقت آ تو انہوں نے جناب ابو طالب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت کی وصیت کی۔ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے دادا جان کی وفات کا وقت یاد ہے تو فرمایا ''کیوں نہیں میں اس وقت آٹھ سال کا تھا اور اس عمر میں ایسا واقعہ کا یاد نہ رہنا کیسے ممکن ہے''۔

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے والد ماجد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد حضرت عبدالمطلب سب لوگوں سے زیادہ قد و قامت میں ممتاز تھے اور آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین تھا جو بھی ایک نظر دیکھتا محبت کرنے لگتا اُن کے لئے حطیم کعبہ میں فراش بچھایا جاتا اور قریش کی مجلسِ مشاورت منعقد ہوتی جس کی وہ سرداری کرتے رُعب کا یہ عالم تھا کہ حرب بن امیہ اور اس جیسے سردار قریش بھی دور ہٹ کر بیٹھتے۔ ان کی مسند پر انکی حاضری اور غیر حاضری دونوں صورتوں میں کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے چلتے اور دردِ فراق سے آنسو بہاتے دیکھا۔

جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا کر مقام حجون کی طرف دفن کرنے کیلئے لے جایا جارہا تھا تو اسوقت فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنازے کے پیچھے پیچھے شفیق دادا کی جدائی میں اشکبار تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے ابوطالب کو کفالت کی وصیّت اس لئے فرمائی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد کے ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے گو زبیر بھی سگے بھائی تھے لیکن ترجیح ابوطالب کو ہی دی گئی اس بارے میں تین قول منقول ہیں:

1۔ حضرت عبدالمطلب کی وصیت۔

2۔ قرعہ اندازی میں ابوطالب کا نام نکلا۔

3۔ خود سرکار دوعالم علیہ السّلام نے ابوطالب کو ہی اختیار کیا اور انکو یہ اعزاز بخشا۔

حضرت ابوطالب کی کفالت

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حسبِ خواہش اپنے چچا حضرت ابوطالب کی کفالت اختیار فرمائی۔ ابوطالب نے نہایت احسن طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت کا حق اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد از اعلانِ نبوت ادا کیا۔ حضرت ابوطالب سرکار علیہ السّلام کے مقابلے میں اپنے بچوں تک کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ابوطالب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ باہر جاتے تو ساتھ لیکر جاتے سوتے تو سرکار علیہ السّلام کو اپنے ساتھ لیکر سوتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوطالب نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت اپنے ذمہ لی تو اس وقت ان کی حالت اچھی نہ تھی لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جس قدر محبت رکھتے اور کسی چیز سے نہ رکھتے تھے۔ آپ کے لئے خصوصی طعام کا بندوبست فرماتے جب دوسرے گھر والے الگ الگ یا مل کر کھانا کھاتے تو شکم سیری نہ ہوتی لیکن جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا تناول کرتے تو سب اہلِ خانہ شکم سیر ہو کر ہی کھاتے بلکہ ہمیشہ کھانا بچ جاتا۔ حضرت ابوطالب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اکثر عرض کرتے اے بیٹے میں تمہاری پرورش نہیں کررہا بلکہ تم ہم سب کی پرورش کررہے ہو۔ عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابوطالب کیلئے مسند وتکیہ رکھا جاتا فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب تشریف لاتے تو اسی پر تشریف فرما ہوتے۔

کفالت ابوطالب کے زمانہ میں بھی مکّہ سخت قحط کی لپیٹ میں آ گیا روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا "جب میں مکّہ میں آیا تو بہت شدید قحط تھا"۔

اہلِ قریش ابوطالب کے پاس آئے۔ اور وہ دُعا استسقا کے لئے باہر نکلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

ہمراہ لیا اور کعبہ پہنچ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک کعبہ کے ساتھ لگا دی۔ پس اس بچے نے اپنی انگلی کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نشان تک نہ تھا اشارہ فرماتے ہی چاروں اطراف سے بادل اُمڈ اُمڈ آئے اور برسنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ندی نالے بہنے لگے اور ساری وادی پانی پانی ہوگئی اس ضمن میں ابو طالب نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا۔ جس کا ایک یہ شعر بھی تھا۔

وَاَبْیَضَ لیُسْتَسْقٰی الغمامُ بِوَجْھِہٖ

شَمائلُ الیْتَا مٰیٰ عِصْمَۃٌ لِلاَ رَامِلِ

مذکورہ بالا شعر اُس قصیدہ سے لیا گیا ہے جو ابو طالب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہا۔

''محمد ابن اسحٰق کہتے ہیں اس قصیدے کے اسّی (80) شعر تھے''۔

''ابن التین'' کہتے ہیں ان شعار میں دلالت پائی جاتی ہے کہ ابو طالب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کو جانتے تھے کیونکہ بعثت شریف سے پہلے نصرانی راہب بحیرہ ابو طالب کو نبوت مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتا چکا تھا۔

شیخ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ابو طالب کا یہ شعر بعد از بعثتِ نبوی کا ہے اِسی طرح کی اور بہت سی روایات موجود ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا سفر شام

حضرت ابو طالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے اہلِ قریش کا دستور تھا کہ سال میں ایک دفعہ تجارت کی غرض سے وہ ملک شام کو جایا کرتے تھے۔ گرمیوں میں اہل قریش فلسطین اور شام کی طرف تجارتی سفر کرتے تھے کیونکہ یہ سرد علاقے تھے اور سردیوں میں ان کا سفر جنوبی جانب یمن کی طرف ہوتا تھا۔

داؤد بن حُسین کہتے ہیں کہ ابو طالب جب شام کے سفر پر جانے لگے تو سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے سرکار علیہ السّلام کو ساتھ نہیں لے جا رہے تھے اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مُبارک بارہ (12) سال تھی۔ جب ابو طالب چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی ٹانگوں سے لپٹ گئے اور فرمایا ''عمِّ محترم مجھے یہاں ہی چھوڑ جائیں گے'' ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل شکنی گوارا نہ کی سواری پر بٹھایا اور ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ قافلہ بصرہ میں پہنچا تو ایک عیسائی کی خانقاہ کے قریب فروکش ہوا۔ اس خانقاہ کا عیسائی راہب بحیرہ جس کا اصل نام جرجیس تھا بہت کم لوگوں سے بات چیت کرتا وہ اس قافلے کے پاس آیا راہب یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ جب قافلہ اس خانقاہ کی طرف آ رہا تھا تو ان پر ایک بادل سایہ فگن تھا لیکن جب وہ قافلہ ٹھہر گیا تو وہ بادل بھی وہیں اس قافلے کے اوپر ٹھہر گیا اس بحیرہ راہب نے اہلِ قریش کے اس قافلے والوں کو کھانے پر مدعو کیا اور کہا

مجھے امید ہے آپ لوگ مجھے اس اعزاز سے نوازیں گے۔ تمام لوگ اس کھانے میں شرکت کے لئے آئے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کم عمری کی وجہ سے پڑاؤ میں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے اور دعوت میں شریک نہ ہوئے۔

بحیرہ راہب نے ان لوگوں کو غور سے دیکھا اور علامت و امارت اُسے نظر نہ آئی جس نے راہب کو دعوت کرنے پر مجبور کیا تھا یعنی وہ بادل کا ٹکڑا تو پیچھے ہی کھڑا تھا۔ راہب نے کہا اے قافلہ قریش تم میں سے کوئی ایسا ہے جو میری دعوت میں شریک نہ ہوا ہو اہل قافلہ نے جواب دیا کہ ایک نوعمر بچہ سامان کی دیکھ بھال کے لئے پڑاؤ میں رہ گیا ہے۔ راہب نے کہا کہ اسکو بھی بلاؤ تا کہ طعام میں شریک ہو سکے ابو طالب اُٹھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینہ سے لگا کر دعوت میں واپس آئے تو بادل بھی ساتھ ہی چل کر آیا اور سایہ فگن رہا۔ راہب نے پوچھا یہ کس کا بچہ ہے کیونکہ وہ نبی مکرّم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں کتب آسمانی میں لکھی ہوئی نشانیاں دیکھ رہا تھا۔ اہلِ قافلہ نے کہا یہ ابو طالب کا بیٹا ہے راہب نے کہا سچی بات کرو کیونکہ اس بچے کے ماں اور باپ دونوں ہی نہیں ہونے چاہئیں تب قافلے والوں نے کہا یہ عبداللہ کا بیٹا ہے جو کہ ابو طالب کے سگے بھائی تھے اور اب یتیم ہے۔

حضرت ابو بکر بن موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ واقعہ مروی ہے۔

بحیرہ راہب نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تصدیق کرنے کے بعد ابو طالب سے کہا میری استدعا ہے کہ اس عزیز بچے کو لیکر واپس مکّہ چلے جاؤ کیونکہ وہ علامات یعنی مہر نبوّت، بادل کا سایہ کرنا، جن کو دیکھ کر میں اس پختہ یقین کو پہنچ گیا ہوں کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں اور انکی بڑی ہی عظیم شان ظاہر ہونے والی ہے اگر یہود ان علامات سے باخبر ہو گئے تو اس بچے کو نعوذ باللہ قتل تک کرنے کی کوشش کریں گے یہ سب کچھ مجھے گزشتہ آسمانی کتب سے معلوم ہوا ہے میں نے اپنا حق ادا کرتے ہوئے خلوصِ دِل سے مشورہ دیا ہے۔ ابو طالب راہب کی یہ گفتگو سُن کر وہاں سے اٹھے جلد از جلد شام کا سفرِ تجارت مکمل کیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کہ مکّہ مکرمہ واپس آ گئے۔

''امام حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اصول اور شرائط کے مطابق صحیح لکھا ہے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو رواۃ پرستی کی بنا پر صحیح لکھا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

یمن کا سفر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سترہ (17) سال کی عمر میں یمن کا تجارتی سفر اپنے چچا کے ہمراہ کیا بعد

ازاں آپ علیہ السلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایما پر دو دفعہ یمن کا تجارتی سفر کیا اس کے علاوہ منذر بن ساویٰ کے عہد میں آپ علیہ السلام بحرین میں بھی تجارتی سفر کے لیے تشریف لے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرب فجار میں شرکت

ظہورِ اسلام تک عرب میں جس قدر جنگیں لڑی گئیں فجار کی جنگ اُن سب میں مشہور اور خطرناک تھی ویسے تو فجار کے نام پر دو جنگیں ہوئیں جن کو فجار اوّل اور فجار ثانی کہا جاتا ہے۔ فجار اوّل کے وقت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 10 سال تھی اور یہ تین مرتبہ حرب وقتال تک پہنچتے پہنچتے رُکی۔

پہلی حرب فجار پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ بدر بن معتر غفاری لوگوں کے سامنے فخر اور ناز سے یہ کہا کرتا تھا کہ میں سب عرب میں عزت وعظمت والا ہوں اور اپنا پاؤں دراز کر کے کہتا کہ اگر کسی کو اتنا عظیم ومحترم ہونے کا دعویٰ ہے تو اسے تلوار سے کاٹ دے۔

بنی نصر بن معاویہ سے ایک شخص احمد بن مازن اٹھا اور اس نے تلوار کا بھرپور وار کر کے اسکی ٹانگ کو گھٹنے سے ہی الگ کر دیا جسکے نتیجہ میں دونوں قبیلوں کے درمیان خون آشام جنگ لڑی گئی۔

دوسری دفعہ ایک عورت کے ساتھ زیادتی کے نتیجے میں یہ جنگ ہوئی واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ بنی عامر کی ایک عورت سُوقِ عکاظ میں بیٹھی تھی چند نوجوان جن کا تعلق قریش کی ایک شاخ بنی کنانہ سے تھا اسکے گرد اکٹھے ہو گئے اور شرارت کے طور پر اسکو چہرے سے کپڑا ہٹانے کو کہا اُس نے انکار کر دیا تو ان نوجوانوں میں سے ایک عورت کے پیچھے بیٹھ گیا اور کانٹے کیساتھ اس کا کرتہ پچھلی طرف سے ادھیڑ دیا جب وہ اٹھی تو اسکی پیٹھ ننگی ہو گئی تمام لڑکے ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ منہ تو دکھلانے سے گریز کیا لیکن پیٹھ بڑی فیاضی سے دکھا دی۔ اُس نے غیرت وغصّہ سے پکارا، یا آلِ عمران وہ ساری برادری کو اکٹھا کر کے ہتھیار لے کر پہنچ گئے اور بنی کنانہ کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔ کئی آدمی اس جنگ میں مارے گئے۔ حرب بن امیہ درمیان میں پڑے اور بنی عامر کو ان کی عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی معذرت کر کے راضی نامہ کروا دیا۔

تیسرا موجب یہ ہوا کہ بنوجشم بن عامر میں سے ایک شخص کا بنو کنانہ کے آدمی پر قرض تھا قرض کی بار بار ادائیگی کے تقاضا پر اس شخص نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور یہی وجہ ان کے درمیان جھگڑے کا سبب بنی جب دونوں قبیلے باہم جنگ وجدل پر اتر آئے تو ابن جدعان نے اپنی طرف سے قرض ادا کر دیا اور یوں قتال کا سلسلہ ختم ہوا۔ ان مواقع پر سرکارِ دوعالم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فجار میں شامل نہ تھے۔

یہ آخری جنگ قریش اور قبیس کے قبائل کے درمیان ہوئی۔ اس ہوازن اور کنانہ کے درمیان ہونے والی جنگ کو فجار اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ جنگ حرم کے اندران مہینوں میں لڑی گئی جن میں لڑائی ناجائز تھی۔ اس جنگ کی

وجہ کے بارے ترمذی شریف میں حدیث آئی ہے۔

قریش کے تمام خاندان اس معرکہ میں اپنی الگ الگ فوجوں کے ساتھ شریک ہوئے آلِ ہاشم کی کمان زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تھی اور قریش کی سرداری وسپہ سالاری حرب بن اُمیّہ کر رہا تھا جو ابوسفیان کا باپ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دادا تھا۔ کیونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے۔ اور پھر اس موقع پر خاندان کے نیگ ونام اور عزت وغیرت کا سوال تھا اس لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں شرکت فرمائی۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔
دوسری روایات میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر خود لڑائی نہیں کی بلکہ اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیتے رہے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"وکنت انبل علیٰ اعمامی" "اور میں تیر اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دے رہا تھا"

آخرکار شدید ترین جنگ کے بعد لڑائی دونوں فریقین میں صُلح پر ختم ہوئی۔ اس وقت سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 14 سال تھی۔

حلف الفُضول

اہلِ عرب اور خاص طور پر اہلِ قریش حرم پاک میں ہی ایک دوسرے کے ساتھ متواتر زیادتیوں اور نہ ختم ہونے والی جنگوں سے تنگ آچکے تھے۔ کیونکہ ان جنگوں نے سینکڑوں گھرانے تباہ وبرباد کردیئے تھے قتل وغارت ایک موروثی مرض بن چکی تھی ان تمام بُری اور شدید ترین نقصانی عمل کے بعد اہلِ قریش میں سے یعنی زبیر بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جدعان نے تمام لوگوں کو اس عہد وپیمان پر آمادہ کیا کہ آج کے بعد سارے باہم مل کر ظالم سے مظلوم کا حق واپس دلایا کریں گے ظالم کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ سب اس تجویز پر متفق ہوگئے اور یوں عبداللہ بن جدعان کے گھر یہ عہد نامہ تحریر کیا گیا جس پر سب نے دستخط کئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس عہد نامہ پر دستخط مُبارک فرمائے۔

ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ حلف الفضول تحریر کرنے کا باعث شہر زبید کا ایک تجارت کرنے والا بنا یہ شخص مکہ مکرمہ میں سامان تجارت لے کر آیا جسکو بنی سہم کے ایک شخص نے خرید لیا اور قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لینے لگا۔ اس شخص کے بار بار اصرار کرنے پر قیمت اور سامان میں اسے کسی ایک چیز کو بھی واپس کرنے سے انکار کر دیا اس پر وہ تاجر شخص جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا اور چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا اے آلِ فہر اس مظلوم شخص کی فریاد رسی کرو جس کا وطن اور برادری کے افراد دُور ہیں اور اسکی پونجی ظلم اور زیادتی کے ساتھ لے لی گئی ہے۔

اتا ئم من بنی سهم بذمتهم ام ذاهب فی ضلا ل ما ل معتمر

''کیا بنی سہم کا کوئی شخص ان کی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہے۔ یا حرم مکّہ میں عمرہ کرنے والے کا مال رائیگاں جانے والا ہے''۔

فریادی کی اس فریاد کو قریش کعبہ سُن رہے تھے یہ دیکھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی تحریک پر بنو ہاشم۔ زہرہ اور بنو اسد بن عبد العزیٰ سب عبد اللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے اور باہم عہد کیا کہ ہم ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کریں گے۔ اسکے بعد وہ سب مل کر عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس زبیدی کا مال واپس کرایا۔ اس معاہدہ کو حلف الفضول کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ معاہدہ اس معاہدے کے مشابہ تھا جو قدیم زمانہ میں جرہم کے وقت مکّہ میں بدیں مضمون ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسانی کیا کریں گے۔ قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے۔ چونکہ جُرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے متحرک تھے ان سب کا نام فضل تھا۔ جن میں فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ شامل ہوا تھا اس لئے اسکو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اگرچہ وہ معاہدہ بے کار گیا اور کسی کو یاد بھی نہ رہا چنانچہ قریش نے نئے سرے سے اُسی معاہدہ کی بنیاد ڈالی تاہم بانی اوّل کو نیک نیتی کا یہ پھل مِلا کہ ان کے نام کی یادگار اب تک باقی ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں حلف الفضول میں چچاؤں کے ساتھ شریک ہوا تھا۔ جبکہ میں ابھی نوجوان تھا اور اس حلف کو توڑنے کے لئے قطعاً آمادہ نہیں ہوسکتا خواہ مجھے سُرخ اونٹ ہی کیوں نہ پیش کئے جائیں''۔ حکیم بن حزام سے منقول ہے کے حلف الفضول فجار ثانی سے واپسی پر طے ہوا اور اس وقت سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مُبارک بیس سال تھی۔

فجار ثانی شوال میں ہوئی جبکہ حلف الفضول ذوالقعدۃ میں انعقاد پذیر ہوا۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ حلف الفضول سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا لیکن اس روایت کو تقریباً تمام مورخین غلط کہتے ہیں کیونکہ اجماعی اعتبار سے اس حلف نامہ کے 20 سال بعد نزولِ وحی کا آغاز ہوا۔ واللہ اعلم بالثواب۔

عباداتِ نبی مُکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از اعلانِ نبوت

ابتداء سے ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں سے سخت متنفر تھے اور ان کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور ہرگز ہرگز ان کو پسند نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ داران بتوں کے پاس عبادت کی غرض سے جانے کو کہتے تو ہمیشہ انکار فرمادیتے تھے۔ اور ان بتوں کے عیوب اہل وعیال اور دوسرے لوگوں پر ظاہر کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ قریش کا ایک معبود بت جس کا نام ''بوانہ'' تھا اہل قریش کے نزدیک بڑا ہی مکّرم اور طاقتور خیال کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اس بُت

کے قریب قربانیاں دیتے اور سر ترشواتے سال میں ایک روز مکمل اس بت کے حضور حاضر رہتے۔ ابو طالب اور دیگر اہل گھرانہ اس بت کے سامنے مذکورہ افعال سرانجام دیتے لیکن نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ جانے سے انکار فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھپھیوں (پھوپھیوں) اور دیگر رشتہ داروں کا اصرار جب حد سے بڑھ گیا تو ایک دفعہ ان لوگوں کے ساتھ اُس بُت کے پاس چلے گئے تھے جب بُت کے سامنے تشریف لے گئے تو کچھ دیر ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے جب سامنا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوف کے آثار نمایاں تھے۔ پھوپھیوں نے وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا ''مجھے ڈر ہے کہیں جن مجھ پر اثر انداز نہ ہو گئے ہوں''۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شیاطین کی آزمائش میں ڈالے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو امتیازی خصلتوں اور پاکیزہ صفات وعادات کے مالک ہیں۔ ہمیں بتاؤ کیا اندیشہ لاحق ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب میں بُت کے پاس جاتا ایک سفید رنگ دراز قد شخص میرے قریب آجاتا اور مجھے کہتا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے ہٹ جائیں اس بُت کے قریب مت جائیں اور نہ ہی اسکو ہاتھ لگائیں''۔

امِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد آپ علیہ السلام کبھی بھی اس بُت خانہ میں تشریف نہ لے گئے یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا۔

محمد بن عمر واپنے بزرگوں سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' مجھے ہرگز ان بتوں کا واسطہ مت دو کیونکہ جتنا بغض مجھے اُن سے ہے اتنا کسی شے سے بھی نہیں''۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے دین و مذہب پر تھے تو اس نے بُری بات کہی کیا یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں نہیں کہ آپ علیہ السلام تو بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت تک نہیں کھاتے تھے۔

ابو الوفاء علی بن عقیل نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از بعث واعلانِ نبوت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مذہب پر کاربند تھے جس امر کا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک دین ابراہیمی سے ہونا ثابت ہوتا اس پر عمل فرماتے۔

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ نبوت سے قبل پہلی شریعتوں پر عمل پیرا رہے یا نہیں اس سلسلے میں دو قول مشہور ہیں:

اوّل یہ کہ بذریعہ وحی جن امور کا شریعتِ رُسل میں سے ہونا معلوم ہوتا اس پر عمل فرماتے نہ اہل کتاب سے سُن کر اور نہ ہی کتبِ سابقہ کو دیکھ کر۔

ابو الحسن تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب و متبعین کا یہی مسلک ہے۔

دوسری روایت یا قول ہے کہ آپ علیہ السلام کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ جو وحی آپ علیہ

السلام پر نازل ہوتی اسی پر کاربند ہوتے۔ اپنی شریعت ہونے کی رُو سے اگرچہ وہ پہلے شریعتوں کے موافق ہی کیوں نہ ہوتی۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے دونوں اقوال منقول ہیں۔ مثل دونوں روایتوں کے۔ جن لوگوں نے آپ کو پہلی شریعتوں پر متعبد اور کاربند تسلیم کیا ہے ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کس پیغمبر کی شریعت پر عمل فرماتے تھے بعض فرماتے ہیں کہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی شریعت پر، حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایک نبی کی شریعت پر پابندی نہیں فرماتے تھے بلکہ جو امر بھی صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا کہ کسی نہ کسی پیغمبر کا معمول ہے اور ان کی شریعت میں درست ہے اس پر عمل فرمالیتے بشرطیکہ اس پر خطِ نسخ نہ کھینچ دیا گیا ہو اور کلام خداوندی سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: سورۃ انعام آیت 90

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ؕ

ترجمہ: ''یہی وہ مقدس گروہِ انبیاء ہے جن کو اللہ کریم نے خصوصی کمالات اور امتیازی اوصاف سے موصوف فرمایا ہے لہٰذا تم بھی ان کی سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال کو اپناؤ''۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات گھر سے کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر کئی روز تک غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور حق عبودیت ادا فرماتے یہ وہی غارِ حرا ہے جہاں سب سے پہلی وحی کا نزول ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلانِ نبوت تک اپنے حبیب علیہ السّلام کی عظمت و عزت اہل جہاں پر مکمل طور پر عیاں فرمادی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غارِ حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ عبادت کیا تھی۔ عینی شرح بخاری میں ہے:

''قیل ما کا ن صفة تعبّد ہ اجیب ''

'' با ن ذالک کا ن با لتفکر والا عتبار ''

یہ سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کیا تھی فرمایا یہی غور و فکر اور عبرت حاصل کرنا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا سفرِ شام

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عُمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے عرب میں صادق اور امین کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ تجارت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رغبت تھی اور تاجر کے محاسن اخلاق میں سے سب سے زیادہ نادر مثال ایفائے عہد ہی کی ہو سکتی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس اخلاقی نظیر کا بہترین نمونہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمسا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خرید وفروخت کا معاہدہ کیا کچھ معاملہ طے ہو چکا تھا اور کچھ باقی تھا میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا اتفاقاً مجھے تین دن تک یاد نہ رہا۔ تیسرے دِن جب وعدہ یاد آیا اور اسی جگہ پہنچا تو دیکھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے منتظر ہیں اس خلافِ وعدہ حرکت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مُبارک پر بل تک نہ آیا صرف اتنا ارشاد فرمایا ''تم نے مجھے زحمت دی میں تین دن سے اسی جگہ پر موجود ہوں''۔

(سُنن ابوداؤد)

''سنن ابوداؤد'' کی حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی جب مُسلمان ہو کر خدمت اقدس میں پیش ہوئے تو لوگوں نے ان کی تعریف کی جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں''۔

حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شریک تجارت رہے لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا۔

" فکنت لا تداری ولا تماری "

(ابوداؤد)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت وصداقت کا چرچا سُن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ مکہ کی مالدار خاتون تھیں۔ ان کے مال دار ہونے کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ قریش کے تجارتی قافلہ میں سب لوگوں کا ساز وسامان ایک طرف اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سامان ان سب کے برابر ہوتا۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کو اپنا مال تجارت کے لیے لے کر جانے کی پیش کش کی اور معاوضہ کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوگنا اور ایک سُرخ اونٹ دینے کا وعدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول فرمایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مالِ تجارت لے کر روانہ ہوئے اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام میسرہ بھی شریک تھا۔ جب یہ تجارتی قافلہ بصریٰ میں پہنچا اور ایک راہب کی خانقاہ کے سامنے اترا تو وہ راہب جس کا نام نسطورا تھا میسرہ کی طرف آیا کیونکہ وہ اسکو جانتا تھا۔ اس نے میسرہ سے پوچھا یہ کون ہے۔ جو اس درخت کے نیچے تشریف فرما ہے۔ میسرہ نے جواب دیا یہ اہل حرم قریش میں سے ہیں۔ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا پھر اُس نے میسرہ سے پوچھا کہ آیا اسکی دونوں آنکھوں میں سُرخی ہے میسرہ نے جواب دیا ہاں اور یہ سُرخی کبھی دور نہیں ہوتی راہب نے کہا یہ وہی ہیں نبی آخر الزمان اور خاتم النبیین۔ پھر کہا اے کاش میں انکو اسوقت پاؤں جس وقت یہ مبعوث ہوں گے اس کے بعد میسرہ کو ہدایت دی اور کہا ان کو کبھی نہ چھوڑنا اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ

رہنا کیونکہ اللہ کریم نے ان کو نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔ میسرہ دیکھتا جب گرمی دوپہر کے وقت اپنے عروج پر ہوتی تو دوفرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرتے ہیں۔ جب بازار بصرہ سے خرید وفروخت کے بعد مکّہ واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چند عورتوں کے ساتھ ایک بالا خانے میں بیٹھی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قافلہ کے ہمراہ واپس آتے دیکھا تو دوفرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ سے بچاؤ کے لئے سایہ کئے ہوئے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری عورتوں نے یہ منظر دیکھا۔ تو سب حیران و ششدر رہ گئیں۔ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے اور انہیں حاصل ہونے والا نفع پیش کیا اُسکی تفصیلات بتائیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوش ہوئیں۔

(از: مواہب لدنیہ)

جب میسرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میسرہ کو فرشتوں کا واقعہ بتایا جسے سُن کر میسرہ نے کہا کہ میں تو یہ سارا واقعہ وقصہ پورے سفرِ شام میں دیکھتا چلا آرہا ہوں پھر اس نے نسطورہ راہب نے جو کچھ بتایا تھا بیان کیا اور کہا بے شک آپ نہایت ہی صادق وامین ہیں اس حد تک کہ آپ کی نظیر نہ تو پیدا ہوئی ہے اور نہ ہی پیدا ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساری مخلوق کے لئے بھیجے ہوئے ہیں۔

سید المرسلین ختم الرسل فخرِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیساتھ نِکاحِ مُبارک

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ہی معزز خاتون تھیں آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ (ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ۔ قصیٰ پر پہنچ کر ان کا خاندان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) زمانہ جاہلیت میں آپ کی پاکدامنی کی وجہ سے لوگ آپ کو طاہرہ کے لقب سے پکارتے یوں رشتہ کے اعتبار سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچیری بہن تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو شادیاں پہلے بھی ہو چکی تھیں لیکن اب وہ بیوہ تھیں نہایت ہی بااثر اور امیر ترین خاتون تھیں تمام لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ جب اہلِ قریش تجارت کی غرض سے نکلتے تو اکیلا ان کا سامان تمام قافلے والوں کے برابر ہوتا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام حالات سے باخبر ہونے کے بعد شام کے دوسرے تجارتی سفر کے بعد نفیسہ بنت یعلیٰ کی وساطت سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیجا اس پیغام کو آپ صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم نے منظور فرما لیا اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک 25 سال جبکہ حضرت خدیجہ کی عمر 40 سال تھی۔

نفیسہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا مندی کا مژدہ سُنایا تو انہوں نے آپ کی طرف آدمی روانہ کیا کہ فلاں وقت اپنی برادری کے اکابرین کے ساتھ میرے غریب خانہ پر نکاح کے لئے تشریف لائیں اُدھر اپنے چچا عمر بن اسد کی طرف بھی پیغام بھیجا کہ آپ آکر بطورِ ولی میرا عقدِ نکاح کر دیں۔ یاد رہے اُس زمانہ میں اہل عرب کے ہاں یہ رواج تھا کہ عورت بیوہ ہو یا کنواری بالغ ہو یا نابالغ اپنی مرضی سے جسکے ساتھ چاہے نکاح کے لئے پیغام بھیج سکتی تھی۔

تاریخ مقررہ پر ابو طالب اور دیگر اکابر خاندان جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہ کے چچا عمر بن اسد نے ولی کی حیثیت سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح تاجدارِ عرب و عجم فخرِ کونین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کر دیا۔

"خطبہ"

ابوالحسن بن فارس کہتے ہیں ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:

"سب تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا فخر بخشا اور چمن اسمٰعیل علیہ السلام کے نونہال بنایا۔ معد بن عدنان کے اصل اور مضر کے عنصر و جوہر سے عالمِ عنصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ اور اپنے گھر کا مجاور بنایا ہمیں ایسے گھر سے مشرف فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے۔ ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی اور ایسا حرم نصیب کیا جو امن و اطمینان کی جگہ ہے"۔

"میرے یہ عزیز بھتیجے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شرف و فضل کی اُن بلندیوں پر فائز ہیں کہ جس کا موازنہ کیا جائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سب پر حاوی ہیں۔ اگرچہ مال کے اعتبار سے ان کے پاس کمی ہے مگر مال کیا ہے یہ تو ڈھلتی چھاؤں ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی قرابت تم میں سے کون نہیں جانتا۔ انہوں نے خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو نکاح کی دعوت دی اور اس کے لئے پانچ صد طلائی درہم حق مہر مقرر کرتا ہوں یہ معجّل اور موجل میرے ذمے ہے۔ بخدا کچھ عرصہ بعد ان کی عظمت و شان مرتبہ کمال پر ہوگی اور یہ ہر ایک پر عیاں ہو جائے گی"۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے دونوں خاوندوں سے دو بیٹے ہند اور ہالہ اور ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی۔ ان خاوندوں کے نام ابو ہالہ اور عتیق بن عائذ مخزومی تھا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری اولاد حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے ہے۔

مشہور مورخ امام طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جس مکان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہتی تھیں وہ آج بھی انہی کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مکان کو خرید کر مسجد بنا دیا''۔

مفسرّین نے قرآنی آیت

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ ۝٨

(سورۃ ضحیٰ آیت 8) کی تفسیر یہ کی ہے کہ حق تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کے ساتھ غنی کر دیا۔ یہ بات صرف ظاہری اعتبار سے ہے ورنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا اغنی الا غنیاء ہیں۔

تعمیرِ کعبہ اور حجرِ اسود کا رکھنا

جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مُبارک 35 سال کی ہوئی تو خانہ کعبہ کی ازسرِ نو مضبوط و مُستحکم بنیادوں پر تعمیر کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ کعبہ شریف کی عمارت صرف انسان کے قد کے برابر اونچی تھی۔ اور دیواروں پر چھت بھی نہیں تھی چونکہ عمارت مقدسہ نشیبی جگہ پر تھی اس لئے اکثر بارشوں کے زمانہ میں شہر کا پانی حرم شریف میں آجاتا پانی کی روک کے لئے اوپر والے حصےّ پر بند بنوایا گیا لیکن وہ پانی کے زور سے ہمیشہ ٹوٹ جاتا تھا بالآخر اہل قریش نے باہمی صلاح مشورے سے یہ منظور کیا کہ اس عمارت کو گرا کر نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔

علامہ ازرقی متوفی 233 ہجری تاریخ مکّہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جو عمارت وچاردیواری پتھروں سے تعمیر فرمائی تھی اس کا طول وعرض حسبِ ذیل تھا۔

1۔ ارتفاع 9 گز (ہاتھ) ''شرعی گز 24 انگل کا ہوتا ہے''۔
2۔ طول سامنے حجر اسود سے رکن شامی تک 32 گز
3۔ عرض (میزاب رحمت کی طرف) رکنِ شامی سے رکن مغرب 22 گز
4۔ طول (پچھواڑے کی طرف) رکن غربی سے رکن یمانی 31 گز
5۔ عرض رکن یمانی سے حجر اسود تک 20 گز

حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب کعبہ شریف کی تعمیر فرما رہے تھے اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام آپ کو پتھر لا کر دیتے جاتے جب دیواریں اونچی ہو گئیں اور اور حجرِ اسود کے مقام تک تعمیر مکمل فرما چکے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام سے فرمایا کہ ایک خاص پتھر لاؤ تا کہ میں اسکو یہاں نصب کر دوں اور لوگ طواف شروع کرنے سے پہلے اسی

نشانی کو ذہن میں رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش میں گئے تو حضرت جبریل علیہ السّلام جنّت سے پتھر حجرِ اسود لے کے حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام نے یہ پتھر یعنی حجرِ اسود اسکے مقررہ مقام پر نصب کر دیا۔

اہلِ قریش نے مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر جب تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا تو حُسنِ اتفاق سے ایک رومی تاجر جو کہ معمار تھا باقوم اس کا نام تھا جس بحری جہاز پر وہ سفر کر رہا تھا وہ بحری جہاز جدہ کی بندرگاہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا قریش کو اس حادثہ کی خبر ملی تو ولید بن مغیرہ چند اکابرینِ قریش کو ساتھ لیکر وہاں پہنچا اور کعبہ کی چھت کے لئے تختے خرید لئے اور باقوم کو بھی ساتھ مکّہ مکرمہ میں لے آیا۔ اہلِ قریش کے ہر قبیلہ نے تعمیر کے لئے دُور دُور سے پتھر اکٹھے کرنا شروع کئے اور کندھوں پر اٹھا اٹھا کر لاتے تا کہ تعمیر میں کام آسکیں۔ اس کام میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک تھے۔

(صحیح بُخاری شریف)

جب سامان جمع ہو گیا تو قریش نے ابو وہب کے مشورہ سے چاروں اطراف قبائل میں تقسیم کر دیں تا کہ ہر ایک قبیلے کا تعمیر میں حصہ شامل ہو جائے اور کوئی قبیلہ بھی اس شرف سے محروم نہ رہے جب عمارت حجرِ اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو قبائل کے درمیان سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجرِ اسود وہ اسکے مقام پر نصب کرے۔ اس کشمکش میں چار روز گزر گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر ایک نے تلوار کھینچ لی۔ قبیلہ بنی عبد الدار نے عرب کے گذشتہ دستور کے مطابق جان دینے کی قسم کھالی۔ انہوں نے خون سے بھرپور پیالہ درمیان میں رکھا اس میں ہر ایک اپنی انگلیاں ڈبوتا اور چاٹ لیتا کیونکہ یہ موت کی قسم کا طریقہ اور رواج تھا۔ اسی عہد کی بنا پر ان لوگوں کو لَعقَۃ الدّم (خون چاٹنے والے لوگ کہا گیا) پانچویں دن جب سب لوگ کعبہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے تو قریش کے سب سے معمر سردار ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والد تھا قریش کو مشورہ دیا کہ کل صُبح جو شخص اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث مقرر ہوگا۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

دوسرے دن تمام قبائل کے رؤسا موقع پر پہنچے سب لوگوں کی نظریں جس چہرۂ اقدس پر پڑیں وہ جمالِ آفتاب ہمارے آقا و مولا فخرِ کونین تاجدارِ عرب و عجم حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تھا۔ دیکھتے ہی سب پکار اٹھے یہ صادق وامین ہیں ہم سب ان پر راضی ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ برداشت نہ کیا کہ اکیلئے ہی اس شرف سے بہرہ ور ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو قبائل حجرِ اسود کو نصب کرنے کے دعویدار ہیں سب کا ایک ایک سردار آگے آجائے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک چادر زمین پر بچھا کر اسکے اوپر حجرِ اسود کو رکھا اور ان سرداروں سے کہا کہ چادر کو کونوں سے پکڑ کر اٹھائیں اسطرح جب وہ چادر مقام نصب تک پہنچ گئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے حجرِ اسود کو اٹھا کر مقام مطلوبہ پر نصب فرما دیا۔

مُستدرکِ حاکم میں اسی طرح تحریر کیا گیا ہے کہ گویا یہ ایک اشارہ تھا کہ دین الٰہی کی عمارت کا آخری پتھر بھی ان ہاتھوں سے نصب ہوگا۔

تمام اہل قریش اس فیصلہ سے خوش ہوئے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تدبر کی بے حد تعریف کی۔قریش نے اس تعمیر میں کئی تبدیلیاں کر دیں۔ بنائے خلیل علیہ السّلام میں ارتفاع 9 گز (ہاتھ) تھا اب 18 گز کر کے عمارت مسقف کر دی گئی۔ مگر سامان تعمیر کافی نہ تھا اس لئے بنائے خلیل علیہ السلام میں سے جانب غرب کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا۔ یہاں یہ بات خاص پور پر تشریح طلب رہ جاتی ہے کہ پورے رؤسا قریش مل کر بھی اسقدر سامان اکٹھا نہ کر سکے کہ تعمیر مکمل ہو جاتی اس کا جواب یہ ہے کہ تعمیر سے قبل ہی یہ بات طے ہو چکی تھی کہ عمارت کعبہ میں لگنے والا مال خالصِتاً مال حلال ہوگا اس لئے جب مال حلال ختم ہو گیا تو مجبوراً وہ حصہ خالی چھوڑنا پڑا اور اسکے گرد چار دیواری کھینچ دی گئی۔ اس حصے کو حجر یا حطیم کہتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس جگہ کو اب حطیم نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں قریش اس جگہ پر باہم قسم کھاتے اور عقد حلف کی علامت یہ ہوا کرتی تھی کہ معاہدین اپنا جوتا۔ چابک یا کمان حجر کی طرف پھینک دیا کرتے اس واسطے حجر کو حطیم کہا کرتے تھے۔ کعبہ شریف کا دروازہ حضرت خلیل علیہ السّلام نے جب تعمیر فرمایا تو زمین کے برابر تھا لیکن قریش نے اسکو زمین سے اونچا کر دیا تا کہ جسکو چاہیں اندر جانے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔

ابن ہشام، طبقات، طبری، منفرد اور زرقانی میں مذکور ہے کہ سّید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عہدِ نبوت میں خیال فرمایا حجر کی جگہ کو عمارت کعبہ میں ملالیں اور دروازہ پھر سطح زمین کے برابر کر دیا جائے لیکن بدیں خیال ایسا نہ فرمایا کہ قریش نئے نئے مُسلمان ہوئے ہیں کہیں دیوار کعبہ کے گرانے سے بدظن ہو کر دین اسلام ہی نہ چھوڑ دیں۔

بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قبل حالات ارض و بنی آدم

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں مفصل تحریر کرنے سے قبل یہ امر نہایت ہی ضروری ہے کہ اس وقت دنیا اور خاص طور پر اہل عرب کی سیاسی، اقتصادی اور مذہبی حالت پر کچھ لکھا جائے تا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت شریف کی اہمیت و ضرورت ثابت ہو جائے اور یوں خداوندِ کریم کے اس احسانِ عظیم جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکل میں اہلِ ارض پر کیا گیا اہمیت کا اندازہ ہر ایک کے ذہن میں مکمل عیاں اور واضح ہو جائے۔ اہلِ عرب پہلے پہل دین ابراہیم علیہ السّلام کے پیروکار تھے پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے بعد آپ کے بیٹے حضرت نابت کعبہ مکرمہ کے متولی ہوئے۔ ان کے بعد یہ سعادت قبیلہ جرہم کے حصہ میں آئی۔ جرہم قبیلے کو عمر بن لحی جو کہ بنوخزاعہ کا جدِ اعلیٰ تھا نے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور خود متولی ہو گیا۔ اس شخص کا مکمل نام عمرو بن حارثہ بن عمرو بن عامر ازدی تھا۔ یہی شخص بت پرستی کو اہلِ مکّہ سے متعارف کروانے والا تھا۔ یہ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گیا کسی نے مشورہ دیا کہ بلقا شام میں ایک چشمہ ہے وہاں جا کر غسل کرو تو تندرست ہو جاؤ گے۔ عمرو بلقا گیا اس چشمہ میں جا کر غسل کیا اور تندرست ہو گیا وہاں اس نے لوگوں کو بُت پرستی کرتے دیکھا اسکو یہ رسم اس قدر پسند آئی کہ اس نے اہلِ بلقا سے درخواست کی کہ کچھ بت مجھے بھی دے دیں پس اسطرح سے کچھ بت اپنے ساتھ لا کر کعبہ شریف کے گرد نصب کیے قوم کو ان کی پوجا پر لگا دیا اور یوں بت پرستی شروع کروادی۔

''مشہور مورخ ابوالمنذ ز اور ابن ہشام کلبی نے اپنی تصنیف ''کتاب الاصنام'' میں ان بتوں کا درج ذیل اجمالی خاکہ تحریر کیا ہے''۔

اجمالی خاکہ اصنام

بُت کا نام	مقام بت	قبیلہ جو اسکو پوجتا	کیفیت
وَدّ	دومۃ الجندل (جو دمشق و مدینہ کے وسط میں ہے)	کلب	یہ بُت انسانی بزرگ کی شکل کا تھا جس پر دو حلے منقوش تھے۔ ایک بطور ازار اور دوسرا بطور چادر تلوار لٹکی ہوئی اور کندھے پر کمان ایک ترکش جس میں تیر تھے۔

فَلس (بشکل انسان)	اَجَا	طی	یہ بُت بھی انسانی شکل کا تھا۔ قبیلہ طی کے دو پہاڑ اجاہ وسلمٰی مدینہ منورہ سے شمال کی جانب تین منزل کے فاصلے پر ہیں۔ یہ قبیلہ اس بُت پر قربانی چڑھاتا۔ جو جانور بھاگ کر اس بُت کے قریب آجاتا اسی کی ملکیت بن جاتا۔ ایک روز اس بُت کا پجاری صیفی ایک عورت کی اونٹنی بھگا لایا اور بُت کے پاس باندھ دی۔ اس عورت نے اپنے ہمسایہ سے شکایت کی کہ وہ اونٹنی کھول کر لے گئے، بُت کے پجاری نے بُت سے شکایت کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ کر بُت پرستی چھوڑ دی اور عیسائی ہو گئے پھر 9 ھ میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔
عمیانس	خولان۔ یمن	خولان	مویشیوں اور کھیتوں کو تقسیم کرتے تھے۔
سُوَاع	رباط جو سرزمین ینبع میں ہے	ہذیل	بنولحیان اس بُت کے پجاری تھے۔
نَسر	بَلخَع	حمیر	بلخع سرزمین سبا یمن میں ہے قوم حمیر اس بُت کی پوجا کرتے رہے یہاں تک کہ ذونواس یہودی نے انکو اپنا ہم مذہب بنالیا۔
یعوق	خیوان	ہمدان اور اسکے نواح کے لوگ	خیوان۔ صنعا یمن سے مکّہ مکرّمہ کی طرف دو دن کا راستہ ہے۔
یغوث	مذَحج	اہلِ جرش	مذحج یمن میں ایک ٹیلے کا نام ہے یہ لوگ اس مقام پر اسکی پوجا کرتے۔
مناۃ	قُدَید کے قریب ساحل پر کوہ مشلل کے قریب	اوس، خزرج، ہذیل، خزاعہ	قریش اور باقی تمام عرب اس بُت کی پوجا کرتے اور اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔ اوس وخزرج مدینہ سے جب حج کرنے آتے تو ارکانِ حج ادا کرنے کے بعد اس بُت کے پاس اپنا سر منڈواتے ایسا نہ کرنیکی صورت میں وہ اپنا حج ہی مکمل نہیں سمجھتے تھے۔

عُزّیٰ	وادی حراض مکہ سے شمال کی جانب دو منزل کے فاصلہ پر تھا	قریش	یہ ایک شیطانہ کی شکل تھی جس کا تھان ببول کے تین درختوں میں تھا۔ فتح مکّہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور عزّیٰ کو توڑ ڈالا۔ اہلِ قریش دوسرے بتوں کی نسبت اسکی زیادہ تعظیم کرتے۔ انہوں نے وادی حراض میں ایک درہ کو اس کا حرم قرار دیا اور اس کا نام سقام رکھا تھا۔ اس پر قربانی دیتے اور اسکو خدا کی بیٹی مانتے ہوئے اس سے شفاعت کا عقیدہ رکھتے تھے۔
لات	طائف	ثقیف	مربع پتھر تھا۔ تمام عرب اسکی تعظیم کرتے تھے۔
ہُبل	مکہ	قریش	کعبۃ اللہ شریف جو کہ خدا کا گھر تھا اس میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ ہبل سب سے بڑا بُت اور جوفِ کعبہ میں نصب کیا ہوا تھا۔ یہ بُت انسانی شکل میں عقیق احمر کا بنا ہوا تھا جس کا بایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا قریش کو یہ بُت اسی حالت میں ملا تھا انہوں نے اس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ سونے کا بنا دیا تھا اسکے آگے سات تیر رکھے ہوئے تھے جو کہ قرعہ اندازی کے کام آتے۔ اس کے علاوہ منات اور بہت سے دیگر بُت موجود تھے۔
نُہم		مُزینہ	اس بُت کے پجاری کا نام خزاعی بن عبد نُہم مزنی تھا۔ اس نے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلانِ نبوت سُنا تو اس بُت کو توڑ کر حاضرِ خدمت ہوا اور مسلمان ہو گیا۔
سعد	ساحلِ جدّہ	مالکان پسرانہ کنانہ	طویل پتھر تھا جس پر خُون بہایا جاتا تھا۔

ویسے تو ابوالمنذ ر اور ہشام کی تحریر شدہ فہرست کافی طویل ہے یہاں پر مشہور مشہور اصنام کی ہیئت کے بارے میں تحریر ہی کافی معلوم ہوتی ہے۔

ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ اہل عرب اور دیگر باہر سے آنیوالے سب لوگ ایّام حج میں ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا

کرتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ صرف بتوں کی ہی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ بہت سے قبائل ایسے تھے جو ستاروں کی پوجا کرتے اس طرح ہم انکو ستارہ پرست کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان قبائل کے نام اور پوجنے والے ستاروں کے نام فہرستِ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

سُورج، چاند، ستارہ پرست قبائل

1۔	قبیلہ حمیر	سورج کی پرستش کرتا
2۔	کنانہ	چاند کی پوجا کرتا
3۔	قبیلہ بنو تمیم و بران	کوکب ستارے کی پوجا کرتا
4۔	قبیلہ قیس	ستارہ شعرائے کی پوجا کرتا
5۔	قبیلہ اسد	ستارہ عطارد کو پوجا کرتا
6۔	قبیلہ لخم و جذام	مشتری ستارہ کی پوجا کرتا

(بحوالہ طبقات الامم الابن صاعد الاندلسی)

درخت پرست

اہل عرب کے ہاں درخت پرست گروہ بھی موجود تھا۔ مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک بڑا سبز درخت موجود تھا۔ جاہلیت کے دور میں لوگ اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ جاتے اور اسکی جس انداز میں پوجا کرتے ''سیرت ابن ہشام قصہ اصحاب الاخدود'' میں اس بارے یوں مذکور ہے جسکو ابن اسحٰق نے وہب بن منبہ کی حدیث میں بھی بیان کیا ہے۔ ''کہ جب فیمیون نصرانی اپنی سیاحت میں علاقہ نجران میں بطورِ غلام فروخت ہوا تو اس وقت اہلِ نجران ایک بڑے سبز درخت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ عید ہوا کرتی تھی۔ پجاری اپنے اچھے اچھے کپڑے اور زیورات اس درخت پر ڈال دیا کرتے تھے لیکن بعد میں فیمیون کی کرامات دیکھ کر یہ لوگ عیسائی ہو گئے اور انہوں نے درخت پرستی چھوڑ دی۔''

ایک عیسائی مؤرخ نیلوس

عیسائی مؤرّخ نیلوس اپنی تصنیف میں 410 عیسوی کی ایک قربانی کا ذکر کرتا ہے:۔

''حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی۔ صرف چند اَن گڑھت پتھروں کی ایک قربان گاہ ہوا کرتی تھی جس پر زہرہ ستارے کے لئے کوئی انسان یا سفید اونٹ جلدی میں قربان کیا جاتا اس جلدی کی وجہ یہ تھی جس وقت پر زہرہ ستارہ وقت قربانی آسمان پر نظر آتا رہے کیونکہ اس ستارے کا وقت کم ہوتا ہے اس لئے قربانی کرتے

وقت جلدی کی جاتی۔ وہ لوگ قربان گاہ کے گرد بھجن گاتے۔ تین باراس کا طواف کرتے پھر قوم کا سردار یا عمر رسیدہ شخص اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اس کا کچھ خون پیتا اسکے بعد حاضرین کود پڑتے اور اس جانور کو کچا یا نیم پوست شدہ حالت میں طلوع آفتاب سے پہلے کھا جاتے تھے۔ خود نیلوس کا بیٹا زہرہ کی بھینٹ چڑھنے والا تھا کہ اتفاق سے بچ گیا''۔

ایک اور عیسائی مؤرّخ فرّی جو کہ نیلوس سے بھی پہلے گذرا ہے مذہب اور اخلاق کی انسائیکلوپیڈیا (قاموس العلوم) میں تحریر کرتا ہے کہ عرب میں دومہ کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے اور اسے قربان گاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ عرب کے طول و عرض میں بُت پرستی اور دیگر چیزوں کی پرستش کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ اسکے باوجود عرب میں مذاہب بھی کہیں کہیں رائج تھے۔ مثلاً یہودی، عیسائی اور مجوسی۔

یہُودی

مدینہ منورہ میں یہودیت کا زور تھا اسکے علاوہ علاقہ خیبر میں بھی یہودی قبائل آباد تھے۔ اور ان کی اپنی الگ بستیاں تھیں۔ چنانچہ (1) حمیر، (2) کنانہ، (3) بنوحارث، (4) بنوکعب وغیرہ اہلِ یہود کے مشہور اور امیر قبائل عرب میں آباد تھے۔

نصرانی

(1) ربیعہ، (2) غسّان اور (3) قضاعہ، اہلِ نصرانیت کے مشہور قبائل تھے۔

مجُوسی

عرب میں اہل مجوس بہت ہی کم تھے۔ اور جو تھے وہ آہستہ آہستہ یہودیت اور عیسائیت میں جذب ہوتے ہوتے صرف بنی تمیم میں ہی رہ گئے تھے۔ جن کے منازل نجد سے یمامہ تک پائے جاتے تھے۔ حضرت حاصب بن زرارہ تمیمی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے کسرٰی کے ہاں اپنی کمان رہن رکھی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں فک (چھڑوا) کروا کر ہدیہ کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

اہلِ عرب کے ہاں بیویوں کی کثرت رکھنے کا رواج تھا۔ حضرت خیلان ثقفی جب مُسلمان ہوئے تو ان کے ہاں دس عورتیں بحیثیت ازواج تھیں۔

ضحاک بن فیروز کا بیان ہے کہ جب میرا باپ مرا تو اسکے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں۔ اِن جاہل عربوں کے

ہاں یہ بھی رواج تھا کہ جب باپ فوت ہو جاتا تو سوتیلی ماں میراث میں بیٹے کو مل جاتی۔ چاہتا تو اس سوتیلی ماں سے شادی کر لیتا یا پھر کسی دوسرے بھائی یا رشتہ دار کے عقد میں دیتا۔ زنا کاری کو جائز خیال کرتے تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں نکاح کی چار اقسام تھیں۔ اس ارشاد گرامی کو امام الشعرانی نے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے:

قسم 1: نکاح متعارف جیسا کہ آجکل ہے زوج و زوجہ کے ولی مہر معین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب و قبول ہو جائے۔

قسم 2: دوسری قسم نکاح استبضاع یعنی شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ تو فلاں سے استبضاع (اولاد حاصل کرنا) یعنی طلب ولد کرے اور خود اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھتا یہاں تک کہ اس شخص سے حمل ظاہر ہو جاتا۔ اس وقت چاہتا تو اپنی زوجہ سے ہم بستری کرتا۔

قسم 3: نکاح کی تیسری قسم کو جمع بدیں کہا جاتا یعنی ایک عورت پر دس سے کم مرد یکے بعد دیگرے داخل ہوتے یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتی۔ وضع حمل کے چند روز بعد وہ عورت اُن سب کو بلاتی اور اُن سے کہتی کہ تم نے جو فعل میرے ساتھ کیا وہ تمہیں معلوم ہے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے پھر ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے۔ پس وہ اسی کا بچہ خیال کیا جاتا اور وہ شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔

قسم 4: نکاح کی چوتھی قسم کو بغایا بدیں کہا جاتا۔ یعنی بہت سے مرد جمع ہو کر بغایا (زنا کار عورتیں) میں سے کسی پر بے روک ٹوک داخل ہوتے یہ بغایا نشانی کے طور پر اپنے دروازوں پر جھنڈا نصب کرتی تھیں جب عورت حاملہ ہو جاتی پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ سب مرد اس عورت کے پاس جاتے پھر کسی ماہر قیافہ کو بلاتے جب قیافہ اپنی عقل و فراست کے ساتھ بچے کو غور سے دیکھ کر ان مردوں میں سے کسی کے نام اسکو منسوب کر دیتی تو بچہ لینا پڑتا اور وہ اس فیصلہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

شراب نوشی و قمار بازی

اہل عرب کے ہاں دیگر تمام برائیوں کی نسبت شراب خوری اور قمار بازی بہت ہی عام تھی۔ یہ لوگ ان دونوں بدفعلیوں پر کثرت سے بے دریغ مال و دولت لٹانے کو قابل فخر کارنامہ خیال کرتے تھے۔ ان کے ہاں انگوروں اور کھجوروں سے جو شراب کشید کی جاتی تھی وہ ان کی ضرورت کے لئے بہت کم ہوتی اس لئے شراب کا بہت بڑا ذخیرہ دیگر ممالک سے منگواتے تھے باہر کی شراب چونکہ بہت تیز ہوتی تھی اس لئے پانی ملا کر استعمال کیا کرتے تھے۔ ہر شراب کی دکان پر جھنڈا لہرایا جاتا تھا جب اس دکان سے شراب ختم ہو جاتی تو وہ جھنڈا اتار دیا جاتا۔ قدیم عربی اشعار میں شراب برآمد کرنے والے ملکوں کا ذکر ملتا ہے جن میں شام، فلسطین، الجزیرہ، بابلونیا، بابل وغیرہ شامل ہیں۔

افسانہ گوئی

عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔ راتوں کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہو کر کسی مقام پر اکٹھے ہو جاتے تھے۔ ایک شخص جو اس فن میں کمال رکھتا تھا کوئی داستان شروع کرتا اور لوگ بڑی دلچسپی اور ذوق و شوق سے اس داستان کو سُنتے اور یوں پوری پوری رات گزر جاتی۔ اس عادت بد کی وجہ سے ساری رات جاگتے اور پھر تقریباً سارا دن سوتے رہتے جس کی وجہ سے سستی و کاہلی انکی رگ رگ میں بس چکی تھی۔
'نسیم الریاض' میں ان داستان گو افراد کا تفصیلی ذکر آتا ہے۔

سیاسی حالت

ظہورِ قدسی اور بعثت سے پہلے عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ سارا ملک الگ الگ حصّوں میں تقسیم تھا۔ جہاں قبائلی سرداری طریقہ رائج تھا چند ایک حکمران بھی تھے جن میں سے یمن، حیرہ اور شام کے تاجدار بہت مشہور تھے قبیلے کے سردار اکثر کسی نہ کسی بادشاہ کے زیر اثر ہوتے تھے لیکن اپنی اندرونی حریت اور آزادی کے جذبہ کو ہر حال میں برقرار رکھتے تھے۔ یہی ان کی اجتماعی زندگی کی رُوح تھی۔ جو شخص شجاعت مہمان نوازی اور فیاضی میں سب سے بڑھ کر ہو اور اس کے حامی سب سے زیادہ ہوں وہ سرداری کے قابل ہوتا تھا۔ بعض طاقتور قبائل کمزور قبیلوں کو زیر کرنے کے بعد اُن سے خراج وصول کرتے تھے۔ صوبہ حجاز کو خاص اہمیت حاصل تھی کیونکہ اس صوبہ میں مکّہ مکرّمہ کا مقدس شہر آباد تھا۔ اہلِ قریش میں سے قصیٰ بن کلاب بہت ممتاز اور مشہور تھا اس نے بہت سے قبائل کو متحد کر کے اپنی طاقت بڑھائی۔ خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے علاوہ پورے علاقہ کو اپنے زیر اثر کر لیا تھا۔
اہلِ عرب دو بڑی نسلوں سے تعلق رکھتے تھے:

1: قحطان

2: عدنان

قحطان

یہ لوگ اصل میں یمن کے رہنے والے تھے زمانہ قدیم میں ان کا ایک سردار سُرخ لباس پہنا کرتا تھا جسکی وجہ سے وہ حمیر کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اور یہ لوگ حمیری کہلانے لگے اکثر مؤرخین ان کو ابھی تک یمنی ہی لکھتے ہیں۔ دوسری صدی عیسوی میں ان کی ایک شاخ بنی خزاعہ مکّہ مکرّمہ کے اردگرد جا کر آباد ہو گئی۔ انہی کی ایک اور شاخ مدینہ منورہ چلی گئی اور وہاں سکونت اختیار کر لی اور وہاں یہ شاخ پھر دو قبیلوں یعنی اوس و خزرج کے نام سے بٹ گئی۔ ایک تیسری شاخ شام اور عراق کے علاقوں میں جا کر آباد ہوئی۔ اسکے بھی دو حصّے ہو گئے اور یہ لوگ بنی عدنان اور بنی کلب

کہلائے۔

عدنان

یہ لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے مگر بعد میں اپنے ایک سردار مضر کے نام مضری کہلائے ان کی مختلف شاخیں تھیں جن کے نام یہ تھے:

قيس، بني بكر ، بني تغلب، بني تميم، اور بني قريش.

قریش کیونکہ خانہ کعبہ کے متولی تھے اس لئے یہ شاخ سب سے افضل خیال کی جاتی تھی۔

حمیری اور مصری ابتداء سے ہی ایک دوسرے کے جانی دشمن چلے آئے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ حمیریوں کو تمدنی برتری حاصل تھی جس کی وجہ سے انہوں نے مصریوں کے کئی قبائل کو اپنا باجگزار بنالیا تھا۔ اس غُلامی سے بچنے کے لئے بہت سی خونریز جنگیں لڑی گئیں اور آخر کار اس قتل وجدال کا خاتمہ جناب سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری، بعثت مُبارکہ اور فروغِ اسلام کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ مذہبِ اسلام کا ہی اعجاز ہے کہ یہ قبائل آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔

تمدّنی حالت

سیاسی حالت کی طرح اہلِ عرب کی تمدنی حالت بھی مختلف حصّوں میں مختلف تھی۔ تاریخ کے مطالعہ اور آثارِ قدیمہ کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ یمن کسی زمانہ میں تمدنی میدان میں اوجِ کمال کو پہنچا ہوا تھا ایران وشام کے علاقے بھی نہایت ترقی یافتہ تھے۔ مگر عرب کی اندرونی حالت نہایت ہی ابتر تھی۔ روزمرہ کی بے شمار چیزیں ایسی تھیں جن کے بارے اہلِ عرب علم ہی نہ رکھتے تھے۔ اسکے باوجود عربی زبان ادبی لحاظ سے بہت وسیع تھی عربوں کو اپنی اس برتری کا احساس اس حد تک تھا کہ وہ ہر غیر عرب کو اپنے مقابلہ میں عُجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔ شعر وشاعری کو اپنا طرہ امتیاز سمجھتے تھے۔ عربوں کے قومی اخلاق میں کرم ومہمان نوازی، ایفائے عہد، اخوت وشجاعت اور باہمی ہمدردی کے اوصاف مشہور تھے لیکن اسکے ساتھ شراب خوری اور قمار بازی جیسی بُری عادات بھی موجود تھیں۔

ملک میں کئی جگہ بازار اور منڈیاں لگتیں جہاں لوگ خرید وفروخت کرتے۔ سوداگر ایران، عراق اور شام وغیرہ سے سامان لاکر فروخت کرتے اور یہاں کی اشیاء ان ممالک میں لے جا کر فروخت کرتے۔ قریش کا زیادہ تر پیشہ تجارت تھا۔ قافلوں کے مشہور راستے بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ آتے جس کے وسط میں مکہ مکرمہ واقع تھا علاوہ ازیں خلیج فارس یعنی خلیج عرب سے ایک راستہ نجد کی پہاڑیوں میں سے ہوتا ہوا مکّہ معظّمہ کو آنکلتا۔ تیسرا راستہ خلیج فارس یعنی خلیج عرب سے شمال کی طرف عراق کو جا کر پھر مغرب کی طرف مڑتا ہوا مکّہ مکرمہ کے لئے دوسرے راستوں سے آملتا۔ مذکورہ وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تجارتی لحاظ سے مکہ مکرمہ کو بہت بڑی مرکزی اہمیت حاصل تھی۔

علم طب اور علمِ نجوم میں یہ لوگ بہت مہارت رکھتے تھے لیکن انسانوں کی بجائے اونٹوں کا علاج بہت اچھی طرح کرنا جانتے تھے کیونکہ اونٹ ہی ان کی اکثر ضروریات پوری کرتے تھے۔ان کے ہاں ایک اور قبیح رسم بھی موجود تھی کہ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زمین میں زندہ دفن کر دیتے۔

یہ رسم سارے عرب میں رائج نہ تھی صرف بنو تمیم اس رسم پر عمل کرتے۔عورت کا مقام اُن لوگوں کے نزدیک کسی جانور سے زیادہ نہ تھا ایک مرد جس قدر بیویاں چاہتا رکھتا تھا معاشرہ میں عورت کو نہایت ہی حقیر اور کم تر مخلوق خیال کیا جاتا تھا۔

شرح فقہ اکبر میں مذکور ہے کہ اہل عرب تو مذکورہ برائیوں میں بُری طرح پھنسے ہوئے تھے اسکے علاوہ تمام دنیا میں تاریکی اور ظلمت چھائی ہوئی تھی۔چنانچہ اہلِ فارس آگ کی پوجا کرتے اور بدکاری کیا کرتے تھے۔ترک شب و روز بستیوں کو اجاڑتے اور بندگانِ خدا کو اذیت دینے میں مصروف رہتے تھے۔ہندوستان کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے اور خود کو آگ میں جلانے کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے یہ لوگ نیوگ کو جائز سمجھتے تھے۔

اس دور میں گو ہر قسم کے دین موجود تھے جن میں نصرانیت اور یہودیت جیسے الہامی مذاہب بھی شامل تھے مگر ان کی اصل صورت اس قدر بگڑ چکی تھی کہ کفر وشرک اور دین میں بنیادی فرق کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔توحید جو مذہبِ حق کا بنیادی اصول ہے اس کا نام ونشان تک نہ تھا۔

عیسائیت: مسئلہ تثلیث میں الجھ کر رہ گئی تھی۔

یہودیت: اپنے دینِ حق کو چھوڑ کر اوہام پرستی کے گورکھ دھندوں میں مبتلا تھی۔فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے اور ان کو اپنا شفاعت کرنے والا خیال کرتے۔مختصراً صرف اہلِ عرب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا ضلالت اور گمراہی میں غرق ہو چکی تھی۔

یہ عالمگیر ظلمت اس امر کی مقتضی تھی کہ حسبِ دستورالٰہی ملک عرب میں جہاں دنیا بھر کے ادیانِ باطلہ وعقائدِ قبیحہ موجود تھے ایک ہادی برحق مبعوث ہو۔چنانچہ خدائے بزرگ و برتر کو اہلِ زمین کی اس پستی اور زبوں حالی پر رحم آیا اور اس نے دنیا والوں کی راہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ اور پوری کائنات سے افضل ترین ہستی کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا کہ رشد وہدایت کا یہ آفتابِ عظیم جو سرزمینِ مکہ میں جلوہ گر ہوا اپنی نورانی روشنی سے ساری کائنات کو منور وتاباں کر دے۔عرب جیسی قوم جس کی حالت زیر بحث آچکی۔سیدنا ختم الرسل فخرِ موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بعثت تک ہر پہلو کے اعتبار سے بالکل بے لوث رہی۔اخلاقِ حمیدہ کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ عرب کے ہاں صادق وامین کے نام سے مشہور تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غارِ حرا میں غور وفکر کے لئے تشریف لے جانا

مکہ مکرّمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار ہے جسکو غارِ حرا کہتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جایا کرتے یہ غار مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے بائیں طرف واقع ہے۔ اس غار میں کئی کئی روز تک مراقبہ اور غور و فکر میں مصروف رہتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند دنوں کے لئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے اور جب وہ سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس آکر دوبارہ سامان خورد و نوش لے کر غار میں چلے جاتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ غارِ حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحنّث یعنی عبادت کیا کرتے۔ یہ عبادت کیا تھی؟

عینی شرح بخاری میں ہے:

"قیل ما کان صفة تعبده حلیب بان ذلک کان بالتفکر والا عتبار"

(یہ سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کیا تھی؟ جواب یہ ہی غور وفکر اور عبرت پذیری)

الوفا با حوال مصطفٰے علیہ السلام میں امام جوزی نے نقل کیا ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے آغازِ وحی سچے خوابوں کی شکل میں ہوا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں ملاحظہ فرماتے اسکو بیداری میں سپیدہ سحر کی طرح محسوس فرماتے۔ پھر آپ علیہ السلام کے دل اقدس پر خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی آپ علیہ السلام غارِ حرا میں تشریف لے جاتے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے کھانے پینے کا سامان دوبارہ لے کر حرا میں واپس تشریف لے جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں ہی مصروفِ عبادت تھے کہ پیغامِ حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا۔

مدارج النبوۃ میں الشیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں تنہا بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ میں مستغرق رہتے۔

علماء کو اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عبادت فکر و تدبر تھا یا ذکر تھا۔

مذہب مختار یہ ہے کہ یہ عبادت قلبی اور لسانی ذکر کے ساتھ تھی اور شریعت ابراہیم علیہ السلام پر عمل فرماتے تھے۔ یا ہر اس بات پر عمل فرماتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سابقہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں سے ثابت ہوتی تھی یا عقل کو اچھی معلوم ہوتی تھی۔

وحی کی ابتداء

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو ربّ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب عادت مبارک غارِ حرا میں تشریف فرما تھے اور غور و فکر یعنی عبادت (MEDITATION) میں مصروف تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا" اقــراء " یعنی پڑھیئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تا کہ خود بخود پڑھنے لگوں" پھر جبریل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو سینے سے لگا کر اچھی طرح دبایا جتنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برداشت کر سکتے تھے پھر کہا پڑھیے سرکار نے ارشاد فرمایا" میں پڑھنے والا نہیں ہوں" فرشتے نے دوبارہ آپ کو دبایا جس کے آپ متحمل ہو سکتے تھے پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے۔ آپ علیہ السلام نے پھر فرمایا" میں پڑھنے والا نہیں ہوں" تیسری مرتبہ جبریل نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر چھاتی سے لگا کر اتنا دبایا جتنا آپ کی قوتِ جسمانی سہار سکتی تھی پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا پڑھیے: (سورۃ علق آیات 1 تا 5)

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤

ترجمہ: "پڑھیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب کے نامِ اقدس کے وسیلے سے جس نے سب مخلوق کو شرفِ وجود سے مشرّف فرمایا اور انسان کو منجمد خُون سے پیدا فرمایا۔ پڑھیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کا ربّ بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔"

رسول کریم خاتم النبیّین مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے ان انوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف تشریف لائے ثقل وحی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آجانے سے جسمِ اقدس پر لرزہ طاری تھا گردن مُبارک اور کندھوں کا درمیانی گوشت تھر تھرا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردی محسوس فرما رہے تھے گھر پہنچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا" مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ مجھ پر کمبل ڈال دو"۔ کچھ دیر کے بعد حالت شریف پرسکون ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ" غارِ حرا میں میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا۔ مجھے تو خوف و خشیت کا احساس ہونے لگا ہے"۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خداوند کریم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم ہستی کو بے یار و مددگار چھوڑ دے اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف پہنچا سکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک ہو یہ امر آپ علیہ السلام کے لئے باعثِ خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ علیہ السلام کو

شرمندہ اور نظرِ خلائق میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ہمیشہ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ ہر بات میں سچائی اور صداقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کی مدد فرماتے ہیں اس گفتگو کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمراہ لیکر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے مگر اس وقت بہت عمر رسیدہ تھے اور ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سارا واقعہ ورقہ بن نوفل کو بیان فرمایا۔ سارا حال سُن کر وہ بولے یہ تو وہی مَلِک (فرشتہ) ہے جو سرکار موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اے کاش میں اس وقت جوان اور توانا ہوتا اور اس وقت زندہ رہتا جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دشمنی اور عداوت کی بنا پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے مجبور کر دے گی اور میں اس وقت آپ کی مدد کرتا اور بھرپور ساتھ دیتا۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ہی ورقہ بن نوفل انتقال کر گئے۔ اسکے بعد کچھ عرصہ کے لئے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا اور یہ امر حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے حزن و ملال کا موجب بنا۔ یہاں تک کہ جب سرکار شوقِ وحی میں بیقرار ہوتے تو اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر ختم کر دینے کا ارادہ فرماتے اور اسی جذبہ سے جب پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر ایسا کرنے کا ارادہ فرماتے تو جبریل علیہ السلام سامنے آکر عرض کرتے اے پیغمبر آخر الزماں جملہ اوصاف کمال کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اللہ کے برحق رسول ہیں یہ کلمات جبریل علیہ السلام سے سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سکونِ قلب نصیب ہوتا نفس و روح کی تسلّی ہو جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لے آتے بارہا ایسا ہی ہوا اور پھر جبریل علیہ السلام کے عرض کرنے پر تسلّی قلب میسر ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ارادہ کو ترک فرما دیتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فترتِ وحی کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے سُنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سلسلے میں فرمایا ''ایک دفعہ میں کھلی جگہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی جب سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی بچھائے جلوہ نما ہے۔ جوں ہی میں نے اسکی عظمت اور شان و شوکت دیکھی مجھ پر حالتِ رعب طاری ہوئی اور میں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوا اور گھر آکر اہل بیت سے کہا میرے اوپر چادر ڈالو انہوں نے چادر ڈالی اور میری حالت سابقہ بحال ہوئی تو ربّ کریم نے سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں''۔ (سورۃ مدثر آیات 1 تا 5)

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥

''اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔ پس ڈر سُناو، اور اپنے ربّ کی بڑائی کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور پلیدی سے دور رہو۔''

(مذکورہ بالا دونوں روایات صحیح بخاری اور مُسلم نے روایت کی ہیں)

ایک وضاحت

یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' کی وضاحت کرنا اشد ضروری ہے چنانچہ:

عمدۃ القاری جلد اوّل، فتح الباری جلد اوّل، اشعۃ اللمعات، مرقاۃ، مدارج النبوت، شرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس نکتہ کو بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ہم یہاں مختصراً اسکی وضاحت درج کر رہے ہیں۔

یہ بات تو ہر کوئی جانتا ہے کہ اُمّی کو اگر پڑھایا جائے تو وہ پڑھ ہی لیتا ہے تو پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کا سبب کیا تھا۔ محدثین نے اس جواب کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں:

1: ما انا بقاری میں نفی نہیں بلکہ استفہام ہے یعنی میں کیا پڑھوں اور جب تیسری مرتبہ جبریل علیہ السلام نے آیات تلاوت کیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تلاوت فرمایا اسکی تائید ما اقراء کی روایت سے ہوئی ہے۔

2: جبریل علیہ السلام نے جنتی ریشم کے قطعہ پر لکھی ہوئی یہ آیات سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر کے پڑھنے کے بارے عرض کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں رسم الخط کی واقفیت نہیں رکھتا تاکہ ان کو دیکھ کر پڑھ لوں اور علم بالقلم کے کلمات مبارکہ میں اس امر کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

3: جبریل علیہ السلام کا اچانک تشریف لانا اور پڑھنے کے بارے عرض کرنا بغیر اسکے کہ قبل ازیں بے تکلفی پیدا ہو چکی ہوتی الفت ومحبت موجود ہوتی۔ موجب اضطراب خاطر اقدس ہوا اور پڑھنے سے گریز فرمایا۔ جب بار بار انہوں نے گلے سے لگایا اور ایک مخلص دوست کا طریقہ اپنایا تو اضطراب سکون میں تبدیل ہو گیا اور اب جب پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو پڑھنا شروع فرما دیا۔

4: وحی کے کچھ عرصہ رُک جانے اور جبریل علیہ السلام کے تسلی دینے کی وجہ یہ تھی کہ سابقہ تاثر وانفعال اور اضطراب وبیقراری کا اثر زائل ہو جائے اور تسلّی کی صورت میں بنیاد جسمانی اور نہاد بشری حد سے زیادہ متاثر ہو کر مقصدِ رسالت سے دور نہ ہو جائے۔

5: فراق اور جدائی میں محبّ ہر وقت محبوب کی یاد میں مصروف ہوتا ہے اس توجہ اور استغراق کی وجہ سے اسے

محبوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر نہ قاصد و پیام آنے پر اضطراب اور بے چینی دامن گیر ہوتی ہے اور نہ ہی خود محبوب کے جلوے بے حجابانہ دیکھنے پر جس طرح شیوخ اپنے مریدین کو ذکر اور خلوت کی تعلیم دیتے ہیں تا کہ مذکور سے ذاکر کو مناسبت حاصل ہو جائے اور پھر عبادت میں لذّت وسرور پیدا ہو مگر کہاں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کہاں غلبہ شوق کی یہ فراوانی۔ اس لئے قرب مقام کا حاصل بھی یہ ہے۔ پھر وہ حامل وحی جو آج واسطہ فیضِ ربانی بنے ہوئے ہیں ایک وقت ایسا بھی آیا وہ خلوت کہ راز کے سر سدرہ دربان بن کر بیٹھے تھے اور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حریم قدس میں

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى

ترجمہ: ''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا (قرب کی نعمت سے نوازا)'' (سورۃ النجم آیت 8)
کے مقامِ قرب پر فائز ہو کر

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝۱۰

ترجمہ: ''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی''۔ (سورۃ النجم آیت 10)
کے راز دار بنائے جا رہے تھے۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں سویا ہوا تھا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا تھا جس کے اندر کچھ مرقوم تھا انہوں نے کہا پڑھیئے میں نے جواب دیا کیا پڑھوں انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے اپنی موت کا خطرہ لاحق ہونے لگا جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ ایسے ہی مجھے دبایا پھر کہا اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھیں پھر میں نے کہا کیا پڑھوں اور میں یہ اس اندیشے کے تحت کہہ رہا تھا کہ پھر نہ مجھے کہیں گلے لگا کر دبائیں تو انہوں نے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝۱

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''

جبریل علیہ السلام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین بار بغل میں لے کر کیوں دبایا اور اس قدر زور سے کیوں بھینچا۔

''تفسیر عزیزی'' پارہ سوم صفحہ 338 پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کاملین کی تاثیر اور توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔

1 انعکاسی 2 القائی 3 اصلاحی 4 اتحادی

اتحادی کا مطلب ہے کہ شیخ یا مُرشد کامل اپنی روح کو اپنے مرید کی رُوح کے ساتھ ملا دیتا ہے اور جملہ کمالات

جو اپنی رُوح میں موجود ہیں ان کو رُوحِ مُرید میں بھی اضافہ کر دیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس معانقہ میں تاثیر اتحادی تھی کہ جبریل علیہ السلام نے اپنی روح لطیف کو سرکار علیہ السلام کے بدن اطہر کے مسامات میں سے اندر داخل فرما کر آپ کی روحِ اقدس کے ساتھ متحد کر دیا اور باہم شیر و شکر کی مانند ملا دیا اور اس وقت بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت ظاہر و ہویدا ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

سُبحان اللہ جن کا آغاز یہ ہے کہ جملہ کمالات جبریل علیہ السلام اور ان کی تمام صلاحیات و استعدادات اس وقت حاصل کر لیں تو جب نبوت و رسالت کا منصب انتہا پر پہنچا ہوگا اور حسنِ باطن اور کمالات روحانیہ کی تکمیل ہوگئی ہو گی تو پھر منصب و مقام کیا ہوگا اور علوم و اسرار پر اطلاع و واقفیت کا عالم کیا ہوگا۔ اسی لئے دنیٰ فتدلیٰ کی خلوت گہ راز میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم مبارک رکھا اور

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

ترجمہ: تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم"۔ (سورۃ النجم آیت 9)

کے مقامِ قرب پر فائز ہوئے تو جبریل علیہ السلام کو سرسدرہ دربان بنا کر بٹھا دیا گیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کریم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن تھی جبریل علیہ السلام ہفتے کی رات پھر اتوار کی رات اور پھر پیر (سوموار) کی رات پیغامِ رسالت لے کر آئے جبکہ رمضان المبارک کی سترہ راتیں گذر چکی تھیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں جلوہ افروز تھے۔ وہ پہلا مقدس مقام ہے جس کو نزول وحی کا شرف حاصل ہوا۔ اس رات فقط (سورۃ علق آیات 1 تا 5)

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا
لَمْ يَعْلَمْ ۝

تک ہی نازل ہوا پھر جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھرچا اس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تب انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرنے کا عملی نمونہ دکھایا اور دو رکعت نماز ادا کر کے کیفیت نماز کا درس دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی امتیازات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی امتیازات کا شمار ممکن ہی نہیں چند ایک کا تبرکاً ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

1. رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طہارت کا ارادہ فرماتے اور اگر پانی میسر نہ ہوتا تو انگشتان مبارکہ دراز

فرماتے توان سے پانی رواں ہو جاتا۔

2. نبوت وسلطنت دونوں کو حضور علیہ السلام کے لیے یکجا فرما دیا گیا۔
3. آپ علیہ السلام کو شرح صدر کا اعزاز عطا فرمایا گیا۔
4. زمین آپ علیہ السلام کے قدموں کے سامنے سمٹ جاتی۔
5. جہاد وتلوار وسلطنت کا اجتماع آپ علیہ السلام کی فضیلت ہے۔
6. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے قیامت تک پیش آنے والے واقعات وحالات حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کیئے گئے۔
7. آپ علیہ السلام حبیب خدا ہیں۔
8. آپ علیہ السلام سردار بنی آدم ہیں۔
9. آپ علیہ السلام کا ذکر مبارک بلند کیا گیا۔
10. اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے نام اطہر کو اپنے اسم اقدس کے ساتھ ملایا۔
11. آپ علیہ السلام کو قرآن کریم عطا فرمایا جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لیا جو ہمیشہ تحریف وتبدل سے محفوظ رہے گا۔
12. آپ علیہ السلام کی دشمنوں کے مقابلے میں ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ نصرت وامداد کی گئی۔
13. آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام خلائق سے زیادہ معزز ومکرم ہیں۔
14. آپ علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا۔
15. مغفرت کی نوید فزاں آپ علیہ السلام کو ظاہری حالت حیات میں سنا دی گئی۔
16. آپ علیہ السلام کو جامع کلمات عطا کیے گئے۔
17. حضرت جبریل علیہ السلام وحضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دی۔
18. آپ علیہ السلام خالی پیٹ سوتے اور صبح شکم سیر اٹھتے۔
19. قوت و طاقت میں کوئی آپ علیہ السلام کا ہمسر نہ تھا۔
20. آپ علیہ السلام کو جبریل امین کے ذریعے وحی سے مشرف فرمایا۔
21. آپ علیہ السلام کو رویائے صادقہ سے مشرف فرمایا۔
22. آپ علیہ السلام کو بلا واسطہ کلام سے مشرف فرمایا۔
23. دجال لعین کے حالات آپ علیہ السلام پر کھول دیئے گئے۔
24. آپ علیہ السلام کوئی بات اپنی خواہش سے کرتے ہی نہیں (و ما ینطق عن الھوای) سورۃ النجم آیت 3۔

25. جس نے آپ علیہ السلام کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی (سورۃ النساء آیت 80)۔
26. آپ علیہ السلام کو صاحب قبلتین بنایا۔
27. آپ علیہ السلام کو نبی ہجرتین بنایا۔
28. آپ علیہ السلام شریعت وطریقت دونوں کے جامع ہیں۔
29. آپ علیہ السلام نے جبریل امین علیہ السلام کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا۔
30. آپ علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ ہی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ (خاتم النبیین ۔سورۃ الاحزاب آیت 40)۔
31. آپ علیہ السلام کے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا گیا یہاں تک کہ وہ آپ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لائے۔
32. بعض کفار کے عذاب میں تخفیف کے لیے آپ علیہ السلام کی شفاعت قبول کی گئی۔
33. لوگوں کی شر سے آپ علیہ السلام کی حفاظت وعصمت کا وعدہ دیا گیا۔ (سورۃ المائدہ آیت 67)
34. معراج شریف سے مشرف فرمائے گئے۔ (سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ النجم)۔
35. آپ علیہ السلام نے انبیاء کرام (بعداز احیاء) امامت فرمائی۔
36. آپ علیہ السلام نے جنت کی سیر کی اور دوزخ کا معائنہ فرمایا۔
37. فرشتوں نے آپ علیہ السلام کی معیت میں قتال کیا۔
(غزوہ بدر۔سورۃ آل عمران آیت 123 - 127)
38. پتھروں نے آپ علیہ السلام کی ذات گرامی پہ سلام پیش کیا۔
39. ستون حنانہ نے آپ علیہ السلام کی فرقت میں گریہ وزاری کی (سورۃ القمر)۔
40. معجزہ شق القمر آپ علیہ السلام کا ہی اعجاز ہے۔ (سورۃ القمر)۔
41. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ علیہ السلام تخلیق کے اعتبار سے سب سے پہلے نبی ہیں اور آپ علیہ السلام کی نبوت سب سے مقدم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی آب وگل کے درمیان تھے۔ عالم ارواح میں انبیاء علیہ السلام سے جو میثاق (سورۃ آل عمران آیت 81، سورۃ الاحزاب آیت 7) لیا گیا آپ علیہ السلام اس میں بھی مقدم تھے۔
42. تخلیق کائنات اور تخلیق آدم علیہ السلام کا باعث آپ علیہ السلام ہی کی ذات گرامی ہے۔
43. آپ علیہ السلام کا اسم گرامی عرش، آسمان، جنتوں اور ملکوت آسمانی کی اشیاء پر مکتوب ہے۔
44. روز اول سب سے پہلے ''الست بربکم'' کا جواب ''بلیٰ'' آپ کی روح مقدسہ نے دیا۔ (سورۃ الاعراف آیت 172)۔

45. کتب سابقہ میں آپ علیہ السلام کی بشارتیں دی گئیں۔
46. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت سب بت سرنگوں ہو گئے۔
47. رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بت پرستی اور جاہلیت عروج پر تھی۔ آپ علیہ السلام بچپن ہی سے سمجھداری اور حکمتوں کے امین تھے۔ نہ کبھی آپ علیہ السلام بت پرستی کی طرف مائل ہوئے اور نہ ہی مشرکین کی مشرکانہ رسوم میں شامل ہوئے اور نہ ہی کبھی کسی نے آپ علیہ السلام سے غلط بیانی سنی۔
48. آپ علیہ السلام کو مشرکین ومخالفین بھی صادق اور امین ہی کے نام سے پکارتے تھے۔
49. آپ علیہ السلام کو تمام جانور بلکہ شجر وحجر وغیرہ کے کلام کی فہم بخشی گئی۔
50. جنات کے گروہ مطیع ومومن بن کر حاضر ہوئے۔ سرکش شیاطین آپ علیہ السلام کے تابع فرمان اور مسخر ہو گئے۔
51. آپ علیہ السلام کے لیے سخت پتھر اور چٹانیں بھی نرم کر دی گئیں۔
52. نبی علیہ السلام کا شرف درود وسلام ابدالآباد تک جاری ہے۔
53. اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کلام ہونے والوں پر فرض کیا کہ وہ آپ علیہ السلام سے گفتگو سے قبل صدقہ وخیرات کریں۔ یہ خصوصیت کسی اور نبی کے لیے ثابت نہیں۔ (سورۃ المجادلہ آیت 12)۔
54. اللہ تعالیٰ نے سارے جہاں کے لوگوں پر آپ علیہ السلام کی اطاعت مطلقاً بغیر کسی استثناء کے فرض کی ہے (سورۃ النور آیت 56)
55. اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''اور رسول جو تمہیں عطا کریں لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو''۔
56. جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی دراصل اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (سورۃ النساء آیت 80)۔
57. اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو (سورۃ التغابن آیت 12)
58. ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر (سورۃ الصف آیت 11)۔
59. تو ایمان لاؤ اللہ اور اس امی رسول پر اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ (سورۃ الاعراف آیت 158)۔
60. اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (سورۃ الحدید آیت 7)۔
61. اے ایمان والو اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت (سورۃ الانفال آیت 27)۔
62. اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے

بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی (سورۃ الانفال آیت 24)۔

63. بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (سورۃ المائدہ آیت 15)۔
64. بے شک رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا (سورۃ الصف آیت 9)۔
65. اے محبوب تم خلق کے عظیم ترین اور اعلیٰ ترین درجہ پر ہو (سورۃ القلم آیت 4)۔
66. (اے محبوب) تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں (سورۃ الاعراف آیت 158)۔
67. گستاخ نبوی علیہ السلام کی بالاجماع سزا قتل ہے۔
68. مفسرین، محدثین اور محققین نے اپنی تالیفات میں تقریباً تین ہزار معجزات نبوی علیہ السلام بیان کیے ہیں۔
69. اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے (سورۃ آل عمران آیت 85)۔
70. بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آیا اور روشن کتاب یعنی قرآن مجید (سورۃ المائدہ آیت 15)
71. یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (سورۃ الاحزاب آیت 6)۔
72. تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی (سورۃ الانفال آیت 30)۔
73. دربار رسالت میں اونچی آواز سے بات کرنے سے اعمال ہی اکارت ہو جائیں گے (سورۃ الحجرات آیت 2)۔
74. حضور علیہ السلام کا ادب واحترام بہر صورت لازم ہے اور اونچی آواز سے بات کرنا بھی قابل سزا ہے (سورۃ الحجرات آیت 2)۔
75. اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے (سورۃ المنافقون آیت 8)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبریل علیہ السلام کا وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''آغاز وحی کے دوران جب جبریل علیہ السّلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آئے تو نماز اور وضو کی کیفیت بتلائی جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو پانی زیر ناف پر کپڑوں کے اوپر ہی ڈالا تا کہ لوگوں کو خروج خطرات کے وسواس کا دفاع بتایا جائے''۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کیفیت صلوٰۃ کا بیان نہیں آیا اور نہ ہی تعداد رکعت اگر ہم غور سے حدیث کا مطالعہ کریں تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں رکعت کی تعداد دو بتائی گئی ہے اور ظاہر ہے کیفیت ادائی یہی تھی جواب شریعت مطہرہ میں مروج ہے ورنہ ضرور اسے بیان کیا جاتا۔

مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابتداء اسلام میں اہل اسلام پر صرف دو نمازیں فرض فرمائیں دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت بعد از زوال، پھر شب معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور یہ بھی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے وارد ہے کہ آپ علیہ السلام نے ابتداء نبوت میں زوال آفتاب سے متصل نماز ادا فرمائی۔

علمائے تفسیر فرماتے ہیں سورۃ مزمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جبکہ قیام شب و نماز تہجد محبوب علیہ السّلام پر فرض تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ساری رات نماز اور عبادت میں مصروف رہتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا جذبہ وشوق دیکھا اور اخلاصِ نیت آزمالیا۔ ان کی مشقت و ریاضت کا مشاہدہ کرلیا تو اس امر کو منسوخ فرمادیا اور یوں سورۃ مزمل میں ارشاد فرمایا۔

سورۃ مزمل آیت 20۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ

ترجمہ ''بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی''

سورۃ مزمل کی آیت 20 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنے رحم سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہونگے اور کچھ زمین میں سفر کرینگے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہونگے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ فریضہ قیام لیل اور شب بیداری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سے اس آیت کے بعد منسوخ کی گئی:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ

ترجمہ: "اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کرو جو تمہارے لیے نفل زیادہ ہے"۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 79)

اُمتِ محمدیہ پر اس تہجد کی منسوخی پانچ فرض نمازوں کے بعد ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف امت سے یہ

فریضہ منسوخ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر اس کی فرضیت باقی تھی اور قیام لیل تو صرف انبیاء علیہم السّلام پر فرض تھا امت پر تو فرض ہی نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات کے نزول اور آخری آیات کے اترنے میں ایک سال کا وقفہ تھا۔

نُزولِ وحی کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیفیت مبارکہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عزیز ترین زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے سرکارِ مدینہ سُرورِسینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ”کبھی تو ایسی آواز محسوس ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو تو یہ حالت مجھ پر بڑی مشکل ہوتی ہے اور جب یہ کیفیت ختم ہو جائے تو میں وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ بشری حالت میں متشکل ہو کر میرے پاس آتا ہے (جیسا کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ جبریل علیہ السّلام کئی دفعہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دحیہ کلبی کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس وحی لے کر حاضر ہوئے) اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے میں سُنتا جاتا ہوں اور ضبط کرتا جاتا ہوں“۔ یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کئی بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا یہ شوق بیان کیا کہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حالت وحی میں دیکھوں اور مزید اطمینان قلب اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کروں۔ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مقام جعرانہ میں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے کپڑا پھیلا کر سایہ دار جگہ بنا دی گئی تھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے جن میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے ایک شخص آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمرہ کا احرام باندھے جبکہ وہ جبہ بھی پہنے ہو اور خوشبو والے مرکبات کا لیپ اپنے پُورے جسم پر کئے ہوئے ہو تو کیا یہ جائز ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھا پھر خاموش ہو گئے۔ فوراً وحی نازل ہو گئی اُدھر حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور اشارہ فرمایا کہ جلدی آجایئے۔ وہ حاضرِ خدمت ہوئے اپنا سر اس پردے کے اندر داخل کیا جس پردے کے نیچے آپ علیہ السلام تشریف فرما تھے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چہرہ اقدس سُرخ تھا اور سانس شریف میں شدت تھی تھوڑی دیر بعد وہ حالت جذب و مدہوشی ختم ہو گئی ارشاد فرمایا ”وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے احرام کے بارے میں سوال پوچھ رہا تھا“۔ اس شخص کو تلاش کے بعد حاضرِ خدمت کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ”جو خوشبو لگی ہے اسکو دھو ڈال اور جبہ اتار دے پھر عمرہ میں اسی طرح طواف بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی کرے جس طرح کہ حج میں کی جاتی ہے“۔ اسی

طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں میں نے بارہا سخت سردی کے موسم میں دیکھا کہ آقائے دوجہاں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر وحی کے نزول کے وقت ایسی کیفیت طاری ہوجاتی کہ جبینِ اقدس سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا تھا۔

(مذکورہ بالا احادیث بخاری شریف و مُسلم شریف سے مروی ومنقول ہیں)

طبرانی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مَیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کاتبِ وحی کی خدمات سرانجام دیتا تھا۔ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر شدت کا غلبہ ہوجاتا تھا۔ جس کی وجہ سے پیشانی اقدس پر چاندی کے دانوں کی مانند سخت پسینہ آجاتا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری ران پر استراحت فرمارہے تھے۔ پس مجھ پر بڑا ہی بوجھ پڑ گیا قریب تھا کہ میری ٹانگ ہی ٹوٹ جائے۔ اس کے بعد میں اپنی ٹانگ سے راستے پر نہیں چل سکتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سُورۃ مائدۃ کا نزول ہوا تو قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس ناقہ پر سوار تھے اس کی ٹانگ ٹوٹ جاتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایسی سُورۃ نازل ہوتی جس میں سخت کلام احکام یا جلال خداوندی کا بیان ہوتا تو طبیعت مُبارکہ پر شدّت کرب اور اضطراب کے آثار نظر آتے اور اگر ایسی آیات یا سُورۃ نازل ہوتی جس میں احکام سہل اور نرم ہوتے یا رحمت خداوندی اور اس کی شانِ جمال کا بیان ہوتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسدِ اطہر پر بھی بے چینی وبیقراری کم نظر آتی۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جب وحی نازل ہوتی ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مُنہ مبارک کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند آواز محسوس کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ میں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا کہ آپ علیہ السلام کو نزول وحی سے پہلے بھی احساس ہوجاتا ہے پتہ چل جاتا ہے۔ فرمایا ''مجھے پہلے ہی محسوس ہوجاتا ہے کہ وحی کا نزول ہونے والا ہے۔ کیونکہ گھنٹیوں کی مانند آواز آنے لگتی ہے۔ میں خاموش ہوجاتا ہوں اور اخذ وقبول کے لئے ادھر متوجہ ہوجاتا ہوں۔ اور جس دفعہ بھی وحی ہوتی ہے میں (اس کی شدت کی وجہ سے یہی) گمان کرتا ہوں کہ میری جان قبض کرلی جائیگی''۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنی عضباء کی مہار پکڑے ہوئے تھیں اور آپ علیہ السلام اس اونٹنی پر سوار تھے اُسی دوران سورہ مائدہ نازل ہوئی وحی کے ثقل اور بوجھ سے اونٹنی کی حالت ایسی ہوگئی گویا اس کے اگلے پاؤں ٹوٹنے کو ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جب وحی نازل ہوتی تو سرِ اقدس میں درد ہونے لگتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم (اسکے ازالہ کے لئے) سرِ اقدس پر مہندی لگاتے (لیکن ابن کثیر اس روایت کو ضعیف فرماتے ہیں)۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب سیدِ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر کرب واضطراب نظر آتا اور رنگت مُبارک زردی مائل ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں جلوہ افروز تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُدھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا اور مُسکرا کر گزرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''میرے پاس نہیں بیٹھتے ہو'' عرض کیا کیوں نہیں ضرور بارگاہِ اقدس میں بیٹھتا ہوں۔ پھر وہ آکر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روبرو بیٹھ گئے۔ باہمی گفتگو جاری تھی کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی تھوڑی دیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر دیکھتے رہے پھر نگاہ مُبارک اپنے دائیں پہلو مبارک کی طرف زمین پر لگائے رہے اور ہم نشین سے قطع نظر ہو کر ادھر ہی دیکھتے رہے یعنی متوجہ رہے جس طرف نگاہِ اقدس لگا رکھی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سرِ اقدس ہلانا شروع کیا گویا کہ آپ علیہ السلام سے کچھ کہا جا رہا ہے اور آپ علیہ السلام اس کو سمجھ رہے ہیں۔ جب مقصد پورا ہو گیا اور جو کچھ کہا جا رہا تھا اسکو ضبط فرمالیا سمجھ لیا تو پہلے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نگاہِ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جسے دیکھ رہے تھے پوشیدہ ہو گیا یہ سارا منظر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے تھے اور مجسمہ حیرت بنے ہوئے تھے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہلی کیفیت پر بیٹھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے عرض کیا اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں آکر کیا کروں گا جب تک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ایسا ہی کرتے دیکھتا رہوں گا جیسا کہ آج دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''تو نے کیا دیکھا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا میں نے دیکھا آپ علیہ السلام کی نگاہِ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی پھر آپ علیہ السلام نے اُسے اپنی دائیں جانب لگا دیا۔ پھر خود بھی اُدھر پھر گئے اور مجھے نظر انداز کر دیا اور سرِ اقدس اس طرح ہلانا شروع کیا گویا کہ آپ کو کُچھ بتایا جا رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُسے سمجھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''تو میری کیفیت دیکھ کر اس کا ادراک کر رہا تھا؟'' عرض کیا ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پیامبر ابھی آئے تھے''۔ انہوں نے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''ہاں''۔ عرض کیا پیامبر نے آپ سے کیا کہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا وہ یہ آیت لے کر آئے تھے۔ (سورۃ النحل آیت 90)

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ
بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان (انصاف اور نیکی) کا حکم دیتا ہے اور ذی القربیٰ (رشتہ داروں) کے حقوق ادا کرنے کا اور فحش اور برائی سے منع کرتا ہے اور بغاوت و سرکشی سے یہ پند و نصیحت تمہیں اس لئے فرماتا ہے تاکہ نصیحت پر عمل پیرا ہو جاؤ اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لو"۔

علامہ ابن عقیل نے فرمایا اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر مدہوشی اور سکر کی حالت طاری ہوتی اور استغراق شدت، انہماک و کرب حتیٰ کہ پسینے چھوٹ جاتے تو آیا اس حالت میں آپ علیہ السلام کا وضو برقرار رہتا جس طرح عام لوگوں پر حالتِ بیہوشی طاری ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور شرعاً اس کا اعتبار نہیں رہتا تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وضو کا حکم بھی یہی ہوگا۔

جواباً عرض ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تو نیند کی حالت میں بھی وضو برقرار رہتا ہے حالانکہ نیند کی حالت میں اعضاء پر کنٹرول نہیں رہتا۔ تو اس حالت میں وضو کیسے ٹوٹ سکتا ہے کہ جس میں آپ علیہ السلام کو ہم کلامی اور سرگوشی کے ساتھ نوازا گیا ہو۔ دل اقدس پر رشد و ہدایت کا القاء کیا جارہا ہو بلکہ اس حالت میں تو بطریقِ اولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طبیعت مُبارک حدث وغیرہ سے محفوظ و معصوم ہوگی۔

سوال: مذکورہ کیفیت نزول وحی کے بیان سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نزول وحی گھنٹی جیسی آواز یا فرشتے کی بشری حالت میں حاضری شکل میں کیوں ہوتا تھا۔ گو ہم اس جگہ اقسامِ وحی کے بارے میں گفتگو نہیں کر رہے جس کا بیان آگے آئے گا لیکن یہاں اس سوال کا جواب دینا اشد ضروری ہے۔ تاکہ پڑھنے اور سوال کرنے والے کا شک دور ہو جائے۔ اس سوال کا جواب صاحب عمدۃ القاری نے جلد اول صفحہ 44 پر، علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد اول، علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے شرح شفاء علامہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں درج ذیل فرمایا ہے:

جواب: مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ان محدثین و مفسرین حضرات نے فرمایا: اللہ رب العزت نے قانون و قاعدہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ قائل و سامع اور مفید و مستفید کے درمیان مناسبت کا تحقق ضروری ہے۔ اور اسکی ایک صورت یہ ہے کہ سامع اور مستفید قائل اور مفید کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور یہ وحی کی پہلی قسم ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مفیض و قائل وصف سامع و مستفید کے ساتھ موصوف و متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسمِ ثانی ہے۔ اب چونکہ صورت اوّل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو طبیعت بشری سے الگ

ہو کر ملکی حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا۔ اس لئے یہ صورت ذرا مشکل و دشوار تھی اور دوسری صُورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی حالت پر برقرار رہتے اور جبریل علیہ السّلام حالت بشریہ کی طرف منتقل ہو جاتے لٰہذا یہ حالت سہل اور آسان ہوتی۔

(مفسرین اور محدثین کے مذکورہ ارشاد کو مروجہ آسان اُردو میں ہم یُوں بیان کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ و قانون مقرر فرما دیا ہے کہ لینے اور دینے والے کے درمیان مناسبت کا تحقق ضروری ہے جسکی ایک صورت یہ ہے کہ لینے والا دینے والے کے اوصاف سے متصف ہو جائے جو کہ وحی کی پہلی شکل تھی اور دوسری شکل و صُورت یہ ہے کہ دینے والا لینے والے کے اوصاف سے متصف ہو جائے یہ وحی کی قسم ثانی ہے۔ اب کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بشری حالت سے نکل کر فرشتے کی حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا اس لئے یہ حالت و صورت مشکل و دشوار ہوتی اور دوسری صورت میں فرشتے کو اپنی حالت سے نکل کر بشری حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا جبکہ آپ بدستور اپنی بشری حالت میں ہی رہتے اس لئے یہ حالت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے سہل اور آسان ہوتی)۔

مندرجہ بالا تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی علیہ السّلام بشریت سے ملکیت کی طرف منتقل ہو جاتے جیسا کہ جبریل علیہ السّلام کبھی ملکیت سے بشریت کی طرف منتقل ہو جاتے تھے۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ اگر حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم محض بشر ہوتے تو یہ انقلاب متصور ہی نہ ہوتا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہو سکتے۔ ربّ کریم کا اپنے بندے کو خلیفہ مقرر کرنے کا چونکہ مقصد یہ ہے کہ انسان براہ راست اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہے لٰہذا اس خلیفہ کا دونوں حیثیتوں کو اپنے اندر جمع کرنا ضروری ہے یعنی نورانیت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کر سکے اور ملائکہ سے ربط و تعلق پیدا کر سکے۔ بشریت جس کی بدولت انسانوں کو فیض دے سکے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نبی الانبیاء بھی ہیں اور نبی ملائکہ بھی لہذا اُن کا نور جملہ انبیاء کرام اور ملائکہ کے نُور سے اکمل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے اور اللہ کریم کے ساتھ اسکی مناسبت کاملہ اور قربت تامہ ضروری ہے ورنہ ان کے توسط کی ضرورت کیا ہو سکتی ہے اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ''نور'' بھی ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: (المائدہ آیت 15)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا''۔

(الاحزاب آیت 46)

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: ''اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب''۔

اسی منصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَ الْخَلَقَ کُلُّھُم مِنْ نُورِ ی .

ترجمہ: ''یعنی میرا نور براہ راست نور باری تعالیٰ کے ساتھ مرتبط ہے اور باقی سب مخلوق میرے نور کے توسط و توسل سے ہے''۔

(مدراج جلد اول)

مرقاۃ میں حدیث ہے:

اَوّل ُمَا خَلَقَ اللّٰہ نُو ر ی

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا''۔

(از: مرقاۃ صفحہ 144)

دعوت حق کا آغاز

نبوت کے ابتدائی ایام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو دین حق کی دعوت خفیہ طور پر فرماتے تھے۔ کیونکہ ابھی تک بقول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوگوں کو ڈرانا اور دعوت توحید دینا واجب ہوا تھا پھر حق تعالیٰ نے قیام الّیل فرض کیا جیسا کہ سُورۃ مزمل کے شروع میں مذکور ہے اس کے بعد اس حکم کو اسی سورۃ کے آخر میں منسوخ کر دیا اور بعد میں پنجگانہ نمازیں فرض ہونے پر لیلۃ الاسراء میں سب منسوخ کر دیا گیا۔ کچھ علماء محدثین کا خیال ہے۔ کہ ایمان و توحید کے بعد وہ دو رکعت نماز تھی جو جبریل علیہ السّلام نے آپ علیہ السلام کو تعلیم فرمائی۔

مقاتل نے کہا ہے کہ پہلے دو رکعت فرض تھیں دن میں اور دو رکعت عشاء کے وقت یہ اللہ کے اس حکم کے مطابق تھا: (سورۃ المومن آیت 55)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾

ترجمہ: ''اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو''۔

فَتْحُ البَارِی میں کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم واقعہ اسراء سے قبل نماز ادا کرتے تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ بھی لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا پانچ وقت کی نماز سے قبل نماز کی کوئی چیز فرض تھی۔ اس سلسلہ میں بعض نے کہا کہ طلوع آفتاب سے پہلے وقت پر نماز فرض تھی اور قبل از غروب کے وقت بھی اس پر اللہ کریم کے اس قول کو حجت بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

(سورۃ طہٰ آیت 130)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ: ''اس اللہ تعالیٰ کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اسکی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو''

پس اسی طرح (سورۃ مدثر آیت 2)

قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾

ترجمہ: (اے بالا پوش اوڑھنے والے) ''کھڑے ہو جاؤ'' (اپنی خواب گاہ سے پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو) سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر دعوت حق دعوت دین فرض ہو چکی تھی مگر اعلانِ دعوت کا حکم نہ آیا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خفیہ طور پر لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے تھے یہ دعوت ان لوگوں کو دیتے جن پر مکمل اعتماد تھا اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حالات سے بخوبی واقف تھے اسکے نتیجہ میں کئی مرد و زن دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ابتدائی ایام میں فرض نبوت اور دعوتِ حق کے آغاز کے لئے سخت مشکلات درپیش تھیں یہ کام اس قدر مشکل تھا کہ جتنا کوئی تصور کر لے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خود سلامت رہ کر نہ صرف عرب بلکہ تمام کائنات کو فروغ اسلام سے منور کر دینا مقصود تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس کام کے لئے نہایت تدبر اور بُردباری سے کام لیتے ہوئے سب سے پہلے ان لوگوں کا انتخاب کیا جو فیضیاب صحبت رہ چکے تھے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدق کا حتمی فیصلہ کر سکتے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار خصائص میں سے چند خصائص

1. مَا وَقَعَ ظِلُّهٗ عَلَى الْاَرْضِ — آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا
2. لَمْ يَجْلِسِنِ الذُّبَابُ عَلَيْهِ قَطُّ — آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی
3. لَمْ يَتَثَاوَبْ قَطُّ — آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی جماعی نہیں آئی
4. وُلِدَ مَخْتُوْنًا — آپ علیہ السلام ختنہ شدہ پیدا ہوئے
5. تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَطُّ — آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا

6.	كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً	رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے
7.	مَا ظَهَرَ بَوْلُهُ عَلَى الْاَرْضِ	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول مبارک کبھی زمین پر ظاہر نہیں ہوا
8.	يَنْظُرُ مِنْ خَلْفِهٖ كَمَا يَنْظُرُ مِنْ اَمَامِهٖ	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے آگے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے دیکھتے تھے
9.	لَمْ يَهْدِبْ دَابَةً" رَكِبَهَا قَطُّ	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جانور پر سوار ہوئے وہ کبھی نہیں بھاگا
10.	كَانَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ قَوْمٍ كَتَفَاهُ اَعْلٰى مِنْهُ	جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قوم میں بیٹھتے تو ان سب سے اونچے معلوم ہوتے
11.	كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَمْشُجِعَ النَّاسِ	رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین، فیاض اور بہادر تھے

قرآن کریم فرقان حمید میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم اطاعت نبی علیہ السلام

قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کی عملی تفسیر۔ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب فرمایا بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب فرمایا ہے۔ اور حضور کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طاعت و معصیت فرائض واحکام وعدہ و وعید اور انعام واکرام کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن مجید ہی اپنے محبوب علیہ السلام پر نال فرمایا ہے۔ چند منتخب آیات میں آپ علیہ السلام کے ذکر مبارک کو تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے قبول فرمائے۔

1. "محمد"

سورۃ آل عمران آیت144

سورۃ الاحزاب آیت40

سورۃ الفتح آیت29

سورۃ محمد آیت2

2. "احمد"

سورۃ الصّف آیت 6

3. قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

ترجمہ: تم فرمادو حکم مانو اللہ اور رسول کا

سورۃ آل عمران آیت 32

4. قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

سورۃ النور آیت 54

5. وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

ترجمہ: اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو

سورۃ آل عمران آیت 132

سورۃ النساء آیت 59، 69

سورۃ المائدہ آیت 92

سورۃ الانفال آیات 1، 20، 46

سورۃ محمد آیت 33

سورۃ المجادلہ آیت 13

سورۃ التغابن آیت 12

6. وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا

سورۃ النساء آیت 13

سورۃ الفتح آیت 17

7. وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ترجمہ: اور اللہ اور رسول کا حکم مانو

سورۃ التوبہ آیت 71، سورۃ الحجرات 14

8. وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ترجمہ: اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے (تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا)

9. وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو

سورۃ الاحزاب آیت 33

10. وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی

سورۃ الاحزاب آیت 71

11. مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا

سورۃ النساء آیت 80

12. فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر

سورۃ آل عمران آیت 179

سورۃ النساء آیت 171، سورۃ النساء آیت 136

13. آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ترجمہ: ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر

سورۃ النساء آیت 136 سورۃ الحدید آیت 7

14. وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

ترجمہ: اور وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے

سورۃ النساء آیت 152

سورۃ الحدید آیت 21

15. فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے امی رسول پر

سورۃ الاعراف آیت 158

16. أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ

ترجمہ: کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو

سورۃ التوبہ آیت 158

17. اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

سورۃ النور آیت 62

سورۃ الحجرات آیت 15

سورۃ الحدید آیت 7

18. لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

سورۃ الفتح آیت 9

19. فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا (یعنی قرآن کریم)

سورۃ التغابن آیت 8

20. وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا

ترجمہ: اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے

سورۃ الفتح آیت 13

21. اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ

ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے اس امی رسول کی

سورۃ الاعراف آیت 157

22. یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ

سورۃ الانفال آیت 24

23. یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے دغا نہ کرو

سورۃ الانفال آیت 27

24. إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس

سورۃ الحجرات آیت 3

25. وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ

ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں

سورۃ الحجرات آیت 7

26. وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو

سورۃ النور آیت 56

27. يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾

ترجمہ: کہتے ہونگے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا

سورۃ الاحزاب آیت 66

28. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

سورۃ الحدید آیت 28

29. ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ترجمہ: یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

سورۃ المجادلہ آیت 4

30. تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ

ترجمہ: ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرو۔

سورۃ الصّف آیت 11

31. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لیا کرو یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور بہت ستھرا ہے۔

سورۃ المجادلہ آیت 12

32. وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔

سورۃ المنافقون آیت 8

33. قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾

بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آیا اور روشن کتاب (قرآن کریم)

سورۃ المائدہ آیت 15

34. إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت 57

35. يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر فرمائیں اور پہلے ہی سے بغور سنو

سورۃ البقرہ آیت 104

36. وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

ترجمہ: اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا۔

سورۃ النساء آیت 46

37. اَللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ

ترجمہ: اللہ اور اللہ کے رسول

سورۃ البقرہ آیت 279

سورۃ آل عمران آیت 172

سورۃ النساء آیات 14، 59، 100، 150

سورۃ المائدہ آیات 33، 55، 56

سورۃ الانفال آیات 1، 13، 27

سورۃ التوبہ آیات 1، 3، 7، 16، 24، 29، 54، 59، 62، 63، 65، 74، 80، 84، 90، 91، 107

سورۃ النور آیات 47، 48، 50، 51، 52

سورۃ الاحزاب آیات 12، 22، 29، 31، 33، 36، 57

سورۃ الحجرات آیت 1

سورۃ المجادلہ آیات 5، 20۔22

سورۃ الحشر آیات 4، 6، 7، 8

سورۃ جن آیت 23

38. یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ

ترجمہ: اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سورۃ المائدہ آیات 41، 67

39. یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ

ترجمہ: اے نبی (علیہ السلام)

سورۃ الانفال آیات 64، 65، 70

سورۃ التوبہ آیت 72

سورۃ الاحزاب آیات 1، 28، 45، 50، 59

سورۃ الممتحنہ آیت 12

سورۃ التحریم آیات 1، 9

سورۃ الطلاق آیت 1

40. هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ پڑے برا مانیں مشرک

سورۃ الصّف آیت 9

41. يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ

ترجمہ: اے جھرمٹ مارنے والے

سورۃ المزمل آیت 1

42. يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

ترجمہ: اے بالا پوش اوڑھنے والے

سورۃ المدثر آیت 1

43. اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: بے شک یہ قرآن ایک کرم والے (کریم) رسول سے باتیں ہیں۔

سورۃ الحاقہ آیت 40

44. وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے

سورۃ انبیاء آیت 107

45. وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے یعنی خاتم النبیین

سورۃ الاحزاب 40

46. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو''۔
سورۃ الحجرات آیت 2

47. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی (علیہ السلام) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (سورۃ الاحزاب آیت 56)

48. رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: کمال مہربان رؤف و رحیم
سورۃ التوبہ آیت 128

49. سِرَاجًا مُّنِيْرًا

ترجمہ: چمکا دینے والا آفتاب
سورۃ الاحزاب آیت 46

50. وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں
سورۃ الانعام آیت 163

51. وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں یعنی مسلمانوں میں اول
سورۃ زمر آیت 12

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
''جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلم ہے اور اس کے تحفظ کی

ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول پر ہے پس تم اس ذمہ داری کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا عہد نہ توڑو"۔

(بخاری شریف)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اکٹھے فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تین ایسی باتیں ہیں کہ وہ جس میں ہوں اس نے حلاوت ایمان پالی۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے باقی سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اور دوسری یہ کہ وہ کسی سے محبت رکھے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور تیسری یہ کہ کفر کی طرف لوٹنے سے اسی طرح نفرت کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے"۔

(بخاری ومسلم)

یہاں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی محبت کو اکٹھا رکھا گیا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس کے رسول سے بھی محبت ہوگی کیونکہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اتنے محبوب کہ جو کوئی آپ علیہ السلام کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب بن جاتا ہے (سورۃ آل عمران آیت 31)

قرآن پاک میں یہ الفاظ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول جا بجا اکٹھے آئے ہیں اور نیز اللہ تعالیٰ سید عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے کیسے محبوبانہ خطابات کے ساتھ مخاطب فرما کر تسکین خاطر فرماتا ہے۔

سب سے پہلے اِسلام لانیوالے مرد وزن کے اسمائے گرامی

علماء ومحققین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر کون ایمان لایا اس سلسلے میں کئی روایات ملتی ہیں جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ صرف ایمان لائیں بلکہ نبوت کی تصدیق بھی کی ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسان بن ثابت، اسماء بنت ابی بکر وغیرہم اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک بھی یہی ترتیب ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اول ایمان لانیوالوں میں شمار کیا ہے وہ حضرت سلمان، ابوذر، جناب جابر، ابوسعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

حضرت شیخ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلافی مسئلہ کو بڑی عقل وتدبیر سے حل فرمایا ہے اور یوں سب سے پہلے اسلام لانے والے مرد وزن کے بارے یوں ترتیب قائم کی ہے۔

1. خواتین ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2. آزادمرد حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. لڑکے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. آزادغلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان لاتے ہی دین حق کی خفیہ دعوت کا ذاتی طور پر سلسلہ شروع کردیا جس کے نتیجہ میں جواصحاب دولت ایمان سے مالا مال ہوئے بعد میں ان کی قسمت کا ستارہ یوں بامِ عروج پر پہنچا کہ ان احباب کی زندگی میں ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انکو جنتی ہونے کا مژدہ سُنایا اور یوں یہ حضرات عشرۃ مبشرۃ میں شامل ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1. حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ فاتح ایران ہوئے)
3. حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مذکورہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بعد جن حضرات نے اِسلام قبول کرنے میں سبقت کی اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

1.۔حضرت سعید بن زید، 2. حضرت ابوذرغفاری، 3. حضرت ارقم بن ابی ارقم، 4. حضرت عبداللہ بن مسعود 5. حضرت عثمان بن مظعون، 6. حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، 7. حضرت عبید بن حارث، 8. حصین بن عمران، 9. حضرت عمار بن یاسر، 10. حضرت خباب بن الارت، 11. حضرت خالد سعید بن العاص اور (12) حضرت صُہَیب رُومی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سابقین اولین کے زمرہ میں آتے ہیں۔

عورتوں میں جوحلقہ بگوشِ اِسلام ہوئیں اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1. فاطمہ بنت خطاب، 2. اسماء بنت ابی بکر، 3. اسماء بنت سلامہ، 4. اسماء بنت عمیش خثیمہ، 5. فاطمہ بنت المجلل قرشیہ عامریہ، 6. فکیہ بنت یسار، 7. رملہ بنت ابی عوف، 8. امینہ بنت خلف خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین سابقات الی الاسلام میں سے ہیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ایمان لانیوالی ام الفضل زوجہ عباس اوراسما بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

ابتدائی ایام میں قریش جب اس حقیقت سے آشنا ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی نئے دین کی چپکے چپکے تبلیغ شروع کردی ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذاق اڑاتے اوراس امر کو سنجیدگی

سے لینے کو تیار نہ تھے۔ ان کے خیال میں کچھ عرصہ بعد خود بخود یہ لوگ تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے کیونکہ ان میں کوئی بھی رئیس مکہ سردار یا مال دولت والا نہ تھا اور اہل قریش کے نزدیک ہر کام کرنیوالے کے لئے مذکورہ شرائط ہی کا ہونا ضروری تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قریش کی ہرگز پرواہ نہ کی اور دعوت دین میں ہمہ تن مصروف رہے۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تین برس تک خفیہ دعوت حق فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کا اعلان کرو اور دعوت اسلام و ایمان بھی اعلانیہ دو۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دعوتِ حق اعلانیہ اور خفیہ دونوں طریقوں سے ارشاد فرمائی جن کی قسمت میں اس دولت لازوال کو حاصل کرنا لکھا تھا وہ اس سے بہرہ ور ہوئے اور یوں بعض فقراء و مساکین اہل اسلام کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی۔ مگر کفار اور مشرکین آپ علیہ السلام کی دعوت اور مذہب کا بالکل اقرار نہیں کرتے تھے بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مجلس کے قریب سے گزرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ بنی عبدالمطلب کے اس نوجوان کے ساتھ آسمان پر کلام کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے معبوداتِ باطلہ کے عیوب و نقائص بیان کرنا شروع کر دیئے جس پر وہ لوگ آپ علیہ السلام کے مخالف ہوگئے۔ اور دشمنی پر اُتر آئے۔

دعوت حق قبول کرنے والوں میں یہ امر مشترک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مناصب اعظم میں سے کوئی منصب نہ رکھتے تھے بلکہ اکثر ایسے تھے۔ مثلاً:۔

حضرت عمار، حضرت خباب، ابوفکیہ، صہیب وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن کو دولت وجاہ لوگوں کے دربار میں جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ جب یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیر قیادت حرم میں جاتے تو رؤسائے قریش ان کا مذاق اڑاتے اور ہنس کر کہتے۔

آھٰو ُلاءِ مَنَّ اللہ علیھم مَن بَینِنا. ترجمہ: ''یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے''۔

کفار کے نزدیک ان لوگوں کا افلاس و غربت تحقیر کا سبب تھا لیکن اس چیز کی بدولت ایمان کی دولت سب سے پہلے ان لوگوں کے ہاتھ آئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے عزیز و اقرباء کو عذابِ خداوندی سے ڈرانا

بُخاری و مُسلم شریف کی متفق علیہ احادیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: سورۃ الشعراء آیت 214۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

ترجمہ: ''اپنے خویش اقربا کو عذاب خدا سے ڈرائیں''۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''اے گروہِ قریش۔ اپنی جانوں کو ایمان واطاعت کے ذریعے اللہ سے خریدو اور بچاؤ۔ میں تمہیں ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب خدواندی سے نہیں بچاؤں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب۔ اے صفیہ میری پھوپھی میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا (بغیر اللہ کی مشیت کے) اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھ سے میرے مال ومنال میں سے جو چاہے لے لو مگر میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دوں گا'' (جب تک ایمان نہ لاؤ اور اذن شفاعت نہ ملے)۔

تبلیغ علی الاعلان

بخاری ومُسلم کی روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

والاحکم نازل فرمایا (اور پھر دوسری آیت کریمہ بھی نازل ہوئی) سورۃ الحجر آیت 94۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

ترجمہ: "پس تو کھول کر (اعلانیہ) بیان کردے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے کنارہ کر"۔

تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کوہِ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو اس دور کے رسم ورواج کے مطابق ''یاصبا حا ہ'' کہہ کر پکارا ''اے بنی فہر یا بنی عدی'' لوگ دوڑ دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف آنے لگے جو خود نہیں آسکتے تھے انہوں نے اپنی طرف سے آدمی بھیجے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنِ حَفْصِ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُوبْنُ مَرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اَجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِّيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَآءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَّ قُرَيْش" فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ. قَالُوْا انعم مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْر" لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَآئِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا اجْمَعْتَنَا. فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ.

ترجمہ: ''اے لوگو مجھے یہ بتائیں کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب دامن میں گھوڑ اسوار فوج پہنچ چکی ہے جو تم پر اچانک حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری اس بات کو سچ جانو گے'' سب نے متفق ہو کر کہا ہم آپ کی تصدیق کریں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہمیشہ صادق اور امین ہی پایا تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ'' پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا''۔

اس پر ابولہب بولا (نعوذ باللہ) تجھ پر ہمیشہ ہلاکت وزیاں ہو۔ کیا ہمیں صرف اِسی لئے یہاں بلایا تھا۔ خداوندکریم نے (اس کی گستاخی اور بے ادبی پر خود جوابی کارروائی فرمائی اور اسکی گالیوں کا یوں جواب ارشاد فرمایا)۔ (سورۃ لہب)

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝

ترجمہ: ''تباہ ہوں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک ہو''۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

نازل ہوئی تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں'' میرے دل میں تنگی اور بے چینی پیدا ہونے لگی کیونکہ امرخداوندی کا ترک کرنا ناممکن ہے کہ مجھے یہ یقین تھا کہ جب یہ امر میں اُن کے سامنے ظاہر کروں گا تو ان کا انکار اور ردِعمل ایسا ہوگا جو قطعاً ناپسندیدہ ہوگا میں نے ذرا سکوت کیا تو فوراً جبریل علیہ السّلام نازل ہوئے اور کہا کہ آپ خداوندکریم کے حکم کا امتثال واتباع نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور عذاب وعتاب فرمائیگا''۔

سیددوعالم فخرکون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا'' اے علی میرے لئے ایک صاع (تقریباً چار سیر کا پیمانہ ہوتا تھا) طعام تیار کرواور بکری کی ایک ٹانگ بطور سالن ساتھ رکھو اور ایک بڑا پیالہ دودھ بھی بھر کر رکھو جب یہ تمام چیزیں تیار کرلو تو بنی عبدالمطلب کو میرے ہاں بلاؤ تاکہ وہ یہ دعوت کھائیں''۔ درحقیقت یہ تبلیغ اسلام کا پہلا موتی تھا جو آپ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بنی عبدالمطلب کو پیش کرنے جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کھانا تیار کر کے بنی عبدالمطلب کو مدعو کیا وہ تقریباً چالیس آدمی تھے جن میں آپ کے چچا حضرت امیرحمزہ، حضرت عباس اور جناب ابوطالب اور ابولہب بھی تھے۔ جب یہ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کھانا طلب فرمایا میں نے وہ کھانا حاضر کر دیا۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے روٹی کا ایک ٹکڑا دانت مُبارک سے چبا کر پیالے کے اطراف وجوانب رکھدیا اور سب کو فرمایا'' بسم اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرو)'' سارے کے سارے سیر ہو گئے اور کسی دوسری چیز کی حاجت نہ رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ'' ان کو دودھ پلاؤ'' میں پیالہ اٹھا کر لایا سب نے باری باری پیا یہاں تک کہ دُودھ سے سیراب

ہو گئے۔ میں اللہ رب العزت کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ پیالے میں صرف اتنا دودھ تھا کہ اُن میں سے ایک شخص ہی اسکو ختم کرسکتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دیکھا کہ کھانے سے فارغ ہو چکے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کھڑے ہوئے اور سلسلہ گفتگو کا آغاز یوں فرمایا۔

''اے بنی عبدالمطلب بخدا جہاں تک مجھے علم ہے عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے پاس اس سے افضل واعلیٰ پیغام اور اس سے برتر انعام نہیں لایا جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے پاس دو جہانوں کی بہتریاں اور دنیا وآخرت کی خیر و برکت لایا ہوں اور مجھے میرے ربّ کریم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اس اَمر کی دعوت دوں لہٰذا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری امداد و اعانت کرے اور میرا بھائی ہونے کا شرف وفضل حاصل کرے''۔

سب چُپ رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتھ دوں گا میں کیونکہ ان سب سے چھوٹا تھا اس لیے سب میری اس بات پر ہنستے ہوئے اٹھے اور وہاں سے چلے گئے کیونکہ ان لوگوں کے لئے یہ امر حیرت کا باعث تھا کہ ایک لڑکا اور دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مل کر دنیا کا نقشہ بدل دیں گے۔ لیکن تاریخ عالم گواہ ہے وہ سچ تھا اور بعد میں ایسا ہی سچ ثابت ہوا۔

(مذکورہ واقعہ تاریخ طبری سے ماخوذ ہے۔ 4 نبوی)

آغاز دعوتِ حق کے موقع پر قریش کے تحمل کے اسباب

دعوت حق کے آغاز پر توقع یہ تھی کہ سخت خونریزیاں شروع ہو جاتیں لیکن معاملہ اسکے برعکس ہوا اور قریش نے تحمل سے کام لیا اس تحمل کے کئی اسباب تھے۔ قریش گذشتہ خانہ جنگیوں میں تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ خاص طور پر حرب فجار کے بعد اسقدر عاجز آ گئے تھے کہ لڑائی کے نام سے ڈرنے لگے تھے۔ ان گذشتہ جنگوں میں کوئی قبیلہ تو کیا کوئی ایسا گھر نہ بچا تھا جس کے اکثر جوان ان جنگوں میں قتل نہ ہو چکے ہوں اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ قبیلہ پرستی کی اس بُری رسم کی وجہ سے لڑائی صرف اتنی سی بات پر ہو جاتی کہ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی قتل کر دیا جاتا مقتول کا قبیلہ بغیر کسی تحقیق کے انتقام کے لئے کھڑا ہو جاتا اور جب تک بدلہ لینے کے چکر میں اطراف سے کئی کئی آدمیوں کو قتل نہ کیا جاتا یہ آگ نہ بجھتی۔ ان حالات میں قریش کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل پر آمادہ ہونا نہایت آسان تھا۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ بنو ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑیں گے اور پھر یہ سلسلہ تمام مکہ میں پھیل جائیگا۔ اُدھر دوسری طرف بہت سے لوگ اسلام لا چکے تھے اور تقریباً کوئی قبیلہ ایسا باقی نہ تھا جس میں سے ایک یا دو شخص دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو چکے ہوں۔ پس اسلام لانا اگر جرم تھا تو اس جُرم میں صرف ایک شخص ہی شریک نہ تھا بلکہ ان کی تعداد اچھی خاصی تھی اور قریش کے لئے ان تمام قبائل کے لوگوں کا استیصال کرنا ممکن ہی

نہ تھا۔ قریش کے سرداروں میں بہت سے ایسے بھی تھے جو شریف النفس تھے لیکن وہ اپنے خیال میں نیک نیتی کی وجہ سے اسلام کے مخالف ہو گئے تھے اور اس معاملے کو صُلح سے حل کرنا چاہتے تھے۔

(بحوالہ عبدالرزاق)

رؤسائے قُریش کا حضرت ابُو طالب کے پاس سفارش لیکر آنا

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلانِ دعوت کیا اور بُت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی تو قریش کے چند معزز سردار ابو طالب کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شکایت لے کر آئے ابو طالب نے انہیں نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا لیکن چونکہ نزاع کی وجہ بدستور قائم تھی یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دعوت حق کی ادائیگی سے ہٹ نہیں سکتے تھے اس لئے قریش نے دوبارہ ابو طالب کے پاس سفارت بھیجی ان میں تمام رؤسائے قریش یعنی عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ بن عبدشمس، ابوسفیان، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی اور اسود بن مطلب وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے کہا تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ اور ہمیں احمق ٹھہراتا ہے تم اسکو ان باتوں سے باز رکھو یا درمیان سے ہٹ جاؤ ہمارے سمجھانے سے وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) باز نہیں آیا خدا کی قسم ہم اپنے معبودوں اور آباؤ اجداد کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ بے شک ہم تیری قدر و منزلت کرتے ہیں تم اسکو روک دو ورنہ وہ اور تم میدان میں آؤ کہ ہم دونوں پارٹیوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ وہ لوگ یہ کہہ کر چلے گئے۔

ابو طالب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بلا کر کہا اے میرے بھتیجے تیری قوم نے مجھے آکر ایسا کہا ہے تو اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کر میرے اوپر اسقدر وزن نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس خیال سے کہ میرا چچا مجھے چھوڑنا چاہتا ہے اور میری مدد سے عاجز آ گیا ہے۔

یوں ارشاد فرمایا:

"اے میرے چچا اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں اللہ کی قسم میں تب بھی اس کام سے باز نہیں آؤں گا خدا اس کام کو پورا کریگا یا میں خود اس فرض پر نثار ہو جاؤں گا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کے بعد آبدیدہ ہو گئے اور وہاں سے واپس ہوئے۔ ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو واپس بلا کر کہا۔ اے میرے بھتیجے جو کچھ آپ چاہیں کہیں اور کریں کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ مذکورہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ اور ابن ہشام نے بیان کی ہے۔ جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب ایسے نہیں مانتے تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لے کر اُن کے پاس گئے اور کہا اے ابو طالب یہ عمارہ بن ولید قریش میں نہایت قوی اور خوبصورت جوان ہے۔ ہم اسے تمہیں دیتے ہیں تو اس کو اپنا بیٹا بنا لے اور اس کے عوض اپنا بھتیجا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے حوالے کر دے ابو طالب نے کہا اللہ کی قسم تم مجھے بڑی تکلیف دیتے

ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اُسے تمہارے واسطے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم لوگ اسکو قتل کر ڈالو۔ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ سُن کر قریش اور بھی برافروختہ ہوگئے۔ اور یُوں ایک بار پھر ناکام واپس آئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ولید بن مُغیرہ اور قُریش کے درمیان باہمی گفتگو

ولید بن مغیرہ جو کہ اہل قریش کے ہاں فصاحت و بلاغت میں ان کا سردار مانا جاتا تھا اور طبیعت کے اعتبار سے بھی ان میں نرم، عقلمند اور عمر رسیدہ تھا۔ یہ سب رؤسائے قریش مل کر اسکے پاس گئے تا کہ ایام حج جو کہ بالکل قریب تھے ان میں حج کے لیے آنے والے لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کاہن و جادوگر ہیں تا کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہ دیں اور ان کے دِل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پھر جائیں۔ رؤسائے قریش اور ولید بن مغیرہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی:۔

بقول سیرت ابن ہشام

ولید: اے اہل قریش جیسا کہ تم جانتے ہو حج کا موسم بہت قریب ہے۔ عرب کے لوگ اپنے اپنے قبائل کے ساتھ تمہارے پاس آئیں گے جس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حال اور گفتگو سُن لی۔ اندیشہ ہے وہ اسکے ساتھ ہو جائے گا اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں ایک فیصلہ کرلو اور اس پر اتفاق سے عمل کرو

قریش: اے ولید تم ہم سب میں زیادہ تجربہ کار اور عاقل ہو تم ہی کوئی رائے قائم کرو ہم اس پر عمل کریں گے۔

ولید: پہلے تم لوگ ہی کچھ کہو میں سنتا ہوں

قریش: ہم سب کہیں گے وہ کاہن ہے۔

ولید: اللہ کی قسم وہ کاہن نہیں ہے۔ ہم نے بڑے بڑے کاہن دیکھے ہیں اس کا کلام کاہنوں کے کلام والفاظ سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جو قبائل تمہاری یہ بات سُنیں گے وہ الٹا تمہیں ہی جھوٹا کہیں گے۔

قریش: اچھا پھر ہم کہیں گے وہ مجنوں ہے۔

ولید: وہ دیوانہ نہیں ہم نے دیوانگی دیکھی ہے۔ اس میں نہ دیوانگی کا کوئی خلجان ہے نہ غیظ و غضب اور نہ ہی ایسا کوئی وسوسہ۔

قریش: ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔

ولید: ولید نے کہا ہم شاعر کو خوب پہچانتے ہیں اور ان کی اقسام بھی جانتے ہیں۔ اس کا کلام شاعری نہیں ہے کیونکہ ہمیں شاعری کی تمام اقسام شعر، رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط سب کا علم ہے۔ جبکہ اس کے شاعری کا

شائبہ تک نہیں ہے۔

قریش: ہم کہیں گے وہ جادوگر ہے۔

ولید: اس کو جادوگری سے بھی کوئی نسبت نہیں ہے۔ اس کے کلام میں جادوگروں والی نجاست و پلیدگی ہرگز نہیں ہے۔ اس کا کلام اصل مضبوط جڑ والا درخت ہے۔ خرما ہے اور اسکی فرع پھل ہے۔۔ ان باتوں میں جو بات بھی تم کہو گے فوراً پہچان لی جائیگی کیونکہ اس کا کلام تو دِلوں میں اتر جاتا ہے اور اِس حد تک اثر انداز ہوتا ہے کہ باپ بیٹوں اور بھائیوں میں خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ اور اس حد تک اسکی مناسبت اور مشابہت جادو سے ہے۔ اس وجہ سے جادوگر کہہ سکتے ہیں گو اس کا فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔

یہ سنکر اہل قریش وہاں سے اٹھ کر چلے گئے جب لوگ حج کے لئے آنا شروع ہوئے تو یہ لوگ راستوں اور ہر گزرگاہ پر بیٹھ جاتے اور حاجیوں کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ڈراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حال بتاتے خداوند کریم نے ولید کے بارے میں قرآن کریم میں آیات نازل فرمائیں:

ترجمہ سورۂ مدثر: آیات 11 تا 16

"چھوڑ دے مجھ کو اور اسکو جو میں نے بنایا اکیلا اور دیا میں اسکو مال پھیلا (وسیع کر کے) کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے اور تیاری کر دی اسکو خوب تیاری اور پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور دوں۔ ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے"۔

اس کے بعد کئی اور آیتیں ولید کے بارے میں ہی نازل ہوئیں۔

عُتبہ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان گفتگو

سیرت ابن ہشام میں ہے:

کہ ایک دن تمام سردارانِ قریش باہم بیٹھے ہوئے تھے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں تشریف لائے سردار قوم عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے کہا۔ اے قریش کیا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس جاؤں تا کہ اُن سے کلام کروں اور چند چیزیں ان کے سامنے پیش کروں شاید وہ ان چیزوں (ان باتوں) میں سے کسی ایک کو پسند کرے اور اپنے ارادے (کام) سے باز آجائے۔ اہل قریش نے عتبہ کو اجازت دے دی کہ جاؤ اور گفتگو کرلو۔

عتبہ سرکارِ دوعالم کے پاس گیا اور یوں مخاطب ہوا۔ اے بھائی کے بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو معلوم ہے کہ آپ کے عزیز و اقارب میں بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں نسب میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اپنی قوم میں ایک نیا مذہب لائے ہیں جس سے آپ نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ آپ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے قریش کے داناؤں کو نادان اور عاقلوں کو جاہل بنا دیا ہے۔ آپ اُن کے دین کو بُرا اور ان کے آباؤ اجداد کو کافر بتاتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند گذارشات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں شاید ان میں سے آپ کوئی پسند فرمائیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے ابوالولید کہو میں سُنتا ہوں''۔

عُتبہ:

1. بھائی کے بیٹے اس نئے دین سے آپ کا مقصد اگر مال و دولت حاصل کرنا ہے تو ہم آپ کے لئے اس قدر مال اکٹھا کر دیں گے کہ آپ عرب میں سب سے مال دار ہو جائیں گے۔
2. اگر نئے دین کی اشاعت سے آپ شرف و مقبولیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی کام نہیں کیا کریں گے۔
3. اگر آپ کو ملک کی حاکمیت چاہیے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔
4. اگر ہم آپ سے اس جّن کو جو آپ کے پاس آتا ہے (اسکی مراد حضرت جبریل علیہ السّلام تھے) نہ روک سکے تو آپ کا علاج کرائیں گے۔ اس کام میں اپنا مال و دولت سب کچھ خرچ کریں گے یہاں تک کہ وہ بھاگ جائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''ابوالولید تو کہہ چکا جو کہنا چاہتا تھا۔ اب سُن!''

عتبہ: سُنایئے:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سورۃ حٰم کی آیات تا آیۂ سجدہ تلاوت فرمائیں اور سجدہ فرمایا: عتبہ کھڑا سُنتا رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''عتبہ تو نے سُنا''۔ عتبہ نے عرض کیا میں نے سُنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جانیں اور آپ کا کام۔

قریش: سرداران قریش عتبہ کو واپس آتا دیکھ کر یُوں بولے خدا کی قسم عتبہ وہ چہرہ لے کر واپس نہیں آ رہا جو چہرہ لیکر گیا تھا۔ انہوں نے عتبہ کو پاس بٹھایا اور پوچھا کہ حال سُناؤ۔

عُتبہ: اللہ کی قسم جو کلام (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے سُنایا ہے ایسا کلام میں نے نہ پہلے سُنا اور نہ ہی اس کلام کی مثل پہلے کلام میری سماعت سے گزرا۔ اللہ کی قسم وہ شاعر نہیں ہے اور نہ ہی جادوگر۔ اے قریش میری بات مانو تو اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو اور الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم اس کلام کی بڑی شان و عظمت ہے۔ اگر عرب اسکو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے اس سے بچ جاؤ گے لیکن اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور تم اس کے ذریعے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔

قریش: اللہ کی قسم اُس نے اپنی زُبان سے تجھ پر بھی جادو کر دیا۔

عتبہ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میری یہی رائے ہے۔تم جو چاہو کرو تمہاری مرضی۔

ختم الرسل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریش کفّار اور مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بدستور دعوت اسلام میں مصروف رہے۔قریش اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل کا ارادہ نہ کر سکے لیکن طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔راستے میں کانٹے بچھاتے نماز کے دوران جسم اطہر پر نجاست ڈالتے بدزبانی کرتے غرض ہر اعتبار سے تنگ کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کعبہ شریف کے صحن میں کھڑے تھے اچانک عقبہ بن ابی معیط وہاں آ نکلا اس بدبخت نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گردن مبارک میں اپنا کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے مروڑا اور پھر کھینچا جس سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا گلا مُبارک سخت گھٹ گیا اسی اثناء میں سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں آ گئے انہوں نے اس بدبخت کا کندھا پکڑ کر زور سے پیچھے کھینچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دور ہٹا دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو وہ کہتا ہے:

اتقتلو ن رجلاً ان یقو ل ر بی اللہ .

ترجمہ: "تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب، پروردگار اللہ ہے"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔کہ قریش کے رؤسا مقامِ حطیم میں جمع ہوئے اور لات وعزیٰ اور تیسرے بُت کی قسم کھا کر عہد کیا کہ اگر ہم نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو دیکھا تو فرد واحد کی طرح یکبارگی ان پر حملہ آور ہو کر (خاکم بدہن) قتل کر ڈالیں گے اور ہم اس کام کو انجام تک پہنچائے بغیر ان سے جُدا نہیں ہوں گے۔

صحیح بخاری شریف میں مذکور رہے: کہ ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں نماز میں مشغول تھے اُدھر رُوساء قریش بھی وہاں مجلس جمائے ہوئے بیٹھے تھے۔اچانک ان میں سے ایک نے کہا قبیلے میں اونٹ ذبح کیا گیا ہے جاؤ اور اسکی اوجھ اٹھالاؤ پھر ان میں سے ایک بدبخت نے وہ اوجھ لاکر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں کندھوں کے درمیان پیٹھ مبارک پر سجدے کی حالت میں رکھ دی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ثابت قدم رہے اور سجدے سے سر مبارک نہ اٹھایا وہ سب لوگ دیکھ کر ہنستے تھے اور یہ حالت بنا رکھی تھی کہ ہنسی کے

مارے ایک دوسرے پر گرتے تھے کسی نے سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر دی وہ تشریف لائیں اور اس اوجھ (بوجھ) کو مشکل سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پُشت مُبارک سے الگ کیا اور ان بدبختوں کو بُرا بھلا کہا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نماز مکمل کر لی تو دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ عَلَیۡکَ بِقُرَیۡشٍ۔ پھر ان قریش کے لئے بددُعا فرمائی اور وہ سب لوگ غزوہ بدر میں ہلاک ہوئے اور لعنت کے کنوئیں میں پھینکے گئے۔

حضرت عمرو نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سب سے زیادہ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جو تکلیف پہنچائی اتنا کہہ کر رونا شروع کر دیا اور وہ واقعہ یاد کر کے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا پھر فرمایا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے گرد طواف فرما رہے تھے اور اپنا ہاتھ مبارک ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا ہوا تھا۔ اس وقت حطیم میں تین قریشی سردار عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل بن ہشام، اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کے برابر سے گزرے تو ان لوگوں نے چند ناپسندیدہ کلمات کہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ اقدس پر اس امر کے اثرات دیکھے چنانچہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قریب ہو گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں کے درمیان دے دیں اور یوُں ہم نے مل کر طواف کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کے پاس سے گزرے تو ابوجہل نے کہا بخدا ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے ساتھ صُلح نہیں کریں گے جب تک سمندر خشک نہ ہو جائیں اور صوف کے ٹکڑے کو بھی تر کرنے سے عاجز و بے کس نہ ہو جائیں اور ہم کیسے صُلح کر سکتے ہیں جبکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے آباؤ اجداد کے معبودات کو ہم سے چھڑاتے ہو اور ان کی پرستش سے روکتے ہو۔ آپ نے فرمایا "میں ہوں تو وہی" اور پھر طواف جاری رکھا جب تیسرے چکر میں اُن کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر وہی کہا حتیٰ کہ چوتھے چکر میں وہ سب اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے الجھ پڑے۔ ابوجہل لپک کر آگے بڑھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چادر مبارک کو سینہ مبارک سے پکڑے میں نے اس کو زور سے دھکا دیا تو وہ سرین کے بل زمین پر جا گرا ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عتیق عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی حضرت ابوبکر صدیق عتیق عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) نے امیہ بن خلف کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عقبہ کو مار بھگایا۔ آپ ابھی وہیں کھڑے تھے کہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر کعبہ میں سے نکل گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''تم لوگ اس وقت تک باز نہیں آؤ گے کہ عتاب خداوندی تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے''۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو یہ

ارشادِ مُبارک سُن کر مرعوب نہ ہوا ہو اور لرزنے اور کانپنے نہ لگا ہو۔ اس واقعہ کے بعد آپ اپنے دولت کدہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم بھی ساتھ تھے اپنے گھر کی دہلیز پر پہنچ کر ٹھہرے اور ارشاد فرمایا "سن لو تمہارے لئے مژدہ اور خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو بہر حال ظاہر و غالب فرمانا ہے۔ وہ اپنے کلمہ حق کو مکمل فرمائیگا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی نصرت و امداد فرمائیگا۔ یہ کفار و مشرکین جن کو تم نے ابھی دیکھا اللہ کریم انہیں جلد ہی تمہارے ہاتھوں ذبح کرائے گا" پھر ہم اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ بخدا میں نے ان کفار کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ارشاد مبارک کے مطابق دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہمارے ہاتھوں ذبح کرایا۔

سیرت ابن ہشام میں آتا ہے کہ "ایک دن رؤسائے قریش کعبہ میں اکٹھے بیٹھے تھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز ادا فرمارہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سجدے میں گئے تو ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر سرکار کی طرف بڑھا تاکہ (نعوذ باللہ) آپ علیہ السلام کا سر مُبارک کچل دے جب قریب پہنچا تو پتھر پھینک کر واپس دوڑ آیا حالت یہ تھی کہ نہایت خوف زدہ اور رنگ زرد تھا قریش نے پوچھا اے ابوالحکم کیا ہوا بولا جب میں آپ کے نزدیک گیا تو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے قریب ایک اونٹ دیکھا اللہ کی قسم میں نے اس کا سر اور گردن اور دانت دیکھے کہ کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے تھے وہ اونٹ مجھے کھانے لگا تھا۔ اسؔ لئے میں موت کے ڈر سے بھاگ آیا" سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے ارشاد فرمایا "وہ جبریل علیہ السّلام تھے۔ اگر ابوجہل اور نزدیک آجاتا تو اسے پکڑ لیتے"۔

مسلمانوں پر کُفارِ مکّہ کے ظُلم وستم

جس طرح کفار مکّہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مختلف قسم کی ایذائیں دیتے تھے اِسی طرح انہوں نے فقراء، غریب اور کمزور صحابہ کرام کو بھی نہایت سخت سے سخت تکالیف اور سزاؤں سے دوچار کر رکھا تھا۔ یہ سب کچھ اس لئے کرتے کہ مُسلمان ان سختیوں سے تنگ آکر اِسلام سے منہ موڑ لیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتھ چھوڑ دیں۔ قریش کے یہ بدبخت لوگ غریب مُسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کرتے۔

"طبقات ابن سعد" میں لکھا ہے کہ دوپہر کو سخت ریگستانوں میں عرب کی گرمی میں ان لوگوں کو زمین پر لٹا دیتے ان پر گرم پانی پھینکتے ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھ دیتے تاکہ کروٹ بھی نہ بدل سکیں۔ لوہے کو آگ میں گرم کرکے اُن کے جسموں کو داغتے اور ان کو پانی میں ڈبکیاں دیتے، مذکورہ مصیبتیں اور تکالیف گو عام مسلمانوں کو دی جاتیں لیکن ان مُسلمانوں میں کُچھ کے ساتھ تو ظلم وستم کی حد ہی کردی گئی یہاں مختصراً ان کا حال زیر بحث آتا ہے:

(1) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رباح حبشی النسل تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے لیکن مکہ مکرمہ میں

ہی پیدا ہوئے۔ امیہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکّہ اور اردگرد کی گھاٹیوں میں کھینچتے پھرتے اور یوں اہل قریش ان کا مذاق اُڑاتے۔ اِسی ظلم کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن اور جسم پر رسیوں کے نشان پڑ جاتے۔ امیہ بن خلف ٹھیک دو پہر کے وقت آپ کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور گوشت میں لوہے کی میخیں گاڑ دیتا اور کوڑوں سے سخت پٹائی کرتا اور اُن سے کہتا کہ اِسلام سے باز آؤ اس مذہب کو چھوڑ دو ورنہ یوں ہی گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ اس کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر صرف ایک ہی کلمہ مبارک ہوتا، ''اَحَد اَحَد'' اور یوں عذاب کی تلخی کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی شیرینی فرحت میں بدل دیتی۔ ایک دن امیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس طرح اذیت دے رہا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُدھر سے گذر ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کر دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''تو نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خریدنے میں مجھے شریک کیوں نہ کیا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے اسکو اسی وقت آزاد کر دیا تھا۔

(2) حضرت خباب بن الارت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو تمیم میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر آپ کو مکہ میں فروخت کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن ایام میں مُسلمان حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم تھے۔ اس وقت تک صرف چھ یا سات اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ قریش نے آپ کو طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا۔ ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھا دیئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر چت لٹا دیا گیا۔ ایک شخص نے چھاتی مبارک پر سختی سے پاؤں رکھ دیا تا کہ کروٹ نہ بدل سکیں یہاں تک کہ تمام کوئلے پیٹھ شریف کے نیچے ہی ٹھنڈے ہو گئے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرصہ کے بعد جب یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سُنایا اور پیٹھ کھول کر دکھائی تو برس ہا برس گزر جانے کے بعد برص کے داغ بالکل سپید تھے۔ (یہ واقعہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے)۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ارت بن جندلہ بن سعد بن حزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم) لوہار کا کام کرتے تھے اور اس سلسلے میں کئی لوگوں نے آپ کی رقم دینی تھی جب رقم کا تقاضا کرتے تو وہ لوگ جواب دیتے جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا انکار نہیں کرو گے ایک کوڑی نہیں ملے گی۔ آپ جواب دیتے ہرگز نہیں تم لوگ جب تک مر کر دوبارہ نہ جیو میں ایسا نہیں کروں گا۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے)

(3) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یمن کے رہنے والے تھے۔ان کے والد یاسر مکہ میں آئے ابو حذیفہ مخزومی نے ان کی شادی اپنی کنیز کے ساتھ کردی جس کا نام سُمیہ تھا حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان سے پہلے صرف تین شخص حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔قریش ان پر طرح طرح کے ظلم کرتے، ان کو دوپہر کے وقت سخت گرمی میں جلتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور اسقدر مارتے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیہوش ہو جاتے ان کے والد اور والدہ جو کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں سے بھی یہی سلوک کیا جاتا ایک دفعہ جب اُن پر ظلم وستم کیا جارہا تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اس جگہ سے گزر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ ظُلم ہوتے ہوئے دیکھا اور فرمایا:

"اَصبرو ایَا آلِ یَا سَر فَاِنَّ مَو عِدُ کُمُ الجَنَّة"

ترجمہ: ''اے یاسر کے گھر والو: صبر کرو بے شک تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہو چکا ہے''۔

ابوجہل لعین نے سُمیہ اُمّ عمار کی شرمگاہ پر اس قدر زور سے نیزہ مارا کہ وہ اس ضرب شدید سے شہید ہو گئیں۔ اسی طرح عمّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر بن یام بن حنس بن مالک العنسی القحطانی) کے والدِ گرامی کو بھی شہید کر دیا گیا اور یُوں دین اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والے یہ دونوں تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(4) حضرت صُہَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کُچھ مورخین کا خیال ہے کہ حضرت صُہَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی تھے یعنی روم کے باشندے تھے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ رُومی نہیں تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد سنسان، کسریٰ کی طرف سے ابلّہ کے حاکم تھے جن کا خاندان موصل میں آباد تھا۔ایک دفعہ رومیوں نے اس جگہ حملہ کیا اور مرد و زن کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے ان قیدیوں میں حضرت صُہَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس مناۃ بن النمر ی بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار الربعی النمر ی) بھی تھے۔کیونکہ آپ کی پرورش بھی روم میں ہوئی اس لئے اچھی طرح عربی زبان نہیں بول سکتے تھے۔ایک عرب تاجر نے انکو خریدا اور اپنے ساتھ مکہ لے آیا یہاں عبداللہ بن جدعان نے انکو خرید کر آزاد کر دیا جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو اس وقت یہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔قریش ان کو اس قدر اذیت دیتے کہ اُن

کے حواس جواب دے جاتے۔ جب انہوں نے مدینہ کو ہجرت کرنا چاہی تو قریش نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ اپنا پورا مال و متاع چھوڑ جاؤ تو تمہیں ہجرت کی اجازت ہے حضرت صُہَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال نہایت خوشی کے ساتھ دین اسلام کی راہ میں چھوڑ دیا اور مکّہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت ایمان لائے تو اِن سے قبل تیس اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔گویا اس طرح آپ اکتیسویں (31) مسلمان تھے۔

(مذکورہ حالات ابن اثیر نے اپنی کتاب ''تعذیب المستضعفین ''میں تحریر کیے ہیں)

(5) حضرت لُبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت لُبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک غریب کنیز تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تو فرماتے میں تمہیں کسی ہمدردی یا رحم کی وجہ سے نہیں چھوڑ رہا بلکہ اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ میں مارتے مارتے تھک گیا ہوں۔ وہ نہایت بہادری اور استقلال سے جواب دیتیں کہ اگر تم اِسلام نہیں لاؤ گے تو خدا اس ظلم کا انتقام لے گا۔اس طرح ہر قسم کا ظلم برداشت کرتی رہیں لیکن اسلام کا دامن نہیں چھوڑا۔

(6) حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی ایک کنیز تھیں۔قبول اسلام سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر طرح طرح کے ظلم کرتے اور انکو ستاتے تھے۔ابوجہل لعین نے آپ کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں ہی ختم ہو گئیں اور یُوں اس مجاہدہ نے دین حق کی راہ میں اپنی آنکھوں کا نذرانہ پیش کر دیا لیکن اسلام کو نہ چھوڑا۔

(یاد رہے مذکورہ دونوں واقعات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کے ہیں)

(7) حضرت ابوفکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا اور صفوان بن امیّہ کے غلام تھے۔اور اس وقت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا گویا اسلام قبول کرنے میں دونوں ساتھی تھے جب ان کے مالک صفوان بن امیہ کو علم ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ بد بخت آپ کے پاؤں میں رسی ڈال کر آدمیوں سے کہتا کہ ان کو گھسیٹ کر گرم تپتی ریت پر لٹا دو، آدمی ایسا ہی کرتے ایک دفعہ ایک راہ گیر جا رہا تھا امیہ نے کہا کہ تیرا خُدا یہ تو نہیں ہے انہوں نے جواب دیا " میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ غفورٌ رّحیم ہی ہے"۔اس جواب پر امیہ نے آپ کا گلا اس قدر زور سے کھینچا کہ لوگ سمجھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دم نکل گیا

ہے۔اسی طرح اُمیّہ لعین نے ایک دفعہ اِس قدر وزنی پتھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر رکھدیا جسکی وجہ سے آپ کی زُبان ہی باہر نکل آئی۔

(8) حضرت نہدیہ اور حضرت اُمّ عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ دونوں بھی قریش کے سرداروں کے گھروں میں بطور کنیز زندگی بسر فرماتی تھیں ان سفاک قریشیوں نے ان دونوں معزز خواتین پر وہ وہ مظالم ڈھائے کہ تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی لیکن ان باہمت عورتوں نے خدا کی راہ میں ہر سخت سے سخت مصیبت کو برداشت کیا۔

(9) حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی اور ابو حذیفہ مخزومی کے غُلام تھے کفارِ مکّہ اور خاص طور پر حذیفہ نے آپ پر اس قدر ظلم اور سختیاں کیں کہ آپ ان سختیوں اور مظالم کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

(10) حضرت سُمیّہ رضی اللہ تعالی عنہا

آپ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔آپ نے دین حق قبول کرنے کی وجہ سے سخت ترین مظالم برداشت کئے۔مگر مذہب اسلام پر قائم رہیں آخر ابو جہل ذلیل نے آپ کی شرمگاہ پر برچھی ماری جس کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف عظیم حاصل ہے۔مذہب اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ان کے عشق کا جو حال تھا قلم تو اس کو تحریر کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتی پھر بھی بطور ہدیہ ان کے فضائل میں سے صرف چند سطور تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گرہ سے مال کثیر خرچ کر کے جن جن غلام مردوں اور عورتوں کو خرید کر آزاد کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

آپ کا یہ عمل صِرف اور صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر تھا نہ کہ کسی دنیاوی لالچ کے لئے۔

اسمائے گرامی

1. حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت لبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4. حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
5. امّ عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مذکورہ بالا صحابی اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وہ عظیم ہستیاں تھیں جن پر قریش اور کفار مکہ نہایت سخت اور نا قابلِ بیان طریقوں سے سختیاں و مظالم روا رکھتے اُن کو سخت سے سخت جسمانی اذیتیں دیتے ان کے علاوہ اور بہت سے صحابی تھے جن کو اسقدر سختیوں یا مظالم سے تو دو چار نہ ہونا پڑا لیکن قریش نے اُن حضرات کے ساتھ بھی کچھ اچھا سلوک نہ کیا گویا ہم یوُں کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ سختیاں اور اذیتیں اٹھانے میں سابقہ مذکورہ لوگوں سے ذرا کم تھے۔

(1) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صاحب طبقات لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ القرشی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) اسلام لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبیر السن اور نہایت ہی صاحب عزّت و وقار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ِکسی دوسرے کو تو ِکسی قسم کی سختی کی ہمت نہ ہوئی البتہ آپ کے چچا نے آپ کو رسی سے باندھ کر مارا کہ اس نئے مذہب کو چھوڑ دے لیکن سُبحان اللہ کیا ہمت و استقلال ہے کہ مار کھاتے رہے لیکن دامنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم کو نہیں چھوڑا

(2) حضرت ابُو ذَر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں میں حضرت ابوذَر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتواں نمبر ہے۔ بُخاری شریف میں آتا ہے کہ جب آپ بگوشِ اِسلام ہوئے تو اس امر کا اعلان کعبہ شریف میں کیا۔ اس پر قریش نے آپ کو اس قدر مارا کہ مارتے مارتے لٹا دیا۔ (مسیح الاسلام حضرت ابوذر غفاری جندب بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری۔ قبیلہ غفار)۔

(3) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ریاض النفر اور طبری میں آتا ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر رسول کریم علیہ السلام سے مل جاتا ہے ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے) پانچویں نمبر پر اسلام لانے والے شخص ہیں جب آپ نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان فرمایا تو ان کے چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر آپ کی ناک مبارک میں دھواں دیا کرتے تھے مگر آپ کے عزم میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور بدستور دین حق پر ڈٹے رہے۔

(4) حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح) جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی تھے جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکو رسیوں سے باندھ دیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) ابھی اِسلام نہیں لائے تھے۔

یہ تمام سفاکیاں، ظلم وستم، سختیاں اور اذیتیں کسی ایک مُسلمان کے پایہ حق میں کوئی کمی یا کمزوری پیدا نہ کر سکیں بلکہ قریش کے اس ظالمانہ سُلوک نے دین حق کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے میں مدد دی۔

ہجرت حبشہ 5 نبوی

قریش عرب کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مسلمانوں کو اجازت عطا فرمائی کہ یہ لوگ ملکِ حبشہ کو ہجرت کر جائیں کیونکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی بہت رحمدل اور عادل حکمران تھا اسکی حکومت میں رہتے ہوئے مسلمان امن وچین سے زندگی بسر کر سکتے تھے۔ رسالت کے پروانے اور جان نثاران اسلام ہر قسم کی تکالیف ومظالم برداشت کر رہے تھے۔ اور کرتے بھی رہتے لیکن سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مسلمان اپنے فرائض آزادی سے سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ اُن ایام میں کوئی مُسلمان حرم شریف میں بُلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت تک نہیں کر سکتا تھا۔

تاریخ طبری اور امام بخاری نے بخاری شریف میں یوں بیان کیا ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو لوگوں کے منع کرنے کے باوجود حرم شریف تشریف لے گئے اور قرآن کریم کی تلاوت شروع فرما دی۔ قریش وہاں موجود تھے انہوں نے آپ کو اس قدر مارا آپ کے چہرہ مبارک پر اتنے طمانچے لگائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا لیکن آپ نے بھی سورۃ الرحمٰن کی تلاوت مکمل کرنے کے بعد ہی خاموشی اختیار فرمائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب حشمت اور مال و دولت میں رؤسائے عرب سے کم نہ تھے لیکن بلند آواز سے قرآن کریم فُرقانِ حمید کی تلاوت نہ فرما سکتے اس لئے ایک بار آپ نے ہجرت کا ارادہ فرما لیا تھا۔
اس کے علاوہ ہجرت کا دوسرا بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ جو بھی مسلمان یہ نورانی شُعاعیں ساتھ لیکر جاتا اس مقام ہجرت کو اُن شعاعوں سے منور کر دیتا اس وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم مُبارک سے مُسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ان مہاجرین کی تعداد کے بارے مورخین میں اختلاف ہے۔

ابن اسحٰق: ان کی تعداد دس بتاتے ہیں

فتح الباری علامہ واقدی: ان کی تعداد گیارہ بتاتے ہیں۔

زرقانی علی المواہب ابن سعد نے بھی تعداد گیارہ بتائی ہے۔ (ابن سعد اوّل)

اس طرح جمہور مورخین گیارہ کی تعداد پر اتفاق کرتے ہیں۔

ان گیارہ جاں نثارانِ اسلام کا یہ قافلہ 5 نبوی رجب شریف میں مکّہ سے ہجرت کے لئے نکلا۔ اتفاق سے جب یہ جدّہ کی بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی جہاز حبشہ کو جا رہے تھے۔ اہل مکہ چونکہ حبشہ والوں سے پہلے ہی تجارتی تعلقات رکھتے تھے اور ان کے رسم و رواج سے بھی آشنا تھے اس لئے جہاز والوں نے بہت ہی سستے کرائے پر ان حضرات کو جہازوں پر سوار کر لیا ہر شخص کو صرف پانچ پانچ درہم کرایہ دینا پڑا۔

حضرت علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ قافلہ جہازوں میں سوار ہو رہا تھا تو قریش مکّہ کو اس ہجرت کی اطلاع مل گئی وہ لوگ تعاقب میں بندرگاہ پر پہنچ گئے تاکہ اہل قافلہ کو زبردستی روکا جا سکے لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا کیونکہ قریش کے بندرگاہ پر پہنچنے سے پہلے جہاز بندرگاہ سے روانہ ہو چکے تھے اور یوُں یہ رؤسائے قریش ناکام و نامراد واپس آئے۔ عام مورخین کا یہ خیال ہے کہ ہجرت صرف ان لوگوں نے کی جن کا کوئی حامی یا مددگار نہیں تھا۔ لیکن یہ خیال درست نہیں لگتا کیونکہ جب ہم مہاجرین کے ناموں کی فہرست کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہر طبقے اور ہر درجے کے حضرات نظر آتے ہیں مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنواُمیہ سے تھے جو کہ اس وقت کا برسر اقتدار خاندان تھا۔ حضرت زبیر اور حضرت مصعب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا تعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خاندان سے تھا۔ اس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت ابوبسرہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کسی لحاظ سے

بھی کم درجے کے لوگ نہ تھے۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ قریش کے مظالم سے کوئی امیر وغریب محفوظ نہ تھا اور وہ یہ ظلم اہل حق کے ہر طبقے پر کرتے تھے۔ اِسلام کی پہلی ہجرت یعنی ہجرت حبشہ میں شریکِ حضرات کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

1: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمع اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جو کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دخترِ نیک اختر تھیں۔

2: حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکی زوجہ حضرت سُہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ تھیں۔

3: حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4: حضرت ابوحاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5: حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ بمعہ اپنی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

6: حضرت ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10: حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی مع اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

11: حضرت سہیل بن بہیا اور بعض کے بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین:

مہاجرین قریباً تین ماہ حبشہ میں امن وامان کے ساتھ قیام پذیر رہے۔ ماہ شوال میں ان لوگوں کو کسی نے یہ غلط خبر سُنا دی کہ قریش مکہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ صلح کر لی ہے اور اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں یہ خبر سُن کر مہاجرین میں سے اکثریت مکہ کی طرف لوٹ آئی لیکن یہاں آ کر انہیں معلوم ہوا کہ خبر بالکل بے بنیاد اور جھوٹی تھی۔ یوں قریشِ مکہ نے ان لوگوں کو مزید تنگ کرنا شروع کر دیا اور سختیوں میں اضافہ کر دیا۔

ہجرت حبشہ 6 نبوی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اب کیونکہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی اور اُدھر قریش کے مظالم میں بھی بے پناہ اضافہ ہو چلا تھا اس موقعہ پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے 83 مرد اور 18 عورتوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس دفعہ تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے جب برک الغماد جو کہ مکہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے پہنچے تو قبیلہ کا

سردار ابن الدغنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے ملا اور پُوچھا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا میری قوم نے مجھے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ کہیں دور الگ جا کر خداوند قدوس کی عبادت کروں ابن الدغنہ نے کہا یہ نہیں ہوسکتا آپ جیسا فیاض نیک دل ہمدرد انسان جو کہ ہمیشہ اپنے پرائے سب کے ساتھ عملی ہمدردی کرتا ہے غریب پرور ہے وہ مکہ سے نکل جائے۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں اور یوں آپ ابن الدغنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واپس مکّہ تشریف لے آئے۔

(مذکورہ واقعہ صحیح بخاری باب ہجرت میں مذکور ہے)

قریش مکہ کو جب یہ علم ہوا کہ اس دفعہ 83 مرد اور 18 عورتیں پھر حبشہ ہجرت کر گئے تو انہوں نے یہ سُن کر بڑے پیچ و تاب کھائے ہر ایک غصّہ کی وجہ سے آگ بگولا ہو رہا تھا آخر باہمی مشورہ سے یہ تجویز منظور کر لی گئی کہ ایک سفارت نجاشی کے دربار میں بھیجی جائے جو ساری صورتحال بتا کر ان مہاجرین کو دوبارہ مکہ لا سکے۔ اس غرض کے لئے جو وفد تیار کیا گیا۔ اس میں عمرو بن العاص (جو بعد میں فاتح مصر ہوئے) اور عبد اللہ بن ربیعہ قابل ذکر تھے۔ یہ وفد بہت سے تحائف جو نجاشی کے لئے تھے اپنے ساتھ لے کر حبشہ پہنچا اس وفد نے نجاشی کے درباریوں کے لئے الگ الگ قیمتی تحائف بھی ساتھ لئے۔

مشہور مورخ ابن ہشام رقمطراز ہیں: کہ ان تحائف میں جو سب سے قیمتی تحفہ نجاشی کے لئے اس وفد نے ساتھ لیا وہ چمڑا تھا کیونکہ اہلِ عرب چمڑہ سازی میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ جب یہ وفد حبشہ پہنچا تو سب سے پہلے بادشاہ نجاشی کے درباری پادریوں سے مِلے اُن کی خدمت میں نذرانے اور تحائف پیش کیۓ اور ان لوگوں سے کہا کہ ہمارے شہر کے چند نادان افراد نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بُت پرستی دونوں سے جُدا ہے۔ ہم نے ان لوگوں کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اور اب وہ آپ کے مُلک میں پناہ گزین ہو گئے ہیں کل ہم جب دربار میں بادشاہ سے ان لوگوں کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ تو آپ لوگ ہماری مدد و تائید کرنا۔ دوسرے دن یہ وفد نجاشی کے دربار میں پیش ہوا اور سارا حال بادشاہ کو سُنانے کے بعد درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کیۓ جائیں تمام خریدے ہوئے درباریوں نے قریشِ مکّہ کے اس وفد کی تائید و حمائت کی بادشاہ نجاشی نے کہا کہ پہلے ہم ان مہاجرین سے دریافت کرلیں ان کا مؤقف کیا ہے چنانچہ نجاشی نے تمام مہاجرین کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ آپ لوگوں نے وہ کونسا مذہب ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بُت پرستی کے خلاف ہے۔

سیرت ابن ہشام میں آتا ہے کہ مہاجرین نے نجاشی کے اس سوال کا جواب دینے کے لئے اور مزید گفتگو کی خاطر حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر یوں شروع کی:

"اَیُّھَا المَلِکُ: اے بادشاہ یا شاہا! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے، مردار کھاتے اور بدکاریوں میں بُری طرح پھنسے ہوئے تھے اپنوں سے دشمنی کرتے تھے پڑوسیوں سے ہمارا سلوک نہایت ہی بُرا ہوتا تھا۔ طاقت ور

کمزور کو کھا جاتے تھے ہماری اس حالت زار پر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا اور اس نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف بھیجا جس کے نسب، صداقت، امانت و پرہیز گاری سے ہم میں سے ہر ایک بخوبی واقف ہے۔ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں دعوت حق دی اور ارشاد فرمایا کہ خدا کو ایک جانیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہم اور ہمارے باپ دادا جس بُت پرستی کی لعنت میں گرفتار چلے آتے تھے اسکو چھوڑنے کا حکم دیا۔ فرمایا ہمیشہ سچ بولیں۔ امانت ادا کریں اپنوں سے محبت و پیار کا سلوک کریں ہمسایوں سے نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کریں۔ قتل و غارت گری سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال ہرگز نہ کھائیں۔ عفیف عورتوں پر کسی قسم کی تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں، صدقہ دیں اور روزے رکھیں۔ پس ہم اس مخبر حق پر ایمان لائے شرک اور بُت پرستی چھوڑ دی اور صرف ایک اللہ واحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے لگے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننے لگے پس اس جُرم پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی''۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مدلل فصاحت و بلاغت سے بھرپور بیان نے نجاشی اور اسکے اہل دربار کے دِلوں میں ہیبت پیدا کردی اور اس نے کہا جو کلام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لے کر آئے ہیں اس میں کچھ پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُورۃ مریم کی ابتدائی چند آیات پڑھ کر سُنائیں۔ نجاشی اور اہل دربار تلاوتِ قرآن کریم سُن کر رونے لگے نجاشی تو تلاوت کے اثر سے اسقدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر نجاشی نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوا ایک ہی جگہ سے نازل شُدہ ہے۔ یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ اس کے بعد سفیروں سے کہا اے وفد قریش تم واپس چلے جاؤ میں ہرگز ہرگز ان مظلوموں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا جو میری پناہ میں ہیں یہ لوگ جب تک چاہیں یہاں رہیں میں ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔

دوسرے دن عمرو بن العاص دوبارہ دربار نجاشی میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے بادشاہ آپ کو علم ہے یہ گروہ مہاجرین جو نیا مذہب رکھتے ہیں ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے کیا اعتقاد ہے۔ نجاشی نے پھر مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور کہا عمرو بن العاص کے اس سوال کا کیا جواب دیتے ہو تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا کے بندے اور پیغمبر رُوح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں''۔

مُستدرک حاکم میں ہے: کہ یہ سُن کر نجاشی نے کہا کہ ''خدا کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایک تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں''۔ اہل دربار نے جب یہ سُنا تو غُصے کی وجہ سے ان لوگوں کے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی مگر نجاشی نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور یوں یہ سفارت قریش ناکام و نامراد واپس مکہ لوٹی۔

مسند امام احمد بن حنبل رحمہُ اللہ تعالیٰ میں مذکور ہے کہ جن دنوں مُسلمان حبشہ میں نجاشی کے زیرانتظام مقیم تھے کسی دشمن نے نجاشی کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ بادشاہ خود میدان جنگ میں گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مشورہ

کیا کہ ہم میں سے ایک شخص میدان جنگ میں جائے اور خبر بھیجتا رہے اور اگر ہماری مدد کی ضرورت پڑی تو ہم خود کو اس خدمت کے لئے پیش کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خدمت کے لئے رضا کارانہ طور پر میدان جنگ میں تشریف لے گئے ادھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نجاشی کی فتح کے لیے دُعا مانگتے رہے چند روز بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے اور یہ خبر سُنائی کہ خُدا نے نجاشی کو فتح دی ہے۔

حضرت حمزہ اور حضرت عمر فاروق

رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا قبول اسلام (6 نبوی)

نبّوت کے چھٹے سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب جو کہ اہل قریش میں اپنی طاقت اور غیر تمندی کی وجہ سے ثانی نہ رکھتے تھے اور ظالموں کے لئے نہایت شدید تھے۔ اللہ کے فضل و کرم اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دستور تھا کہ صُبح سویرے مکّہ سے باہر نکل جاتے اور سارا دن جنگل میں شکار کھیلنے میں مصروف رہتے آپ شہر کے زبردست شکاری تھے۔ ایک روز ابوجہل لعین نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بہت تنگ کیا آپ طواف کعبہ میں مصروف تھے اس بدبخت نے یہاں تک جرأت کی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں گالیوں کی شکل میں گستاخی کی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار سے واپس آئے تو آپ کو علم ہوا کہ آج ابوجہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں حد سے زیادہ گستاخی کی ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ غضب میں آ گئے شکار کا سامان جسم سے الگ کئے بغیر سیدھے ابوجہل کے پاس گئے اس وقت وہ لعین روساء کے ساتھ کعبہ شریف کے اندر مجلس جمائے بیٹھا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کندھے سے کمان اُتاری اور پُورے زور سے ابوجہل کے سر پر ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا تم میرے بھتیجے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ایذاء پہنچاتے اور گالیاں بکتے ہو اُٹھو اور میری اس ضرب کا جواب دو اگر تم بہادر ہو مگر ابوجہل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرب کا جواب نہ دے سکا۔ یہ دیکھتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ سُن لو کہ میں خود دین حق یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دین پر ہوں۔

حضرت حمزہ کی ہیبت کی وجہ سے دوسرے تمام قریش دبک کر بیٹھے رہے اور کسی میں یہ ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بولتا۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آقائے دو جہاں حامی بیکساں خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پر کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جان نثارانِ اسلام میں شامل ہو گئے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔

"اللّٰهم اعز الا سلا م بعمر بن هشا م او بعمر بن الخطا ب"

ترجمہ: "اے خداوند کریم اسلام کو ابو جہل یعنی عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ساتھ قوی و غالب فرما"۔

یہ دونوں شخص اپنی قوم میں سب سے زیادہ سخت اور طاقتور تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض حجابات کی وجہ سے حقیقت حال کو اب تک نہ سمجھ سکے تھے اس لئے اسلام سے دُور رہے دوسرا یہ امر مناسب وقت کے لئے موقوف تھا اب ان کے حق میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا قبول ہوئی اور ان کا دل دین حق کی طرف مائل ہوا اُدھر ابو جہل اس آیت کے مطابق تھا۔ سورۃ البقرہ آیت 7۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷﴾

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب"۔

لہٰذا یہ دُعا ابو جہل کے حق میں قبول نہ ہوئی۔

صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں:

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو مُسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی اور گیارہ عورتیں بھی مسلمان ہو چکی تھیں۔ یہاں ایک بات باعث حیرانگی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لانے میں اتنی دیر کیوں کی مگر غور کیا جائے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے والے پہلے مرد تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلانِ اسلام سے دین کی قوت کا اظہار مطلوب تھا۔ دوسرا چالیس کا عدد کمال و تکمیل کے لحاظ سے بڑا اثر رکھتا ہے۔

مواہب لدینہ میں ہی مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اسلام اپنی بہن کے ذریعے پہنچا۔ ان کی بہن فاطمہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی زوجہ تھیں۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بلند مقام کے حامل ہیں اور انہیں عشرۃ مبشرۃ میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اچھا ارادہ نہ رکھتے ہوئے گھر سے نکلا۔ راستہ میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی اس نے میرے تیور دیکھ کر دریافت کیا اے عُمر کہاں جا رہے ہو میں نے اپنا ارادہ اسکو بتایا تو سُن کر کہنے لگا پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہارے بہنوئی اور بہن دونوں مسلمان ہو چکے ہیں یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے اور صورتحال دریافت کی اور کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تو اے اپنی دشمن مُسلمان ہوگئی ہے، اس نے جواب دیا کہ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ نے سچ سنا ہے۔ پس میں نے اپنی بہن کو بہت مارا یہاں تک کہ اسکے جسم سے خون بہنے لگا۔ جب خون دیکھا تو میری بہن رونے لگی اور کہا تمہارا دل

جو چاہے کرلو میں اس دین حق کو کبھی نہیں چھوڑوں گی میں گھر کے اندر کمرے میں آیا تو وہاں چند ورق پڑے دیکھے ان پر لکھا ہوا تھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔

جب میں نے الرحیم کا لفظ پڑھا تو کانپ گیا اسقدر ڈر محسوس ہوا کہ میں نے جلدی سے وہ صحیفہ اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ دوبارہ اس پر نظر پڑی تو دیکھا کہ لکھا ہوا تھا۔

سورۃ الحدید آیت 1 تا 7۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝١ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝٢ هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝٣ هُوَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ ؕ يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِي الۡاَرۡضِ وَمَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا يَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ۝٤ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝٥ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِي النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيۡلِ ؕ وَهُوَ عَلِيۡمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝٦ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَاَنۡفَقُوۡا لَهُمۡ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ۝٧

ترجمہ: ''اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ اسی کے لیے ہے زمین و آسمانوں کی سلطنت۔ زندگی بخشتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے پھر فرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اسکی شان کے لائق ہے۔ جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع۔ رات کو دن کے حصے میں لاتا ہے اور دن کو رات کے حصے میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس

میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا۔ تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے''۔
یہاں تک کہ میں خداوند کریم کے اس قول مبارک تک پہنچا:
پس میں نے فوراً زبان سے کلمہ شریف ادا کیا اور گھر سے باہر آ گیا۔ اس کے بعد میں سیدھا حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر پہنچا دو آدمیوں نے میرے بازو پکڑ رکھے تھے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قریب پہنچا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس کو چھوڑ دو'' انہوں نے مجھے چھوڑ دیا پھر میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں ہاتھوں مبارک کے درمیان بیٹھ گیا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''خداوند کریم (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دل کو ہدایت فرما'' پھر ارشاد فرمایا ''مسلمان ہو جاؤ اور کلمہ شریف پڑھو'' میں نے کہا:

اَشْهَدُ اَن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْ لَ اللّٰهِ۔

اس پر تمام مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی گونج سارے مکہ میں سنائی دی۔ اس سے پہلے جو بھی ایمان لاتا اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا۔ لیکن آج کے بعد جو بھی ایمان لایا کھلم کھلا لایا اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اجازت دیں کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے اندر جا کر اعلانیہ عبادت کریں کیونکہ جب ہم بت پرستی اعلانیہ کرتے تھے تو دین حق کو اعلانیہ کیوں نہ کریں اجازت مل جانے کے بعد کعبہ شریف میں تشریف لے گئے اور اعلان فرما دیا کہ اے اہل قریش سن لو آج سے عمر بن خطاب دائرہ اسلام میں داخل ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔ ابوجہل جو کہ دشمنِ دین میں پیش پیش تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خالو بھی تھا جب اسکو یہ علم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اور انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا ہے تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور گویا وہ خود کو تباہ و برباد کرنے لگا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد المطلب) سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو جبریل علیہ السلام نے پیغمبر دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) بلاشبہ اہل آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے پر خوشی محسوس کی ہے۔

(یہ روایت ابن ماجہ کی حدیث میں موجود ہے)

معجزہ شق القمر

اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ کی درخواست کی تھی تو حضور علیہ السلام نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا ایک حصہ پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف اور فرمایا ''گواہ رہو'' تو قریش نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جادو سے ہماری نظر بند کر دی ہے چنانچہ فیصلہ کیا کہ اب جو قافلے آنے والے ہیں ان سے دریافت کیا جائے چنانچہ آنے والے قافلوں نے شق القمر کی تصدیق کی۔ آپ علیہ السلام کا یہ عظیم معجزہ ہے جسے

باب معجزات میں مفصل تحریر کیا جا رہا ہے۔

شعب ابو طالب میں بنو ہاشم کی محصوری

7 نبوی

قریش نے جب دیکھا کہ ہماری روک ٹوک سخت سے سخت اذیتیں اور شدید تشدد کے باوجود اہل حق کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب تو حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جری و صاحب حشمت لوگ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اُدھر نجاشی نے مسلمانوں کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور ہماری سفارت بھی نامراد واپس آ گئی ہے تو اہل قریش اخلاقیات کی تمام حدود کو پیچھے چھوڑ کر جانی دشمنی پر اتر آئے۔

خصائص الکبریٰ از: جلال الدین سیوطی بحوالہ بیہقی و ابو نعیم اور مواہب لدنیہ میں مذکور ہے کہ ان لوگوں نے باالاتفاق یہ قرارداد منظور کی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اعلانیہ قتل کر دیا جائے اس قرارداد کی خبر ابو طالب کو پہنچی تو انہوں نے تمام بنی ہاشم کو اکٹھا کیا اور ان کو اس خبر سے مُطلع کیا سب نے با اتفاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حفاظت کرنے کا عہد کیا گو تمام بنی ہاشم مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن خاندانی وقار کی خاطر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حمایت پر کمربستہ ہو گئے۔ اُدھر قریش نے یہ تدبیر سوچی جس کا صحیح بخاری باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نیز طبری اور ابن سعد نے کہا ہے کہ قریش و دیگر قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا جس میں تحریر کیا گیا کہ ''کوئی شخص نہ خاندان بنو ہاشم سے قرابت کرے گا نہ اُن کے ساتھ خرید و فروخت کرے گا نہ اُن سے مِلے گا اور نہ ہی اُن کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا یہاں تک کہ بنو ہاشم تنگ آ کر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے کر دیں''۔

منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ تحریر کرنے کے بعد کعبہ شریف کی چھت میں لٹکا دیا۔ اس معاہدہ کو تحریر کرنے والے لعین کا ہاتھ قدرت نے شل کر دیا۔ (لنعم ماقال من قال)

یہ معاہدہ محرم 7 نبوی میں تحریر کیا گیا اور کفار قریش نے اس پر بڑی سختی سے عمل کیا۔ یہ معاہدہ یا عہد نامہ مقام محقب جو مکہ و منیٰ کے درمیان واقع ہے وہاں تحریر کیا گیا۔ ابو طالب حالات سے مجبور ہو کر اپنے اہل خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ درہ خاندان بنو ہاشم کا موروثی تھا۔ باہر سے جو غلّہ خصوصی طور پر ایام حج میں مکہ آتا یہ کفارِ قریش وہ غلّہ مہنگے داموں خود خرید لیتے تا کہ بنو ہاشم اس غلّہ کو خرید کر اپنی ضرورت پُوری نہ کر سکیں۔

شعب ابو طالب کا یہ وقت تین سال کے عرصہ پر مشتمل تھا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین احادیث میں بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ طلح کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

کہ ایک روز رات کو میں نے سوکھا ہوا چمڑا پایا میں نے اسکو پانی سے دھویا پھر آگ پر بھون کر کھایا۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الانف میں یہ واقعہ درج کیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان بطور رحم اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کوشعب میں اناج بھیجتا تو یہ لعین اسکے خلاف سخت کارروائی کرتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچے جب بھوک اور پیاس سے روتے تو انکی آوازیں درہ سے باہر تک سنائی دیتیں جن کوسن کر کفار قریش خوش ہوتے۔ اوران مظلوموں پر کئے جانے والے مظالم پر فخر کرتے۔ لیکن بعض خداترس نرم دل ان محصورین پر ترس بھی کھاتے تاریخ میں آتا ہے۔ کہ حکیم بن حزام جوکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھتیجا تھا اس نے ایک دن اپنے غلام کے ہاتھ تھوڑے سے گیہوں شعب ابی طالب میں مقیم اپنی پھوپھی صاحبہ کیلئے بھیجے۔ راستے میں ابوجہل لعین مل گیا اُس نے غلام کو درہ کی طرف کچھ لے جاتے دیکھا اور ارادہ کیا کہ وہ چیز چھین لوں۔ اتفاق سے ابوالبختری بن ہشام جوکہ گو کافر تھا اِس طرف آ گیا اسکو اہل گھاٹی پر رحم آیا اور ابوجہل سے مخاطب ہوکر کہنے لگا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لئے بھیجتا ہے تو تمہیں کیا حق ہے اس شخص کو روکو ہٹ جاؤ اور اسے یہ چیز حقدار تک لیجانے دو۔

تین سال کے عرصہ تک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور بنو ہاشم یہ تمام سختیاں اور مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ جب تکلیف وتنگی حد سے گزری تو قریش میں سے ایک جماعت جنہیں بنو ہاشم سے قرابت تھی ان کو محصورین کی حالت پر رحم آ گیا اللہ کریم نے ان لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ اس عہد کو توڑ دیں یہ لوگ قریش کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ اس عہد نامہ کو ختم کر ڈالیں کیونکہ اس کے مطابق بنو ہاشم پر سراسر ظلم ہو رہا ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے کہ ہم پیٹ بھر کر کھائیں آرام سے سوئیں بیاہ شادی کریں ہر قسم کے مزے لوٹیں اور ہمارے وہ بھائی جو ہم میں سے ہی ہیں۔ ان تمام نعمتوں سے محروم رہ کر عرصہ سے سخت تنگی اور مصیبت میں زندگی بسر کریں ہم اب ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے اس بات پر قریش کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ اُدھر اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خبر دی کہ اس عہد نامے کو دیمک اس طرح چاٹ گئی ہے کہ اللہ کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

آپ نے اس خبر سے اپنے چچا ابوطالب کو آگاہ کیا وہ اپنے دوسرے دو بھائیوں کو ساتھ لے کر قریش کے پاس کعبہ شریف میں گئے اُدھر جھگڑا چل رہا تھا کہ ابوطالب نے قریش سے جا کر کہا کہ مجھے میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ اس عہد نامہ کو جو تم لوگوں نے تحریر کیا تھا اللہ کے نام کے سوا سارا دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ تم اپنا تحریری معاہدہ لاؤ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو تم لوگ اس ظلم سے باز آجاؤ اور اگر خبر غلط نکلی تو میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تمہارے حوالے کر دوں گا وہ سب اس بات پر راضی ہو گئے۔ جب عہد نامہ دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ خبر دی گئی تھی۔

ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی امیہ مخزومی، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ نے لیت ولعل سے کام لیا مگر ابوالبختری نے وہ عہد نامہ لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ واقعہ 10 نبوی میں پیش آیا اور اسی سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم معراج پر تشریف لے گئے اور اسی زمانہ میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی۔

ابن ہشام اور طبری کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اس عہد نامے کے خلاف ہو گئے تھے یعنی مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، زہیر وغیرہ ہتھیار باندھ کر شعب ابو طالب میں گئے اور ان لوگوں کو اس درہ سے باہر نکال کر ان کے گھروں میں پہنچنے میں مدد دی، اب قریش مکہ نے مُسلمانوں کو مزید ایذاء اور مصائب پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابو ہریرہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔ قبیلہ دوس سے تعلق تھا جو کہ یمن میں آباد تھا) فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دس ذی الحجہ کو جب آپ علیہ السلام منیٰ میں قیام فرماتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ ''ہم کل انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں مشرکین مکہ نے کفر و شرک پر برقرار رہنے کا باہم عہد و پیمان کیا تھا یعنی وادی محقب کا معاہدہ یا عہد نامہ تحریر کیا تھا''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابو طالب کی وفات 10 نبوی یعنی عام الحزن (غم کا سال)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور بنو ہاشم شعب ابی طالب سے تین سال کے طویل سخت مشکلات اور مصائب کے عرصہ کے بعد اپنے اپنے گھروں میں آ کر چند یوم ہی امن و سکون سے بسر کرنے پائے تھے کہ ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ماہِ رمضان میں ابو طالب بیمار ہو کر بستر پر مرگ پر تھے وفات کا وقت آیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں سردارانِ قریش میں سے ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے میرے چچا ساری زندگی مجھ پر مہربان رہے میں چاہتا ہوں کہ ان مہربانیوں کا بدلہ چکا دوں'' ابو طالب نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''مرتے وقت ہی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ پڑھ لیجیئے تا کہ میں خدا کے ہاں آپ کے ایمان کی شہادت دے سکوں''۔

صحیح بخاری و مسلم میں آتا ہے ابو طالب نے جواب دیا میں عبد المطلب کے دین پر مرتا ہوں پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف خطاب کر کے کہا میں وہ کلمہ ضرور کہہ دیتا جس کی آپ خواہش رکھتے ہیں لیکن یہ قریش کہیں گے کہ ابو طالب نے موت کے ڈر سے اپنا دین چھوڑ دیا۔

"ایک اور جگہ روضۃ الاحباب میں آپ نے فرمایا میں آپ کے لئے مغفرت کی دُعا کروں گا یہاں تک کہ رب مُجھے منع نہ کر دے۔"

ابوطالب نے کہا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش کفار مکہ تمہیں تنگ کریں گے اور یہ کہیں گے کہ تمہارا چچا موت سے ڈر گیا۔ پھر چند اشعار بھی پڑھے جن کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:

" آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے دعوت اِسلام دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے نصیحت کرنے والے اور میرے ہمدرد ہیں۔ آپ نے وہ دین ظاہر کیا۔ جو بلا شبہ تمام ادیان سے بہتر ہے اگر لوگوں کی طرف سے ملامت کا ڈر نہ ہوتا تو ہر حال میں مجھے جوانمرد پاتا اور میں اس دین کو قبول کر لیتا اس پر قریش نے کہا ابوطالب تم اپنے باپ دادا کے دین سے پھرتے ہو ابوطالب نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں تو اپنے اجداد کے دین پر ہی جار ہا ہوں"۔

اس گفتگو کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کروں گا جب تک خدا مجھے ایسا کرنے سے منع نہ کر دے''

پس یہ آیت پاک نازل ہوئی: (سورۃ توبہ آیت 113)

مَاكَانَ
لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ
لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى

ترجمہ: ''نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں''۔

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کی وفات کی اخبار موجود ہے نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اِنّ عمّکَ الشیخ الضال مات۔ سرکار دو جہاں اشک بار ہوئے اور ارشاد فرمایا ''جاؤ ان کو غسل دو اور اسکی تجہیز و تکفین کرو'' میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنّ ماتَ مُشرِکاً: آپ نے فرمایا ''جاؤ اسکو زمین میں دفن کرو'' نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ''غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَرَحِمَہٗ'' سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب کے جنازے کے ساتھ جارہے تھے اور فرمارہے تھے "اے میرے چچا" تو صلہ رحمی بجالایا اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہ کی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے''۔

ابوطالب عمر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے 35 برس بڑے تھے۔ ابوطالب نے فخر دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو قربانیاں وجاں نثاریاں سرانجام دیں اُن سے کسی کو انکار کی جرات نہیں ہوسکتی انہوں نے آپ کی محبت میں تمام عرب کی دشمنی مول لی ہر قسم کی سختی برداشت کی۔ فاقے کاٹے۔ شعب ابوطالب میں تین (3) برس کے عرصہ کے لئے محصور رہے شہر سے نکالے گئے بھوک پیاس سردی گرمی غرض ہر قسم کی سختی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا کیا یہ سب محنت محبت شفقت قربانیاں ضائع کی جائیں گی؟

متاخرین نے قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آباؤ اجداد پاک ومصفّا تھے اور خدا نے شرک وکفر سے ان کا دامن صاف رکھا۔ اس لئے کہ کم از کم یہ ہوسکتا ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور صرف نظر کیا جائے۔ واللہ اعلم!

ابو طالب کی وفات کے تین یا پانچ روز بعد حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی رحلت فرما گئیں۔ انہوں نے پچیس (25) سال کا طویل عرصہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رفاقت میں اس فانی دنیا میں بسر کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمضان 10 نبوی میں اس دُنیا سے رخصت ہوئیں اس وقت آپ کی عمر شریف پینسٹھ (65) برس کی تھی۔ آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود مقامِ حجون میں سپرد خاک فرمایا۔
ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس وقت تک نمازِ جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔
مواہب لدینہ میں ہے کہ اس سال کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عالم الحزن (غم کا سال) کہا۔

کُفار مکہ کی ایذا رسانیوں میں مزید اضافہ

جب قریش مکّہ کو یہ علم ہوگیا کہ سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے شفیق با اثر چچا ابو طالب کا انتقال ہو چکا اور دوسری طرف آپ علیہ السلام کی جاں نثار زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی رحلت فرما چکی ہیں تو وہ اور بھی دلیر ہو گئے اور نہایت بے باکی اور بے رحمی سے حضور کو تنگ کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

سیرت ابن ہشام و مدارج النبّوت اور طبری میں آتا ہے کہ ایک دن ایک شقی نابکارہ نے راستے پر چلتے ہوئے نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سر اقدس پر خاک ڈال دی آپ علیہ السلام اسی حالت میں گھر تشریف لائے آپ کی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا تو پانی لے کر سر مبارک کر دھونے لگیں۔ اور ساتھ ساتھ روتی جاتی تھیں۔ یہ دیکھ کر فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:
"رو نہیں اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو بچالے گا "

اِسی طرح جس راستے سے نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گزرتے کفار مکّہ میں سے ہی لوگ اس راستے میں کانٹے بچھا دیتے ان تمام ایذا رسانیوں کے باوجود سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دین حق کی تبلیغ جاری رکھی اور یہ سختیاں، اذیتیں، تنگیاں، مشکلات آپ علیہ السلام کے ارادے کو متزلزل نہ کر سکیں ان دِنوں دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین خود کفار مکّہ کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتوں میں گرفتار تھے۔ یہ وقت اسلام کا سخت ترین وقت اور زمانہ تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سَفرِ طائف 10 نبوی

عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوطالب کی وفات کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے گھر سے باہر نکلنا کم کر دیا۔ اِدھر ان بزرگ ہستیوں کے رحلت کرنے کے بعد قریش کو ایذاء رسانی کا وہ موقع ہاتھ آ گیا جس کا وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے آپ کی اس پریشانی کا ابولہب کو علم ہوا تو وہ خدمتِ اقدس میں خاندانی قرابت کا دم بھرنے کے لئے حاضر ہوا اور کہا آپ جو بھی چاہے کریں جس طرح ابوطالب کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ مجھے لات کی قسم میں کسی شخص کو آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دوں گا۔

ابن عیطلہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں گستاخی کی تو ابولہب نے اسکو اس قدر سخت انداز میں جواب دیا اور زدوکوب کیا کہ پھر دوبارہ کسی کو اس قسم کی حرکت کرنے کی ہمت نہ ہوئی قریش کو جب علم ہوا کہ ابوعتبہ ابولہب نے آپ کے لئے حمایت کا اعلان کر دیا ہے تو ان لوگوں نے ابولہب سے آ کر کہا اے ابوعتبہ تم جانتے ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمہارے باپ اور اسکی قوم کو جہنمی کہتے ہیں ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا جس کے جواب میں فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "ہاں جو بھی بت پرستی کی حالت میں مرا اس کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور تمہارا باپ بھی اُن میں سے ہے" یہ جواب سُن کر ابولہب نے کہا میں آج کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہاری عداوت اور دشمنی پر قائم رہوں گا۔ اسکے بعد قریش کا رویہ نہایت ہی سخت اور ظالمانہ ہو گیا۔ ان حالات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے دعوت حق کی تبلیغ کے لئے قبیلہ بکر بن وائل کے پاس تشریف لے گئے ان لوگوں کو دین حق کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اس دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قبیلہ قحطان کی جانب تشریف لے گئے۔ پہلے تو اس قبیلہ نے دعوتِ حق کو قبول کر لیا مگر بعد میں اس دعوت سے منکر ہو گئے جو کہ یقیناً اس قبیلہ کے لئے بدقسمتی کا باعث بنا۔ ان حالات میں نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارادہ فرمایا کہ بنو ثقیف کو اِسلام کی دعوت دی جائے یہ لوگ اگر ایمان لے آئے تو قریش کے خلاف میری مدد کریں گے۔ اس مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے طائف کا قصد فرمایا، طائف میں بڑے بڑے امراء اور بااثر لوگ رہتے تھے آپ نے وہاں پہنچ کر اشراف ثقیف رئیس القبائل جو کہ تین بھائی یعنی عبد یالیل بن عبد کلال اس کے بھائی مسعود اور حبیب بن عبد کلال کو دعوت اسلام دی۔ ان میں سے ایک کی زوجیت میں قریش کی شاخ بنی جمح کی ایک عورت تھی۔ (سیرت ابن ہشام میں نسب نامہ اس طرح بیان کیا گیا ہے حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ غیرۃ بن عوف بن ثقیف)۔

صاحب سیرۃ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ ان تینوں نے بہت بُری طرح جواب دیا۔ ایک بولا اگر خدا نے تجھے پیغمبر بنایا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا کیا خدا کو پیغمبری کے لئے تیرے سوا کوئی

اور نہ ملا۔ تیسرا بولا میں ہر گز تجھ سے کلام نہیں کر سکتا اگر تو پیغمبری کے دعویٰ میں سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو قابل خطاب نہیں طائف کے اس سفر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھی اور غلامی کا شرف حاصل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان تینوں بھائیوں کا جواب سُن کر وہاں سے واپس ہوئے تو ان بد بخت لوگوں نے اپنے غلاموں اور بازاری لوگوں کو آپ علیہ السلام کے خلاف اُبھارا۔ یُوں شہر کے اوباش ہر طرف سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ٹوٹ پڑے یہ ذلیل لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ یہ شور وغل سُن کر شہر کے لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپ کے راستے میں دورویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے ان لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاؤں مبارک پر اسقدر پتھر مارے کہ آپ علیہ السلام کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

(مواہب لدینہ، تاریخ طبری میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم زخموں اور ضربوں کی شدت کے باعث زمین پر بیٹھ جاتے تو یہ بد بخت آپ علیہ السلام کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے جب آپ علیہ السلام دوبارہ چلنے لگتے تو پتھر پھینکنا شروع کر دیتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آگے ڈھال بنائے ہوئے تھے لہٰذا ان کے سر پر بھی کئی زخم آئے۔ یُوں ان لعنتیوں نے عتبہ وشیبہ کے باغ تک آپ علیہ السلام کا تعاقب کیا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ طریقہ حقّ اور منصب نبوّت کس قدر دشوار اور سخت عمل ہے۔

محمد بن عمر اور صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا طائف میں دس روز تک قیام رہا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لی عتبہ بن ربیعہ باوجود کافر ہونے کے فطرتاً شریف تھا اس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے باغ میں پناہ لیتے ہوئے دیکھا تو اپنے غلام نصرانی عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ تھال میں رکھ کر آپ علیہ السلام کے لئے بھیجا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خوشہ قبول فرما کر بسم اللہ شریف پڑھ کر تناول فرمایا۔ عداس بڑا حیران ہوا اور اس نے پوچھا اس شہر کے لوگ تو ایسا پڑھ کر نہیں کھاتے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پوچھا تم کس علاقہ سے تعلق رکھتے ہو عداس نے جواب دیا میرا تعلق نینوا سے ہے۔ سرکار علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: کہ "وہ تو خدا کے نیک بندے اور میرے بھائی حضرت یونس بن متیٰ کا شہر ہے"۔ عداس نے آپ علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السّلام کا حال پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "وہ میرے بھائی اور میری طرح خداوند کریم کی طرف سے معبوث کئے ہوئے پیغمبر تھے" یہ سُن کر عداس آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ نے جب یہ منظر دیکھا تو بڑے حیران ہوئے واپسی پر اپنے غلام سے دریافت کیا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے سر اور پاؤں مبارک کو بوسے دے رہا تھا

اس نے جواب دیا اے میرے سردار اس ہستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایسے امر کی خبر دی ہے جس کو صرف نبی ہی جان سکتا ہے۔

صحیح بخاری و مُسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث شریف روایت کی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پوچھا کہ آیا آپ کے لئے اُحد کے روز سے بھی کوئی دن سخت گزرا ہے ارشاد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہوا ''تمہاری قوم سے مجھے بڑی مصیبتیں اور سختیاں پہنچیں۔ وہ دن مجھ پر بڑا سخت تھا جس دن میں نے عبدیالیل بن عبد کلال سے پناہ طلب کی اور اسکو دین اِسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے میری دونوں باتیں قبول نہ کیں اسطرح جب میں وہاں سے واپس ہوا تو بڑا سخت مغموم اور بے خود تھا۔ اس طرح قران ثعالب تک رہا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے تھا میں نے اس بادل کے ٹکڑے میں جبریل علیہ السّلام کو دیکھا اس نے مجھے آواز دی اور کہا تحقیق حق تعالیٰ نے آپ کی باتیں سنیں یعنی اہل مکہ وغیرہ کی اور جو کچھ انہوں نے تمہاری تردید کی اور تمہاری دعوت کا تمہیں جواب دیا۔ اب اللہ کریم کی طرف سے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا گیا ہے تا کہ آپ جو حکم چاہیں اسکو دیں۔ اسکے بعد مجھے ملک الجبال نے آواز دی اور سلام کیا اور یوں گویا ہوا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کا جواب خود سنا ہے اور مجھے آپ کے ربّ نے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ جو حکم چاہیں مجھے فرمائیں۔ اور آپ چاہیں تو میں ابوقبیس اور قیقعان (قعیقعان پہاڑ) کو اٹھا کر ان لوگوں پر پھینک دوں تا کہ پہاڑ ان لوگوں کو پیس دیں اور یہ ہلاک ہو جائیں''۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے کِسی کو پیدا فرمائے گا جو خدا کی عبادت کرے گا اور کِسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائے گا''۔

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اور اسکی صحت کا اعتراف واقرار کیا ہے۔ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میں اللہ کریم کی راہ میں اس خوف اور دہشت میں مبتلا کیا گیا جب کوئی دوسرا شخص خائف نہیں تھا اور مجھے اس وقت اللہ کی راہ میں ایذاء وتکالیف برداشت کرنا پڑیں جب کِسی کو اسکی راہ میں ایذاء وتکالیف نہیں دی جاتی تھیں۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گذر جاتے کہ میرے لئے کھانے کے واسطے کوئی چیز نہ ہوتی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے سوائے اس طعام کے جسکو حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بغل میں چھپائے ہوئے ہوتے تھے''۔

بیعت جنّات

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بطن نخلہ تشریف لائے جو کہ مکّہ سے

ایک شب کے فاصلہ پر ہے تو آپ وہاں ٹھہر گئے یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ جب آپ علیہ السلام نے وہاں رات کی نماز میں قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو سات اور ایک دوسری روایت کے مطابق نو افراد جن کا تعلق جنّات کی قوم سے تھا اور یہ جنّات ملک شام کے شہر نصیبین کے رہنے والے تھے حاضرِ خدمت ہوئے (نصیبین موصل سے چھ دن کے راستہ پر واقع ہے) انہوں نے آنحضرت کی دوران نماز قرأت قرآن کریم کی آواز سُنی اس آیہ کریمہ (سورۃ احقاف آیت 29)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

ترجمہ: ''اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جنّ پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے''۔

میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز سے فارغ ہوئے تو اس جماعت جنات نے خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ظاہر کردیا۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ایمان لانے کی دعوت دی اور وہ سب ایمان لے آئے اور پھر حضور علیہ السّلام کے حکم مبارک پر ملک شام کو واپس چلے گئے اور اپنی قوم سے یوں کہا: (سورۃ احقاف آیت 30)

مَاكَانَ
لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ
لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى

ترجمہ: ''بولے کہ اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی''۔

مواہب لدنیہ میں حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے منقول ہے کہ چند جنّوں نے یہ قرآن پاک سُنا۔ لیکن حاضر نہ ہوئے۔ اس دفعہ صرف قرآن کا سُننا ہی تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی قوم کی طرف رجوع کیا اور پھر جماعتوں اور گروہوں میں حاضر ہوئے۔ جماعت کے بعد جماعت اور فوج کے بعد فوج کی شکل میں حاضر ہوتے رہے اور ایمان لاتے رہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

سفرِ طائف سے واپسی مکّہ شریف میں تشریف لانا

ابن سعد اور مواہب لدنیہ میں ابنِ اسحٰق سے روایت مذکور ہے:

''کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے طائف سے واپسی پر چند روز وادی نخلہ میں قیام فرمایا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حرا کی جانب چلے اور الاخنس بن شریق کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پناہ میں لے تو اس نے کہا: میں ایک حلیف کی حیثیت رکھتا ہوں اور حلیف پناہ نہیں دیا کرتا۔ آپ علیہ السلام نے سہیل بن عمرو کے پاس کہلا بھیجا اُس نے کہا: بنی عامر بنی کعب کے مقابلے میں کبھی پناہ نہیں دیا کرتے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام حرا میں تشریف لائے یہاں سے آپ علیہ السلام نے مطعم بن عدی کو پیغام ارسال کیا "آیا تم مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو"؟۔ عرب کا یہ دستور تھا اگر کوئی دشمن بھی کسی سے پناہ طلب کرتا تو وہ اُسے پناہ دیتے تھے۔ مطعم بن عدی نے جواب بھیجا کہ ہم آپ کو پناہ دینے کو تیار ہیں۔ اگلے روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکّہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ مطعم بن عدی اسکے بیٹے اور بھتیجے ہتھیار باندھ کر سرکار علیہ السّلام کے اردگرد چل رہے تھے۔ جبکہ مطعم بن عدی اونٹ پر سوار حرم کے پاس آیا اور بلند آواز میں پکارا اے قریش اور دیگر لوگو! سُن لو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پناہ دے دی ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو مطعم بن عدی اور اسکے بیٹے، بھتیجے تلواریں لگائے مطاف میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حجرِ اسود کا استلام کیا دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر اپنے دولت کدہ کی طرف تشریف لے گئے۔ جب آپ علیہ السلام اپنے دولت کدہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو مطعم بن عدی اور اسکے ساتھی تلواریں لٹکائے ایک حلقے کی شکل میں آپ علیہ السلام کے چاروں طرف موجود چل رہے تھے۔ مطعم بن عدی نے غزوہ بدر سے پہلے حالتِ کفر میں وفات پائی"۔

زرقانی جلد اوّل میں تحریر کرتے ہیں کہ شاعرِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایک عرصہ مرثیہ لکھا اور یہ حقیقت ہے۔ "مطعم بن عدی کا یہ کارنامہ واقعی سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے"۔

"محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی اپنے باپ جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدِ عرب وعجم سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میدانِ بدر میں نصرت وکامیابی کے بعد ارشاد فرمایا کہ "اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ میرے پاس آ کر ان سرداروں یعنی اسیرانِ قریش کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ضرور ان لوگوں کو چھوڑ دیتا"۔

سیرۃ النبی ابن ہشام میں ہے "رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے طائف سے واپسی پر مطعم بن عدی اور اسی کے گھر والوں کے بیت اللہ شریف آنے پر بیت اللہ کا طواف فرمایا تو شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج) نے اپنے اشعار میں اس کا یوں ذکر فرمایا۔ "بنی امیہ اپنی ذمہ داری اور معاہدہ پورا کریں گے بے وفائی نہیں کریں گے جس طرح ہشام کے پڑوسیوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ وہ حارث بن حبیب بن سحام کے خاندان سے ہے جو اپنے پناہ گزین سے بے وفائی نہیں کرتے اور جب بنی حسل کسی کو پناہ دیتے ہیں اور ذمہ لیتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور اپنے پناہ گزین کو صحیح وسلامت واپس کرتے ہیں"۔

ابن ہشام ذوالنور حضرت طفیل الدوسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن نضر بن ازداز دی قبیلہ دوس سے تھے) کا واقعہ یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "قریش کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے محفوظ کردیا تو لوگوں کو اور عرب کا جو شخص بھی اُن کے پاس آتا اسے آپ سے ڈراتے تھے۔ طفیل بن عمرو الدوسی بیان کرتے ہیں وہ مکہ میں ایسے وقت آئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہیں تشریف فرما تھے۔ طفیل بلند پایہ لوگوں میں سے تھے شاعر اور عقلمند تھے۔ قریش مکہ سے بہت سے لوگ آئے اور اُن سے کہا اے طفیل تم ہماری بستی میں آئے ہو لیکن دیکھو اس شخص نے جو ہم ہی میں سے ہے ہمیں بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے وہ لوگ میرے ساتھ یہاں تک لگے رہے کہ میں نے پکا ارادہ کرلیا کہ اس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہ تو کوئی بات سنوں گا اور نہ اس (علیہ السلام) سے کوئی بات کروں گا جب سویرے میں مسجد کی طرف گیا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں میں آپ علیہ السلام کے قریب ہی جا کھڑا ہوا اور اللہ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کوئی نہ کوئی بات سنا دینے کے سوا اور کچھ نہ چاہا میں نے قرآن کریم کا پرتاثیر کلام سُنا اور دِل میں کہا میری ماں مجھ پر روئے واللہ! میں عقلمند ہوں اور شاعر ہوں پھر میں کچھ دیر ٹھہر گیا یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دولت خانے کو واپس تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ جب آپ علیہ السلام دولت خانے کے اندر تشریف لے گئے تو میں بھی اندر چلا گیا اور عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! آپ علیہ السلام کی قوم نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے وہ آپ علیہ السلام کے معاملے میں اس قدر ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ علیہ السلام کی بات نہ سنوں مگر اللہ نے تو اس کے سوا کوئی بات نہ چاہی کہ آپ (علیہ السلام) کی بات مجھے سنائے میں نے سُنی اور اچھی بات سُنی پس مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصول بتایئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو واللہ اِس سے بہتر بات میں نے کبھی نہیں سنی پس میں نے اسلام اختیار کرلیا اور کہا اے اللہ کے نبی! میں ایسا شخص ہوں میری قوم کے لوگ میری بات مانتے ہیں اب لوٹ کر جانے والا ہوں اور انہیں اسلام کی دعوت دوں گا پس اللہ سے دعا کیجئے وہ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے جو اس دعوت میں میری مددگار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا یا اللہ اس کے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے پھر میں اپنی قوم کی طرف چلا یہاں تک کہ جب میں ان دو پہاڑی راستوں کے درمیان میں تھا جہاں سے بستی مجھے نظر آتی تھی تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک چراغ کی سی روشنی پیدا ہوگئی سب سے پہلے میرے باپ نے اسلام قبول کیا اور پھر میری بیوی نے تمام بنی دوس کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام اختیار کرنے میں دیر کی تو میں نے مکہ مکرمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آکر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ دوس کوسیدھی راہ پر لگا اور فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ" پھر میں بنی دوس کی سرزمین میں ہی انہیں دعوت اسلام دیتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر۔ احد اور خندق کے غزوات بھی گزر گئے اس کے بعد اپنی قوم میں ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس مقام خیبر میں پہنچا پھر ہم مدینہ واپس ہوئے تو قبیلہ دوس کے ستر یا اسی (80) گھرانے وہیں بس گئے۔ اس کے بعد ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو فتح مکّہ عطا فرمائی۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عمرو بن حُممہ کے ذوالکفین نامی بت کی جانب جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے تا کہ میں اسے جلا ڈالوں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں پھر طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بت کو جلا ڈالا اور کہتے جاتے تھے۔ اے ذوالکفین میں تیری پوجا کرنے والوں میں سے نہیں۔ ہماری پیدائش تیری پیدائش سے بہت پہلے سے ہے میں نے تیرے کلیجے میں آگ بھر دی ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس لوٹ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ہی رہے یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ پھر جب عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے تو یہ بھی جہاد کے لئے نکلے یہاں تک کہ مقام طلیحہ اور ساری سرزمین نجد سے فراغت حاصل کر لی پھر مسلمانوں کے ساتھ یمامہ گئے اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا عمرو بھی تھا۔ پھر طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خواب دیکھا۔ اللہ ان پر رحمت کرے وہ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کا بیٹا سخت زخمی ہوا جو کہ یرموک کے سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہید ہوا''۔

ایامِ حج اور تبلیغ دین

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حج کے ایام میں جبکہ عرب کے مختلف قبائل یہ فریضہ ادا کرنے کے لئے اطراف سے مکّہ مکرّمہ میں اکٹھے ہوتے تو آپ علیہ السلام ہر ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور انہیں دعوتِ اسلام دیتے تا کہ یہ بھٹکی ہوئی انسانیت راہِ راست پر آ کر نجات وفلاح حاصل کرے۔ اکثر قبائل اپنی کم عقلی اور بدبختی کی وجہ سے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکاری ہو جاتے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پایۂ استقلال میں کوئی فرق نہ آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بدستور اپنا کام جاری رکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لوگوں کی قیام گاہوں میں تشریف لے جاتے تا کہ ان کو صراطِ مستقیم دکھا سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس شخص کو دعوتِ اسلام دی جسکی عرب میں شہرت تھی۔ یا اس کا کوئی مقام ومرتبہ تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی مکرّم نے مکّہ مکرّمہ میں دس سال قیام فرمایا اور لوگوں کے پاس ان کی قیام گاہوں یعنی عکاظ ومجنہ میں تشریف لے جاتے اور حج کے موقع پر ان سے فرماتے ''تم میں

سے کون ہے جو مجھے مدد دے اور مجھے ٹھکانہ مہیا کرے"۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قبائل کی منازل اور رہائش گاہوں میں تشریف لے جاتے اور فرماتے "کون ہے جو مجھے اپنی قوم اور علاقہ کی طرف لے جائے کیونکہ یہاں قریش احکام خداوندی اور کلام ربّانی کے راستے میں حائل ہوتے ہیں اور رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور دعوتِ حق کو لوگوں تک پہنچانے میں طرح طرح کی مصیبتیں کھڑی کر دیتے ہیں"۔

ایک ضروری وضاحت

بعض اوقات مذکورہ واقعات کو پڑھ کر کسی ملحد یا ضعیف الایمان کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس امر کی کیا ضرورت پیش آئی کہ وہ کسی کافر کے پاس جا کر پناہ یا مدد طلب فرمائیں اور یہاں تک کہ ایام حج میں لوگوں سے سرِ عام یہ کہتے پھریں کہ مجھے کون ٹھکانا مہیا کرے گا۔ اگر وہ واقعی رسوُل برحق ہوتے تو اللہ کریم جو کہ قوی و برتر ہے خود ان کی مدد فرماتا۔ اِس قسم کے سوالات کرنے والے کو جواباً یہ کہا جائیگا کہ یہ امر مُسلم ہے کہ اللہ کریم قدرت و طاقت رکھنے کے باوجود جو بھی کرتا ہے یا حکم دیتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ اگر یہ مصلحت دنیا کے ناقص ذہنوں میں آجائے تو بہتر ورنہ اس کا اعتراف و تسلیم کرنا بہر حال واجب و لازم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جو واقعات پیش آئے وہ سب اسی صاحب حکمت ذات اقدس سے صادر ہوئے۔ جس نے قواعد و قوانین اور کلیہ قائم فرمایا۔ افلاک کو گردش میں مصروف کیا۔ ہواؤں کو چلنے پر اور پانیوں کو بہنے پر مجبور کیا اور اس کارخانہ قدرت میں ہر وقت ظہور پذیر ہونیوالے عوامل کو یوں اپنے حکم کے تابع کیا ہے کہ ان کی گردش اور عمل میں کسی قسم کے خلل کا عمل و دخل نہیں ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ فخرِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جنکی ذاتِ اقدس کے ظہور کیلئے کائنات خلق کی گئی اور یہی حبیبِ خداوند کریم کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں اور کبھی قوم کے سامنے بظاہر مغلوب نظر آتے ہیں۔ بعض مقامات پر اِس ذاتِ اقدس کو جبر اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے تو ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان تمام امور کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہیں۔ اگر ان میں بعض کے بارے اچھی طرح غور و فکر کریں تو ان شدائد کے پردوں سے دو حکمتیں ہمیں نظر آتی ہیں۔

پہلی حکمت ان مشکلات اور ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دل اقدس ان مشکلات و مصائب پر رضا و سکون محسوس کرے اور جس امر کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تکلیف دی جائے شرح صدر کے ساتھ اُسے ادا فرمائیں۔

دوسری حکمت حجت اور برہان کے درمیان شکوک وشبہات کا ظاہر کرنا ہے تاکہ ان دلائل کی روشنی میں شبہات کا ازالہ کرکے علماء، محققین اور مجتہدین اجر وثواب حاصل کرکے اپنے درجات میں بلندی اور رفعت حاصل کریں۔ نیز یہ بات بھی سامنے رہے کہ ان امور میں امّت کے لئے درسِ عبرت اور سامانِ تربیت بھی ہے کہ اگر انبیاء علیہم السّلام جو کہ خداوند کریم کے برگزیدہ ہوتے ہیں اگر وہ ان تکالیف وشدائد کا سامنا کرسکتے ہیں تو پھر ہم کون ہیں اور کیوں سوچیں کہ ہمیں کوئی تکلیف نہ پہنچے ہم کسی قسم کے مصائب، دشواری، یا مشکلات سے دوچار نہ ہوں۔ جب اس قدر برگزیدہ اور عظیم ہستیوں نے تمام مظالم، شدائد ومشکلات صبر ورضا کے ساتھ برداشت کیں تو ہمارے لئے صبر ورضا کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اور انبیاء علیہم السّلام کے قول وفعل ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی جانب سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اسراء ومعراج پر تشریف لے جانا اخص خصائص۔ اشرف فضائل وکمالات اور اظہر معجزات وکرامات ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی اس شرف وکرامت کا حامل نہ ہوا۔ جہاں تک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لے گئے اس جگہ تک کوئی نہ پہنچ سکا جو کچھ حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مشاہدات کروائے گئے کسی اور کو ان مشاہدات سے شرف نہ بخشا گیا۔ سفر طائف سے واپسی پر اللہ کریم نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ، مسجد اقصیٰ سے سبع سماوات تک اسی ظاہری جسم اور روح کی بیداری کی حالت میں ایک شب کے قلیل حصہ میں سیر کرائی جسکو اسراء ومعراج کا نام دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ الاسراء میں فرمایا: ترجمہ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 1)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ خاص کو رات کے تھوڑے سے وقت کے اندر اندر مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے چاروں طرف ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ تاکہ اُن کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا یعنی اسراء قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر تشریف لے جانا اور احادیث سے ثابت ہے اس کا نام معراج ہے۔ معراج کا منکر مُتبدِع، فاسق اور ذلیل ہے۔ اس سے آگے دکھائے جانے والے جزئیات اور عجائب وغرائب اخبار کا منکر جاہل اور محروم ہے۔

(از مدارج النبوۃ جلد اول، صفحہ 269)

علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ واقعہ اسراء ومعراج کس سال پیش آیا۔ اسراء ومعراج اعلانِ نبوت کے

بارہویں سال سترہ رمضان المبارک کو وقوع پذیر ہوا اور یہ بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت سے ایک سال قبل سترہ ربیع الاوّل کو معراج پر تشریف لے گئے۔

واقدی اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ اور یہی قول حق و مختار ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن جوزی "الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں لکھتے ہیں کہ میرے شیخ ابوالفضل بن ناصر فرمایا کرتے تھے کہ ایک جماعت واقعہ معراج کو ہجرت سے ایک سال قبل ہونا مانتی ہے جبکہ دوسری جماعت علماء کا یہ قول ہے کہ معراج شریف ہجرت سے چھ ماہ قبل رونما ہوئی۔ امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واقعہ معراج رجب المرجب کی ستائیسویں رات کو ہوا۔ اِسی طرح دیگر علماء اور صاحب سیر اپنی اپنی تحقیق کے مطابق مختلف خیالات تحریر کرتے ہیں اور یوں علماء اسراء و معراج کے بارے میں دس الگ الگ اقوال کے قائل ہیں جو کہ یہ ہیں۔

1: ہجرت سے چھ ماہ قبل
2: ہجرت سے آٹھ ماہ پہلے معراج ہوئی۔
3: ہجرت سے گیارہ ماہ پیشتر
4: ہجرت سے ایک سال قبل
5: ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ قبل
6: ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ قبل
7: ہجرت سے ایک سال اور چھ ماہ قبل
8: ہجرت سے ایک سال اور دو ماہ قبل
9: ہجرت سے تین سال قبل
10: ہجرت سے پانچ سال قبل

(فتح الباری باب المعراج میں مذکورہ اقوال تفصیلاً تحریر کئے گئے ہیں)

مشہور قول یہ ہے کہ واقعہ معراج حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد بیعتِ عقبہ سے پہلے وقوع پذیر ہوا۔ جیسا کہ پہلے آٹھ قول اس پر متفق ہیں۔ غرض اکثریت اِسی جانب ہے کہ معراج شریف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ہوئی۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے انتقال فرما گئی تھیں۔ جبکہ نمازیں معراج کے موقع پر فرض ہوئیں حقائق کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے اور امّت کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفقاء کے ہمراہ شعب ابی طالب سے 10 نبوی میں باہر تشریف لائے۔ مذکورہ حقائق کی روشنی میں پتہ چلا کہ معراج 10 نبوی کے بعد اور 11 نبوی میں سفر طائف کے بعد ہوئی۔

اب رہا سوال کہ معراج کس مہینہ میں ہوئی تو اس سلسلے میں بھی پانچ قول ہیں یعنی ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، رمضان یا شوال۔ مشہور ترین قول یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔

(شرح المواہب لدنیہ۔ جلد 1 صفحہ 307، مدراج النبوۃ جلد 1 صفحہ 270)

تفصیل شبِ معراج

کتب سیر میں معراج کا واقعہ درج کرتے ہوئے اصحاب سِیَر علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک روایت میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو طالب (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حقیقی بہن بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے 46 حدیثیں مروی ہیں) کے گھر بسترِ استراحت پر آرام فرما رہے تھے۔ نیم خوابی کی حالت میں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دیکھا کہ مکان کی چھت پھٹی اور حضرت جبریل علیہ السّلام اس چھت سے کمرہ میں اترے، جبریل علیہ السّلام کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نہایت ہی ادب و احترام سے جگایا اور اپنے ہمراہ لے کر حطیم میں آئے سرکار حطیم میں آکر سو گئے جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السّلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جگایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے معراج شریف کا واقعہ یوں نقل کرتے ہیں۔ کہ "آنحضرت علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا میرے پاس دو شخص آئے ایک نے دوسرے سے کہا یہ ہیں وہ جو حطیم میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے لٹا کر سینہ مبارک کو چاک کیا میرے قلب مُبارک کو باہر نکال کر زم زم کے پانی سے دھویا اور پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اس ایمان اور حکمت سے میرے دل کو بھر کر سینہ دوبارہ بند کر دیا گیا پھر میرے شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی" (یہ مہر نبوت خاتم النبیّین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے)

یاد رہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شق صدر چار دفعہ ہوا۔ پہلی دفعہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عہد طفولیت میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت ذویب عبداللہ بن حارث = حارث بن عبدالعزی بن رفاعہ کی اہلیہ قبیلہ سعد بن بکر سے تعلق جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا) کے پاس تھے۔ دوسرا جب عمر مبارک دس سال تھی اور بلوغ کا زمانہ قریب تھا تیسری دفعہ بعثت شریف کے نزدیک اور چوتھی مرتبہ عہدِ نبوّت میں معراج پر تشریف لے جانے سے پہلے۔

(صحیح بخاری و مُسلم شریف)

اس کے بعد سفید رنگت والی سواری براق کو حاضر کیا گیا۔ براق ایک جنتی جانور ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے کچھ بڑا تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ ایک قدم منتہائے بصر پر پڑتا تھا۔

(از تاریخ طبری جلد 1)

جب حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس براق پر سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا جبریل علیہ

السّلام نے کہا اے براق یہ کیسی شوخی ہے۔ تیری پشت پر آج تک حضور علیہ السّلام سے زیادہ مکرّم و محترم ہستی سوار نہیں ہوئی۔ براق کو شرم کی وجہ سے پسینہ آ گیا اور پھر نہایت ادب سے لیکر روانہ ہوا۔

لفظ براق بریق سے مشتق ہے جسکے معنیٰ روشنی کی شعاعیں ہیں۔ اسی طرح براق کی رفتار کی تیزی ہے براق کو براق اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسکے دو رنگ تھے۔ جس کو شاۃ برقا کہتے ہیں اسکے بال سفید اور سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔

(روایت از قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ)

ممکن ہے براق کا لفظ کہیں مشتق ہی نہ ہو۔ براق خود ہی میں مکمل معنی لئے ہوئے ہے۔

از صاحب مواہب لدنیہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا براق پر سواری کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سواری خاص طور پر انبیاء علیہم السّلام کے لئے مخصوص تھی۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ ہر نبی کی شان کے مطابق سواری کے لئے براق آتا تھا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی زیارت کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے تو آپ علیہ السّلام نے بھی براق پر سواری کی تھی۔ لیکن یہ براق جو حضور پرنور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے پیش کیا گیا تھا سب سے بڑا اور افضل تھا۔ براق نے شوخی اس لئے کی تھی کہ اس پر پہلے کبھی کوئی سوار نہیں ہوا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ براق کا شوخی کرنا ناز و طرب وافتخار کے باعث تھا نا کہ سرکشی کے باعث بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ رکاب جبریل علیہ السّلام کے ہاتھ میں تھی اور لگام حضرت میکائیل علیہ السّلام کے ہاتھ میں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السّلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے سوار ہوئے۔

(زرقانی جلد 4 صفحہ۔ 33 تا 55، خصائص الکبریٰ باب المعراج)

1۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایسی زمین پر سے گزرے جہاں کثرت سے کھجور کے درخت تھے گویا یہ نخلستان والی زمین تھی۔ یہاں پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السّلام نے گزارش کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ سرزمین یثرب ہے یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائیں پھر جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس جگہ کا نام مدینہ منورہ ہوگا اور آپ اس سرزمین کی طرف مکّہ سے ہجرت فرمائیں گے۔

2۔ آپ علیہ السّلام پھر براق پر سوار ہوئے اور ایک زمین پر پہنچے یہاں بھی جبریل علیہ السّلام نے عرض کی کہ دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہاں پر بھی نماز دوگانہ پڑھی جبریل علیہ السّلام نے عرض کی کہ یہ وادی سینا ہے جہاں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خداوند کریم سے کلام کی۔

3۔ پھر سوار ہوئے ایک اور زمین پر سے گزر ہوا وہاں بھی دو رکعت نماز پڑھی حضرت جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ سرزمین مدین ہے۔ جو حضرت شعیب علیہ السّلام کا مسکن تھا۔ یہاں سے روانہ ہوئے اور ایک دوسری زمین پر پہنچے اس جگہ بھی نماز دوگانہ پڑھی۔ جبریل علیہ السّلام نے عرض

کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ (یہ حدیث شریف حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)۔

از ابن ابی حاتم والبیہقی وصحہ والبزار والطبرانی۔

4۔ اسکے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک بوڑھی عورت کو ایک طرف کھڑے دیکھا آنحضرت علیہ السّلام نے فرمایا جبریل علیہ السّلام یہ کون ہے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بڑھے چلئے۔

5۔ پھر ایک جماعت نے سلام عرض کیا وہ کہہ رہے تھے السّلام علیکم اے اوّل۔ السّلام علیکم اے آخر۔ السّلام علیکم یا حاشر، جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا ان کے سلام کا جواب دیں۔ اس طرح حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ بوڑھی عورت دنیا تھی اور یہ دنیا اتنی عمر تک باقی رہے گی جتنی عمر اس بڑھیا کی تھی اگر آپ اس کے سلام کا جواب دے دیتے تو امّت دنیا کو اختیار کرلیتی آخرت کو چھوڑ دیتی اور ابلیس ان کو گمراہ کر دیتا۔ اور جس جماعت نے آپ علیہ السّلام کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہ السّلام تھے۔

6۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں سفر معراج پر تھا تو میرا گزر ایک سرخ ٹیلے پر سے ہوا میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی قبر انور میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب میں ان کے قریب سے گزرا تو انہوں نے سلام کیا اور فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اس لئے نماز ادا کرتے ہیں جس طرح اہل جنت کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ وہ بہشت میں عبادت کرتے ہیں گویا وہ مکلّف نہیں ہوتے۔

(از صحیح مُسلم شریف، اخرجہ ابن جریر البیہقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 158، فتح الباری جلد 1 صفحہ 153 ابن کثیر جلد 6 صفحہ 8)

مذکورہ تمام تفصیل زرقانی شرح مواہب الدنیہ جلد 6 صفہ 39 میں مذکور ہے۔

7۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بُرے اور نیک لوگوں کے گروہوں اور قوموں پر سے گزرے ان میں سے ایک قوم ایسی تھی جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے۔ جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ یعنی یہ لوگ اپنے بھائیوں کی غیبت کرتے ہیں ان کی عزت وناموس سے کھیلتے ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 156)

8۔ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا گزر ایسی قوم پر سے ہوا جو کہ ایک دن میں فصل بو بھی لیتے

تھے اور اسی دن کاٹ بھی لیتے فصل کاٹنے کے بعد کھیتی پھر اُسی طرح سرسبز وشاداب ہو جاتی اس قوم کے بارے میں حضرت جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم یہ وہ گروہ ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور ان کو ایک نیکی کا اجر سات سوگنا سے بھی زیادہ ملتا ہے۔

9۔ پھر حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ السلام نے ایسی قوم دیکھی جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز ادا کرنے میں سستی وکاہلی سے کام لیتے ہیں۔ان لوگوں کے سراسی طرح کچلے جاتے ہیں پھر ٹھیک ہو جاتے ہیں پھر کچلے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

10۔ اِسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم ایسی قوم پر سے گزرے جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے ان کے بارے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ یہ قوم جہنم کے پتھر کھارہی تھی اور ہمیشہ ان کوغذا میں یہی جہنم کے پتھر ملتے رہیں گے۔

11۔ پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم نے دیکھا کہ ایک ایسی قوم ہے جن کے آگے خوب بُھنا ہوا گوشت رکھا ہے اور دوسری طرف کچا اور سڑا ہوا گوشت پڑا ہے۔ یہ قوم پکا ہوا گوشت کھانے کی بجائے کچا اور سڑا ہوا گوشت کھارہی ہے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم یہ وہ قوم ہے جن کی اپنی بیویاں موجود تھیں لیکن یہ بازاری اور زانیہ فاجرہ عورتوں کے ساتھ رات بسر کیا کرتے تھے اور صبح تک اِسی غلط فعل میں مصروف رہتے اور یہ عورتیں وہ ہیں جن کے اپنے پاک شوہر تھے لیکن یہ انکو چھوڑ کر کسی بدکار یا زانی مرد کے ساتھ ہم بستری کرتی تھیں۔

12۔ راستے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم نے ایک ایسی لکڑی دیکھی جو راستے میں پڑی تھی اس لکڑی کے ساتھ جو کپڑا یا دوسری چیز لگ جاتی یا اس لکڑی کے قریب سے بھی گزرتی تو یہ لکڑی کپڑے یا چیز اس کو پھاڑ دیتی تھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم نے جبریل علیہ السّلام سے دریافت کیا یہ لکڑی کیسی ہے جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا اس لکڑی کی مثال آپ کی اُمّت میں سے ان لوگوں کی ہے جو راستے پر چُھپ کر بیٹھ جاتے ہیں اور راہ گیروں کو لوٹتے ہیں ان کا مال اسباب چھین کر انکو قتل کردیتے ہیں۔

13۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کے پاس لکڑیوں کا بھاری گٹھا ہے یہ لوگ کوشش کے باوجود وہ گٹھا نہیں اٹھا سکتے لیکن پھر بھی اِدھر اُدھر سے مزید لکڑیاں لاکر اس گٹھے میں شامل کرتے جارہے ہیں جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی امانتیں، حقوق وفرائض کو جو، ان کے ذمہ ہے۔ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن پھر بھی مزید بوجھ اپنے اوپر لادتے جارہے ہیں

14۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسَلّم کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کی زبانیں اور لب قینچیوں سے کاٹی جا

رہی ہیں اور جب یہ لب اور زبانیں کٹ جاتی ہیں تو پھر فوراً ہی دوبارہ پہلے کی طرح صحیح سالم ہو جاتی ہیں ان کو پھر کاٹا جاتا ہے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جبریل علیہ السّلام نے ان لوگوں کے بارے میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ اُمت کے وہ خطیب اور واعظ ہیں جو دوسروں کو تو حق بات کی نصیحت کرتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 172 ، زرقانی جلد 6 صفحہ 41)

15۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایسے مقام سے گزر ہوا جہاں سے نہایت ہی ٹھنڈی ہوا اور بہترین خوشبو آ رہی ہے جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یہ جنّت کی ہوا اور خوشبو ہے پھر ایک جگہ سے بدبو محسوس ہوئی عرض کیا یہ جہنّم ہے جسکی بدبو آپ علیہ السّلام محسوس فرما رہے ہیں۔

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 167، 172)

16۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جبریل علیہ السلام کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک آواز سُنی کوئی کہہ رہا تھا یا محمد، یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ذرا ٹھہریئے میں اس کے کہنے پر نہ ٹھہرا۔ جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ عیسائیوں کا منادی تھا اگر آپ رُک جاتے تو یہ عیسائی لوگ آپ کی اُمت پر چھا جاتے اور آپ کی اُمت ان کے خیالات کو پسند کرنے لگتی۔

(از: شرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم علامہ ابوسعید نیشاپوری متوفی 407ھ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیت المقدس میں تشریف آوری

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمام مقامات کا مشاہدہ فرماتے ہوئے اپنی مکمّل شانِ رسالت کے ساتھ بیت المقدس پہنچے اور اپنی سواری براق سے نیچے تشریف لائے۔ جبریل علیہ السّلام نے براق کو اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السّلام کی سواریاں بندھا کرتی تھیں۔

(روایت از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحیح مُسلم شریف)

بیت المقدس میں داخل ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمائے۔

(روایت از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مُسلم، زرقانی جلد 6 صفحہ 45)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ”میں اور جبریل علیہ السلام اکٹھے بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی“۔

(البیہقی) (تفسیر ابن کثیر جلد 2 صفحہ 302)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا استقبال کرنے کے لئے تمام انبیاء علیہم السّلام پہلے ہی بیت المقدس میں

موجود تھے۔

(زرقانی جلد6، صفحہ 5)

کچھ دیر کے بعد بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہوگئے پھر موذن نے اذان دی۔ سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امامت میں نماز پڑھی اس موقع پر آسمان سے فرشتے بھی اتر کر نماز میں شامل ہوئے علماء اس نماز کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ آیا یہ نماز فرض تھی یا نفل نماز، اگر یہ نماز فرض تھی تو وقت عشاء کا تھا یا فجر کا۔ حدیث شریف کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السّلام کا بیت المقدس میں ورود عروج آسمانی سے قبل تھا۔ یوں یہ نماز عشاء ہوئی۔ دوسرا قول جس کے مطابق یہ واقعہ معراج سے بعد کا ہے تو یہ فجر کی نماز ہوگی۔ کچھ علماء نے اس قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے جملہ کمالات و برکات کے ساتھ تشریف لائے تو دوسرے انبیاء علیہم السّلام پر اپنی فضیلت کی نمود کے لئے یہ نماز ادا کی۔

شیخ کبیر عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نماز پڑھنا عروج سے پہلے اور نزول کے بعد دونوں حالتوں میں ہے۔ کیونکہ احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

(از مدارج النّبوت جلد 1 صفحہ 269)

نماز سے فارغ ہونے کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔

1۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا:

حمد ہے اس ذات مقدس کی جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھ کو مُلکِ عظیم عطا فرمایا۔ مجھے امام و پیشوا بنایا اور آگ کو میرے حق میں سلامتی والا بنایا۔

2۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا:

حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور قوم فرعون کو ہلاک و تباہ کر دیا اور بنی اسرائیل کی میرے ہاتھ پر راہ راست گاری ظاہر فرمائی۔ اور میری امت میں ایسی قوم بنائی جو کہ حق ہدایت وانصاف کرتی ہے۔

3۔ حضرت داوٗد علیہ السّلام نے فرمایا:

حمد ہے اس ذاتِ مقدس کی جس نے مجھے عظیم ملک عطا فرمایا۔ مجھے زبور سکھلائی اور میرے ہاتھ میں لوہے کو نرم بنایا۔ پہاڑ اور پرندے میرے لئے مسخر کر دیئے جو میرے ساتھ مل کر اسکی تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور اس نے مجھے علم و حکمت اور دل میں اتر جانیوالا انداز تقریر عطا کیا۔

4۔ حضرت سُلیمان علیہ السّلام نے فرمایا:

حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے جنات، شیاطین اور ہوا کو میرے تابع بنایا اور وہ میرے حکم پر چلتے ہیں۔

اس نے مجھے پرندوں کی بولیاں سکھلائیں۔ جن، انس، چرند و پرند کا لشکر میرے لئے مسخر کیا۔ اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرمائی، جو میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہوئی اور مجھ سے ان چیزوں کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔

5۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا:

حمد ہے اس ذات کی جس نے مجھے کلمہ بنایا حضرت آدم علیہ السّلام کی طرح مجھے باپ کے بغیر پیدا کیا پرندوں کے بنانے۔ مُردوں کو زندہ کرنے، مادرزاد اندھے کو بینائی عطا کرنے اور کوڑھیوں کو تندرست بنانے کا معجزہ عطا کیا۔ اور اُس نے مجھے اپنی پاک کتاب انجیل کا علم دیا مجھے اور میری والدہ گرامی کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا۔ مجھے کافروں کی صحبت سے پاک رکھا اور زندہ آسمانوں پر اٹھایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمام حمدیں اور تعریفیں اس خدائے برتر کے لئے ہیں جو خالق کائنات ہے جس نے مجھے سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ جملہ بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنایا۔ اُس نے مجھ پر قرآن کریم فرقان حمید نازل فرمایا جس میں ہر خشک و تر کی وضاحت موجود ہے۔ اس نے میری اُمت کو وسطیٰ اور بہترین امت بنایا۔ میری امت کو اولین اور آخرین بنایا۔ میرا سینہ کھولا اور میرا بوجھ مجھ سے دور کیا۔ میرے لئے میرا ذکر بلند کیا۔ مجھے فاتح اور نبی آخرالزمان بنایا''۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ مبارک سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا کہ آپ انہی فضائل و کمالات کی وجہ سے ہم سب سے بڑھ گئے ہیں۔ اور ہم سب سے افضل ہیں۔

(از: زرقانی جلد 6 صفحہ 48، مدارج النبوت)

نماز سے فارغ ہو کر جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام نے دو پیالے جن میں سے ایک دودھ کا اور دوسرا شراب کا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے اور عرض کیا آپ مختار ہیں جو پیالہ پسند فرمائیں پی لیں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ اختیار فرمایا اس پر جبریل علیہ السلام نے پھر عرض کیا آپ نے فطرت کو اختیار کیا اس سے مراد دین اسلام اور اس پر استقامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں دودھ پیتا ہے تو اسکی تعبیر یہی کی جاتی ہے کہ وہ شخص علم دین سے بہرہ ور ہوگا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کریم کا راستہ اختیار کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے جو دو پیالے پیش کیے ان میں سے ایک شہد اور دوسرا دودھ کا تھا۔ ایک اور روایت میں تین پیالوں کا پیش کیا جانا آتا ہے۔ یعنی دودھ، شہد اور پانی۔ مختصراً سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ ہی پسند فرمایا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ پیالے

سدرۃ المنتہٰی پر پیش کیے گئے اہل سیر کہتے ہیں کہ ممکن ہے پیالے دو دفعہ پیش کیے گئے ہوں کیونکہ ایسا ہونا ناممکن تو نہیں ہے۔ زرقانی نے اس امر کی مکمل تفصیل بیان کی ہے علم اور شوق اور تحقیق کا جذبہ رکھنے والے حضرات زرقانی کا مطالعہ کریں۔

زرقانی جلد 6 صفحہ 47

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عروج سمٰوات

بیت المقدس میں امامت فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ مکرمین آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر کے لیے روانہ ہوئے جس پر بیت المقدس تک تشریف لائے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ بیت المقدس سے روانہ ہونے سے پہلے جنت سے ایک زمرد اور زبرجد سے آراستہ سیڑھی حاضر کی گئی اور یوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سیڑھی کے ذریعے آسمان کی طرف روانہ ہوئے سیڑھی کے دائیں بائیں تمام ملائکہ مکرمین تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں بیت المقدس کے امور سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی حاضر کی گئی اس سے بہتر سیڑھی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی یہ وہ سیڑھی تھی جس کے ذریعے بنی آدم کی ارواح آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور مرتے وقت میت اس سیڑھی کی طرف دیکھتی ہے۔ میرے رفیق جبریل علیہ السلام نے مجھے اس سیڑھی پر چڑھایا یہاں تک میں آسمان کے ایک دروازے پر پہنچا جس کو باب الحفظ کہتے ہیں۔

(مذکورہ حدیث ابن اسحاق نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے)

(از البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 110، زرقانی جلد 2 صفحہ 55)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیڑھی کے ذریعے آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور براق بدستور بیت المقدس کے دروازے پر بندھا رہا آسمانوں کی سیر کے بعد جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ بیت المقدس پر اترے تو اسی براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ کو واپس روانہ ہوئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 110 حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آسمان اول

آسمان اول یا آسمان دنیا کا نام برقیعا ہے یہ سبز زمرد کا بنا ہوا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلے آسمان پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے پہلے آسمان کا دروازہ کھولنے کو کہا دروازہ کھلا۔ دربان جس کا نام ملینا تھا نے پوچھا جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ کون ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربان نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے کا پیغام بھیجا گیا ہے جواب ملا ہاں فرشتے پکارے:

مرحبا به و نعم المجی جاء

''مرحبا اس مہمان عزیز و محترم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا ہی مبارک ہے'' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور ایک نہایت ہی بزرگ ہستی کو دیکھا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور کہا۔

مَرحَبَا یَا ابن الصَّالِح و النَّبِی الصَّالِح

"مرحبا فرزند صالح کے لیے اور نبی صالح کے لیے"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں کچھ صورتیں ہیں۔ وہ جب دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں جبکہ بائیں طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو روتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کے دائیں جانب ان کی نیک اولاد ہے جو کہ سب جنتی ہیں انکو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جبکہ بائیں طرف والی اولاد اہل جہنم میں سے ہیں ان کو دیکھ کر روتے ہیں۔

(روایت از صحیح بخاری و مسلم)

آسمان دوم

آسمان دوم کا نام ارفلمون ہے یہ آسمان چاندی کا بنا ہوا ہے جب جبریل علیہ السلام نے دوسرے آسمان پر پہنچ کر دروازہ پر دستک دی (جس کا نام زمیالیل ہے)

دروازہ کھلوایا دربان نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ دربان نے پوچھا ان کو بلایا گیا ہے جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہاں دربان فرشتوں نے فرط مسرت سے کہا۔

مرحبا به و نعم المجیء جاء

''مرحبا مہمان عزیز وقار کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا بہت مبارک ہے'' دروازہ کھولا آپ علیہ السلام اندر تشریف لے گئے وہاں حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو کہ خالہ زاد بھائی ہیں جبریل علیہ السلام نے عرض کی انہیں سلام کیجئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا دونوں نے جواب دینے کے بعد کہا:

مَرحَبَا بالاخ الصَّالح و النَّبِی الصَّالح

''مرحبا برادر صالح کو اور نبی صالح کو''

آسمان سوم

آسمان سوم کا نام زیلون ہے اسے سرخ یاقوت سے بنایا گیا ہے اسکے دربان کا نام کوکبائیل ہے۔ پھر تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے دروازہ کھلا پوچھا گیا کون جبریل علیہ السلام نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر پوچھا گیا آپ کو بلایا گیا ہے انہوں نے کہا ہاں دربان نے فرط مسرت سے کہا:

مَرحَبًا به وَ نعم المُجِیء جَاء

''خوش آمدید تشریف لانے والے کے لیے اور بہترین تشریف لانے والے آئے'' اندر داخل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا۔

مَرحَبًا بالاخ الصَّالح و النَّبِی الصَّالح

آسمان چہارم

آسمان چہارم کا نام ماعون اور ایک روایت کے مطابق زیون ہے یہ سفید موتیوں کا بنا ہوا ہے اسکے خازن کا نام مومیائیل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا پوچھا ہمراہ کون ہے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ادریس علیہ السلام کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا:

مَرحَبًا بالاخ الصَّالح و النَّبِی الصَّالح

آسمان پنجم

آسمان پنجم کا نام سخن اور ایک روایت کے مطابق البیانیقون ہے اور یہ سبز یاقوت کا بنا ہوا ہے۔ اس کے خازن کا نام اوسقطائیل ہے۔ پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے دربان نے پوچھا کون جبریل علیہ السلام نے کہا میں جبریل ہوں دربان نے پھر پوچھا ساتھ کون ہے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دربان نے پوچھا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا جواب دیا ہاں۔ دربان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

مَرحَبًا به و نعم المُجِیء جَاء

دروازے سے اندر داخل ہوئے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے جواب سلام کے بعد مرحبا کہتے ہوئے کہا:

مَرحَبًا بالاخ الصَّالح والنَّبِی الصَّالح

آسمان ششم

آسمان ششم کا نام دفنا ہے اور یہ زرد یاقوت کا بنا ہوا ہے روعائیل اس کے خازن ہیں۔ چھٹے آسمان پر پہنچ کر جبریل علیہ السلام نے کہا دروازہ کھولو میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں دربان نے پوچھا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ دربان نے مرحبا کہتے ہوئے دروازہ کھولا اور پھر کہا:

مَرحَبًا به و نعم المُجیء جَاء

اندر داخل ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

مَرحَبًا بالاخ الصَّالح والنَّبِی الصَّالح

آسمان ہفتم

آسمان ہفتم کا نام شموا ہے یہ اللہ کریم کے نور سے بنا ہوا ہے اس آسمان کے خازن کا نام روحائیل ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے دربان نے پوچھا آپ کے ہمراہ کون ہے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربان نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی کو بھیجا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ہاں دربان نے فرط مسرت سے دروازہ کھولا اور کہا۔

مَرحَبًا به و نعم المُجیء جَاء

اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا پھر مرحبا کہتے ہوئے کہا

مَرحَبًا بالاخ الصَّالح والنَّبِی الصَّالح

از: الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سدرۃ المنتہیٰ

آسمانوں کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ (سورۃ النجم آیت 14) پر تشریف لے گئے اس مقام پر مخلوق کے اعمال اور علوم ختم ہو جاتے ہیں یہاں پر امر الٰہی نازل ہوتا ہے اور احکام ملتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ بہت بڑا درخت ہے اسکی وسعت پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ اس بیر کے درخت کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے بڑے ہیں۔ جن کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اگر ایک پتہ زمین پر گر جائے تو پوری زمین کو اپنے نیچے چھپا لے۔ سدرۃ المنتہیٰ ایسا مقام ہے کہ زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے اس مقام پر رک جاتی ہے اس طرح خداوند کریم

سے جو چیز اترتی ہے وہ بھی اسی مقام پر آ کر رک جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے اس لیے اس مقام کو سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے۔

زرقانی جلد 6 صفحہ 18

اس مقام سے آگے کوئی نہیں جا سکا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبریل علیہ السلام بھی اس مقام پر رک گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا یہ کیا مقام ہے کہ تم بھی یہاں رک گئے ہو میرے ساتھ آگے نہیں چلو گے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں ایک انگلی کے پور کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤنگا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ اگر تمہاری کوئی خواہش ہو تو مجھے بتاؤ جبریل علیہ السلام نے عرض کی اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری یہ حاجت ہے کہ جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ جب آپ کی امت پل صراط پر سے گزر رہی ہو تو مجھے اپنے پر پھیلانے کی اجازت ہو تا کہ امت میرے پروں پر سے حفاظت کے ساتھ گزر جائے۔

سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہریں جاری ہوتی ہیں جن میں سے دو ظاہری ہیں اور دو باطنی جبریل علیہ السلام نے عرض کیا باطنی نہریں بہشت میں جاتی ہیں جبکہ ظاہری نہریں سنیل اور فرات ہیں۔ جن کے نام سنیل، فرات، سیحان اور جیجان ہیں۔

(یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)

روایات میں آتا ہے کہ ان کے جنت سے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کے فائدے اور ثمرات دائمی و ابدی ہیں اور یہ نہریں بہشت کی جنس ہیں۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان ہفتم پر تشریف لائے تو وہاں ایک نہر دیکھی جو یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر بہتی ہے اسکے پیالے سونے، چاندی، زمرد، یاقوت اور زبرجد کے بنے ہوئے ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ حوض کوثر ہے جو اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا ہے۔

ابن حاتم روایت کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن نصر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ والدہ ماجدہ کا نام ام سلیم۔ رشتہ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں) سے کہ بہشت میں ایک چشمہ جاری ہے جسکو سلسبیل کہتے ہیں۔ اس سے دو نہریں نکلتی ہیں ایک کو کوثر کہتے ہیں اور دوسری نہر رحمت ہے۔ گناہگار لوگ جب دوزخ سے جل کر نکلتے ہیں تو اس نہر میں غوطہ لگاتے ہیں اور فوراً ہی تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث کو حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کو انوار و تجلیات نے ڈھانپا ہوا ہے جن کا آپ نے مشاہدہ کیا۔ سونے کے پرندوں اور پروانوں کی طرح ہر پتے پر ایک فرشتہ ہے اس مقام کے اوصاف قیاس و عقل سے باہر ہیں۔

ایک اور روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ اس مقام پر حضور انور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں تین پیالے پیش کئے گئے جن میں ایک دودھ، دوسرا شہد اور تیسرا شراب کا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا اسکی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

از مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 283، شرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از: علامہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نیشاپوری

اسکے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بیت المعمور پیش کیا گیا اور اس پر پڑے ہوئے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے۔ بیت المعمور کے بارے میں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

ثُمَّ رُفِعَ اِلَی الْبَیْتُ الْمَعْمُوْرِo (پھر بیت المعمور کی طرف لے جایا گیا)

اس حدیث کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ بیت المعمور کے درمیان کئی عالم ہیں۔ یہ تمام عالم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بصیرت اور بصارت میں لائے گئے۔ بیت المعمور ایک مسجد ہے جو کہ خانہ کعبہ کے بالکل اوپر آسمانوں پر ہے (اگر اس مسجد کے محل وقوع کی مزید وضاحت کی جائے اور فرض کر لیا جائے کہ یہ مسجد نیچے گرے گی تو یہ کعبہ مکرمہ کے عین اوپر آ کر گرے گی)۔ بیع المعمور کی آسمانوں میں قدر و قیمت اسی طرح ہے جیسے مکہ مکرمہ کی قدر و قیمت دنیا میں ہے۔ جس طرح مسلمان کعبہ کا طواف کرتے ہیں اسی طرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ روزانہ طواف کرنے والے فرشتوں کی تعداد ستر ہزار ہے اور جو فرشتے ایک دفعہ طواف کر لیتے ہیں پھر قیامت تک انکی باری نہیں آتی۔ اور یوں یہ سلسلہ صبح و شام جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

(اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کا ذکر سورۃ الطور کی چوتھی آیت میں فرمایا ہے)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ زمین کا کوئی چپہ ایسا نہیں جہاں فرشتے سجدہ نہ کرتے ہوں اور اسی طرح پانی کے ہر قطرہ پر ایک ایک موکل موجود ہوتا ہے۔

مدارج النبوت، شرف النبی، جلد 1 صفحہ 283، جلد 1 صفحہ 215

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (سورۃ النحل آیت 8)

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: ''پیدا فرماتا ہے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے''

اسکی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عطار، مقاتل اور ضحاک جو کہ بلند پایہ آئمہ تفسیر تھے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا عرش کے دائیں طرف ایک نہر چلتی ہے وہ نہر ساتوں آسمان اور زمینوں کے برابر ہے۔ جبریل علیہ السلام ہر روز آ کر اس نہر میں غسل کرتے ہیں اور یوں اپنے نور میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ پھر اپنے پر مبارک جھاڑتے ہیں تو ہر قطرہ پانی سے اللہ کریم کئی ہزار فرشتے پیدا کرتا ہے اور یوں یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عروج کی طرف تشریف لے گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید عجائبات دیکھے۔

صریف الاقلام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مزید بلندی پر تشریف لے گئے تو ایک مقام پر قلموں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں جسکو صریف الاقلام کہتے ہیں۔ فرشتے یہاں ان قلموں سے قضاء وقدر تحریر کرتے ہیں اگرچہ اللہ کریم کی قضاء قدر قدیم ہے جبکہ کتابت حادث ہے۔ لوح محفوظ میں کائنات کی ہر چیز اور اسکے بارے میں ثبت ہے۔ فرمایا

وَ جَفَّ القلم بِمَا هونَ کائن

(اور آئندہ سب کچھ ہونے والا تحریر کرکے قلم خشک ہو گیا)

صحیح بخاری روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذکورہ فرمان اسی طرف اشارہ ہے۔

از: زرقانی جلد 2 صفحہ 88

اللہ تعالیٰ نے بارہ اقلام بنائے اور ہر ایک کا الگ الگ مرتبہ ہے لیکن ان سب میں سے بلند مرتبہ اس قلم کا جس سے قدرت نے مخلوقات کی تقدیریں لکھی ہیں اس کو قلم قدرت کہتے ہیں۔

صاحب مواہب لدنیہ نے یہ روایت ابن قیم سے نقل کی ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَم

ترجمہ: ''سب سے پہلے اللہ کریم نے جو چیز پیدا کی وہ قلم ہے''۔

پہلا قلم

قلم کو پیدا فرما کر حکم دیا لکھ قلم نے کہا کیا لکھوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت تک ہونے والی سب مخلوق کی تقدیریں لکھو یہ سب سے پہلا اجل قلم تھا۔ علماء تفسیر بیان کرتے ہیں کہ یہ ہی وہ قلم ہے جسکی قسم اللہ کریم نے سب سے پہلے اٹھائی۔

دوسرا قلم

دوسرے قلم کا نام قلم وحی ہے جس نے اللہ کریم کے سب فرمان تحریر کیے۔

تیسرا قلم

تیسرے قلم کا نام قلم توقیع ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے۔

چوتھا قلم

چوتھے قلم کا نام طب ابدان ہے۔ اس قلم سے صحت ابدان کو لکھا جاتا ہے۔

پانچواں قلم

پانچویں قلم کا نام توقیع ہے۔ اس قلم سے بادشاہوں، حکمرانوں، عظیم افراد کے ناموں کی نشاندہی کی جاتی ہے اور امور حکومت تحریر کیے جاتے ہیں۔

چھٹا قلم

چھٹے قلم کا نام قلم حساب ہے اس قلم سے خرچ ہونے والے اور نکالے جانے والے اموال کا حساب درج کیا جاتا ہے اسکو قلم ارزاق بھی کہتے ہیں۔

ساتواں قلم

ساتویں قلم کا نام قلم حکم ہے اس سے احکام کا نفاذ ہوتا ہے اور حقوق لکھے جاتے ہیں۔

آٹھواں قلم

آٹھویں قلم کا نام قلم شہادت ہے اس سے حساب شہید اور حفاظت حقوق کو لکھا جاتا ہے۔

نواں قلم

نویں قلم کا نام قلم تعبیر ہے یہ قلم خواب میں ہونیوالی وحی کی تعبیر اور تفسیر تحریر کرتا ہے۔

دسواں قلم

دسویں قلم کا نام قلم تاریخ ہے اس قلم سے تاریخ و وقائع عالم کو لکھا جاتا ہے۔

گیارہواں قلم

گیارہویں قلم کا نام قلم لغت ہے۔ یہ قلم لغت کی تفصیلات کا اندراج کرتا ہے۔

بارہواں قلم

بارہویں قلم کا نام قلم جامع ہے یہ قلم مبطلین کے رد کے لیے ہے اور محرفین کے شبہوں کو دور کرنے کو تحریر کرتا ہے ان سب اقلام کے ساتھ عالم کی مصلحتوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔

(مذکورہ تفصیل سنن ابوداؤد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن اصرام بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف بن خزرج قبیلہ خزرج) کی حدیث سے اخذ کی گئی ہے)۔

مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 285، شرف النبی جلد 1 صفحہ 310

مذکورہ تمام اقلام کے ساتھ عالم کی مصلحتوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اللہ کی کتاب لکھنے والی قلم کی جلالت اور فضیلت اس بات سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسکی قسم کھائی ہے۔ اللہ کریم کی قلم سب سے اعلیٰ اور اجل ہے۔ اللہ اور اسکے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اس قلم کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔

مقامِ دنا فتدلّٰی (وصل)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ اقدس میں پہنچے جسے قرآن کریم (سورۃ النجم آیت 8)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝

سے بیان کرتا ہے۔ روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سبز رنگ کی رف رف بچھا دی گئی۔ اس کا نور آفتاب کے نور سے زیادہ تھا جسکی نورانیت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں مبارک روشن ہو گئیں۔ آپ اس رف رف پر تشریف فرما ہوئے اور اوپر کا سفر شروع ہوا یہاں تک کہ عرش پر پہنچ گئے۔ وہاں جو عجائبات اور امر عظیم دیکھا اسکی صفت زبان سے بیان نہیں ہو سکتی۔ پھر عرش سے ایک قطرہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر گرا آپ فرماتے ہیں کہ اس قطرہ کی شیرینی ایسی تھی جو پہلے میں نے کبھی نہیں چکھی تھی۔ یوں میرا دل روشن ہو گیا اور مجھے اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا۔

دَنَا فَتَدَلّٰی

میں تقدیم وتاخیر اصل میں اس طرح ہے دنــا فتـدلـیٰ اور اسکے معنی یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے لیے شب معراج میں ایک رف رف اتری۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بیٹھ گئے پھر آپ کو بلند کیا گیا یہاں تک کہ آپ اپنے پروردگار کے قریب پہنچ گئے۔

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

از: نسیم الریاض جلد 2 صفحہ 264، مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 289

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور پردہ میں سے موتیوں کی ایک رف رف کو دیکھا پھر اللہ کریم نے جو کلام مجھ سے کرنا چاہا وہ کلام مجھ سے کیا۔

از: خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 157

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام دنا فتدلیٰ اور حریم قرب میں تشریف لے گئے تو بارگاہ خداوندی میں سجدہ نیازی بجالائے۔ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے جمال بے مثال کو حجاب کبریائی کے پیچھے سے دیکھا اور بلاواسطہ کلام خداوندی اور وحی ایزدی سے مشرف وسرفراز ہوئے۔ (سورۃ النور آیت 35)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: ’’اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا‘‘۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ؕ﴿۱۰﴾

ترجمہ: ’’اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی‘‘۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا۔ سورۃ النجم آیت 10

فتح الباری جلد 7 صفحہ 169، باب المعراج

حکیم ترمذی وامام طبرانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم نور الٰہی کو دیکھا پھر خداوند کریم نے میری طرف وحی بھیجی جو اس نے چاہی اور میں نے بلاواسطہ عرض کیا۔

درمنثور جلد 6 صفحہ 123

جب رویت آیات الٰہی ہوچکیں تو قرب کی نوبت آئی۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اکیلے آخر تک پہنچے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نہ کوئی فرشتہ دوست تھا نہ کوئی ایسا

عزیز۔ ابھی ستر ہزار حجابات رہتے تھے ہر حجاب پہلے حجاب سے مختلف تھا کہ ہر حجاب کی تہہ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند کریم کے حکم سے تمام حجابات طے فرما لیے۔ اس مقام پر جلال و عظمت خداوند قدوس پیش آئی۔ ندا دینے والے نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں ندا دی۔

قِفْ یَا مُحَمَّد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ

ترجمہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہریئے آپ کا رب صلوٰۃ بھیج رہا ہے''۔

حضور علیہ السلام نے سوچا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز یہاں کہاں سے آئی۔ آپ علیہ السلام نے اس آواز سے انس محسوس کیا۔ پھر اللہ کریم کی طرف سے آواز آئی۔

اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اُدْنُ یَا اَحمد اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ

ترجمہ: ''اے ساری مخلوق سے افضل قریب ہو جایئے۔ اے احمد قریب ہو جایئے اے محمد قریب ہو جایئے''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا قریب کیا اور میں اس قدر نزدیک ہوا جتنا کہ خود اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ (سورۃ النجم آیات 8،9)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝۸ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝۹

ترجمہ: "پھر وہ تجلی (جلوہ) نزدیک ہوئی اور خوب نزدیک ہوئی۔ تجلی الٰہی اور اس محبوب کے درمیان اتنا فاصلہ رہ گیا جتنا دو قوسین (ہاتھ) کا فاصلہ ہوتا ہے بلکہ اور اس سے بھی کم"۔

پھر اللہ کریم نے مجھ سے کچھ پوچھا مجھ میں طاقت نہ تھی کہ جواب دے سکوں۔ پھر اللہ کریم نے اپنا دست قدرت جو بے کیف وحدود تھا میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اسکی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اور یوں مجھے اولین و آخرین کے علوم عطا کئے گئے۔ ان علوم میں سے ایک علم ایسا تھا جسکے متعلق مجھ سے عہد لیا گیا کہ اسے کسی پر ظاہر نہ کروں کیونکہ ہر ایک کو اس علم کی برداشت کی طاقت نہیں ہے سوائے میرے۔ ایک علم وہ عطا کیا گیا جس کے بارے میں مجھے اختیار دیا گیا کہ اس علم کو چھپاؤں یا ظاہر کروں۔ ایک علم ایسا دیا گیا جس کے متعلق حکم ہوا کہ یہ علم اپنی امت کے ہر خاص و عام پر ظاہر کردوں اور اسکی تبلیغ کی جائے۔

اسکے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی یا اللہ تو نماز گزارنے سے بے نیاز ہے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے مشابہ آواز میں کہ کہنا قِفْ یَا مُحَمَّد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ ترجمہ: (اے محمد ٹھہریئے بے شک آپ کا رب صلوٰۃ بھیجتا ہے) نے مجھے تعجب میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ میں دوسروں کے لیے نماز گزارنے سے بے نیاز ہوں۔ میں تو یہ کہتا ہوں۔ سُبْحَانِی سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِی (میں پاک ہوں میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے) میری صلوٰۃ تمہاری امت پر رحمت ہے۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی ہیں رفیق

ہیں اور رفیق وساتھی کی آواز کا سنانا انسیت اور اپنائیت کے لیے تھا۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام ہیبت ناک پر قائم رہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں نے آپ کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہونا چاہا تو ان پر میری ہیبت غالب آگئی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿١٧﴾

ترجمہ: ''اے موسیٰ (علیہ السلام) تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے''؟ (سورۃ طٰہٰ آیت 17)

موسیٰ علیہ السلام کو عصا کے ذکر سے انسیت حاصل ہوئی اور وہ اپنے حال پر آگئے۔ اسی طرح میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسیت کے لیے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز کو پیدا فرمایا تاکہ باعث انسیت ہو کیونکہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طینت پر پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں۔

مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 288

اس مقام پر خداوند کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین عطیے عطا فرمائے۔

1. پانچ نمازیں
2. سورۃ البقرہ کی آخری آیات
3. شرک نہ کرنے والے کے لیے اجر وانعام

علماء بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قاب قوسین) کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احوال امت عرض کئے۔ اور کہا اے اللہ تو نے بہت سی امتوں پر عذاب کیا۔ کسی امت کو پتھروں کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا کسی امت کو زمین میں دھنسا دیا۔ بعض امتوں کی صورتیں مسخ کر دیں۔ پس میری امت کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے فرمایا تیری امت پر اپنی رحمت بھیجتا ہوں ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا اور جو کوئی مجھ سے دعا مانگے گا میں اسکو لبیک کہوں گا۔ جو مجھ سے سوال کرے گا میں اسے دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں خود اسکی کفالت کروں گا۔ دنیا میں ان کے گناہوں کو پوشیدہ رکھوں گا اور آخرت میں تمہاری (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے ان کو بخش دوں گا۔ الغرض حق جل شانہٗ نے اس مقام قرب میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گونا گوں الطاف وعنایات سے نوازا اور طرح طرح کی بشارات سے مسرور کیا۔ خاص خاص احکامات وہدایات دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں نے خداوند کریم کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور عرض کی اے مالک ارض وسما ہر خادم کے لیے واپسی پر کوئی تحفہ ہوتا ہے میرے لیے اس سفر سے واپسی پر کیا تحفہ ہے اللہ کریم نے فرمایا جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے امتی مریں گے تو میں ان کے ساتھ ہوں گا غرض ہر حال میں ان کا ساتھی ہوں گا۔ (اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لیے خوشی اور خوشخبری ہے) اللہ کریم نے جو احکام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیئے ان میں سے اہم حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے پچاس نمازوں کا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تمام احکامات لے کر بعد مسرت واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ واپسی پر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ احکامات ہدایت اور فریضہ نماز کے متعلق سن کر جواب میں کچھ ارشاد نہ فرمایا۔

فتح الباری جلد 7 صفحہ 149، مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 293

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت موسیٰ سے گزر ہوا تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کس چیز کا حکم ہوا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کو ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے بنی اسرائیل کا خوب تجربہ ہے جس کی بنا پر میں کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس بارگاہ خداوندی میں تشریف لے جاویں اوران نمازوں میں تخفیف کے لیے عرض کریں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور نمازوں میں تخفیف کے لیے عرض کی اللہ کریم نے ان نمازوں میں سے دس نمازیں معاف فرمادیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی دریافت کیا اب کیا حکم ہوا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لیے دس نمازوں کی تخفیف کردی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا امت چالیس نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی پھر واپس تشریف لے جائیں اور مزید تخفیف کے لیے گزارش کریں۔ سرکار دوعالم پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے اور مزید تخفیف کے لیے گزارش کی اللہ کریم نے دس نمازیں اور معاف فرمادیں واپسی پر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اب تیس نمازیں باقی رہ گئی ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اپنی امت کے ساتھ سخت جدوجہد کر چکا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت یہ تیس نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی اس لیے مزید تخفیف کی گذارش کریں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے اور مزید تخفیف کا مطالبہ کریں۔ اللہ کریم نے اس دفعہ مزید دس نمازوں کی تخفیف فرمادی یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مزید تخفیف کی دعا کریں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر خداوند کریم سے مزید تخفیف کی گزارش کی اور اللہ کریم نے دس نمازوں میں تخفیف فرما کر پانچ نمازیں رہنے دیں واپسی پر پانچ نمازوں کا سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت پانچ نمازیں پڑھنے کی ہمت بھی نہیں رکھتی اس لیے مزید تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دفعہ فرمایا کہ میں اتنی دفعہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو چکا ہوں کہ اب مجھے سوال کرنے سے شرم وحیا آتی ہے پھر جب میں آگے گزرا تو غیب سے آواز آئی کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا پر نمازوں میں تخفیف کردی ہے لیکن امت کو ان پانچ نمازوں کا ثواب

پچاس نمازوں کے برابر ہی ملے گا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستجاب الدعوات ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید تخفیف کا سوال کرتے تو یقیناً یہ سوال قبول کیا جاتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال نہ کیا اور دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو ضرور شرف قبولیت بخشے گا اسی لیے وہ بار بار بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے رہے اور یہی عقیدہ حق ہے۔

امام علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستجاب الدعوات ہیں

از: الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 272

معراج سے واپسی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج شریف کی برکتوں، علوم وعرفان کی بلندیوں اور قرب خداوندی سے مشرف ہونے کے بعد آسمانوں سے واپسی پر دوبارہ بیت المقدس تشریف لائے اور یہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج سے واپسی پر صبح کو یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے میں کچھ غم ناک ہوا اور ایک طرف الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ ابوجہل کا وہاں سے گزر ہوا مجھے بیٹھا ہوا دیکھ کر میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور مذاق کے انداز میں پوچھا کہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سارا واقعہ ابوجہل کو سنایا کہ میں نے آج رات سیر کی۔ ابوجہل نے کہا کہاں تک۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس تک اور رات کے تھوڑے ہی عرصہ میں واپس بھی آ گیا۔ ابوجہل نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ واقعہ اسراء اہل قریش کے سامنے بیان فرمائیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ضرور بیان کروں گا چنانچہ ابوجہل نے گروہ قریش کو پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارا واقعہ اسراء بیان فرمایا جس کو سن کر لوگ حیران ہوئے کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا بعض نے تالیاں بجائیں اور تعجب سے کہنے لگے ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس بھی آ گئے۔ واقعہ معراج سن کر ایک ضعیف الایمان جماعت مرتد ہوئی۔ بعض حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور کہا کیا آپ کو اپنے یار کی کچھ خبر ہے کہ وہ کیا فرما رہے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مجھے رات بیت المقدس لے جایا گیا اور رات کے قلیل عرصہ میں واپس بھی آ گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا واقعی وہ یہ فرماتے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں تب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پس جو کچھ وہ فرماتے ہیں میں ان

کی بات پر ایمان لاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کیا آپ تصدیق کرتے ہیں کہ راتوں رات بیت المقدس گئے اور صبح ہوتے ہی واپس آ گئے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں میں تصدیق کرتا ہوں۔ تم بیت المقدس سے واپسی کے بارے میں تصدیق چاہتے ہو اگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں آسمانوں پر گیا اور سیر کی اور واپس آ گیا تو میں اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔ پس اسی دن سے ابوبکر کا لقب صدیق ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہو گیا۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معراج کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا واقعہ بیان فرمایا جس کو سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ ''اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللہ'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوچھنا کسی شک وشبہ کی بنا پر نہیں تھا بلکہ معراج کا پوچھنا لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی اور صداقت کا اظہار کرنا تھا کیونکہ اہل قریش ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دانائی پر اعتبار کرتے تھے۔ اور ان کی طرف سے تصدیق حجت تھی۔ گروہ قریش میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے بیت المقدس کا سفر کیا ہوا تھا ان لوگوں نے بطور امتحان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ بیت المقدس کی فلاں فلاں جگہوں کی نشاندہی کریں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کریم کے حکم سے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا گویا کہ وہ دار عقیل کے قریب ہو میں سوالات سنتا جاتا اور بیت المقدس کو دیکھ کر جوابات دیتا جاتا اس طرح میں نے تمام سوالات کے تفصیلاً جوابات دیئے جن کو سن کر ساری قوم پکار اٹھی کہ تمام سوالات کے جوابات بالکل صحیح ہیں۔

صحیح مسلم، الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 275
مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 292، الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 176

بیت المقدس کی تفصیلات سننے کے بعد گروہ قریش نے سوال کیا کہ بیت المقدس سے مکہ مکرمہ کے درمیان راستے کا کوئی واقعہ بتائیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ راستے میں میرا ایک قریش کے قافلے پر سے گزر ہوا۔ وہ قافلہ اونٹوں پر غلہ اٹھائے ہوئے تھا اس قافلہ میں دو غرارے ایک سیاہ اور دوسرا سفید تھا۔ ان دونوں اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا لیکن دوسرا اونٹ اسے گھیر کر واپس لے آیا۔ میں نے اہل قافلہ کو سلام کیا کہنے لگے کہ یہ آواز تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح ہوتے ہی مکہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس قافلے کے آگے آگے سیاہ وسفید رنگ کا اونٹ ہے۔ جس پر سیاہ رنگ کا پلان ہے۔ اس قافلے کا ایک اونٹ بھی گم ہو گیا لیکن بعد میں مل گیا یہ قافلہ انشاء اللہ تین دن کے بعد مکہ پہنچ جائے گا۔ اور وہ بدھ (چہار شنبہ) کا دن ہوگا۔ چنانچہ بروز بدھ تین روز بعد لوگ اس قافلے کے انتظار میں اکٹھے ہوئے سورج غروب ہونے کے قریب تھا لیکن قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قریش کی

چہ میگوئیاں سنیں تو بارگاہ خداوندی میں دعا کی اللہ کریم نے آفتاب کو کچھ دیر کے لیے روک دیا۔ اسی اثنا میں قریش کا تجارتی قافلہ مکہ میں داخل ہوا۔ علماء سیر کے نزدیک یہ معجزہ شمس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

زرقانی جلد 6 صفحہ 126، مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 293، الوفا صفحہ 273

بعض صحابہ تابعین اور بعض علما معراج شریف کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والی روایت سے اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صحابہ کرام اور سلف کی ایک جماعت رویت الٰہی نہ ہونے کو مانتی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ اے میری ماں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا بے شک تمہارا سوال سن کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں پھر فرمایا تم میں سے جو کوئی یہ کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ کہا۔ اسکے بعد انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ سورۃ الانعام آیت 103۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: ''کوئی آنکھ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی مہربان و خبردار ہے''۔

مسلم شریف کے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَکَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاَ رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ

ترجمہ: ''تم میں سے جو یہ کہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بڑی بات کہی''۔

حضرت امام نووی اور ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رویت الٰہی کی نفی کسی مرفوع حدیث سے نہیں کی۔ اگر کوئی مرفوع حدیث ہوتی تو ضرور بیان فرماتیں انہوں نے صرف اس آیت سے استنباط کیا ہے اس میں شک نہیں کہ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ان کے اجتہاد کی مخالفت کی ہے۔ فقہی اعتبار سے اگر ایک صحابی کسی بات کی تائید کرتا ہے اور دوسرا صحابی اسی بات کی نفی کر دے تو با اتفاق ایسی بات یا قول حجت نہیں ہوتا۔ اس قرآنی آیت کی کئی توجیہات ہیں۔ اور ادراک رویت سے اخص ہے۔ اس طرح اسکی نفی سے رویت کی نفی نہیں ہوتی ہے۔ ادراک حقیقت کی معرفت ہے یہ منفی ہے۔ مثلاً کوئی چاند کو دیکھتا ہے لیکن اسکی حقیقت اور ماہیت کو ادراک نہیں کرتا بعض کا خیال ہے کہ ادراک احاطہ ہے اور احاطہ کے نہ ہونے سے رویت کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ علم کی عدم احاطہ کے باعث عدم علم لازم نہیں آتا۔

صحیح حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

ترجمہ: ''اے اللہ جس طرح تو نے خود اپنی حمد و ثنا فرمائی ہے اس طرح مجھ سے تیری ثنا نہیں ہو سکتی''۔ (اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل ثنا کی ہی نہیں ہے)

مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 294

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی شخص کو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بھیجا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کرے کہ آیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا ہاں دیکھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت سے مخصوص فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے نوازا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رویّت سے مخصوص فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم حضور پر نور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال کو کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''رَأَیْتُ رَبِّی''۔ اور یاد رہے نبی علیہ السلام کا قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے افضل و اکبر ہے۔ نقاش لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''رَأٰہُ رَأٰہُ'' یعنی رب کو دیکھا اسکو دیکھا اور آپ اس وقت تک یہی کہتے رہے حتیٰ کہ امام احمد کی سانس منقطع ہوگئی۔

مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 295

حدیث معراج واسراء کو
جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے نقل کیا ہے
ان میں سے چند اکابرین کے اسمائے گرامی

1. سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی
2. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ
3. حضرت ابوذر غفاری (مسیح الاسلام) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جندب) بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری
4. حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت حذیفہ بن الیمان حسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن قروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بطیض بن ریث بن غطفان العبسی قبیلہ غطفان
6. حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوسعید خدری سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج)
7. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ قبیلہ خزرج
8. حضرت ابوہریرہ عمیر بن عامر دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس
9. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی
10. حضرت اُم ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم
11. حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاسدی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب قصیٰ بن کلاب پر رسول کریم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے۔

سیرۃ النبی مرتبہ ابن ہشام (جلد اول باب اسراء اور معراج) میں ہے کہ ابن اسحٰق نے کہا جو باتیں مجھے معلوم ہوئی ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رات کا سفر بھی ہے۔اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ محترمہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ، حضرت امیر معاویہ بن حضرت ابوسفیان، حضرت حسن بن ابی الحسن بصری، حضرت ابن شہاب زہری، قتادہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ اہل علم اور ابوطالب کی بیٹی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔ان میں کا ہر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے بعض ان واقعات کی خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتا ہے جو اس سے ذکر کیے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سفر میں اور ان حالات میں جن کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایتیں آئی ہیں آزمائش اور (کھوٹے کھرے کی) جانچ تھی اور یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت وسلطنت کے معاملوں میں سے ایک اہم معاملہ تھا اس میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے ہدایت ورحمت ہے اور ایمانداروں، تصدیق کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر یقین رکھنے والوں کے لیے ثابت قدمی ہے۔غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور جس طرح چاہا راتوں رات سفر کرایا کہ اپنی نشانیوں میں سے جس قدر چاہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سلطنت عظیمہ اور اس کی قدرت کو جس کے ذریعے سے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ خوب معائنہ فرمالیا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مزید تحریر کیا ہے کہ مجھے جو باتیں معلوم ہوئیں ان میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس براق لایا گیا اور براق ایک چوپایہ ہے جس پر آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی سوار کرائے گئے تھے جو اپنا سم اپنی نظر کی انتہا پر رکھتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار کرائے گئے اور آپ کا ساتھی یعنی جبریل علیہ السلام آپ علیہ السلام کو لے کر نکلا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان اور زمین کے درمیان کی نشانیاں ملاحظہ فرماتے جارہے تھے۔یہاں تک کہ آپ علیہ السلام بیت المقدس پہنچے اور اس میں ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور چند انبیاء علیہم السلام کو پایا جو آپ علیہ السلام کے لیے جمع کیے گئے تھے۔آپ علیہ السلام نے انہیں نماز پڑھائی یعنی انبیاء علیہم السلام کی نماز کی امامت فرمائی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو جب اس رات دیکھا تو صحابہ سے ان کے اوصاف بیان فرمائے اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ تو یہ تھا کہ خود (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا ان سے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ان علیہ السلام کے سوا کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ دیکھا۔اور موسیٰ علیہ السلام تو ایک گندم گوں۔دبلے پتلے گھنگریالے بال والے بلند بین شخص تھے گویا وہ (قبیلہ) شنوءہ کے لوگوں کے ایک فرد تھے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک سرخ وسفید میانہ قد، سیدھے بال اور چہرے پر بہت سے خال والے شخص تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حمام سے نکلے تھے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا حالانکہ وہاں

پانی نہیں تھا۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہے۔

سیرت النبی کامل ابن ہشام جلد اول صفحات 438 تا 446۔

واقعہ معراج میں اسرار و رموز اور حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے (سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء) میں معراج واسراء کے واقعہ کی ابتداء ہی لفظ سُبْحَانَ الَّذِی سے اس لیے کی ہے کہ اگر کسی ناقص عقل کوتاہ نظر تاریک خیال شخص کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ ایسا ہونا کیونکر ممکن ہے تو جان لے کہ اللہ کی ذات لفظ ناممکن ضعف کمزوری و عجز سے پاک ہے اس لیے وہ اس واقعہ کی ابتداء ہی اپنے پاک نام سے کر رہی ہے۔ انسانی عقل کسی شے کو کتنا ہی عجب و ناممکن سمجھے مگر خداوند کریم کی لامحدود قدرت اسکی طاقت ہر ناممکن کو ممکن بنانے پر قادر ہے اس آیت میں یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ معراج کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ وکرامت ہے جو تمام مخلوق خدا میں سے صرف اور صرف سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین کا یہی عقیدہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت بیداری میں اسی جسد خاکی و نورانی کے ساتھ معراج پر تشریف لے گئے چند صحابہ و تابعین اس واقعہ کو روحانی یا ایک عجیب خواب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اور وہ بھی رات کے ایک قلیل حصے میں اگر یہ واقعہ خواب میں ہی رونما ہوا ہوتا تو قریش مکہ اس پر اسقدر تعجب کیوں کرتے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق کیوں اڑاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیت المقدس اور راستے کی نشانیاں کیوں پوچھتے جبکہ حالت خواب میں اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو خواب دیکھنے والے سے نہ کوئی علامات پوچھتا ہے اور نہ ہی اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے کیونکہ خواب بہرحال خواب ہے اور خواب کے دوران ایسا ہونا ممکن ہے دوسرا لفظ اسراء خواب کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ حالت بیداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں آتا ہے۔ سورۃ ھود آیت 81۔

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ
لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ

ترجمہ: ''فرشتے بولے اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ''۔

اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں آیا: سورۃ طٰہٰ آیت 77

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾

ترجمہ: ''اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا سوکھا راستہ نکال دے۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ''۔

سورۃ الشعراء آیت 52

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ''ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے نکل بے شک تمہارا پیچھا ہونا ہے''۔

قرآن کریم میں مذکوران واقعات میں اسراء سے مراد حالت بیداری میں لے جانا ہے۔ اگر واقعہ معراج خواب کی حالت میں ہوتا تو اسکو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ نہ کہا جاتا۔ نص قطعی اس بات کی شاہد ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام پر جو فضیلت و برتری حاصل ہے اس میں یہ دو باتیں خاص طور پر نہایت ہی افضل و منفرد ہیں ایک جسم اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں معراج پر تشریف لے جانا اور دوسرا قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عبدیت کا ذکر فرمایا ہے (سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء آیت 1) شان رسالت کو بیان نہیں کیا جیسا کہ آیت مقدسہ سے ظاہر ہے فرمایا اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ یہاں ''اسری بنبیہ و رسولہ'' نہیں فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ بندہ ہی سب کچھ چھوڑ کر اپنے پیدا کرنے والے اپنے آقا کی طرف جاتا ہے۔ جبکہ نبوت و رسالت کے معنی خداوند کریم کی طرف سے بندوں کی طرف آنے کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا: سورۃ مزمل آیت 15

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے''۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُم عَبْدَنَا'' نہیں فرمایا کیونکہ یہاں انبیاء علیہم السلام کا بندوں کی طرف مبعوث ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر اپنی طرف آنا یا بلانا بیان نہیں فرمایا۔ اس مقام پر 'عبد' فرمانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ کہیں کم عقل و ناقص ذہن عیسائیوں کی طرح یہ امت بھی حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج آسمانی کی وجہ سے خدا ہی نہ خیال کر لیں اور یوں اپنے عقیدہ، دین اور ایمان سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد ماجد حضرت ابوالقاسم سلیمان انصاری رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کو کونسا لقب یا کونسی صفت سب سے زیادہ پسند ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "صفت عبدیت یعنی تیرا بندہ کہلانا سب سے زیادہ پسند ہے اور یہی مجھے محبوب ہے" اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جب یہ سورۃ نازل فرمائی تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی صفت عبدیت سے خطاب فرمایا۔

جیسا کہ آیت مقدسہ سے ظاہر ہے کہ اسراء کے معنی رات کو ہی لے جانے کے ہیں لیکن لفظ لیلاً کی تصریح اس لیے کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے چند قلیل لمحات میں ہی زمین و آسمان کی سیر کروادی اور دوسرا رات فطرتی طور پر خلوت و تنہائی کا وقت ہے اور یہ وقت مزید قرب اور اختصاص کی دلیل ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اسی وجہ سے رات کو قیام اور تہجد کی فضیلت کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ پھر قرآن کریم میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراج منیر (سورۃ الاحزاب آیت 46) کے لقب سے خطاب فرمایا گیا ہے کیونکہ روشن چراغ کے لیے رات کا وقت ہی مناسب ترین ہے جب روشنی اندھیروں پر غالب آتی ہے۔

مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کا مقصد و حکمت یہ ہی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں قبلوں اور بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام انوار و برکات، فضائل و کمالات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ میں جمع فرمادیئے۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام کی سیادت و امامت میں نماز ادا کرنا اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت و امامت کا حسی نمونہ دکھلایا جائے تاکہ اللہ کریم کی درگاہ کے مقربین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت و امامت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں اور یوں ان کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقام محمود کا علم ہوجائے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما کر اپنی ساری مخلوقات سے افضل و اعلیٰ بنایا ہے۔

واقعہ اسراء و معراج کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں جس نماز کی امامت فرمائی وہ فرض نماز نہیں تھی بلکہ نماز نفل تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ فرض نماز تھی جو معراج سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی۔ (واللہ اعلم)۔

زرقانی جلد 6 صفحہ 54

ویسے صحیح قول یہی ہے اور روایات سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ وہ نفل نماز تھی نہ کہ فرض نماز کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سفر مبارک نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء ادا فرما کر بستر استراحت پر آرام فرمارہے تھے۔ جب جبریل علیہ السلام براق لے کر حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر سے پہلے سفر معراج سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آئے تھے۔ اور یوں نماز فجر مکہ میں واپس آکر پڑھی۔ (واللہ اعلم)

فتح الباری جلد 7 صفحہ 151

واقعہ معراج کی ابتداء حضرت جبریل علیہ السلام کے اس فعل سے ہوئی جب انہوں نے ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کی چھت کھول کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی حاصل کی چھت کو کھول کر کمرہ میں داخل ہونا اور پھر حضور علیہ السلام کو معراج شریف پر لے جانے کی خوشخبری سنانا شق صدر کی طرف اشارہ تھا کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک کھولا جائے گا اور پھر اس سینہ مبارک کو علم عرفان معرفت الٰہی سے بھر کر دوبارہ سی دیا جائے گا۔

ایمان وحکمت اگر چہ اس عالم کے اعتبار سے معانی اور اعراض کے قبیل سے ہیں لیکن عالم آخرت میں معانی اور اعراض اجسام بنا دیئے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''قیامت کے دن سورۃ بقرہ اور سورہ آل عمران دو بادلوں کی شکل میں نمودار ہوں گی اور پانے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی'' اور ''موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا''۔ اس امر کی مکمل تفصیل زرقانی میں موجود ہے جہاں سے کچھ یہاں نقل کی گئی ہے۔

زرقانی جلد 6 صفحہ 28 تا 30

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمانوں پر دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے فرداً فرداً ملاقات فرمانا اس طرف اشارہ تھا کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو جو واقعات پیش آئے وہ تمام واقعات یکجا ہو کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی زندگی میں پیش آئیں گے۔ مختصراً ان واقعات کا سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں سے تعلق ہونا اور پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک میں ان واقعات کا پیش آنا یہاں درج کیا جاتا ہے۔

1. علماء تعبیر کا قول ہے کہ جس نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جائے جو واقعات اس نبی کے ساتھ پیش آئے ہوں خواب دیکھنے والے کو بھی ایسے ہی حالات پیش آئیں گے۔ چنانچہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کیونکہ بنی نوع انسان کے جد اعلیٰ ابوالبشر اور پہلے نبی ہیں اس لیے سب سے پہلے ملاقات انہی سے ہوئی اس ملاقات کی تعبیر یہ تھی کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دشمن شیطان کی وجہ سے جنت سے زمین کی طرف ہجرت کی۔ اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دشمنوں کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔
2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمانوں سے زمین پر تشریف لائیں گے اور دجال کا خاتمہ فرمادیں گے ان کی امت محمدیہ میں ایک مجدد کی حیثیت ہوگی پھر آخرت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اولین و آخرین کو لیکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے اس لیے آسمان پر ان کی ملاقات کرائی گئی۔
3. حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات صرف قرابت نسبی کی وجہ سے تھی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت

یحییٰ علیہ السلام دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔اس ملاقات میں اسطرف اشارہ تھا کہ یہود نے ان کوطرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں انکوقتل تک کرنے کے منصوبہ جات بنائے گئے مگر اللہ کریم نے انکو یہود کی تمام ناپاک سازشوں اور حرکتوں سے محفوظ رکھا بالکل اسی طرح اللہ کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوقریش کی سازشوں اور قتل تک کرنے کے ناپاک منصوبے سے محفوظ رکھے گا۔

4. تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات میں یہ اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کوانکے بھائیوں پر غالب کیا اور یوں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے درگزر فرمایا۔ بالکل اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی فتح مکہ کے بعد قریش کو ان کی سخت زیادتیوں کے باوجود ان سے درگزر فرمائیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل قریش کے لیے عام معافی کا اعلان فرماتے ہوئے عفوودرگزر کی وہ مثال قائم فرمائی جسکی نظیر نہ پہلے کبھی تھی اور نہ ہی قیامت تک مل سکتی ہے۔

5. حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح انہوں نے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال کیے تھے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اردگرد کے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائیں گے۔ یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ حضرت ادریس علیہ السلام سب سے پہلے خط وکتابت کرنے والے ہیں گویا کہ آپ علیہ السلام خط وکتابت کے موجد تھے۔آپ علیہ السلام کی کتابت سے سلاطین ہمیشہ مرعوب ہوتے تھے اسی طرح جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ روم کو دعوت اسلام کا خط ارسال فرمایا تو شاہ روم اس کتابت سے مرعوب ہو گیا اس سلسلے میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول صحیح بخاری میں موجود ہے۔

6. سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کرنا اس طرف اشارہ تھا کہ جیسے سامری اور گؤسالہ پرستوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ارشادات پر عمل نہیں کیا تھا اور انجام کے طور پر وہ لوگ تباہ و برباد ہوئے اسی طرح جنگ بدر میں ستر (70) قریشی سردار مارے گئے اور ستر (70) ہی گرفتار ہوئے پھر غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اور دومتہ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی درخواست کو قبول فرمایا۔ پھر جس طرح ملک شام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوا اس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ملک شام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

7. ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمور سے پشت مبارک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ بیت معمور ساتویں آسمان پر ایک مسجد ہے جو خانہ کعبہ کے محاذات

میں یعنی عین اوپر واقع ہے۔ ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیونکہ بانی کعبہ ہیں اس لیے ان کو یہ مقام عطا کیا گیا۔ اس ملاقات میں حجۃ الوداع کی طرف اشارہ ہے۔ علماء تفسیر بیان کرتے ہیں کہ خواب میں اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہو تو یہ حج کی بشارت ہے۔

8. آسمانوں کی سات معراجوں کے بعد آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک تھی اس معراج میں فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا جو 8 ھ میں فتح ہوا کیونکہ اس فتح کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین مکہ پر مکمل فتح وغلبہ حاصل فرما چکے تھے۔ اور یہ تقریباً انتہا اسلام تھی۔

9. نویں معراج سدرۃ المنتہیٰ سے مقام صریف الاقلام تک ہوئی اس معراج میں غزوہ تبوک کی طرف اشارہ تھا۔ جو 9ھ میں پیش آیا اور اس غزوہ میں اللہ کریم نے مسلمانوں کو ترقی کے عروج تک پہنچایا۔

10. دسویں معراج رفرف اور مقام قرب تک ہوئی جہاں دیدار خداوندی حاصل ہوا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلام ربانی سنا اس دسویں معراج میں چونکہ لقاء خداوندی حاصل ہوا اس لیے اس معراج میں یہ اشارہ تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوگا اور یوں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار دنیا کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جاملیں گے۔

مذکورہ اسرار وحکم درجہ ذیل کتب تفسیر و دیگر کتب سے ماخوذ ہیں۔

فتح الباری جلد 7 صفحہ 162
روض الانف جلد 1 صفحہ 250
زرقانی شرح مواہب جلد 6 صفحہ 67 تا 72
قصہ الاسراء صفحہ 45
مدارج النبوت صفحہ 285
فتح الباری جلد 7 صفحہ 163 وغیرہ

واقعہ معراج پر اعتراضات اور انکے جوابات

صرف فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کے ماننے والے ملاحدہ و دیگر اغیار عقل یہ سب کچھ مانتے ہوئے واقعہ معراج شریف پر قسم قسم کے اعتراضات کرتے ہیں اور اس واقعہ کو محض مسلمانوں کا حسن زن اور اندھی عقیدت وتقلید قرار دیتے ہیں۔ ذیل میں ان لوگوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مکمل جوابات تحریر کرنے کی ہمت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اعتراضات

سب سے پہلے ملاحدہ اعتراض کرتے ہیں کہتے ہیں کہ فلسفہ قدیمہ اجرام فلکیہ میں خرق والتیام کو ہی محال بتلاتا ہے اور فلسفہ جدیدہ افلاک کے وجود کا ہی منکر ہے۔ لہٰذا جب فلسفہ جدید کے مطابق آسمان کا وجود ہی ثابت نہ ہوا تو معراج جسمانی کا ثبوت کس طرح ہوگا۔ نیز فلسفہ جدیدہ وقدیمہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ زمین سے کچھ اوپر کرہ زمہریر ہے اور فلسفہ قدیمہ کہتا ہے کہ کرہ ناری ہے ان دونوں مقامات سے کسی جسم عنصری کا صحیح سالم اور زندہ گزر جانا ممکن ہی نہیں۔ اس طرح عروج جسمانی بھی محال ہوگا اور بعض کے نزدیک ثقیل جسم کا اسقدر بلند چلے جانا عقلاً محال و ناممکن ہے۔

جوابات

فلسفہ قدیمہ و فلسفہ جدیدہ کو ماننے والے جن غلط فہمیوں کا شکار ہیں وہ محض توہمات ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی عقلاً محال نہیں بلکہ ہر چیز عقل میں آنے والی نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ پڑھنے سننے والا صاحب ایمان و دل ہو۔ جو شخص ان چیزوں کو ناممکن یا محال ہونے کا دعوٰی کرتا ہے اسے چاہیے کہ کوئی مدلل اور ٹھوس ثبوت یا دلیل پیش کرے۔

ہنسی اڑانے والوں کا عبرت ناک انجام

سیرت النبی کامل از: ابن ہشام میں ابن اسحاق کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے جھٹلانے، تکلیف دینے اور ہنسی اڑانے کے باوجود اللہ کے حکم پر صابر رہ کر ثواب سمجھ کر اسے نصیحت فرماتے رہے۔ مجھ سے یزید بن رومان نے عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت بیان کی کہ آپ کی قوم کے ہنسی اڑانے والوں میں بڑی بڑی ہستیاں پانچ تھیں یہ لوگ اپنی قوم میں بلند پایہ اور سن رسیدہ تھے یعنی:

1۔ اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب میں سے الاسود بن المطلب بن اسد ابوزمعہ۔ مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ایذارسانی کے سبب اس کے لیے بددعا فرمائی تھی اور فرمایا تھا ''اَللّٰھُمَّ اَعْمِ بَصَرِہٗ وَ اَثْکِلْہُ وَلَدَہٗ'' (یا اللہ اسے اندھا کردے اور اسے اس لڑکے کی موت پر رلا)۔

2۔ بنی زہرہ بن کلاب میں سے الاسود بن عبدیغوث بن وہب بن عبدمناف بن زہرہ

3۔ بنی مخزوم بن یقظہ بن مرۃ میں سے الولید بن المغیرہ بن عبداللہ ابن عمرو بن مخزوم

4۔ بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن الکعب میں سے العاص بن وائل ابن ہشام

5۔ العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم اور بنی غزاعہ میں سے الحارث بن اطلاطلۃ بن عمر بن الحارث بن عبد عمرو بن لوی ابن ملکان۔

جب یہ لوگ برائی میں حد سے بڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت مذاق اڑانے لگے تو اللہ نے یہ آیات اتاریں۔سورۃ الحجر آیات 94 تا 95۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ
اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾

ترجمہ: ”تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں“۔

ایک ایک کو سزا

ابن اسحاق نے کہا ”مجھ سے یزید بن رومان نے عروۃ بن زبیر وغیرہ علماء سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ وہ آ کر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے برابر میں کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے الاسود بن المطلب گزرا تو (آپ علیہ السلام نے یا جبریل علیہ السلام نے) اس کے منہ پر ایک سبز رنگ کا پتا پھینکا تو وہ اندھا ہو گیا۔ الاسود بن عبد یغوث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا تو اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ استسقاء کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور پیٹ پھول کر مرا۔ ولید بن مغیرہ آپ کے پاس سے گزرا تو اس کے ایک زخم کے نشان کی جانب اشارہ کیا جو اس کے پاؤں کے ٹخنے پر برسوں پہلے کبھی لگا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بنی خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے جا رہا تھا جو اپنے تیر درست کر رہا تھا ان تیروں میں سے ایک تیر اس کے تہمد (تہ بند) میں اٹک گیا۔ اس کے پاؤں میں خراش لگ گئی اور کچھ زیادہ نہ تھی۔ پس یہ زخم تازہ ہو گیا اور یہی اس کی موت کا سبب بنا۔ عاص بن وائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا تو اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنے گدھے پر طائف کو جانے کے ارادے سے نکلا تو گدھا اسے لے کر ایک خاردار جھاڑی پر بیٹھ گیا۔ اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا اور وہی کانٹا اس کی موت کا سبب بن گیا۔ حارث بن طلاطلۃ آپ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو اس کے سر کی جانب اشارہ کیا اس کے سر سے درد کے ساتھ پیپ نکلنے لگی اور وہ مر گیا۔

سیرت النبی کامل از: ابن ہشام جلد اول صفحہ 455 تا 456۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبائلِ عرب کے پاس دورہ بابت دعوت اسلام 11 نبوی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر سال حج کے موقع پر عرب کے دور دراز سے آنے والے قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے۔ آپ ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو اسلام کی حقانیت کے بارے میں ارشاد فرماتے اور اسلام کی دعوت دیتے تاکہ ان لوگوں کو راستہ نجات میسر آسکے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ مختلف مقامات پر میلے لگتے جن میں دور دور سے قبائل خصوصی طور پر آکر حصہ لیتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میلوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ فرماتے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ عکاظ۔ مجنہ اور ذوالمجاد بہت مشہور میلے تھے۔

اہل عرب ان میلوں میں بڑے شوق سے حصہ لیتے جہاں کُشتیاں، گھوڑ دوڑ، تیراندازی، نیزہ بازی، تلوار بازی، اور اسی طرح کے دوسرے جسمانی کھیل خاص طور پر مشہور تھے اور لوگ ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے یا سارا سال ان مقابلوں میں شرکت اور جیتنے کے لئے تیاری کرتے رہتے۔ یہی وجہ تھی کہ ان میلوں کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ان میلوں میں عکاظ سب سے بڑا میلہ تھا جو کہ نخلہ وطائف کے درمیان طائف سے دس میل کے فاصلہ پر لگا کرتا۔ یہ میلہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ سے بیس تاریخ تک رہا کرتا تھا۔ یہ عرب کی تجارت کی بڑی منڈی اور شعراء وغیرہ کا عالمی دنگل تھا۔

مجنہ جومرالظہر ان کے برابر مکہ سے چند کوس پر تھا یہ میلہ ذیقعدہ کے آخر تک لگتا تھا۔ ذوالمجاز جو عرفہ کے متصل تھا۔ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے آٹھویں تاریخ تک لگتا اور پھر لوگ اس میلے سے فارغ ہو کر حج کے لئے نکل جاتے۔ تمام مورخین نے ان میلوں کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ عرب میں ان میلوں کو بڑی شہرت اور اہمیت حاصل تھی۔

ابن سعد نے ان کا تفصیلاً ذکر کیا ہے جو ان میں حصہ لیتے ہیں یعنی بنو عامر، محارب، عذرہ، بنونصر، مرہ، سلیم، حارث بن کعب، کندہ، فزارہ، غسان، کلب، حفارحہ، حنیفہ وغیرہ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قبائل کے ڈیروں پر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو دعوت حق دیتے مگر کوئی بھی آپ کی نصرت کا دم نہ بھرتا تھا۔

مستدرک امام حاکم جلد اول میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قبیلے کے پاس تشریف لے جاتے ابولہب لعین آپ کے ساتھ ساتھ ہوتا جب آپ کسی اجتماع سے خطاب فرماتے تو یہ بدبخت ساتھ ساتھ یہ کہتا رہتا کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے اس کا کہنا نہ مانو وغیرہ۔

تاریخ ابن ہشام میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی حنیفہ یمامہ میں آباد تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان لوگوں کے پاس دعوت حق کے لیے تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے آپ کو بڑی تلخی سے انکار میں جواب دیا۔ مسیلمہ کذاب جس نے آگے چل کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اِسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور ان کا سردار تھا۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعوت حق کے لئے بنوذہل بن شیبان کے پاس گئے تو اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سردار قبیلہ مفروق سے فرمایا ''کیا تو نے کسی پیغمبر کا ذکر سنا ہے۔ وہ یہی ہیں'' مفروق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کیا اور پوچھا اے برادر قریش تم کیا تلقین کرتے ہو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اللہ ایک ہے۔ اور میں اس کا رسول ہوں''۔ پھر چند آیات تلاوت فرمائیں۔ سورۃ انعام آیت 151

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾

ترجمہ: ''فرمایا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ خداوند کریم نے کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں، یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ والدین کا حق خدمت بجالاؤ، بچوں کو افلاس کے خیال سے قتل نہ کرو، ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی عطا کریں گے۔ فحش (بے حیائی) باتوں کے قریب نہ جاؤ چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور آدمی کی جان جس کو خدا نے حرام کیا ہے ناحق ہلاک نہ کرو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو''۔

اس قبیلے کے رؤسا مفروق، مثنیٰ اور ہانی وغیرہ جو اس وقت موجود تھے ان لوگوں نے یہ کلام سن کر داد تحسین پیش کی اور کہا مدتوں کا خاندانی دین ایک دم نہیں چھوڑ سکتے دوسرا ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں اور ہمارا اس سے معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم کسی دوسرے کے زیر اثر نہیں آئیں گے آپ علیہ السلام نے ان کی حق گوئی کی تعریف کی اور فرمایا ''خدا اپنے دین کی آپ مدد کرے گا''۔

قبیلہ بنو عامر کے پاس تشریف لے گئے تو اس قبیلہ کے ایک شخص کا نام فراس تھا اس نے آپ کی تقریر سن کر کہا کہ اگر یہ شخص میرے ہاتھ لگ جائے تو میں سارے عرب کو اپنے زیر نگیں کر لوں۔ تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ فراس نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ہم تمہارا ساتھ دیں اور تم اپنے مخالفین پر غالب آجاؤ تو تمہارے بعد یہ ریاست

ہم کو مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "یہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے کہا ہم اپنا سینہ عرب کی آماجگاہ بنائیں اور حکومت غیروں کے ہاتھ آئے ہم کو یہ منظور نہیں ہے"۔

جب حج کا موسم آیا تو بنوخزرج کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ آئے۔ انکی آمد کی خبر سن کر آپ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو دعوت اسلام دی قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ ان لوگوں نے دیکھتے ہی آپ علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہا واللہ یہ تو وہی نبی ہیں جن کا ذکر یہود اکثر کرتے رہتے ہیں پھر باہمی مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے بازی لے جائیں اس لئے بہتر ہے کہ ہم ان سے پہلے اسلام قبول کر لیں اور اس طرح یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان معزز حضرات کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

1۔ اسعد بن زراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ قبیلہ خزرج۔ نقیب بنو نجار)

2۔ عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔ قطبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ قبیلہ بنوخزرج)

4۔ عوف بن مالک بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ جابر بن عبداللہ بن رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6۔ عوف بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 150، البدایہ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 148 میں ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے جابر کی بجائے عبادۃ بن الصامت کا نام لکھا ہے۔

بَیتِ عقبہ اول رجب 12 نبوی

اللہ کریم کو اپنے دین اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کا اعزاز منظور تھا اور جیسے سورج صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے تو اسکی روشنی یکدم تیز نہیں ہو جاتی بلکہ جوں جوں سورج بلند ہوتا جاتا ہے اسکے ساتھ ساتھ اسکی روشنی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور یہ روشنی جب دور دراز کی ہر چیز پر محیط ہو جاتی تو اس میں مکمل تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھول میں خوشبو ہوتی ہے جو پورے چمن کو معطر رکھتی ہے لیکن جب یہی خوشبو اس پھول سے حاصل کرنے کے بعد عطر کی شکل میں تبدیل کر دی جاتی ہے جہاں جہاں پہنچتی ہے عطر فشاں بنتی ہے۔ آفتابِ رسالت کو طلوع تو مکہ شریف میں ہوا لیکن اسکی کرنیں اپنی پوری نورانیت سے مدینہ منورہ میں جا کر چمکیں۔ نبوت کے گیارہویں سال رجب

کے مہینہ میں آپ علیہ السلام نے حسب عادت شریف منیٰ میں عقبہ کے نزدیک جہاں اب مسجد عقبہ ہے قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں کو دعوت اسلام دی اور وہ سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

الوفا از امام عبدالرحمٰن ابن جوزی میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کا اصل نام یثرب تھا۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں آ کر قیام کیا تو اس کا نام مدینۃ النبی یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر پڑ گیا پھر مختصر ہوتے ہوتے مدینہ مشہور ہو گیا۔ اس شہر میں زمانہ قدیم میں عمالقہ قوم آباد تھی اسکے بعد یہود اس جگہ آباد ہو گئے اور ان لوگوں نے آہستہ آہستہ یہاں چھوٹے چھوٹے قلعے بنا کر سکونت اختیار کر لی۔ یہود کی نسلیں جب بہت زیادہ پھیل گئیں تو ان لوگوں نے مدینہ کے اطراف پر بھی قبضہ کر لیا۔ انصار یمن کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق قحطان خاندان سے تھا۔ یمن جب مشہور زمانہ سیلاب ''سیل عرم'' کے زیر اثر آیا تو یہ لوگ یمن کو خیر آباد کہہ کر مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ اصل میں قبیلہ ازد بن قحطان کے دو بھائی اوس وخزرج یثرب (مدینہ منورہ) میں آباد ہو گئے تمام انصار ان دونوں بھائیوں کے خاندان میں سے ہی ہیں۔ یہ خاندان جب مصیبت کے ہاتھوں مارا ہوا یثرب (مدینہ) آ کر آباد ہوا تو یہاں پہلے سے بسنے والے یہود بڑے صاحبِ اقتدار اور پُراثر تھے۔ تمام کاروبار زندگی ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ مال و دولت کی ان کے ہاں بہت ریل پیل تھی۔ کثرتِ اولاد کی وجہ سے یہ لوگ تقریباً بیس اکیس قبائل بن چکے تھے۔ اور دُور دور تک ان کی آبادیاں تھیں اطرافِ مدینہ انہی کے زیر نگیں تھا۔ ابتدا میں جب انصار یہاں آ کر آباد ہوئے تو ان لوگوں سے دور دور ہی رہے لیکن یہود کا زور اور اثر دیکھ کر ان کے حلیف بن گئے۔ لیکن جوں جوں انصار کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا قدرتی طور پر ان لوگوں کے دِلوں میں ذاتی اقتدار کا جذبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا اُدھر یہود نے یہ دیکھتے ہوئے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا۔

''الوفا'' از: امام عبدالرحمٰن ابن جوزی میں ایک روایت مذکور ہے۔ اہل یہود میں فیطون نامی ایک سردار نہایت ہی عیاش تھا اُس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ میرے علاقہ میں جو بھی نئی دوشیزہ دلہن بن کر آئے پہلی رات میرے پاس گزارے گی۔ یہودیوں نے تو اس حکم کو تسلیم کر لیا تھا لیکن جب انصار اس حکم کی زد میں آئے تو انہوں نے سرتابی کی۔ اتفاق سے انصار کے ایک سردار مالک بن عجلان کی بہن کی شادی تھی عین شادی کے روز اسکی بہن بھائی کے سامنے سے بے پردہ گزری بھائی نے گھر جا کر بہن کو سخت سُست کہا اور خوب ڈانٹا اس نے جواب دیا آج تو یہ برداشت نہیں کر سکا کہ میں تیرے سامنے سے بے پردہ گزروں تو جو کچھ کل میرے ساتھ پیش آئے گا اس کو برداشت کر لو گے۔ اگلے روز جب اس کی بہن دلہن بن کر فیطون کے گھر پہلی رات بسر کرنے گئی تو بھائی بھی ساتھ عورتوں کا بھیس بدل کر فیطون کے گھر چلا گیا رات کو اس نے فیطون کو قتل کر دیا اور ملک شام کی طرف بھاگ گیا۔ مُلکِ شام میں غسانیوں کی حکومت تھی۔ جن کے سردار کا نام ابوجبلہ تھا۔ اس نے جب مالک بن عجلان سے یہود کے حالات سنے تو فوج لے کر یثرب (مدینہ منورہ) آیا تمام سردارانِ انصار کو انعامات دیئے اس کے بعد یہود کے سرداروں کو اپنے ہاں

دعوت پر بلایا اور دھوکے سے ایک ایک کو قتل کروا ڈالا یوں یہودیوں کا زور ٹوٹ گیا اور انصار نے سرے سے قوت و طاقت حاصل کی۔ اب انصار نے بھی یثرب (مدینہ منورہ) میں چھوٹے چھوٹے قلعے تعمیر کئے ایک عرصہ تک بنو اوس اور خزرج ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر رہے لیکن آہستہ آہستہ عرب کی آب و ہوا نے ان میں وہی عناد والی فطرت پیدا کر دی اور یوں یہ دونوں قبیلے خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے اور اس قدر معرکے ہوئے کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آخری بعاث کی لڑائی میں دونوں خاندانوں کے تمام جوان مرد اور دلیر لڑ لڑ کر مر گئے۔ اسطرح دونوں قبیلے اس حد تک کمزور ہو گئے کہ انہوں نے قریش کے پاس سفارت روانہ کی کہ ہمیں اپنا حلیف بنالیں لیکن ابو جہل نے اس سفارت کو اپنی عیاری سے بالکل ناکام و نامراد کر دیا۔

انصار گو بُت پرست تھے لیکن اُن کا یہودیوں کے ساتھ اکثر میل جول رہتا اور یہود سے آسمانی کتابوں اور نبوت کا ذکر سنتے رہتے تھے اس طرح یہ لوگ اوصاف نبوت سے کچھ واقفیت رکھتے تھے۔ انصار اگرچہ یہودیوں سے دِلی نفرت اور بغض رکھتے تھے لیکن ان لوگوں کے علمی کمالات کا ہر حال میں اعتراف کرتے تھے۔

بخاری شریف کتاب الاکراہ میں مذکور ہے کہ یہود نے یثرب (مدینہ منورہ) میں جو علمی مدارس قائم کئے تھے ان کو بیت المدارس کہتے تھے ان میں توراۃ کی تعلیم دی جاتی تھی اسی علمی کام کی وجہ سے انصار پر یہود کے علم و فضل کا اثر ضرور پڑتا تھا۔ کتب تفسیر میں آتا ہے کہ انصار سے اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا یا اولاد زندہ نہ رہتی تو وہ منت مانتے کہ اگر بچہ پیدا ہوا اور زندہ رہا تو ہم اسکو یہودی بنا دیں گے۔ یہود کیونکہ اس بات پر یقین رکھتے تھے اس لئے انصار بھی یہ سُن سُن کر پیغمبر موعود کے نام سے واقف ہو چکے تھے۔

البدایہ والنہایہ، روض الانف اور تاریخ طبری میں آتا ہے کہ انصار میں ایک شخص سوید بن صامت جو کہ نہایت ہی ماہر جنگ اور بڑا بلند پایہ شاعر تھا اتفاق سے اسکے ہاتھ امثال لقمان کا نسخہ آ گیا تھا وہ اس نُسخہ کو آسمانی کتاب خیال کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم اسکے حالات سے باخبر ہوئے تو خود اس کے پاس تشریف لے گئے اس نے آپ کو امثال لقمان پڑھ کر سُنایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے" اور پھر قرآن کریم فرقانِ حمید کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں جنہیں سن کر سوید نے بہت داد تحسین پیش کی۔ یثرب (مدینہ منورہ) آ کر وہ جنگِ بعاث میں مارا گیا لیکن وہ اسلام کا معتقد ہو چکا تھا۔ سوید کیونکہ شجاعت اور شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اہلِ عرب اسکو کامل کہتے تھے۔ اس کا لقب ہی سوید پڑ گیا۔ سوید کے اسلام کی طرف میلان کا انصار پر بہت اثر پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اوس و خزرج کی لڑائیوں میں جب اَوس کو شکست ہوئی تو اس قبیلے کے چند سردار قریش مکہ کے پاس آئے تاکہ خزرج کے مقابلہ میں انکو اپنا حلیف بنا سکیں۔

اس سفارتی قافلہ میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی آمد کی خبر ملی تو آپ علیہ السلام اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ان لوگوں کے سامنے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں اوس

کے اس سردار ایاس بن معاذ نے شر کا سفارت سے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ جس کام کی غرض سے یہاں آئے ہو یہ کام تو اُس سے بھی بہتر و اعلیٰ ہے۔ لیکن قافلہ سالار جس کا نام ابوالحسیر یا ابوالحیس تھا اُس نے زمین سے چند کنکریاں اٹھا کر اُن کے چہرہ پر ماریں اور کہا ہم اس کام کی غرض کے لئے نہیں آئے۔ جب یہ سفارت واپس مدینہ پہنچی تو وہاں معرکہ بعاث پیش آیا۔

البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 148 پر مذکور ہے کہ ایاس بن معاذ ہجرت مدینہ سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ انتقال کے وقت جو لوگ ان کے نزدیک بیٹھے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مرتے وقت ان کی زبان پر کلمہ طیبہ اللہ اکبر اور سبحان اللہ جاری تھا جس کو حاضرین سن رہے تھے اور یوں ان کے مسلمان ہو کر دنیا سے کوچ کر جانے میں کسی کو شک نہ رہا۔

سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 15 پر مذکور ہے کہ نبوت کے گیارہویں سال جو جماعت دائرہ اسلام میں داخل ہوئی انہوں نے مدینہ واپس جا کر گلی گلی اور گھر گھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چرچا و ذکر شریف کرنا شروع کر دیا اور یُوں سارے شہر میں دعوت اسلام عام ہوگئی۔ آیندہ موسم میں یعنی 12 نبوی کو قبیلہ بنو اوس وخزرج کے بارہ (12) آدمی جن میں گزشتہ چھ اِسلام لانے والے بھی شامل تھے۔ مقام عقبہ کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے مشرف بہ اِسلام ہوئے ان حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

1. ابوالہیثم مالک بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. معاذ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. عباس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. اسعد بن زارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. عوف بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. ذکو ان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. عویم بن ساعدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11. رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. جابر بن عبداللہ بن رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ اس سال حاضر خدمت نہ ہوئے)۔

مذکورہ حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر رات کے وقت منیٰ میں عقبہ کے قریب بیعت کی اور اقرار کیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ چوری وزنا کے قریب تک نہیں جائیں گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور ہمیشہ بہتان و تہمت سے بچتے رہیں گے انصار مدینہ کی یہ پہلی با قاعدہ بیعت تھی جس کو بیعت عقبہ اول کہتے ہیں۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس جانے لگے تو انہوں نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں اِسلام کی تعلیم دینے احکامِ اِسلام سکھانے کے لئے کسی مُعلم کی ضرورت ہے جو کہ ہمارے ساتھ رہ کر ہر وقت ہمیں تبلیغ کرتا

رہے آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قافلے کے ساتھ مُعلم کی حیثیت سے مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔ یہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاشم بن مناف کے پوتے کی اور ابتدائی اسلام لانے والے احباب میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم برداری کا منصب انہی کے سپرد کیا تھا۔ یہ مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔ جو کہ مدینہ کے نہایت ہی معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ گھر گھر جا کر اسلام کی دعوت دیتے جس کے نتیجہ میں روزانہ ایک دو آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ آہستہ آہستہ مدینہ منورہ کے گھر گھر اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ اس طرح دن رات ایک چراغ سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا روشن ہوتا گیا۔

(مذکورہ واقعات طبقات ابن سعد میں تفصیلاً مذکور ہیں)

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمین مدینہ کو نماز باجماعت پڑھاتے اور خود امامت فرماتے ایک روز بنی عبدالاشہل کے ایک باغ میں لوگوں کی ایک جماعت کے سامنے آپ درسِ قرآن کریم دے رہے تھے۔ آپ نے تلاوت کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کے بارے احادیث بیان فرمائیں قبیلہ بنو اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ جو کہ نہایت ہی بااثر سردار تھے اور سارا قبیلہ ان کے اشاروں پر چلتا تھا انکو اس سلسلہ درس و تدریس کا علم ہوا تو ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر باغ میں پہنچ گئے اور مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ یہاں کس لئے آئے ہیں اور ہمارے بچوں اور عورتوں کو کیوں بہکاتے ہو بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ اچھا نہ ہوگا یہ گفتگو سُن کر حضرت سعد بن معاذ کے بھائی حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے میری خالہ کے بیٹے پہلے سُن یہ مردِ حق پرست کیا کہتا ہے اگر یہ گمراہی کے راستہ پر جاتا ہے تو تو اس سے بہتر راستہ دکھا اور اگر یہ بہتر بات کہتا ہے اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے تو پھر اسکو بُرا بھلا کیوں کہتے ہو اسکی موجودگی کو غنیمت خیال کرو اور جو کچھ یہ کہتا ہے اسکو غور سے سنو تا کہ تم پر حق کا راستہ کھل جائے۔ یہ سُن کر سعد بن معاذ نے کہا بے شک تم نے انصاف کی بات کہی ہے میں اسکو ضرور سُنوں گا یہ کہا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاسنِ اسلام بیان کرنے کے بعد یہ سُورت تلاوت فرمائی۔ (سورۃ زخرف آیات 1 تا 5)

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: (اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے)۔ روشن کتاب کی قسم ہم نے اُسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔ اور بیشک وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ضروری بلندی وحکمت والا ہے تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو

پھیر دیں اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

تلاوتِ قرآنِ کریم سُن کر سعد بن معاذ نے کہا کیا ہی عمدہ کلام ہے۔ اب پتھر موم ہو چکا تھا۔ دریافت کیا اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی) نے فرمایا ''اول کپڑے پاک کرو اور غسل کر کے آؤ''۔ سعد بن معاذ گئے۔ کپڑے بدلے غسل کیا اور مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر کلمہ شریف پڑھا اور یوں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

عیون الاثر جلد 1 صفحہ 58 نیز البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری، ابن ہشام میں مذکور ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد قبیلہ عبد الاشہل کی مجلس میں تشریف لے گئے اور اہل قبیلہ سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ مجھے کیا مانتے ہو سب نے بالاتفاقِ رائے یک زبان کہا کہ آپ ہمارے سردار اور مشورہ و رائے کے اعتبار سے ہم سب میں افضل ہو۔ سعد نے کہا خدا کی قسم میں تُم سے اس وقت تک بات تک نہیں کروں گا جب تک کہ تم سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم پر ایمان نہ لے آؤ۔ شام نہ گزری تھی کہ قبیلہ عبد الاشہل کا ہر مرد بچہ بوڑھا عورت سب مُسلمان ہو چکے تھے۔

ابنِ اسحٰق حسن اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ قبیلہ عبد اللہ الاشہل میں عمرو بن ثابت ایسا شخص باقی رہ گیا تھا جو اسلام قبول نہ کرسکا یہ جنگ اُحد کے دن دائرہ اِسلام میں داخل ہوئے اور اسلام قبول کرتے ہی جہاد کے لئے میدانِ اُحد میں پہنچ گئے اور کفار مکہ کے ساتھ لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوال ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بتاؤ وہ کون شخص تھا جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی اور جنت میں داخل ہو گیا۔ جب لوگ جواب نہ دے پاتے تو خود ہی فرمادیتے ''وہ عبد الاشہل کا عمرو بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' تھے''۔

زرقانی جلد 1 صفحہ 112۔

جُمعۃ المبارک کا قیام

حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مدینہ منورہ کے معزز رئیس تھے۔ انہوں نے ذاتی اجتہاد کی بنا پر مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز کا انتظام کیا اور یہ تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ یہود اور نصاریٰ کے ہاں ہفتہ میں ایک دن مقرر ہے جبکہ وہ مل کر اجتماع کرتے ہیں۔ نصاریٰ یک شنبہ کے دن اور یہود شنبہ کے دن ایک جگہ اکٹھے ہو کر عبادت کرتے تھے۔ حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ مسلمان بھی ہفتہ میں ایک جگہ اکٹھے ہوا کریں تاکہ اجتماعی طور پر اللہ کا ذکر اس کا شکر اور نماز ادا کیا کریں اس غرض کی لئے انہوں نے جمعہ کا دن تجویز کیا اور یوں سب نے مل کر نماز ادا کی۔

(اسکو ابن سیرین نے عبد بن حمید سے باسناد صحیح روایت کیا ہے)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اجتہاد فرماتے ہوئے اس اجتماعی ہفتہ وار نماز کا قیام فرمایا زمانہ جاہلیت میں جمعہ کے دن کو یوم عروبہ کہتے تھے لیکن مذکورہ شخصیت نے اس یوم عروبہ کو یوم جمعہ کے نام سے یاد کیا اور یوں آیندہ کے لئے یہ روز جمعہ کے نام سے ہی مستقل ہوگیا۔ خداوند کریم نے ان دونوں اجتہادوں کے حق میں اپنی عظیم کتاب میں آیت نازل فرمائی۔ ارشاد ہوا۔ سورۃ جمعہ آیت 9

يَاأَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ
ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ⑨

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب نماز (جمعہ) کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ واور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو''۔

اس طرح جمعہ کی فرضیت وعظمت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی پتہ چلا کہ خداوند کریم کو لفظ جمعہ پسند ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں زمانہ جاہلیت میں لئے جانے والے نام یوم عروبہ کی بجائے جمعہ کا دن استعمال فرمایا ہے۔ جو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس فیصلے کے حق ہونے کا ثبوت ہے۔

الدار قطنی میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جسکو الزرقانی جلد اول صفحہ 315 میں لکھا ہے اس دن کے قیام کے کچھ ہی روز بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حق نامہ نقیب اہل مدینہ یعنی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا جس میں آپ علیہ السلام نے جمعہ قائم کرنے کا حکم فرمایا تھا اور وضاحت ارشاد فرمائی تھی کہ تم اہل اسلام جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت مل کر خداوند کریم کی بارگاہ میں دوگانہ نماز ادا کیا کرو۔

ابوداؤد والحاکم الاصابہ جلد 1 صفحہ 34 پر مذکور اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج۔ قبیلہ بن خزرج۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں 70 افراد کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے) جب جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعائے مغفرت فرماتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے جنہوں نے جمعہ کی نماز کا باقاعدہ قیام فرمایا

بَیعتِ عُقبہ ثانیہ 13 نبوی

نبوت کی تیرہویں سال ذوالحجہ میں ہجرت سے تقریباً تین (3) ماہ قبل حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ مُسلمانوں کے ایک گروہ جنکی تعداد تقریباً پانچ سو(500) کے قریب تھی ان کو ساتھ لیکر حج کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لائے اس قافلے میں مسلمانوں کے علاوہ بنواوس بنوخزرج کے وہ لوگ بھی شامل تھے جو ابھی تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ مشہور قول کے مطابق اس قافلے میں مُسلمانوں کی تعداد بہتر(72) تھی جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں تشریق کی راتوں میں اُسی مقامِ عقبہ پر اکھٹے ہونے کا وعدہ کیا۔ مقررہ رات دو تہائی گزر چکی تھی کہ یہ لوگ عقبہ کے قریبی پہاڑ پر اکھٹے ہو گئے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کو ساتھ لیکر اس مقام پر تشریف لائے اسوقت تک حضرت عباس بن عبدالمطلب مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حال پر مہربان تھے۔ اور اسی شفقت کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی مقامِ مذکورہ پہنچے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام لوگوں کو اپنے دستِ حق پرست پر دائرہ اِسلام میں داخل فرمایا۔ اور یوں اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ رکھا گیا۔ بیعت کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جماعت سے خطاب فرمایا اور کہا اے قوم کیا تم جانتے ہو ہمارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرتبہ مقام کیا ہے۔ یہ اپنے خاندان میں معزز و مکرم ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ اُن کیساتھ سینہ سپر رہے۔ یہ اپنی بات پر قائم رہے اور ہماری نہ سُنی اب جبکہ تم لوگ ان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تو تمہاری وفاداری اس کے ساتھ پکی، مصمم اور محقق ہونا چاہیے تم لوگوں کو اپنے آپ پر مکمل اعتماد ہونا چاہیئے کہ تم ہمیشہ ان کے ساتھ وفاداری کرو گے چاہے تم لوگوں کو ساری دنیا کی مخالفت مول لینا پڑے بڑے سے بڑا معرکہ، مصیبت، آزمائش تمہارے اس ارادے کو نہ توڑ سکے اگر تو ایسا کر سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ جواب دے دو۔ تاکہ بعد میں تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ اس جماعت نے جواب دیا کہ اے عباس تم نے جو کچھ کہا ہم نے سُن لیا اور سمجھ لیا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے اور پروردگار کیلئے جو عہد ہم سے لینا چاہیں لے لیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور نصیحت فرمائی کہ ''خدا سے عہد یہ ہے کہ اسکی عبادت کرو اور کسی چیز کو اسکے ساتھ شریک نہ کرو۔ میرا عہد یہ ہے کہ تبلیغ رسالت میں میری اعانت کرو۔ اس سلسلے میں جو بھی رکاوٹ پیدا کرے اس کے ساتھ جہاد کرو اور مجھ سے وعدہ کرو کہ جو میں نے کہا تم لوگوں نے سن اور سمجھ لیا ہے اور آئندہ غمی، خوشی، سفر، ہجر، دامے، درمے، قدمے، سخنے ہمیشہ میری فرماں برداری کرو گے ہمیشہ نیک کام کرو گے اور ہر برے کام سے بچتے رہو گے۔ ہمیشہ سچ بولو گے اور کسی قسم کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرو گے اور جب میں تمہارے پاس ہجرت کر کے آؤں گا۔ تو میری نگہداشت کرو گے جیسے کہ تم اپنی جانوں کی اپنے فرزندوں اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت و نگہداشت کرتے ہو''۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف خطاب کر کے کہا ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ آپ علیہ السلام جانتے ہیں کہ باپ دادوں سے لیکر ابتک ہمارا کام جنگ و جدل ہے۔ وہ اِسی قدر کہہ پائے تھے کہ ابوالہثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹ کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے اور یہود کے درمیان سابقہ

روابط اور معاہدے ہیں اُن سب کو ہم قطع کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد ایسا نہ ہو کہ جب اللہ کریم آپ علیہ السلام کو نصرت وغلبہ عطا کرے تو آپ علیہ السلام واپس اپنی قوم میں تشریف لے جائیں اور ہم بے یار ومددگار تنہا رہ جائیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا ''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور میری قبر انور بھی تمہارے درمیان ہوگی۔ تمہارا دوست میرا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہوگا''۔

(الحافظ عسقلانی فتح الباری جلد 7 صفحہ 173 پر مذکور عبارت مذکور ہے)

پھر ان لوگوں نے کہا یارسول اللہ اگر ہم سب آپ علیہ السلام کی محبت میں مارے جائیں۔ ہمارا سب مال و جان بھی آپ علیہ السلام پر فدا ہو جائے۔ تو اسکی کیا جزا ہوگی۔ آپ علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا ''اسکی جزا جنت ہوگی جس میں تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے اور جس میں نہریں بہتی ہوں گی''۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس جماعت میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے جن کے نام خود انصار نے پیش کئے تھے ان بارہ نقیبوں میں سے نو (9) بنوخزرج اور تین (3) بنواوس کے تھے۔

طبقات ابنِ سعد میں ان نقیبوں کے نام یوں درج ہیں:

1. اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10. حضرت رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11. حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. حضرت براء بن معرور بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے بیعت کس نے کی۔ سلیمان بن نجیم فرماتے ہیں کہ جب اوس و خزرج کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف کس نے حاصل کیا تو بعض نے کہا کہ اس اَمر کا صحیح علم، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہے کیونکہ وہ اس موقع پر وہاں موجود تھے۔ اُن سے دریافت کیا گیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا (حضرت عباس کا یہ قول علامہ زرقانی نے رواہ البیہقی زرقانی جلد 1 صفحہ 317 پر نقل کیا ہے)۔

حضرت عباس نے فرمایا ''سب سے پہلے اسعد بن زرارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ قبیلہ خزرج سے تھے) نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا پھر براء بن معرور اور ان کے بعد اسید بن حضیر نے یہ سعادت حاصل کی''۔

ایک دوسری روایت میں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ معبد بن کعب نے اپنے باپ سے یوں روایت کی ہے کہ ''سب سے پہلے براء بن معرور نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست اقدس پر بیعت کی پھر دوسرے لوگوں نے پے در پے بیعت کا شرف حاصل کیا''۔

(واللہ اعلم)

جب 73 (تہتر) نفوس آپ کے دست اقدس پر بیعت کر چکے تو سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اگر آپ علیہ السلام چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر تلواروں کے ساتھ ایک دم حملہ کر دیں۔ آپ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا ''مجھے ابھی قتال کا حکم نہیں دیا گیا''۔ اسکے بعد ہم سب واپس اپنی اپنی خواب گاہوں میں آ کر سو گئے۔ صبح اٹھے تو سارے قریش اکٹھے ہو کر ہماری قیام گاہ پر آ گئے اور کہنے لگے اے گروہ اوس و خزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آدمی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے ہوئے تھے اور تم اسکو ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور تم لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر جنگ کرنے کی بیعت بھی کر لی ہے۔ بخدا یاد رکھو ہم تمہیں ایسا کرنے کی سخت سے سخت سزا دے سکتے ہیں اور اسکے بعد پورے عرب میں ہم سے بڑھ کر تمہارے ساتھ اور کوئی دشمنی رکھنے والا نہیں ہوگا۔ ہماری قوم میں سے مشرکین اٹھے اور ان کو قسمیں اٹھا اٹھا کر یقین دلایا کہ بخدا کوئی بیعت وغیرہ نہیں ہوئی اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہمارے علم میں ہے۔ یہ مشرکین اپنی جگہ پر سچے تھے کیونکہ انکو ہماری بیعت کا علم ہی نہ تھا۔

روضۃ الاحباب میں مذکور ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ سے ایک نخلستان والی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ زمین عامہ یا ہجر کی ہوگی۔ حالانکہ وہ خود مدینہ تھا'' اور مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے دوستوں سے فرمایا ''مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ وہ نخلستان والی زمین ہے جو کہ دو پہاڑوں کے درمیان تھی''۔

بیعت عقبہ ثانی میں حصہ لینے والوں کے اسمائے گرامی

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی نے اپنی کتاب تلقیح (صفحہ 315) پر بیعت عقبہ ثانی میں حصہ لینے والے جن خوش قسمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے نام نقل کئے ہیں ان کی فہرست یوں ہے۔

الف

1. حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔
2. حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. حضرت اوس بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ب

6. حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. حضرت بشیر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. حضرت زبیر بن الہثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9. حضرت براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ث

10. حضرت ثعلبۃ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11. حضرت ثابت بن الجزع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12. حضرت ثعلبۃ بن غلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ج

13. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14. حضرت جابر بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ح

15. حضرت حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خ

16. حضرت خالد بن عمرو بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17. حضرت خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوایوب انصاری)
18. حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
19. حضرت خالد بن عمرو بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فی قول واقدی)
20. حضرت خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
21. حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
22. حضرت خدیج بن سلامتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذ

23. حضرت ذکوان بن عبدقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ر

24. حضرت رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
25. حضرت رفاعۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26. حضرت رفاعة بن عبد المنذ ررضی اللہ تعالیٰ عنہ 27۔ حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ز

28. حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 28۔ حضرت زید بن سہل ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

س

30. حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 31۔ حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
32. حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 33۔ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
34. حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ 35۔ حضرت سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
36. حضرت سہل بن عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 37۔ حضرت سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ش

38. حضرت شمر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ص

39. حضرت صیفی بن سحرادرضی اللہ تعالیٰ عنہ

ض

40. حضرت ضحاک بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 41۔ حضرت ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ط

42. حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ظ

43. حضرت ظہیر بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع

44. حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 45۔ حضرت عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

46. حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
47۔ حضرت عباس بن نفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
48۔ حضرت عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
49۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
50. حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
51۔ حضرت عبس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
52. حضرت عبید بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
53۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
54. حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
55۔ حضرت عمرو بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
56. حضرت عبادہ بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
57۔ حضرت عمیر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
58. حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
59۔ حضرت عمرو بن غزتیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
60. حضرت عمرو بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
61۔ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ف

62. حضرت فردہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ق

63. حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
64۔ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابنِ اسحاق)
67. حضرت قیس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
66۔ حضرت قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ک

67. حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

م

68. حضرت مسعود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
69. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
70. حضرت مالک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
71. حضرت مالک بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
72. حضرت معاذ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
73. حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
74. حضرت معقل بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
75. حضرت منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
76. حضرت معوذ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
77. حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ن

78. حضرت نعمان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
79. حضرت نعمان بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ھ

80. حضرت ھانی بن ینار ابو بُردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ی

81. حضرت یزید بن ثعلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
82. حضرت یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
83. حضرت یزید بن المنذ ر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
84. حضرت یزید بن خذام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
85. حضرت نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مذکورہ فہرست اسمائے گرامی علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب تلقیح سے نقل کئے ہیں جبکہ حافظ ابن ہشام نے سیرت اور حافظ ابن سید الناس نے بھی تقریباً یہی نام نقل کئے ہیں۔ بس چند ایک ناموں کا فرق ہے۔

قریش مکہ کو بیعت کا علم ہونا اوران کا ردعمل

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب انصار میدان منیٰ سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر کو واپس چل دیئے تو ادھر قریش کو پورا یقین ہو گیا کہ انصار نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر لی ہے اس یقین کے بعد اہل قریش انصار کے مدینہ شریف جانے والے قافلے کے پیچھے دوڑے ان لوگوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آخر کار راستے میں پالیا۔ حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش پوری کوشش کے باوجود قابو نہ کر سکے البتہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں نے پکڑ لیا اور رسیوں سے باندھ کر ان کو قیدی بنالیا اور پھر مکہ میں واپس لے آئے اسی اثنا میں جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ وہاں پہنچ گئے جب انہوں نے یہ نظارہ دیکھا تو قریش سے کہا یہ شخص تو ہمارے تاجروں کو نذرانے اور عطیات دیا کرتے تھے لہٰذا اسکو چھوڑ دو چنانچہ قریش نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا۔

ابنِ اسحٰق رقمطراز ہیں:

کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانی کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام گروہ در گروہ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جانا شروع ہو گئے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حکمِ خداوندی کے منتظر تھے۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نہایت کمزور اور غریب تھے یا وہ جن کو اہل مکہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ پیچھے رہ گئے قریش ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تا کہ ان سختیوں سے تنگ آ کر حق کا ساتھ چھوڑ دیں لیکن قربان جائیں اِن عظیم شخصیات کے کہ انہوں نے قریش کی ہر سختی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن حق کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

ہجرتِ مدینہ 1 ہجری

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا قریش کی اذیت رسانی کے سبب مکہ مکرمہ میں قیام نہات ہی دشوار ہوگیا تھا۔ دعوتِ حق کے جواب میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں اس صورت حال میں خداوندِ قدوس نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مکہ مکرمہ سے دارالامان یعنی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ کو ہجرت کر جائیں۔ یوں صحابہ کرام رفتہ رفتہ چوری چھپے مدینہ پہنچ گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے حکم خداوندی کے منتظر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ علیہ السلام حکم خداوندی کے بعد ہی ہجرت فرمائیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہاں میں حکم خداوندی کا منتظر ہوں۔ جیسے ہی حکم ملے گا۔ ہجرت کر جاؤں گا''۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہی کی اُمید پر حاضرِ خدمت ہی رہے۔ اور یوں حکم نبوی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ مکرمہ میں ہی تشریف فرما رہے۔

صَحیح مُسلم (جلد 1 صفحہ 85) میں مذکور ہے کہ مکہ کے اردگرد رہنے والے جو خوش نصیب دائرہ اِسلام میں داخل ہو چکے تھے ان میں سے قبیلہ دوس ایک نہایت ہی محفوظ قلعہ کا مالک تھا اس قبیلہ کے رئیس طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قلعہ میں حفاظت کی غرض سے ہجرت فرما کر آباد ہونے کی درخواست کی لیکن آپ علیہ السلام نے انکار فرما دیا۔

مستدرک جلد 20 صفحہ 613, زرقانی علی المواہب ج اول صفحہ 359 میں لکھا ہے کہ:۔

بنی ہمدان کے ایک شخص نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قبیلہ میں ہجرت فرما کر تشریف لانے کی دعوت دِی لیکن بعد میں اس نے کہا کہ میں اگلے سال اپنے قبیلہ والوں کو اس امر پر مطلع کرنے کے بعد حاضرِ خدمت ہوں گا۔ لیکن مالک ارض وسما نے یہ شرف عزت افزائی انصار مدینہ منورہ کی قسمت میں لکھ دی تھی اور انہی کو حاصل ہو کر رہی جب نبوت کا تیرہواں اور ہجرت کا پہلا سال شروع ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی کے مطابق مدینہ کو ہجرت فرمانے کا عزم مبارک کرلیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس آیت مُبارکہ کی رُو سے ہجرت کا حکم ہوا۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 80)

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ
اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۝۸۰

ترجمہ: ''اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا، اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ کر دے''۔

دیگر روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ اسلام یہ حکم خداوندی لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَا مُرُکَ بِالْھِجْرَۃ

(مدارج النبوت جلد اول صفحہ 82)

سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْاَذِنَ لِی فِی الْخُرُوْجِ وَالْھِجرَۃ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے نکل جانے اور ہجرت کر جانے کی اجازت مجھے دے دی ہے''۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 534)

صحیح بخاری باب ہجرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آتا ہے کہ ہجرت سے قبل جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ دارالہجرۃ ایک نہایت حسین وجمیل باغ و بہار مقام ہے آپ علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ شاید وہ یمامہ یا ہجر کا شہر ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب کی تعبیر بتانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کو اس فن میں کمال حاصل تھا سرکار علیہ اسلام کے اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام اور آپ کو اس خواب کے ذریعے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ روضتہ الاحباب میں مذکور ہے۔

ابنِ اسحاق لکھتے ہیں کہ بیعت عقبہ کے مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کے ملتے ہی مسلمان پوشیدہ طور پر ہجرت کرنے لگے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی حضرت ابوسلمۃ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی اور بچے کے ہمراہ ہجرت کا ارادہ فرمایا اس وقت ہجرت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جب قریش کو کسی کے ہجرت کرنے کی خبر مل جاتی تو وہ لوگ ہجرت کرنیوالے پر سخت تشدد کرتے اور اسکو ستم کا تختہ مشق بناتے۔ جب حضرت ابوسلمۃ رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی المخزومی۔ ان کی والدہ حضرت برہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن عبدالمطلب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں) ہجرت کے لئے تیار ہو گئے اور انہوں نے اونٹ پر کجاوہ کس دیا اور اپنی بیوی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت ابوسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد شریف میں آئیں اور یوں ام المومنین بنیں۔ اور بچوں کو اونٹ پر سوار بھی کر دیا۔ عین اُسی وقت لوگوں کو آپ کی ہجرت کے بارے اطلاع ہوئی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عزیز و اقارب

موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے ابوسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ تم اپنے نفس کے مالک ہو جو چاہو کرو لیکن ہم اپنی بیٹی کو تمہارے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دے سکتے یہ کہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اونٹ سے نیچے کھینچ لیا اُدھر سے ابوسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ دار آ گئے اور انہوں نے بچے کو چھین لیا اور کہا یہ ہماری نسل ہے اسکو کوئی ہم سے جدا نہیں کرسکتا اور یوں ان ظالموں نے باپ، ماں اور بیٹے کو الگ الگ کر دیا حضرت ابوسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہی مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

حضرت اُم سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اسکے بعد میں ہر روز صبح سویرے ابطح میں جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی اور یوں ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ سال بعد میرے قبیلے کے ایک شخص کو مجھ پر رحم آیا اور اس نے بنی المغیر ہ سے یہ کہا کہ تم لوگوں کو اس غریب مسکین عورت پر رحم نہیں آیا جس کو ایک سال سے اسقدر مصیبت واذیت میں مبتلا کر رکھا ہے اسکے کہنے پر بنی المغیر ہ نے مجھے مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی اور بنی الاسد نے میرا بچہ واپس کر دیا۔ میں نے فوراً بچہ اپنی گود میں لیا اور اکیلی ہی مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 169 پر امام ابن کثیر ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی لکھتے ہیں کہ ''جب میں یعنی ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مقام تنعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ نے مجھے تنہا سفر کرتے دیکھ کر پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے جواب دیا ''اپنے شوہر کے پاس مدینہ منورہ جا رہی ہوں'' پوچھا تمہارے ساتھ اور کوئی نہیں جواب دیا ''میرا بچہ اور خدا کی قسم میرا اللہ کریم'' یہ سن کر عثمان بن طلحہ کا دل بھر آیا وہ اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے چلنے لگے جب کوئی منزل آتی مجھے اونٹ سے نیچے اترنے کو کہتے کپڑا زمین پر بچھا دیتے اونٹ کو دور لے جا کر درخت سے باندھ دیتے اور خود درخت کے سایہ میں لیٹ جاتے اِسی طرح جب سفر شروع کرنے کا وقت آتا مجھے اونٹ پر سوار کراتے اور خود آگے آگے چلتے کئی منزلوں پر انہوں ایسا ہی کیا اور یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب قباء کے مکانات نظر آئے تو کہا تیرا شوہر اِسی جگہ مقیم ہے اللہ کی برکت سے اس بستی میں داخل ہو پھر مجھے میرے شوہر کے پاس پہنچا کر مکہ کو واپس لوٹ گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ کسی کو شریف نہیں پایا''۔

اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد عامر بن ربیعہ اپنی زوجہ محترمہ لیلہ بنت خثیمہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے ان کے بعد یہ سعادت ابواحمد بن جحش اور انکے بھائی عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ امیمہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان تھیں) کے حصے میں آئی۔ یہ سب لوگ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ اپنا مال جائیداد و مکانات چھوڑ کر اللہ کی رضا کی خاطر مدینہ منورہ پہنچ گئے ان کے اسمائے گرامی جو بھی ہمیں کتب تاریخ سے مل سکے ہیں درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت زبیر بن عبید
2. حضرت تمام بن عبیدہ
3۔ حضرت سنجرۃ بن عبیدہ
4. سنجرہ بنت تمیم
5۔ حمنہ بنت جحش
6. جذامہ بنت جندل
7۔ اُمِ قیس بنت محصن
8۔ ام حبیب بنت تمامہ
9۔ آمنہ بنت رقیش
10۔ عبداللہ بن جحش
11۔ زینب بنت جحش
12۔ اُمِ حبیبہ بنت جحش
13۔ ثقیف بن عمرو
14۔ ربیعہ بن اکتم
15۔ قیس بن جابر
16۔ عمرو بن محصن
17۔ صفوان بن عَمرو
18۔ ثقیف بن عَمرو
19۔ مالک بن عمرو
20۔ اربد بن جمیرۃ
21۔ منقذ بن بناتہ
22۔ سعید بن رقیش
23۔ محرز بن نفلہ
24۔ یزید بن رقیش
25۔ عقبہ بن وہب
26۔ شجاع بن وہب
27۔ عکاشتہ بن محصن
28۔ عمرو بن عوف
29۔ عمیر بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین
30۔ ابن ربیعہ اپنے بیس سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماگئے ۔ مذکورہ صحابہ کرم رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بعد جن صحابہ نے ہجرت فرمائی اُن کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

31۔ حضرت عمر فاروق
32۔ حضرت زید بن الخطاب
33۔ عمرو بن سراقہ
35۔ عبداللہ بن سراقہ
36۔ حسین بن حذافہ سہمی
37۔ سعید بن عمرو بن نفیل
38۔ واقد بن عبداللہ التمیمی
39۔ خولی بن خولی
40۔ مالک بن ابی خولی
41۔ بکیر کے چار بیٹے
42۔ ایاس بن بکیر
43۔ عامر بن بکیر
44۔ عاقل بن بکیر
45۔ خالد بن بکیر
46۔ طلحہ بن عبداللہ
47۔ صہیب بن سنان
49۔ حمزہ بن عبدالمطلب
49۔ زید بن حارث

50۔ ابو مرثد کناز بن حصن
51۔ انسر
52۔ ابو کبشر
53۔ عبیدہ بن الحارث
54۔ طفیل بن الحارث
55۔ حصین بن حارث
56۔ سطح بن اثاثہ
57۔ سویبط بن سعد
58۔ طلیب بن عمیر
59۔ خباب بن الارت
60۔ عبدالرحمٰن بن عوف
61۔ زبیر بن العوام
62۔ ابو سبرۃ بن ابی رہم
63۔ مصعب بن عمیر
64۔ ابو خدیفہ
65۔ سالم مولی ابی حذیفہ
66۔ عتبہ بن غزوان
67۔ عثمان بن عفان رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے اسکے بعد رفتہ رفتہ صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

دارُلندوہ یعنی دارالشوریٰ میں قُریش کا اجلاس اور سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے قتل کا منصوبہ

اہل قریش نے جب دیکھا کہ مسلمان مدینہ منورہ میں جا کر رفتہ رفتہ طاقت پکڑتے جا رہے ہیں اور یوں روز بروز اسلام ہر سو پھیلتا جا رہا ہے مکہ سے باہر مسلمانوں کی تعداد اوران کے مددگاروں میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا ہے انہیں یہ خبر ملی کہ سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بھی چند دنوں میں ہجرت فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ یہ سب سرداران قریش دارالندوۃ میں جو کہ قصیٰ بن کلاب کا مکان تھا۔ اور اہل قریش جو بھی اہم فیصلہ کرتے اِسی مکان میں کیا کرتے تھے گویا یہ ان کا دارالشوریٰ تھا۔ اکٹھے ہوئے اس دفعہ یہ ان کا اجلاس عام تھا۔ اس میں تمام قبائل قریش کے سردار عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، طعمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم، نصر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، زمعتہ بن اسود بن مطلب، ابوجہل، دنیہ و مبنہ پسران حجاج، اُمیتہ بن خلف وغیرہ۔

سیرت ابن ہشام، ابن اسحاق (متوفی 150 ہجری) سے تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب اہل قریش باہمی صلاح مشورے کے لیے دارالندوۃ میں اکٹھے ہوئے تو شیطان لعین اُن کے سامنے ایک بزرگ نما انسان کی صورت میں نمودار ہوا اُسے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اہل ندوہ نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اہل نجد میں سے ہوں۔ میں نے تمہارے باہمی صلاح و مشورے سُنے تو حاضر ہو گیا ہوں آپ لوگوں کو اُمید قومی رکھنی چاہیے کہ میں تمہیں نہایت ہی مناسب مشورہ دونگا۔ ان لوگوں نے کہا پھر تو آپ اندر تشریف لائیں۔ شیخ نجدی

اندر داخل ہوا اور ان کے ساتھ گفتگو میں شریک ہو گیا۔ قریش نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا پہلے تو صرف محمد (صَلَّی اللہُ علیہ وآلہٖ وسَلَّم) کا ہی معاملہ تھا لیکن اب ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے ماننے والے روز بروز پھیلتے جارہے ہیں اور یوں ان کے پیروکاروں کی تعداد اور ان کے معاونین کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے اب خطرہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ لوگ مل کر ہم پر حملہ کر دیں گے لہٰذا اے اہل مجلس غور و فکر کے بعد متفقہ فیصلہ کرو کہ کس طرح ان مسلمانوں سے پیچھا چھڑایا جا سکے۔ اہل مجلس میں سے ایک بولا کہ محمد (صَلَّی اللہُ علیہ وآلہٖ وسَلَّم) کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر ان کو کوٹھری میں قید کر دیا جائے۔ کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے خود ہی ہلاک ہو جائیگا۔ (نعوذ باللہ) شیخ نجدی بولا اللہ کی قسم اگر تم اسکو اسطرح کوٹھری میں بند کرو گے تو ان کے قید کیے جانے کی اطلاع بند دروازوں سے بھی اسکے ماننے والوں تک پہنچ جائے گی۔ اور وہ لوگ حملہ کر کے اسکو تمہارے ہاتھوں سے چھین لیں گے اور یوں ان کو آزاد کرا لیں گے۔ دوسرا بولا کہ ہمیں ان کو جلاوطن کر دینا چاہیے۔ شیخ نجدی پھر بولا، یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے کیا تم لوگ ان کی انداز گفتگو، شیرینی کلام سے واقف نہیں جو کہ اسقدر حسین اور دل آویز ہے اس کلام میں وہ مٹھاس ہے کہ سننے والے کے دل میں گھر کر جاتی ہے اگر تم لوگوں نے ان کو شہر سے نکال دیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلے جس گھر میں جا کر ٹھہریں گے لوگ ان کا پیارا پیارا کلام سن کر ایمان لے آئیں گے اور یوں ان کی قوت میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔

ابوجہل بولا میری رائے تم سب سے مختلف ہے جو خیال میرے ذہن میں آتا ہے تم لوگ اس خیال تک نہیں پہنچ سکتے۔ سب نے پوچھا اے ابوجہل اپنا خیال و رائے بتاؤ اس پر ابوجہل نے کہا میری رائے میں ہر قبیلے سے ایک ایک عالی قدر دلیر خاندانی جوان منتخب کریں۔ جس کے پاس نہایت تیز دھار تلوار ہو اور پھر یہ سب نوجوان مل کر محمد (صَلَّی اللہُ علیہ وآلہٖ وسَلَّم) کو قتل کر ڈالیں (نعوذ باللہ) اس طرح جرم خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور یوں اولاد عبد مناف تمام قبائل سے نہیں لڑ سکے گی۔ اس لیے اولاد عبد مناف کو خون بہا اور دیت لینے پر آسانی سے رضامند کیا جا سکے گا۔ یہ رائے سن کر شیخ نجدی بولا اس شیخ نے جو مشورہ و رائے دی ہے یہ صحیح تدبیر ہے اسکے علاوہ اور کوئی طریقہ قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس رائے پر تمام اہل اجلاس نے اتفاق کیا اور اسکے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

طبقات ابن سعد اول صفحہ 152

قرآن کریم فرقانِ حمید کی درج ذیل آیہ مبارکہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے

(سورۃ الانفال آیت 30)

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ
وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: ''اور اے محبوب یاد کرجب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔''

جبریل امین علیہ السلام بارگاہ نبی مکرم صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آج رات اس خواب گاہ میں آرام نہ فرمائیں جہاں پہلے آرام فرمایا کرتے ہیں اور پھر قریش کے تمام ارادوں سے حضور اکرم سید المرسلین صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو باخبر فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اخرجہ البیہقی، الخصائص الکبری (جلد 1 صفحہ 185) سے مروی ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل سے دریافت فرمایا کہ ''میرے ساتھ ہجرت کے سفر میں کون شریک ہوگا''۔

جبریل امین نے عرض کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رواہ الحاکم والذہبی (زرقانی جلد 1 صفحہ 226) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم عین دوپہر کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا ''مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے'' ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں میں آپ علیہ السلام کی ہمراہی چاہتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں تم ہی میرے ساتھ شریک سفر ہوگے''۔

(صحیح بخاری باب ہجرت النبی صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم)

سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے پہلے مجھے علم ہی نہ تھا کہ فرط مسرت سے بھی کوئی رو سکتا ہے۔ یہ واقعہ ابن اسحٰق نے اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے سے ہی دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ ان اونٹنیوں کو چار ماہ سے ببول کے پتے کھلا رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں ان اونٹنیوں میں سے جسے چاہیں پسند فرمالیں وہ اونٹنی میری طرف سے ہدیہ ہوگی۔ محسن عالم کو کسی کا احسان لینا پسند نہ تھا اور ہجرت کیونکہ عبادت عظیم ہے اس لئے اس عبادت عظمیٰ میں کسی کو شریک فرمانا پسند نہ تھا۔ فرمایا ''اچھا مگر یہ اونٹنی قیمت دے کر لوں گا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجبوراً قیمت قبول کی۔

(صحیح بخاری شریف)

بقول واقدی اس اونٹنی کا نام قصواء تھا۔ اس اونٹنی کی قیمت جو کہ سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ادا فرمائی آٹھ سو درہم تھی۔

علامہ زرقانی ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں اونٹنیوں کی قیمت آٹھ سو درہم تھی یعنی چار سو درہم فی اونٹنی۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں اونٹنیاں آٹھ سو درہم میں خریدی تھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 153)

جب رات کا وقت آیا اور ہر سو تاریکی چھا گئی تو حسبِ قرارداد قریش نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک کو گھیر لیا۔ اس انتظار میں رہے کہ جب آپ سو جائیں گے۔ تو یکدم حملہ کر دیں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ "تم مت ڈرو اور میری یہ سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ تمہیں کسی قسم کا کوئی گزند یا تکلیف نہیں ہوگی"۔ یہ وہی سبز چادر مبارک تھی جسکو اوڑھ کر فخرِ موجودات آرام فرمایا کرتے تھے۔

(عیون الاثر جلد 1، صفحہ 179)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل امین علیہ اسلام نے حاضر خدمت ہو کر قریش کے سارے مشورہ کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ آج رات اپنے آستانہ مبارک میں بسر نہ فرمائیں۔

(البیہقی، الخصائص الکبری جلد 1 صفحہ 185)

جب ایک تہائی رات گزر گئی تو اہل قریش نے حسبِ نظام العمل آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا اور اس انتظار میں رہے کہ آپ جب سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ اہل عرب زنانہ گھر میں گھسنا مردانگی کے خلاف اور سخت معیوب خیال کرتے تھے اس لئے مکان کے باہر ہی انتظار میں ٹھہرے رہے کہ جیسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائیں حملہ کر دیا جائے۔ اس وقت کیونکہ آپ علیہ السلام کے پاس صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ آپ علیہ السلام نے وہ تمام امانتیں جو اہل قریش سخت عداوت و مخالفت کے باوجود ہمیشہ آپ علیہ السلام کے پاس ہی رکھتے تھے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت و دیانت اظہر من الشمس تھی اور اہل قریش اپنی ذات سے زیادہ آپ علیہ السلام پر بھروسہ رکھتے تھے ان اشیاء کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے فرما کر حکم دیا کہ یہ تمام امانتیں جس جس سے تعلق رکھتی ہیں اُن کے حوالے کرنے کے بعد مدینہ ہجرت کر آنا۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی لی اور سورۃ یٰسین کے شروع کی آیات، (1 تا 9) تک تلاوت فرمائیں۔

(سورۃ یٰسین آیت 9)

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

ترجمہ: "ہم نے اُن کے سامنے اور ان کے پیچھے حجاب اور پردے قائم کر دیئے ہیں پس اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا

ہے لہٰذا وہ دیکھ نہیں سکتے۔،،

سیرت ابن ہشام اور محمد بن کعب

اور خاک کی یہ مٹھی کفار پر پھینک دی۔ اللہ کریم نے ان لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جو محاصرہ کیئے ہوئے تھے اور فخر موجودات اُن کے سامنے سے گزر گئے اور کسی کو نظر نہ آئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص دولت کدہ کے پاس سے گزرا ان لوگوں کو وہاں کھڑا دیکھ کر پوچھا تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو اور یہ کیا معاملہ ہے ان لوگوں نے اس شخص کو بتایا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے انتظار میں کھڑے ہیں کہ جیسے ہی وہ باہر آئیں ہم ان کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں اس شخص نے کہا خدا تم کو نا کام کرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمہارے سروں پر خاک ڈال کر نکل گئے ان لوگوں نے سروں پر ہاتھ پھیرا تو حقیقتاً خاک پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے جھانکنا شروع کر دیا اندر کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سبز چادر اوڑھے آرام سے لیٹے ہوئے تھے اس لئے مطمئن رہے اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے صبح کے وقت جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر سے اُٹھے تو انکو دیکھ کر حیران و شرمسار ہوئے اور کہنے لگے واللہ وہ شخص سچ کہتا تھا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا مجھے علم نہیں۔ مذکورہ روایت طبقات ابن سعد میں موجود ہے اور یہ روایت حضرت علی، ابن عباس، حضرت عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 176)

قریش کے وہ لوگ جو دولت کدہ کا محاصرہ کیئے ہوئے تھے اپنی نا کامی پر سخت نادم ہوئے اور ان بدبختوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر حرم میں لے جا کر کچھ دیر کے لئے محبوس رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 1234)

جن لوگوں نے آستانہ مبارک کا محاصرہ کیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

1۔ابوجہل 2۔حکم بن ابی العاص 3۔عقبہ بن ابی معیط 4۔نضر بن الحارث

5۔امیہ بن خلف 6۔ابن الفیطلہ 7۔زمعہ بن اسود 8۔طعمہ بن عدی

9۔ابولہب 10۔ابی بن خلف، 11۔حجاج کے دو بیٹے دنبیہ ومبنہ غیرہ۔

(واقدی بحوالہ اساتذہ وشیوخ)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں بازار حزورہ میں جو بعد میں مسجد الحرام میں شامل کر لیا ٹھہر گئے اور یوں خطاب فرمایا۔ ''خدا کی قسم تو اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے اگر

میں نکالا نہ جاتا تو نہ نکلتا۔''

(ترمذی شریف)

حاکم کے نزدیک یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ''اے مکہ تو کیسا پاکیزہ شہر ہے اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔''

اس حدیث شریف کو حضرت امام احمد اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غارِ ثور کی طرف ہجرت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت کدہ سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ دستور کے مطابق دستک دی اجازت کے بعد اندر تشریف لے گئے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا جب لائحہ کار طے ہو چکا تو سفر کی تیاری جلد مکمل فرمانے کا حکم دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ہم نے جلد ہی آپ علیہ السلام کے سفر کی اچھی طرح تیاری کی اور خورد و نوش کا بندوبست کیا کھانے کا سامان مشکیزہ میں ڈالا اور اس کا منہ بند کرنے کے لئے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ماجدہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا نطاق جس کو عورتیں اپنی کمر کے گرد لپیٹتی تھیں پھاڑ کر اس سے توشہ دان کا منہ باندھا یہی وہ فعل تھا وہ شرف تھا جس کی بنا پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔ اور آج تک اسی لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔

(صحیح بخاری شریف باب الہجرۃ)

اُسی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمراہ لے کر گھر کے عقبی دریچے سے باہر تشریف لائے اور سیدھے کوہِ ثور کی غار میں پہنچے جو مکہ مکرمہ کے نشیبی جنوبی جانب ہے یہ غار آج بھی اور قیامت تک بوسہ گاہ خلائق ہے اور رہے گی (انشاءاللہ) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین دن تک اس غار میں قیام فرمایا۔ رات کو حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر خدمت رہتے وہ نوجوان مضبوط اور طاقتور جسم کے مالک، نہایت ہوشیار اور معاملہ فہم تھے سحر کے وقت غار ثور سے باہر تشریف لاتے اور صبح سویرے ہی قریش کے پاس ہوتے تا کہ یہ ثابت ہو کہ وہ رات مکہ میں ہی تھے۔ سارا دن قریش کے ساتھ رہتے وہ لوگ جو بھی مکر و فریب اور حیلہ و تدابیر آپ علیہ السلام کے خلاف بناتے اسے اچھی طرح یاد فرما لیتے اور اسکو رات کو غار

میں پہنچ کر سب کچھ عرض کر دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ بھیڑ بکریوں کو چراتے چراتے غار کے منہ تک لے جاتا اور ان دونوں مقدس ہستیوں کو دودھ پیش کرتا جسے پی کر وہ بابرکات ہستیاں آرام وسکون کے ساتھ رات بسر فرماتیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو عامر بھیڑ بکریاں ہانک کر مکہ مکرمہ واپس آجاتا۔ تینوں راتوں میں اس کا معمول یہی رہا۔

قریش نے جب آپ علیہ السلام کو نہ پایا تو آپ علیہ السلام کے متعلق ایک سو اونٹ اس شخص کے لئے مقرر کیے جو آپ کو ان کے پاس لوٹا لائے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 184)

عبداللہ بن ارلقیط دولی جو بنی وائل بن بکر کا ایک شخص تھا کو اجرت پر رہبری کے لئے مقرر کیا تا کہ وہ غیر معروف راستوں سے مدینہ تک لے جائے۔ یہ تھا تو مذہباً کافر ومشرک لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یار غار نے اس پر اعتماد وبھروسہ کیا اونٹنیاں اسکے سپرد کیں اور حکم دیا کہ دونوں کو لے کر تیسرے دن جبل ثور پر حاضر ہو جائے تا کہ مدینہ کی طرف کوچ کیا جاسکے۔

(بخاری شریف باب الہجرت)

ابن اسحاق نے کہا۔ مجھے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت پہنچی کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکل گئے تو ہمارے پاس قریش کی ایک ٹولی آئی جس میں ابوجہل بھی تھا۔ وہ آکر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تو میں انکی طرف چلی۔ انہوں نے کہا! اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی تیرا باپ کہاں ہے میں نے کہا واللہ میں نہیں جانتی کہ میرا باپ کہاں ہے۔ ابوجہل نے ہاتھ اٹھایا اور وہ بدمعاش خبیث تھا۔ اُس نے میرے گال پر ایسا تھپڑ مارا جس سے میرے کان کی بالی گر پڑی"۔

غارِ ثور میں پیش آنیوالے حالات

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راتوں رات گھر سے نکل کر غار ثور کی طرف راوانہ ہوئے۔ راستے میں جاں نثار عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے چینی کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ علیہ السلام کے آگے چلتے کبھی پیچھے ہو جاتے کبھی دائیں طرف کو ہو جاتے تو کبھی بائیں طرف ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا "اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ کیسی بے چینی ہے کیا پریشانی تمہیں بے قرار کئے ہوئے ہے" عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خیال آتا ہے کہ پیچھے سے کفار آپ علیہ السلام کی تلاش میں نہ آرہے ہوں تو آپ علیہ السلام کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہوں اور جب ذہن

اس طرف جاتا ہے کہ کہیں کوئی ہم سے پہلے آگے نہ چھپا بیٹھا ہو تو آگے چلنے لگتا ہوں یہ سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ابوبکر تم یہ چاہتے ہو کہ میں بچ جاؤں اور تم میری جگہ قتل ہو جاؤ'' عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا میرا یہی مقصد ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور آپ علیہ السلام بچ جائیں۔ جب غار کے منہ پر پہنچے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہونے لگے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ پہلے میں غار کے اندر داخل ہو کر اچھی طرح صفائی کرلوں اور دیکھ لوں کہ کوئی خطرناک چیز تو اندر نہیں ہے آپ علیہ السلام نے اجازت عطا فرمادی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر داخل ہوئے ہاتھوں کی مدد سے تمام بلوں اور سوراخوں کو تلاش کیا۔ غار کو صاف کیا اور تمام سوراخوں میں اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کران کو بند کیا۔ یہاں تک کہ تمام کپڑے ختم ہو گئے اور ایک سوراخ باقی بچ گیا آپ نے اپنی ایڑی اس سوراخ پر رکھ کر اسکو بند کردیا۔

(بحوالہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلائل بیہقی میں محمد بن سیرین سے منقول ہے۔ حافظ عسقلانی، حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ، حضرت حسن بصری، فتح الباری ج 7 صفحہ 185۔ وغیرہ میں مذکورہ روایت موجود ہے)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غار کو اچھی طرح صاف فرما چکے سب سوراخ سوائے ایک کے بند کردیئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غار میں آنے کی دعوت دی آپ علیہ السلام غار میں تشریف فرما ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ وہ سوراخ جس کو بند کرنے کے لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایڑی رکھی ہوئی تھی اس میں سے کسی زہریلی چیز سانپ وغیرہ نے آپ کے پاؤں پر کاٹنا شروع کردیا سخت زہریلی تکلیف کے باوجود ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایڑی سوراخ سے نہ ہٹائی کہ کہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ نہ جائیں۔ شدت درد سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو نکل آئے۔ جب یہ آنسو آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر پڑے تو آنکھیں کھول کر فرمایا ''صدیق تجھے کیا ہوا'' عرض کی میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں مجھے کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے زخم پر لعاب دہن لگا دیا جسکی برکت سے فوراً سب درد جاتا رہا۔

(مشکوۃ شریف باب مناقب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ ثور میں جلوہ گر ہوئے تو اللہ کریم کے حکم سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس سے سامنے درخت اُگ آیا اور ایک جنگلی کبوتر کے جوڑے نے آکر انڈے دے دیئے۔ قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک کے نشانات دیکھ کر تعاقب کرتے ہوئے غار کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ کفار مکڑی کا جالا درخت اور کبوتری کے انڈے دیکھ کر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس غار میں موجود نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اس غار میں داخل ہوتے تو مکڑی کا جالا جو کہ نہایت نازک ہوتا ہے

ٹوٹ جاتا کبوتری اڑ جاتی اور انڈے نہ دیتی۔

بحوالہ ابومصعب مکی فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ارقم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ واقعہ بیان فرماتے تھے

(مشکوۃ شریف۔باب فی المعجزات،فصل ثالث)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب غار کے اوپر کفار مکہ کے قدموں کی آہٹ سُنی تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ان میں سے کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے یعنی اگر کسی نے غار کے اوپر کھڑے نیچے کی طرف دیکھ لیا تو ہمیں بھی دیکھ لے گا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے صدیق غم نہ کر''۔سورۃ التوبہ آیت 40۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

ترجمہ: ''غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

کفار جب واپس چلے گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اللہ نے انکو ہم سے دفع کیا''۔

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 154)

قرآن کریم فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سورۃ التوبہ آیت 40

إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ
لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلَيْهِ وَأَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: ''اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہ بھی کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت نے ان کو ایسا بے سروسامان گھر سے باہر کیا کہ وہ دو جان سے (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غار (ثور) میں تھے اور اس وقت پیغمبر اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سمجھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ (سکینیت و تسلی) اتارا اور ان فوجوں سے (فرشتوں کی ایسی فوج سے) مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی (کفر و شرک کو پست فرمایا) اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین راتیں غار ثور میں

گذاریں اور پھر شب دوشنبہ یکم ربیع اول کو مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔

عبداللہ بن اریقط للیثی جو کہ کافر تھا اور اجرت پر راستہ بتانے کے لئے رکھا تھا حسبِ وعدہ صبح کے وقت دو اونٹنیاں لے کر غارثور پر حاضر ہوا۔ اس نے مشہور اور عام راستہ چھوڑ کر ساحلِ سمندر کا راستہ اختیار کیا اور یوں یہ قافلہ مدینہ منورہ کر طرف روانہ ہوا۔

(بخاری شریف باب الہجرۃ، الوفا از علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اونٹنی پر خود سوار ہوئے جبکہ دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہوئے اور اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر سوار کیا تاکہ راستے میں خدمت کے فرائض سرانجام دے سکے۔ عبداللہ بن اریقط اپنے اونٹ پر بیٹھ کر راستہ دکھلانے کے لئے آگے چل پڑا۔

(حضرت علامہ زرقانی جلد 1 صفحہ 345، فتح الباری شریف)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم متواتر ایک دن اور ایک رات چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے دن دوپہر کے وقت آمد و رفت بالکل بند ہوگئی۔ دھوپ بہت سخت ہوگئی چاروں طرف نگاہ دوڑائی ایک چٹان نظر آئی اسکے نیچے سایہ تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کو اچھی طرح صاف کیا پھر اس جگہ پر اپنی پوستین بچھا کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام یہاں آرام فرمائیں میں اردگرد پاسبانی کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ مبارک لگ گئی۔ میں اس جگہ سے اٹھ کر پانی کی تلاش میں نکلا کہ کہیں اگر کھانے پینے کو مل جائے تو لاسکوں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بھیڑ بکریاں اس چٹان کے سائے کی طرف آرام کی غرض سے ہانک کر لا رہا تھا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے دریافت کیا تو کس کا غلام ہے۔ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا۔ جس کو میں جانتا تھا میں نے اُسے پہچان لیا پھر میں نے اُس سے پوچھا کیا مجھے دودھ نکال کر دے گا۔ اس نے جواب دیا بصد مسرت۔ میں نے اسکو بکری کے پاؤں قابو کرنے کو کہا جب اُس نے بکری کو پکڑ لیا تو میں نے اُسے کہا اپنے ہاتھ اچھی طرح جھاڑ و اور بکری کے تھن جن پر گرد وغبار لگا ہوا تھا صاف کر و اُس نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُس غُلام نے بڑا پیالہ دودھ نکالا۔

میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک مشکیزہ ساتھ لے گیا تھا۔ جس سے آپ علیہ السلام وضو فرماتے تھے۔ میں نے اس سے تھوڑا سا پانی نکال کر دودھ میں ملا دیا جسکی وجہ سے دودھ سے نکلنے والی حرارت ختم ہو گئی پھر میں نے یہ دودھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دودھ نوش فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب سیر ہو کر دودھ نوش فرمایا۔ جس سے میرا دل خوش ہوگیا اب کیونکہ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اب چلنے کا وقت ہوگیا ہے اور پھر یوں ہم وہاں سے آگے چلے''۔

(صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین وفعلہم وباب علامات النبوۃ فی الاسلام)

لوگ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوب واقف تھے۔ اس لئے راستے میں جو کوئی ملتا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ علیہ السلام کی بابت پوچھتا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے یہ شخص مجھ کو راستے بتلاتا ہے اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد خیر اور حق کا راستہ بتانا ہوتا۔

(بخاری شریف جلد 1 صفحہ 556)

قریش مکہ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے تھے آخر میں انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو ان دونوں کو گرفتار کر کے لائے گا اسکو سو اونٹ انعام دیا جائیگا۔

(مستدرک جلد 3، صفحہ 6)

واقعہ سُراقہ بن مالک

سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی خود روایت کرتے ہیں کہ ”میں اس وقت جب قریش کی طرف سے یہ اعلان ہوا اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا۔ اے سراقہ میں نے ابھی ساحل پر چند اشخاص دیکھے ہیں میرے خیال میں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ وہی ہیں مگر میں نے ان کو ٹالنے کے لئے کہا کہ وہ مطلوبہ ہستیاں نہیں بلکہ فلاں فلاں لوگ ہیں جن کو تم نے دیکھا ہے اور یہ لوگ ہمارے سامنے سے ہی گئے ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے یہ کہہ کر اسلئے ٹال دیا کہ قریش کی طرف سے مقرر شدہ انعام میں خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مجلس سے اٹھ کر گھر گیا اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے فلاں جگہ پہنچ جاؤ اور میں خود اپنا نیزہ لیکر تھوڑی دیر بعد اس جگہ پہنچ گیا گھوڑے پر سوار ہوا اور اسکو سرپٹ دوڑاتا ہوا میں اُن کے قریب جا پہنچا۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ میں نے ترکش سے فال کا تیر نکال کر دیکھا کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ جواب میں نہیں نکلا لیکن سو اونٹوں کا بھاری انعام میرے دماغ پر اس طرح سوار تھا کہ میں نے فال کی بھی پرواہ نہ کی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا آگے بڑھا۔ سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سراقہ کے لئے بددعا فرمائی“۔

روایت بخاری بددعا یہ تھی ”اے اللہ اسکو پچھاڑ دے“ دوسری روایت میں یوں آتا ہے ”اے اللہ تو ہماری کفایت فرما جس طرح تو چاہے“۔

(روایت بخاری شریف)

”جیسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدُعا فرمائی سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک پتھریلی زمین میں

دھنس گیا۔ گھوڑے سے دوبارہ اترا پھر فال نکالی تو تیر کی اس فال نے پھر نفی میں جواب دیا اس وقت تک میرا گھوڑا پیٹ تک پتھریلی زمین میں دھنس چکا تھا"۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 188,187)

"اب میں اچھی طرح سمجھ گیا اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ یہ کچھ اور ہی قصہ ہے۔ سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کے قریب حاضر ہوا اور قریش کی طرف سے جاری ہونیوالے اعلان کے بارے میں گوش گزار کیا اور گزارش کی کہ مجھے امن کی تحریر لکھ دیں آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اسی وقت زمین نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "ہمارا حال کسی پر ظاہر مت کرنا"۔ پھر فخر موجودات صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ "اسے معافی نامہ یعنی امن کی سند لکھ دو" انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر یہ سند تحریر فرما کر سراقہ کے حوالے کر دی میں (سراقہ) امان نامہ لیکر واپس ہوا راستے میں جو کوئی مجھے ملتا میں کہہ دیتا اس طرف میں خوب تلاش کر آیا ہوں کوئی نہیں ملا اور یوں لوگوں کو واپس کر دیتا"۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 557,515,510)

اس موقع پر سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے سراقہ سے فرمایا۔ "اے سراقہ اسوقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔

(بخاری شریف باب الہجرۃ الی المدینہ)

بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتح ایران کے بعد مالِ غنیمت میں کنگن آئے جو سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن جعشم بن مالک بن عمرو بن تیم بن مدلج بن مرہ بن عبد مناۃ بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی) کو پہنائے۔ سراقہ غزوہ حنین کے بعد مسلمان ہوئے اور 24 ہجری میں وفات پائی۔

امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کی اسی دوران حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی جو کہ مسلمانوں کے ایک قافلے میں ملک شام سے تجارتی مال لے کر آرہے تھے انہوں نے آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو سفید لباس زیب تن کرنے کے لئے پیش فرمائے جو کہ اس بے سروسامانی میں غنیمت تھے۔ ان دونوں عظیم ہستیوں نے دو لباس زیب تن فرمائے۔

(بخاری شریف، الوفا باحوال مصطفٰے صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم)

منازل سفر

سیرۃ النبی مؤلفہ ابن ہشام (المتوفی 218 ہجری فسطاط میں دفن ہوئے جو عمرو بن العاص فاتح مصر نے آباد

کیا تھا اور آجکل قاہرہ کا ایک حصہ ہے۔ ابن ہشام کا پورا نام ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری ہے ان کا تعلق قبیلہ حمیر کی شاخ معافر اور مولد بصرہ تھا۔ انہوں ابن اسحٰق کی سیرت النبی سے استفادہ کیا جو کہ اب نا پید ہے۔ ابن سحاق 85ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور 150ھ میں بغداد میں وفات پائی اور خیزران کے مقبرے میں دفن ہوئے) میں ہے کہ عبد اللہ راقط (ارقط یا اریقط) آپ صَلی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلم کو مکہ کے نشیبی جنوبی حصے (غار ثور) سے لے کر چلا تو سمندر کے کنارے کنارے عسفانؔ کے نیچے سے نکلا پھر اَمج کے نیچے سے گزرا۔ قدید سے آگے نکلا تو خرار اور ثنیہ المرّہ ہوتا ہوا آپ کو لقفا لے گیا۔ ابن اسحٰق نے کہا۔ پھر وہ مدلجہ لقفا سے مدلجہ مجاج پہچا جسے حجاج بھی کہتے ہیں۔ آگے مرجح ذی العفوین (جسے ذی العصوین بھی کہتے ہیں) سے وادی ذی کشد جدا جدا اور الاجرد ہوتے ہوئے ذی مسلم کے مقام اعدا میں سے مولجۂ تعہن وہاں سے العبا بید آگے الفاجہ (القاحہ) العراج کی طرف اترا۔ العراج سے نکلا تو اس نے ''ثنیتہ العائر'' کا راستہ اختیار کیا (اسے ثنیتہ الغائر بھی کہتے ہیں) یہ رکوبہ کے دائیں جانب ہے وہاں سے وادی رئم پھر بنی عمرو بن عوف میں مقام قباء لایا۔ ماہ ربیع اول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ پیر کا دن تھا گرمی خاصی بڑھ گئی تھی سورج نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔

قصہ اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سرکار دو جہاں صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا معجزہ عظیم

سفر ہجرت کے دوران سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم سہ شنبہ کو دوپہر کے وقت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ راستے میں اُم معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس پہنچے۔ اِم معبد کی قوم ان دنوں سخت قحط سے دوچار تھی۔ وہ خاتون نہایت بہادر اور دلیر تھی اپنے خیموں سے باہر کھلی جگہ پر بیٹھ کر گزرنے والوں کو کھانے پینے کا سامان مہیا کرتی تھی۔ اس وجہ سے مہمان نواز مشہور تھی۔ آپ علیہ اسلام نے اُس سے کھجوریں اور گوشت خریدنے کا ارادہ فرمایا۔ جب اس سے بات کی تو جواب ملا ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے خیمہ کی ایک طرف ایک بکری دیکھی دریافت فرمایا ''یہ بکری کس کی ہے'' اُم معبد نے عرض کیا یہ بکری بوڑھی اور اس قدر لاغر ہے کہ اپنی ساتھی بکریوں کے ساتھ جنگل میں بھی نہیں جا سکتی۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا ''کیا یہ دودھ دیتی ہے'' عرض کیا یہ دودھ کیا دے گی اسکی ہڈیوں میں تو مغز بھی نہیں رہا اور بدن پر گوشت نام کو بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا ''مجھے اجازت ہے کہ میں اس کا دودھ دوھ لوں'' عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں اگر دودھ ہو تو ضرور لیں۔ نبی مکرم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے اس بکری کو اپنے پاس منگوایا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی ''اے اللہ اُم معبد کے لئے اسکی بکری میں برکت عطا فرما'' فوراً تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ علیہ السلام نے ایک بڑا برتن طلب فرمایا جو ایک جماعت کو سیراب کر سکے اور پھر اس بکریٔ کے دودھ سے وہ برتن

اس حد تک بھر دیا کہ جھاگ برتن کے منہ تک چڑھ آئی۔سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے وہ دودھ ام معبد کو عطا فرمایا۔جب وہ اچھی طرح سیر ہوگئیں تو پھر دوسرے ساتھیوں کو دودھ پلایا۔سب سے آخر میں سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے خود دودھ نوش فرمایا۔دوبارہ پھر اس قدر دودھ نکال کر اُم معبد کو عطا فرمایا پھر اس خاتون کو اسلام میں بیعت کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر پر چل پڑے۔

(از: مشکوٰۃ۔باب المعجزات فصل ثالث)

شام کے وقت جب اُم معبد (ام معبد عاتکہ بنت خالد بن خلیف بن منقذ بن ربیعہ بن احرم بن خبیس بن حرام بن جیثیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔قبیلہ خزاعیہ۔بستی قدید) کے شوہر ابو معبد جنگل سے بکریاں چرا کر واپس آئے تو دیکھا کہ بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے۔اس نے جب دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھا تو بہت حیران ہوئے اور بیوی سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا جب کہ گھر میں تو کوئی ایسی بکری بھی نہیں جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے سکے اُمِ معبد نے جواب دیا خدا کی قسم آج یہاں سے ایک مبارک مرد گزرے جن کی برکت سے یہ نصیب ہوا پھر سارا قصہ تفصیلاً شوہر کو سنایا۔ابو معبد نے مبارک ہستی کا حلیہ دریافت کیا تو اُمِ معبد نے آپ کے حلیہ مبارک خداداد عظمت اور ہیبت وجلال کا پورا نقشہ کھینچ دیا (جسکی تفصیل کے لئے دیکھیں مستدرک شریف)۔

ابو معبد نے حلیہ مبارک کی تفصیل سننے کے بعد کہا خدا کی قسم یہ وہی عظیم ترین ہستی ہیں جو قریش کی دشمنی کا نشانہ بنی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے درجہ اور منصب نبوت سے آگاہ فرما دیا۔یہ وہی آقا قریش ہیں جن کا چرچا ہر طرف ہو رہا ہے۔اگر میں ان کو دیکھ لیتا تو اپنے ساتھ رکھنے کی التماس کرتا اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ انہی کی محبت میں زندگی بسر کروں گا۔

دوسری طرف مکہ مکرمہ میں زمین وآسمان کے درمیان گونجنے والی آواز ہر ایک کو صاف سنائی دے رہی تھی۔لیکن آواز دینے والی شخصیت کسی کو نظر نہیں آرہی تھی۔محققین کا اجماعی خیال ہے کہ وہ آواز کسی جن کی تھی جو نظر نہ آرہا تھا۔اس آواز نے سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم اور رفقاء کے بارے میں تعریفی اشعار بیان کئے جو کہ کچھ یوں تھے۔

جَزَی اللّٰہُ رَبُّ النَّاسِ خَیرَ جَزَآئِہٖ رَفِیقَینِ حَلَّا خَیمَتَی اُمِّ مَعْبَدٖ

ترجمہ: اللہ لوگوں کا پروردگار ان دونوں رفیقوں کو اپنے پاس کی بہترین جزا دے جو اُمِ معبد کے دونوں خیموں میں اُترے۔

ھَمَا نَزَلاَ ھَا بِالْھُدٰی فَاھْتَدَت بِہٖ فَقَد فَازَا مَن اَمسیٰ رَفِیقَ مُحَمَّدٖ

ترجمہ: دونوں ہدایت کو لیکر اُترے پس اُمِ معبد نے ہدایت قبول کی مراد کو پہنچا جو شخص محمد صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا رفیق سفر بنا۔

لِيَهْنِ ابَابَكرٍ سَعَادَةُ جَدِّهٖ بِصُحْبَتِهٖ مَنْ يُسْعِدِاللّٰهِ لِيُسْعَدِ

ترجمہ: ابوبکر کو آپ کی صحبت کی وجہ سے جو سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوئی وہ ابوبکر کو مبارک ہو اور جسکو خدا خوش نصیب کرے وہ ضرور خوش نصیب ہوگا۔

لِيَهْنِ بَنِى كَعْب مَقَامَ فَتَاتهم ومقعدُها للمُومنينَ بمَرْصَدٖ

ترجمہ: مبارک ہو بنی کعب کو ان کی عورت کا مقام اور اہل ایمان کے لئے اس کے ٹھکانا کا کام آنا۔

سَلَوا اُختكُم عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِها فَاِنَّكُمْ اَنْ تَسألو الشاة تشهَدٖ

ترجمہ: تم اپنی بہن سے اسکی بکری اور برتن کا حال تو دریافت کرو اگر تم بکری سے بھی دریافت کرو گے تو بکری بھی گواہی دے گی۔

دَعَاهَا بشَاة حَائل تفحلبت عليه صَرِيحاًضرة الشَّاة مزبهٖ

ترجمہ: آپ نے اس سے ایک بکری مانگی پس اس نے اس قدر دودھ دیا کہ کف سے بھرا ہوا تھا۔

ففادَرهارَهنالديهالحالب يردهافى مصدرثُمَّ مَوْرِدٖ

ترجمہ: پھر وہ بکری آپ اسکے پاس چھوڑ آئے جو ہر آنے جانیوالے کیلئے دودھ دیتی ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ہاتف غیبی کے مذکورہ اشعار سُنے تو ان کے بعد جواب میں خود یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

لَقَدخَابَ قوم زَال عَنهُم بَينَهُم و قُدِّس من يَسرى اليه و يفتدى

ترجمہ: یقیناً وہ قوم رسوا ہو جن سے ان کا نبی (تنگ آکر) چلا گیا اور پاک ومقدس ہو گئے وہ لوگ جورات یادن کو انکی خدمت اقدس میں رہتے ہیں۔

تَرَحَّل عَن قوم فَضَلَّتْ عُقُولُهُم وَحَلَّ عَلىٰ قومٍ بِنُورِ مُحَمَّدَ

ترجمہ: ایک قوم سے انہوں نے کوچ فرمایا پس ان کے عقول وافہام زائل ہو گئے اور ایک دوسری قوم پر تازہ نور لے کر نزول فرما ہوئے۔

وَهَل يَستَوِى ضَلاَل قوم تَسَمَّهُوا عَمًى وَ هَدَاة" يَهْتَدُوْنَ بِمُهْتَدٖ

ترجمہ: کیا گمراہ اندھے اور بیوقوف لوگ ہدایت یافتہ لوگوں کے برابر ہوسکتے ہیں۔

وقَد نَزَلَتْ مِنهُ عَلىٰ اَهَلَ يَثْرَب ركَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ باسعُدٖ

ترجمہ: اور اہل یثرب (مدینہ منورہ) پر ہدایت کا قافلہ سعادتوں اور برکتوں کو لے کر اترا ہے۔

نبى يرى مَالا يرى النَّاسُ حَوْلَهٗ وَيَتلُو كتابَ اللّٰهِ فِى كُلِّ مَشْهَدٖ

ترجمہ: وہ ایسے عظیم نبی ہیں جو اپنے اردگرد ان خفیہ امور کو دیکھتے ہیں جن کو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور ہر مجلس

میں اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت کر کے سُناتے ہیں۔

وَاِنْ قَالَ فی یوم مقالة غائب فَتَصْدِ یقها فِی الیَوْمِ اَوْفِی ضُحَی الغَدِ

ترجمہ: اگر وہ کسی دن غائب امر کے بارے ارشاد فرمائیں تو اس دن چاشت کے وقت یا اگلے دن ظاہر ہو جائے گی۔

لِیَهْنِ اَبَابکر سَعَادة جَدَّہ بِصُحْبَتہ مَن یُّسعِدِ اللّٰہ لَیَسْعَدِ

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی نیک بختی مبارک ہو جوان کو حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ جسکو اللہ کریم سعادت مند بناتا ہے وہ سعادت مند بن جاتا ہے

ولیهن بن کعب مکان فتاتیهم ومقعدها لِلْمُسْلِمِینَ بِمَرصَدِ

ترجمہ: بنی کعب کے لئے ان کی جواں ہمت ہم قوم عورت کا مسلمان ہونا اسلام کی راہ پر موجود ہونا اور ان کے انتظار میں بیٹھنا۔

مذکور اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے روایت کیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں

1۔ام معبد 2۔ابومعبد 3۔جیش بن خالد 4۔ابوسلیط بدری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

ایک اور صحابی حضرت ہشام بن جیش بھی اس روایت کے راوی ہیں۔ لیکن ہشام بن جیش کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہشام نے یہ روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر بیان کی ہے۔ ان کے علاوہ سیرت کی بے شمار کتب میں اس روایت کا مفصل ذِکر ہے جن میں سے چیدہ چیدہ کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ سیرت ابن ہشام جلد 1، صفحہ 182
2۔ البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر) جلد 3 صفحہ 189
3۔ طبقات ابن سعد جلد 1، صفحہ 155
4۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔
5۔ علامہ بغوی وامام طبری (تہذیب الکمال جلد 1 صفحہ 34) (اصابہ جلد 3۔ صفحہ 403)
6۔ علامہ حاکم مستدرک جلد 3 صفحہ 10
7۔ المیل از حاکم
8۔ دلائل النبوۃ، امام البیہقی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

9۔ زرقانی جلد 1 صفحہ 349، امام حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے جس میں صرف اتنا فرق ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ میں ام معبد کا نام نہیں لیا بلکہ ایک عورت کا ذکر کیا ہے

10۔ البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 10 تا 196۔

مُقامِ غمیم پر بریدہ اسلمی سے مُلاقات اور اسکی تفصیل

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موضع غمیم میں پہنچے جو کہ رابغ و جحفہ کے درمیان ہے تو بریدہ اسلمی (حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حصیب بن عبداللہ بن حارث بن اعرج بن سعد بن زراح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم اسلمی) جو کہ قبیلہ بنی سہم سے تعلق رکھتا تھا اپنے قبیلے کے ستر (70) سواروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلا ہوا تھا اسکے پیش نظر بھی قریش کے انعام میں ملنے والے سو (100) اونٹ ہی تھے۔ جب بریدہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ "تم کون ہو"۔ اُس نے جواب دیا میں بریدہ ہوں آپ علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "ہمارا معاملہ حرارت و گرمی اور شدت وحدّت سے محفوظ ہو گیا اور ٹھنڈا اور درست ہو گیا"۔ پھر ارشاد فرمایا "بریدہ تم کس قبیلے سے ہو" اس نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں آپ علیہ السلام نے فرمایا "کس بنو اسلم سے" اس نے کہا بنو سہم سے آپ علیہ السلام نے فرمایا "تمہارا حصہ اور نصیبہ نکل آیا (یعنی تو نے اسلام سے اپنا حصہ پالیا)" بریدہ نے پوچھا آپ علیہ السلام کون ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں" بریدہ نے عرض کیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اور یوں بریدہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

صبح کے وقت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھنڈا ہونا چاہیے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمامہ مبارک سر اقدس سے اتارا اور نیزہ سے باندھ کر بریدہ کو عطا فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا لئے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے چل رہے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں آپ علیہ السلام میرے ہاں قیام فرمائیں آپ علیہ السلام نے فرمایا "میری یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے جس جگہ یہ بیٹھ جائیگی وہی منزل ہے" بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اللہ کریم کا شکر ہے کہ بنو سہم رضا و رغبت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے کسی جبر و اکراہ سے

مسلمان نہیں ہوئے۔

(البیہقی فی الدلائل۔زرقانی جلد 1 صفحہ 349)
(الوفا باحوال مصطفٰے از عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 297)
(مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

اہلِ مدینہ کا سرکارِ دوعالم ختم الرسل صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم سے شوق ملاقات اور استقبال کا بیان

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ اہل مدینہ منورہ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ تاجدار عرب وعجم سرکار دوعالم رحمۃ اللعالمین صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔مدینہ طیبہ کا ہر فرد وبشر شوق دیدار میں مقام حرّہ پر صبح سویرے انتظار میں آنکھیں فرشِ راہ کر کے بیٹھ جاتا اور جب دوپہر کے وقت شدید گرمی کا زور شروع ہوتا تو اپنے اپنے گھر واپس مدینہ منورہ چلا جاتا۔بچے فخر اور جوش میں کہتے پھرتے تھے پیغمبر صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم تشریف لانے والے ہیں۔ایک دن سب لوگ حسبِ عادت انتظار کر رہے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ سے کسی مطلب کے لئے نظر دوڑائی اسے سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم اور آپ کے ساتھی سفید لباس پہنے ہوئے نظر آئے اس یہودی نے قرائن سے پہچان کر پکارا اے معشر عرب لوتم کو جن کا انتظار تھا وہ آگئے۔یہ خبر سنتے ہی تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا۔مسلمان فوراً ہتھیار لگا کر مقامِ حرّہ جا پہنچے۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ۔350،فتح الباری جلد 7 صفحہ 180)

مدینہ منورہ سے تین میل جو آبادی ہے اسکو عالیہ اور قباء کہتے ہیں۔اس مقام پر انصار کے بہت سے قبائل آباد تھے۔ان خاندانوں میں عمرو بن عوف کا خاندان سب سے زیادہ مشہور اور ممتاز تھا۔کلثوم بن ہدم اس خاندان کا سردار تھا۔جب آپ علیہ السلام کلثوم بن ہدم کے مکان پر پہنچے تو سارے خاندان نے جوشِ مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔اور سب اپنی قسمت پر ناز کرنے لگے کیونکہ سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے اپنے قیام کے لئے کلثوم بن ہدم کا مکان پسند فرمایا۔ہر طرف سے انصار جوق در جوق حاضرِ خدمت ہوتے اور بڑے جوش وعقیدت سے والہانہ سلام عرض کرتے۔

(بُخاری شریف صفحہ 56،طبقات ابن سعد،سیرۃ النبی صفحہ 158،ابن اسحٰق)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے تین روز بعد تک قیام کیا اور وہ سب امانتیں جو سرکار مدینہ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم اُن کے حوالے فرما آئے تھے۔متعلقہ لوگوں کے سپرد فرما کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور قباء پہنچ کر کلثوم بن ہدم کے مکان پر آپ علیہ السلام

کے ساتھ قیام پذیر ہو گئے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 174، الوفا از جوزی)

مَسجدِ قباء کی تعمیر

حضرت علامہ زہری رحمۃ اللہ علیہ ومحمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار (پیر) کے دن یعنی بارہ ربیع الاول کو ہجرت فرما کر قباء میں کلثوم بن ہدم کے گھر رونق افروز ہوئے یہ دوشنبہ کا دن تھا۔ اور سال 13 نبوی۔ دیگر علمائے سیر کے نزدیک آپ مکہ مکرمہ سے پنجشنبہ 27 صفر المظفر کو روانہ ہوئے اور ساحل کے ساتھ ساتھ سفر فرماتے ہوئے 8۔ ربیع الاول بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت قباء میں جلوہ گر ہوئے قباء میں آپ علیہ السلام کا داخلہ اسلام کے خاص دور کی ابتداء ہے یہی وجہ ہے کہ مورخین نے اس تاریخ کو بہت اہتمام سے محفوظ رکھا ہے۔

علامہ ابن حزم اور حافظ مغلطائی وغیرہ 8 ربیع الاول کی تاریخ کے قائل ہیں (واللہ اعلم)

(زرقانی جلد 1 صفحہ 351)

قباء میں کلثوم بن ہدم کا گھرانہ وہ خوش قسمت گھرانہ تھا جہاں ہجرت کے بعد اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین قیام پذیر ہوئے اور بعد میں آہستہ آہستہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ جو صحابی اس گھر میں چند دنوں کے لئے ٹھہرے ان اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عیاض، حضرت عبد اللہ بن مخرمتہ، حضرت خباب، حضرت سہیل، حضرت صفوان، حضرت مقداد، حضرت ابوعبیدہ، حضرت وہب بن سعد، حضرت معمر بن ابی سرح، حضرت عمیر بن عوف، رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ یہ صحابہ ابھی تک کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی مہمان تھے

(ماخوذ از طبقات ابن سعد تذکرہ ام کلثوم بن ہدم)

تمام مورخین اور علمائے سیر تحریر کرتے ہیں کہ جناب سرکار دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں قباء میں چار روز تک تشریف فرما رہے۔ جبکہ بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ (14) روز تک تشریف فرما رہے۔

(صحیح بخاری صفحہ 56

قباء میں صاحب رحلِ رسول اللہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن امراء القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس) کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں خشک ہونے کے لئے پھیلا دی جاتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ زمین لے کر مسجد قباء کی بنیاد

رکھی۔سب سے پہلے سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے اپنے دست اقدس سے ایک پتھر اٹھا کر قبلہ رخ رکھا اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ایک ایک پتھر رکھا پھر دیگر صحابہ نے پتھر لا کر رکھنے شروع کئے اور اس طرح مسجد کی تعمیر کا سلسلہ ہو گیا۔

شموس بنت نعمان انصاریہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی آپ علیہ السلام خود اپنے دست اقدس سے وزنی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے بعض اوقات پتھر کے وزن سے جسم اطہر خم ہو جاتا اور بطن اقدس پر مٹی کی سفیدی تک مجھے نظر آجاتی عقید تمند اور جاں نثار عرض کرتے فداک اُمّی وابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام چھوڑ دیں ہم یہ پتھر اٹھالیتے ہیں۔تو آپ علیہ السلام فرماتے ''نہیں تم ایسا اور پتھر اٹھالاؤ'' اور یوں خود وہ اٹھایا ہوا پتھر عمارت کی تعمیر میں لگا دیتے۔اس مسجد کی تعمیر میں حضرت جبریل علیہ اسلام آپ علیہ السلام کو قبلہ کی سمت بتا رہے تھے یہی وجہ ہے کہ اس مسجد کے قبلہ کو اعدل واقوم کہا جاتا ہے۔اس مسجد کی شان میں خداوند قدوس نے فرمایا سورۃ توبہ آیت 108

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ
يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

ترجمہ: ''بے شک وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔اس میں وہ لوگ ہیں جو کہ پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے عمر بن عوف سے فرمایا کہ ''وہ کون سی ایسی طہارت ہے اور پاکی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے''۔عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت کرتے ہیں۔امید قوی ہے اللہ کریم نے ہمارے اس عمل کو پسند فرمایا ہو۔

آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے فرمایا ''ہاں یہی وہ عمل ہے جس پر اللہ کریم نے تمہاری تعریف کی ہے اب تمہارے لئے لازمی ہے کہ اپنے اس عمل کو قائم رکھو اور اسکی پابندی کرو۔''

(روض الانف جلد 2 صفحہ 110)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ہر شنبہ کو مسجد قباء کی زیارت کو کبھی سواری پر اور کبھی پیدل تشریف لے جاتے اور وہاں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

(صحیح بُخاری شریف و مسلم شریف)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے ارشاد

فرمایا ''جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے چلے اور مسجد قباء میں جا کر دوگانہ ادا کرے تو ایک عمرہ کا ثواب پائے''۔

(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی شاعر بھی مسجد قباء کی تعمیر میں شامل تھے۔ دورانِ کام یہ اشعار کہتے جاتے تھے۔

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا
وَیَقْرَءُ الْقُرْآنَ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا
وَلَایَبِیْتُ اللَّیْلَ عَنْہُ رَاقِدًا

ترجمہ: ''وہ کامیاب ہے جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا رہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قافیہ کے ساتھ آواز مبارک ملاتے جاتے تھے''۔

(وفاء الوفاء، جز اول صفحہ 181)

سن 1 ہجری کے واقعات

سن ہجری کا آغاز

حضرت امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے اسی ماہ ربیع الاول شریف ہی سے تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ امام حاکم نے اس روایت کو مستدرک میں ذکر کیا ہے علمائے سیر کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تاریخ اسلام یا سن ہجری کا آغاز ہوا۔ شعبی ومحمد بن سیرین سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجا کہ آپ کے فرامین جب ہمارے پاس آتے ہیں تو ان پر تاریخ درج نہیں ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 17 ھجری میں صحابہ کو تاریخ مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے اکٹھا کیا۔ اس محفل میں بعض نے خیال ظاہر کیا کہ سنِ ہجری کی ابتداء بعثتِ نبوی سے ہونی چاہیے۔ کچھ اس خیال کے حامی تھے کہ تاریخ کی ابتداء ہجرت سے ہونی چاہیے چند ایک کا خیال تھا کہ ابتداء وصال سے ہو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء ہجرت سے ہی ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ ہجرت سے ہی حق و باطل کی تمیز ہوئی اور ہجرت کے بعد اسلام نے عزت وغلبہ پایا۔ حاضرین نے اس تجویز کو اتفاق رائے سے پسند کیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سن ہجری کی ابتداء ربیع الاول سے ہوتی کیونکہ آپ اس ماہ میں مدینہ منورہ تشریف لائے لیکن ربیع الاول کی بجائے محرم سے ابتداء اس لئے کی گئی کہ آپ محرم میں ہجرت کا ارادہ فرما چکے تھے۔ انصار کا گروہ عشرہ ذی الحج میں ہی آپ علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کر چکا تھا۔ اور اسی ماہ کی آخری

تاریخوں میں انصار حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوئے۔آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے انصار کی واپسی کے چند دن بعد ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہجرت کی اجازت عطا فرمادی تھی۔اس لئے سنہ ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے کی گئی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی مشورہ دیا کہ سنِ ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے ہی کی جائے۔

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مشورہ دیا کہ سنہ ہجری کی ابتداء رمضان المبارک سے کی جائے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ محرم الحرام ہی مناسب مہینہ ہے کیونکہ لوگ حج کے مہینہ سے فارغ ہوتے ہیں تو محرم الحرام میں واپس آجاتے ہیں۔مختصراً سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا اس پر اتفاق ہوگیا۔

(از عمدۃ القاری جلد 8 صفحہ 128،باب التاریخ فتح الباری جلد 7 صفحہ 209،زرقانی جلد 1 صفحہ 352)

تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 252،حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والفجر و لیالِ عشر کی تفسیر میں مروی ہے کہ الفجر سے محرم کی فجر مراد ہے،جس سے سال کی ابتداء ہوتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 207،علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ شرح اسیر الکبیر جلد 4 صفحہ 63،الوفاء با حوال المصطفٰے صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم از علامہ عبدالرحمٰن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

اوّل نمازِ جُمعہ اور خُطبہ مُبارک

سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے قباء میں چار (چودہ یا بیس) روز قیام فرمایا۔بروز جمعہ آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم مدینہ منورہ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔مہاجرین وانصار کی جماعت آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھی۔آپ علیہ السلام اپنی ناقہ پر سوار تھے راستے میں انصار کے جس قبیلہ سے گزر ہوتا وہ لوگ عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے غریب خانوں کو رونق بخشتے ہوئے قیام فرمائیں۔آپ علیہ السلام جواب میں فرماتے "میری ناقہ اللہ کریم کی طرف سے مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی اسی جگہ میرا قیام ہوگا"۔راستے میں بنو سالم خزرجی کے محلّہ سے گزر رہے تھے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے وادی ذی صلب کی مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا یہ آپ علیہ السلام اور اسلام کا پہلا جمعہ وخطبہ تھا۔اس جمعہ کے موقع پر آپ علیہ السلام نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا ہر ہر لفظ حرف فصاحت وبلاعت کا موجیں مارتا ہوا بحر بیکراں تھا ان الفاظ میں معانی کا وہ دریائے عظیم موجزن تھا جس نے کائنات ارض وسماء میں وہ تبدیلی پیدا کردی جسکی مثال ملنا مشکل،جسکو احاطہ قلم میں لانا انسانی طاقت کے بس میں نہیں۔اس خطبہ کا ہر حرف نفسانی امراض کے لئے تریاق وشفا اور مردہ دلوں کے لئے آب حیات سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا۔اس خطبہ مبارک کے بارے میں تفصیلاً لکھنا انسانی عقل سے باہر ہے خود اندازہ کریں ارشاد کرنے والی وہ عظیم ذات ہو جس کے لئے خداوند کریم نے کارخانہ قدرت بنایا جسکی خوشی کی

خاطر یہ تمام ارض وسمائی کائنات کووجود بخشا ہوان ارشادات کوکما حقہ، سپرد قلم کرنے کی طاقت ہم میں کہاں ہم توصرف اس خطبہ مبارک کے الفاظ تحریر کر کے اجر عظیم کے متلاشی ہیں:

ذیل میں خطبہ مبارک کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

"اَلحَمدُلِلّٰہ۔ اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور اسکی مغفرت کا طلبگار رہوں اور اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہوں کفر نہیں کرتا بلکہ اس سے کفر کرنے والوں کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اور محمد صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم اسکے بندے اور رسول ہیں۔ جن کو اللہ نے ہدایت اور نور حکمت دے کر اس وقت معبوث فرمایا جب سابقہ تمام انبیاء علیہم اسلام کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا روئے زمین پر علم برائے نام رہ گیا تھا۔ لوگ گمراہی میں مبتلا تھے قیامت نزدیک تھی جس نے اللہ اور اسکے رسول صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کی نافرمانی کی وہ بے راہ ہوا۔ جس نے کوتاہی کی وہ شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی بہترین نصیحت اور وصیت یہ ہے کہ اسکو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم دے۔ بس اس چیز سے ڈرو جس سے تمہیں اللہ نے ڈرایا ہے۔ تقویٰ سے بڑھ کر اور کوئی نصیحت نہیں ہے۔ بے شک اللہ کا خوف اور تقویٰ آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے جو شخص دنیا میں ظاہر اور باطنی معاملہ اپنے پروردگار کے ساتھ درست کرے جس سے اس کا مقصود صرف اور صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو اس میں دنیاوی غرض ولالچ شامل نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی ہمدردانہ اصلاح ہے۔ جس وقت انسان حباط اعمال کا حد درجہ محتاج ہوگا اور خلافِ تقویٰ اُمور کے بارے میں اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرے اور اسکے درمیان طویل مسافت حائل ہوتی اور اللہ تم کو اپنی عظمت اور جلال سے ڈراتا ہے۔ یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ کریم اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہے۔ اللہ یقیناً اپنے قول میں سچا ہے اور وعدہ وفا کرنے والا ہے اسکے وعدہ میں خلاف نہیں ہے۔ لہذا تم دنیا اور آخرت ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرو تحقیق جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُسکے گناہوں کا کفارہ فرماتا ہے اور اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تحقیق وہ بلاشبہ بڑا کامیاب ہوا۔ تقوی وہ چیز ہے جو اللہ کے عذاب سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔ تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا۔ یہ درجات کو بلند کرنے کا وسیلہ وذریعہ ہوگا۔ تقوی میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو لے لو اس میں کمی نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قِسم کی کمی نہ کرو۔ اللہ نے تمہاری تعلیم کے لئے کتاب نازل کی تمہارے لئے ہدایت کا راستہ واضح کیا تا کہ جھوٹے اور سچے میں امتیاز ہو جائے۔ پس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا اُسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اسکی اطاعت بجالاؤ اور اسکے دشمنوں سے دشمنی رکھو اسکی راہ میں کما حقہ، جہاد کرو۔ اللہ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے۔ یعنی اپنا زیرنگیں اور فرمانبردار بنایا۔ خداوند کریم کی یہی منشا ہے کہ جسکو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے

ساتھ زندہ رہے۔ کوئی طاقت وقوت۔ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اس لئے کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کریں اور آخرت کے لئے عمل کریں۔ جو شخص اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا اور کوئی شخص اسکو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ اللہ کا حکم لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اللہ تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس لئے تم اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لو لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ کریم سب کی کفایت کرے گا۔

"اللہُ اَکبَر وَلاَ حَولَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہِ العَلِیُّ العَظِیمِ"

(از تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 225۔ البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 213،
شرح السیر الکبیر جلد 4 صفحہ 63)

(اس جمعتہ المبارک کی جگہ مسجد بنا دی گئی تھی۔ جس میں راقم (رانا محمد سرور خاں) کو تقریباً پچیس (25) سال قبل نوافل ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مگر اب تعمیراتی اضافوں کے بعد معلوم نہیں کیا حالت ہے)۔

سَرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

مدینہ مُنورہ میں نُزولِ رَحمت 1 ہجری

سرکاردوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم بنوخزرجی کے محلّہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اپنے ناقہ پر سوار ہوئے اِسی طرح بنی بیاضہ، بنی ساعدہ، اور بنی حارث بن خزرج سے گزرتے ہوئے بنی عدی بن نجار میں تشریف لے گئے جو کہ آپ کے دادا عبدالمطلب کے ننہال تھے۔ سلیط بن قیس نجاری خزرجی وغیرہ نے ننھالی رشتہ کو یاد دلا کر اقامت کے لئے عرض کیا ان لوگوں کو بھی آپ علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ "میری ناقہ مامور منجانب اللہ ہے۔ جہاں یہ بیٹھ جائے گی اُسی جگہ میرا قیام ہوگا" لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر ہوئی تو ہر طرف سے خلق خدا جوش مسرت سے پیش قدمی کے لئے دوڑے انصار اور بنونجار کے لوگ ہتھیار سجا سجا کر آئے۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 196، بخاری شریف مسجد وہجرت)

جب سرکاردوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے۔ وہ لوگ آپ علیہ السلام کی تشریف آوری پر فرحت ومسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

(منقول روایت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الوفاء با حوال مصطفے صفحہ 302)

قباء سے مدینہ منورہ تک دونوں طرف جاں نثاروں کی قطاریں تھیں راستے میں انصار کے خاندان آتے تھے ہر قبیلہ سامنے آکر والہانہ اور عاشقانہ اِستدعاء کرتا یا حبیب اللہ یہ گھر، یہ مال یہ جان حاضر ہے۔ آپ رحمت عالم نور مجسم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ان لوگوں کے لئے دعا فرماتے اور ارشاد فرماتے "میری یہ ناقہ، اللہ کی طرف سے مامور ہے

جہاں یہ بیٹھ جائے گی اسی جگہ میرا قیام ہوگا'' شہر نزدیک آ گیا تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین عورتیں چھتوں پر نکل آئیں۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 192)

انصار کی لڑکیوں نے فرط و مسرت و جوش سے یہ اشعار پڑھے۔

طَلَعَ البَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةَ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَاعَا لِلّٰهِ دَاع

ترجمہ: ''ہم پر چاند نکل آیا۔ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے''۔

بعض روایتوں میں اتنا زیادہ آیا ہے:۔

ایها المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

قد لبسنا ثوب عز بعد تمزیق الرقاع

ترجمہ: ''اے اللہ کی طرف سے ہم پر بھیجے جانے والے اطاعت فرض ہے تیرے حکم کی''۔

(از وفاء الوفا جلد اول صفحہ 187، امام زرقانیؒ، صحیح بخاری شریف)

بنو نجار کی لڑکیاں دف بجاتی گھروں سے نکلیں اور یوں گانے لگیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ترجمہ: ''ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں، اے نجاریو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اچھا ہمسایہ ہیں''۔

آپ علیہ السلام نے یہ سُن کر فرمایا ''اے لڑکیو کیا تم مجھ کو دوست رکھتی ہو''؟ وہ بولیں ہاں آپ علیہ السلام نے فرمایا ''میں بھی تم کو دوست رکھتا ہوں''۔ اس خوشی کے موقع پر مرد و زن چھوٹے بڑے گلی کوچوں میں پکار رہے تھے۔

جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے مدینہ والوں کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے خوش ہوتے دیکھا۔

(از صحیح بخاری شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ کا ذرہ ذرہ روشن و منوّر تھا جس روز آپ علیہ السلام نے وصال فرمایا اس روز ہر چیز تاریک تھی آپ علیہ السلام کو قبر انور میں لٹا کر مٹی سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑنے پائے تھے کہ اپنے دلوں میں تغیر پاتے تھے۔

(ترمذی شریف فی المناقب، ابن ماجہ فی الجنائز)

آخر کار ناقہ رسول صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم مالک بن نجار کے گھر میں اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے ابھی سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ناقہ مبارک سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ وہ دوبارہ اٹھی آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے نکیل ناقہ پر ہی رکھ دی اور کچھ دیر کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر جا بیٹھی اور پھر کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پہلی جگہ آ کر بیٹھ گئی اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ اب سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ناقہ سے نیچے تشریف لائے حضرت ابوایوب انصاری خالد بن زید انصاری نجاری خزرجی آپ علیہ السلام کی اجازت سے آپ علیہ السلام کا سامان اپنے گھر لے گئے اور یوں سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے یہ فرمایا ''المرء مع رحله'' اور اس گھر میں تشریف فرما ہوئے۔

(وفاء الوفاء، جلد 1 صفحہ 181، سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 545)

سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا یہی ارادہ مبارک تھا کہ آپ علیہ السلام بنی النجار ہی میں اُتریں جو آپ علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب کے ماموں ہیں تا کہ اپنے نزول مبارک سے انکو عزت وشرف بخشیں۔

صحیح مسلم شریف کی یہی روایت ہے۔ اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کے اس ارادہ وخواہش کو معجزہ کی شکل میں پورا فرمایا کہ ناقہ کی لگام آپ علیہ السلام کے دست حق پرست سے چھڑا دی گئی تا کہ ناقہ اپنی مرضی سے جہاں خدا کا حکم ہو بیٹھ جائے اور اسی طرح ہوا یوں تمام اصحاب اس عمل سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف فرمانا اللہ کی جانب سے ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ گھر باب جبریل علیہ السلام کے باہر ایک گلی میں تھا جسکی راقم نے تقریبا بیس بائیس سال قبل زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔ وہاں کچھ تبرکات اور ایک تیر کمان بھی محفوظ کیے گئے تھے۔ اب توسیع دور حکومت شاہ فہد میں یہ جگہ اور گردونواح کی ساری آبادی جنت البقیع تک گرائی جا چکی ہے۔ بلکہ اب تو مدینہ طیبہ کا تمام قدیم شہر ہی توسیع مسجد نبوی کے سلسلہ میں گرایا جا چکا ہے۔

مشہور روایت ہے کہ جب شاہ یمن تُبع اول حمیری مدینہ منورہ (یثرب) سرزمین سے گزرا تو اسکے ہمراہ چار سو جید عالم تھے جو تورات کا علم رکھتے تھے۔ ان تمام علماء نے تبع سے درخواست کی کہ ہمیں اِسی سرزمین پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے کی اجازت دے دی جائے بادشاہ نے ایسا کرنے کا سبب دریافت کیا تو سب نے یک زبان کہا ہم نے تمام انبیا علیہم السلام کے صحیفوں اور آسمانی کتب میں لکھا ہوا پڑھا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی پیدا ہوں گے جن کا اسم گرامی نام نامی مُحمّد صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ہوگا اور یہی زمین انکی ہجرت کی جگہ ہوگی۔ تبع اول حمیری بادشاہ یمن نے ان تمام علماء کو اس مبارک سرزمین پر رہنے کی اجازت دے دی۔ ہر ایک کے لئے الگ الگ نیا مکان تیار کروایا سب کی شادیاں کرائیں اور ہر ایک کو مالِ کثیر عطا کیا۔ بادشاہ نے سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کے لئے خوبصورت الگ مکان تیار کرایا تا کہ جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائیں تو اس مکان میں قیام

فرمائیں۔ پھر اس نے ایک خط تحریر کیا جس میں سلام اور اپنے شوق دیدار کا اظہار کیا خط کا مضمون یہ تھا۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اگر میری عمر ان کی عمر تک پہنچی تو ضرور ان کا معین اور مددگار رہوں گا''۔

بادشاہ نے یہ خط تحریر کیا اور اس پر مہر لگا کر ایک عالم کے سپرد کر دیا کہ اگر تم اس نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پاؤ تو میرا یہ خط ان کی خدمت میں پیش کر دینا ورنہ اپنی اولاد کو میری یہی نصیحت کر دینا۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہِ یمن مرد صالح تھا۔

سورۃ الدخان آیت 37۔

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ

ترجمہ: ''کیا وہ بہتر ہے یا تبع کی قوم''۔

کی تفسیر میں بعض صحابہ تابعین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اسکے علاوہ اس روایت کو سیر کی معتبر کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے زاد المعاد جلد 2 صفحہ 55، زرقانی جلد 1 صفحہ 356 تا 359، عیون الاثر، فتح الباری جلد 7 صفحہ 192۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ وہی مکان تھا جو شاہِ یمن نے نبی آخرالزمان کے لئے تعمیر کروایا۔ باقی انصاری دیگر چار سو علماء کی اولاد میں سے ہیں۔

شیخ زید الدین مراغی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں نہیں اترے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ اصل میں یہ مکان آپ علیہ السلام ہی کا تھا۔ ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام تو اس مکان میں صرف آپ علیہ السلام کی تشریف آوری کے انتظار میں تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خط جو شاہِ یمن تبع اول حمیری نے تحریر کیا تھا اور نسل در نسل اُن کے پاس چلا آ رہا تھا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

روض الانف جلد 1 صفحہ 24

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان دو منزلہ تھا انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام اوپر والی منزل میں رونق افروز ہوں اور نیچے والا حصہ ہمارے استعمال میں رہے گا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خیال سے زائرین اور ملاقات کے لئے آنے والے لوگوں کی آمد و رفت رہے گی جس کی وجہ سے حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف ہوگی اس لئے آپ علیہ السلام نے اوپر والی منزل میں ٹھہرنا منظور نہ فرمایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں دو دفعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

اقدس میں کھانا بھیجتے جو کھانا آپ علیہ السلام کی ضرورت سے بچ جاتا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کی زوجہ وہ کھانا تناول فرماتے کھانے کے برتن میں جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے نشان مبارک لگ جاتے ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جگہ سے تبرکاً اپنی انگلیاں ڈالتے اور کھانا کھاتے۔

حضرت ابوایوب، انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سردیوں کے دن تھے ایسا اتفاق ہوا کہ پانی کا برتن ٹوٹ گیا۔اندیشہ ہوا کہ کہیں پانی بہہ کر نیچے والی منزل میں نہ چلا جائے۔اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ ہو ہمارے گھر میں اوڑھنے کے لئے صرف ایک لحاف تھا۔گھر آ کر اس لحاف کو پانی کے اوپر ڈال دیا تاکہ پانی جذب ہو سکے۔

اصابہ ذکر ابوایوب، زرقانی بہ حوالہ قاضی ابو یوسف، حاکم، وفاء الوفا)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوایوب خالد انصاری بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی۔قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے۔نجار خاندان سے حضور علیہ السلام کا ننھیالی رشتہ تھا۔حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ (مکہ مکرمہ) میں جا کر اسلام کی بیعت کی تھی) ہی ارشاد فرماتے ہیں ایک روز ہم نے کھانے میں لہسن و پیاز استعمال کر لیا۔جب یہ کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے تناول فرمائے بغیر وہ کھانا واپس کر دیا۔ہم حاضر خدمت ہوئے اور گزارش کی کہ آج آپ علیہ السلام نے کھانا تناول نہیں فرمایا ''ہم سے کیا کوتاہی وغلطی سرزد ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں نے اس کھانے میں لہسن و پیاز کی بو محسوس کی میرے پاس چونکہ فرشتے ہم کلام ہونے کے لئے آتے ہیں اس لئے میں نے لہسن اور پیاز کی بو کی وجہ سے اس کھانے سے احتراز کیا''۔حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اُس روز کے بعد ہم نے پھر کبھی کھانے میں لہسن و پیاز استعمال نہیں کیا۔

سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 176

یہودی عُلماء کا سرکارِ دوعالم خاتم النّبیّین صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا

1 ہجری

یہود علماء کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بشارتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور قدسی کا بخوبی علم تھا وہ بھی وہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جس نبی کے ظہور کی بشارت دی ہے وہ مدینہ منورہ کی سرزمین پر تشریف فرما ہونے والے ہیں اس لئے یہ علماء یہود خصوصی طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صرف اس

مقصد کے لئے حاضر ہوئے تا کہ ان کو یقین ہو جائے اس غرض سے ان لوگوں نے مختلف قسم کے سوالات کئے جن سے ان کا مقصد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتحان لینا تھا قسمت نے جنکی پیشانی مبارک پر حرف سعادت وخوش بختی لکھ دیا تھا وہ دیکھتے ہی پہچان گئے کہ آپ علیہ السلام ہی وہ نبی برحق ہیں جنکی بشارت حضرت موسیٰ علیہ اسلام پہلے دے چکے ہیں اس لئے وہ لوگ کسی قسم کی پریشانی اور وقت ضائع کئے بغیر آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر ایمان لاکر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور جسکی قسمت میں محروی لکھی تھی وہ بدبخت محروم ہی رہا۔

(فتح الباری باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 148)

حضرت سعید بن میسّب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المدارس میں یہودی علماء اکٹھے ہوئے۔ ان لوگوں نے باہمی مشورہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر اُن سے سوالات پوچھے جائیں۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 214)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالمِ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے اس یہودی نے آپ علیہ السلام سے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورت کی تعلیم آپ کو کس نے دی ارشاد ہوا "اللہ کریم نے مجھے تعلیم دی ہے" وہ یہودی بہت حیران ہوا فوراً اپنے ہم مسلک یہود کے پاس گیا اور انکو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن کریم تلاوت کرتے ہیں یہ ویسا ہی کلام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ اسلام پر نازل ہوا تھا پھر یہود کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ اس جماعت نے چہرہ اقدس کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی مکرم ہیں جنکی بشارت تورات میں موجود ہے پھر آپ علیہ السلام کے دونوں شانوں مبارک کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا آپ علیہ السلام سورۃ یوسف تلاوت فرما رہے تھے اس تلاوت کو خوب غور وفکر سے سنا اور سب کے سب حیران رہ گئے اور یوں یہ پوری جماعت کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔

(فتح الباری جلد 7، صفحہ 214، الوفا باحوالِ مصطفےٰ علیہ السلام)

عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ایک جرمقانی آدمی آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا کہ تمہارے وہ صاحب جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہاں ہیں؟ میں ان سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں تا کہ یہ معلوم کر سکوں کہ وہ نبی ہیں بھی یا نہیں۔ اسی اثنا میں آپ علیہ السلام تشریف لے آئے جرمقانی نے کہا آپ علیہ السلام پر جو وحی آتی ہے مجھے پڑھ کر سنائیں حضور پُر نور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت فرما کر سُنائیں۔ جرمقانی نے سُنتے ہی کہا اللہ کی قسم یہ اُسی طرح کا کلام ہے جو موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف

سے لے کر آئے

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 194)

حضرت عَبد اللہ بن سَلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ رِسالت میں حاضری اور قبولِ اسلام 1ھ

حضرت عبداللہ بن سَلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے مشہور ہے کہ ان کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام سے ملتا ہے عبداللہ بن سلام بن حارث) فرماتے کہ جب سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بہت سے لوگ آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے میں بھی اُن حاضری دینے والوں کی صف میں شامل تھا۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ توریت کے بڑے جیدعالم تھے۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ان کا اصل نام حصین تھا۔اسلام لانے کے بعد آپ علیہ السلام نے ان کا نام عبداللہ بن سلام رکھ دیا۔حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب میں نے حضور پُرنور صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا چہرہ اقدس دیکھا تو دل میں اعتقاد اور یقین کامل پیدا ہو گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا۔اس چہرہ مبارک کی درخشندگی اور نورانیت اس امر کی شاہد ہے کہ اُن سے کبھی کذب بیانی یا غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ میں نے جو پہلا کلام آپ علیہ السلام کی زبان مبارک سے سُنا وہ یہ تھا۔

"اے لوگو باہم سلام ودعا کرو اسکو پھیلاؤ۔صلہ رحمی کرو۔لوگوں کو کھانا کھلاؤ رات کو اللہ کریم کی بارگاہ میں سرنیاز خم کرو جبین نیاز کو جھکاؤ جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں مبتلا ہوں۔تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے"۔

(صحیح روایت از ترمذی وحاکم، البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 310 تا 312)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور واپس آکر اپنے اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی اور یوں سب اہل خانہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 197)

حضرت سلمان فارسی بن اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام 1 ہجری

حضرت سلمان فارسی اصفہان فارس کے رہنے والے تھے ان کا پورا نام سلمان اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔

سلمان الخیر کے لقب سے مشہور رہیں گو یا سلمان مجسم خیر تھے (سلمان بن الخیر مابہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بہیو دان بن فیروز بن سہرک)۔لوام ہرمزہ کے مضافات میں قصبہ جبی کے رہنے والے تھے فارس کے شاہی خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔جب کوئی سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھتا کہ تم کس کے بیٹے ہو تو جواب دیتے ''میں سلمان اِسلام کا بیٹا ہوں''۔

الاستیعاب للحافظ بن عبدالبر جلد 2 صفحہ 56

اہلِ سِیرَ کا بیان ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بہت زیادہ تھی چند ایک کے نزدیک انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا زمانہ پایا بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح ابن مریم کا زمانہ تو نہیں پایا البتہ اُن کے کسی حواری کا زمانہ ضرور پایا۔آپکی عمر کے بارے میں جس قدر اقوال ملتے ہیں۔سب کا اس پر اتفاق ضرور ہے کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال سے زیادہ تھی۔

امام حافظ ذہبی، اصابہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد 2 صفحہ 62

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کیا کہ ''میں ملک فارس کے قریہ جبی کا رہنے والا تھا۔میرا والد شہر کا امیر سردار تھا۔اور مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا تھا وہ مجھے گھر سے باہر نہیں جانے دیتا تھا اور میری اس طرح حفاظت کرتا تھا جس طرح کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ہم مجوسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔میرے والد نے مجھے آتش کدہ کا محافظ بنایا ہوا تھا میں اس آتش کدہ کی ہر طرح سے نگہبانی و حفاظت کرتا اور مجھے حکم تھا کہ کسی وقت بھی آگ بجھنے نہ پائے۔ایک دفعہ میرا باپ تعمیر گھر کے سلسلے میں مصروف تھا اس لئے مجبوری کی وجہ سے مجھے زمینوں اور کھیت وغیرہ کی خبر گیری کے لئے روانہ کیا اور ساتھ ہی سخت تاکید کر دی کہ اس کام میں دیر نہ کرنا میں گھر سے روانہ ہوا راستے میں ایک گرجے کے پاس سے میرا گزر ہوا گرجے کے اندر سے کچھ آواز سنائی دی۔میں یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ آواز کیسی ہے اور اندر کیا ہو رہا ہے گرجے میں داخل ہو گیا میں نے دیکھا کہ انصار کی ایک جماعت نماز میں مشغول ہے مجھے یہ طریقہ عبادت بہت پسند آیا اور دل نے کہا یہ دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔جب وہ لوگ عبادت سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے اس دین کی اصل کیا ہے۔جواب ملا اس دین کی اصل ملک شام سے ہے گفتگو کے دوران سورج غروب ہو گیا تھا۔اُدھر باپ نے انتظار کے بعد قاصد دوڑائے جب میں دیر سے گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا بیٹا تو کہاں چلا گیا تھا۔میں نے گرجے میں ہونے والی تمام گفتگو اپنے باپ کو سنائی۔سُن کر کہنے لگا اس دین نصرانیت میں کوئی خیر نہیں تیرے باپ دادا کا دین یعنی آتش پرستی ہی بہتر ہے۔میں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں خدا کی قسم نصرانیوں کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ یہ سُن کر میرے باپ نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر گھر میں قید کر دیا اور یوں میرا گھر سے نکلنا ہی بند کر دیا۔بالکل اُسی طرح جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا

کہ اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں سے کردوں گا۔ اور اہلِ باطل کا یہی طریقہ ہے۔

اسکے بعد میں نے نصاریٰ سے کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ ایک دن انہوں نے مجھے خفیہ طریقے سے پیغام بھیجا کہ تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جارہا ہے۔ میں نے موقع پاکر بیڑیاں پاؤں سے نکال باہر پھینکیں اور گھر سے بھاگ کر اس قافلہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ملک شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے ایک پادری کا نام بتایا میں اسکے پاس حاضر ہوا اور سارا واقعہ اسکو سنایا اور کہا کہ میں آپ کے پاس رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے آپ کا دین بہت ہی پسند ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں رہ کر آپ کے ساتھ عبادت میں شریک ہو سکوں اس پادری نے مجھے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ چندروز کی رفاقت سے ہی یہ تجربہ ہو گیا کہ وہ پادری کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ سخت لالچی اور حریص تھا لوگوں کو ہمیشہ صدقات و خیرات کا حکم دیتا لیکن جب لوگ روپیہ لے کر آتے تو اس رقم کو اپنے پاس محفوظ رکھ لیتا اور مساکین و حق داروں کو دینے کی بجائے مٹکوں میں بھرتا رہتا یوں اس نے اشرفیوں کے سات مٹکے بھر لئے۔ جب وہ مر گیا تو اسکے عقیدتمند اسکی تجہیز و تکفین کے لئے اکٹھے ہوئے میں نے ان عقیدتمندوں سے پادری کا سارا حال بیان کیا اور وہ اشرفیوں سے بھرے ہوئے مٹکے ان کو دکھلائے اُن عقیدتمندوں نے کہا خدا کی قسم ہم ایسے شخص کو کبھی دفن نہیں کریں گے۔ آخرکار ان لوگوں نے اس مرے ہوئے پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کیا اور اسکی جگہ کسی اور عالم کو بطور پادری بٹھا دیا"۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اس عالِم سے بڑھ کر زاہد، عابد، دنیا سے بے تعلق، نمازی اور آخرت کا طالب کسی کو نہیں دیکھا۔ مجھے اس عالِم سے اس قدر محبت ہو گئی جو اس سے پہلے کسی کے ساتھ نہ تھی۔ جب اس پادری کا آخری وقت آیا تو میں نے اس سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کریں اور یہ بھی بتائیں کہ آپ کے بعد میں کس عالم کے پاس جا کر رہوں۔ اس نے جواب دیا۔ موصل میں ایک عالم ہے تم اس کے پاس جا کر رہنا۔ میں موصل چلا گیا اور وہاں ان کے آخری وقت کے موقع پر وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس چلا گیا۔

اُسکی وصیت کے مطابق عموریہ شہر میں ایک عالم کی خدمت میں جا پہنچا۔ جب اس کا بھی آخری وقت آ گیا تو میں نے اُس سے کہا کہ میں فلاں فلاں عالم کے پاس اتنا اتنا عرصہ رہا ہوں۔ اب آپ بتائیں کہ میں آپ کے بعد کس عالم کے پاس جاؤں۔ اس عالم نے جواب دیا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں جس کا تمہیں پتہ بتاؤں تا کہ تم اسکی خدمت میں جا کر رہ سکو البتہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو دین ابراہیمی پر ہو گا۔ عرب کی زمین پر وہ جلوہ فرما ہوں گے اور نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ اگر تم اس جگہ پر پہنچ سکو تو ضرور پہنچنا ان کی علامت یہ ہو گی کہ وہ صدقے کا مال نہیں کھائیں گے مگر ہدیہ قبول فرمالیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی جب تم ان کو دیکھو گے تو فوراً پہچان لو گے"۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ان دنوں میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع تھیں۔حسنِ اتفاق سے ایک قافلہ عرب کو جارہا تھا میں نے اہلِ قافلہ سے کہا کہ اگر تم لوگ مجھے اپنے ساتھ لے چلو تو میں یہ سب مال مویشی تمہیں دے دوں گا۔اُن لوگوں نے میری اس پیش کش کو قبول نہ کیا اور الٹا مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔بنی قریظہ کا ایک یہودی کسی کام کی غرض سے میرے مالک کے پاس آیا اور مجھے اُس سے خرید کر مدینہ منورہ لے آیا۔خدا کی قسم اس پاک سرزمین کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی شہر ہے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا''۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میں اس طرح دس مرتبہ سے بھی زیادہ فروخت ہوا ہوں''۔

صحیح بخاری مناقب سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں مدینہ منورہ میں اپنے یہودی مالک کے ہاں بنوقریظہ میں کھجوروں کے درختوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کا کام کرتا رہا۔انہی دنوں میں مکہ مکرمہ میں خداوند کریم نے جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔دورِ غلامی اور کام کی زیادتی اس قدر تھی کہ میں جلوہ حق کے طلوع ہونے سے بے خبر رہا۔جب نبی اکرم خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف تشریف لائے اور بستی قباء میں عمرو بن عوف کے ہاں قیام پذیر ہوئے تو ایک دن میں حسبِ معمول کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام میں مصروف تھا کہ میرے یہودی مالک کا چچازاد بھائی اسکے پاس آیا اس وقت میرا مالک یہودی اسی درخت کے نیچے بیٹھا ہوا آرام کر رہا تھا جس درخت پر چڑھ کر میں کام کر رہا تھا۔چچیرے بھائی نے اپنے تایا زاد کو بتایا کہ خدا انصار کو ہلاک کرے۔قباء میں ایک شخص کے اِرد گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور انصار اس کو نبی اور پیغمبر کہہ رہے ہیں''۔خود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خدا کی قسم مجھ پر لرزا اور کپکپی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ میں ابھی اپنے آقا پر گر جاؤں گا۔گویا آقائے عرب وعجم احمد مختار حضور پرُنور نذیر و بشیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت نے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وجد اور بے خودی کی کیفیت طاری کر دی۔فوراً درخت سے نیچے اترے اور اس آنیوالے یہودی سے پوچھنے لگے اس مخبر صادق کا پورا حال تو بیان کر وہ ساری خبر مجھے بھی سناؤ یہ سن کر میرے یہودی آقا کے تن بدن میں آگ لگ گئی اس نے غصہ میں آکر زور سے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا جاؤ اپنا کام کرو تمہیں اس خبر سے کیا واسطہ۔شام کے وقت اپنے کام سے فارغ ہوا جو کچھ میرے پاس جمع پونجی تھی ساتھ لی اور آقائے دو جہاں بے کس پناہ میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔میں نے عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے آپ اور آپ کے ساتھیوں کے پاس مال وزر نہیں اور سب حاجتمند ہیں میں آپ اور آپ کے رفقاء کے لئے صدقہ کی رقم پیش کرنا چاہتا ہوں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''صدقہ مجھ پر حرام ہے اس لئے میں نہیں

لے سکتا'' البتہ مجھے یہ فرمایا کہ ''میرے ساتھیوں کو صدقہ دے سکتے ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے'' حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ان تین علامتوں میں سے ایک ہے جو مجھے آخری راہب نے نبی آخر الزمان کے بارے میں بتائیں تھیں۔ میں قباء سے واپس اپنے کام پر اسی یہودی آقا کے پاس آ گیا اور کچھ مزید رقم جمع کرنا شروع کر دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ملاقات کا موقع میسر آیا تو میں نے عرض کیا صدقہ تو آپ قبول نہیں فرماتے میرا دل چاہتا ہے کہ یہ ہدیہ قبول فرمالیں۔ سرکار دوعالم صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسَلّم نے وہ ہدیہ خود بھی قبول فرمایا اُسے تناول کا شرف بخشا اور اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی کھلایا۔ میں نے پھر اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت پوری ہوئی۔ میں خدمت اقدس سے واپس آ گیا اور پھر دو چار دن کے بعد قدم بوسی کی سعادت حاصل کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کسی جنازہ کے ساتھ جنت البقیع میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک جماعت آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھی۔ سرکار مدینہ صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسَلّم اس جماعت کے درمیان میں تشریف فرما تھے۔ میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک کے پیچھے چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً سمجھ گئے کہ میں مہر نبوت دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے چادر کو پشت مبارک سے ہٹا دیا میں نے مہر نبوت کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ فوراً اٹھا اور مہر نبوت کو بوسہ دیا اور اپنی خوش قسمتی پر رو پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ''اٹھو اور میرے سامنے آؤ''۔ میں اٹھا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آیا''۔ اے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس طرح تجھ سے میں نے اپنا یہ پورا واقعہ بیان کیا ہے اسی طرح میں نے تفصیل سے اپنا پورا واقعہ آپ کو مجلس صحابہ میں بیان کیا۔ اُسی وقت دستِ حق پرست پر بیعت کی اور کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے قبول اسلام سے بہت خوش ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد پھر اپنے یہودی آقا کے پاس آ کر کام میں مشغول ہو گیا۔ اسی مشغولیت کی وجہ سے جنگ بدر اور احد میں حصہ نہ لے سکا۔ کچھ عرصہ کے بعد سرکار دوعالم صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسَلّم نے مجھے حکم دیا کہ ''اے سلمان اپنے آقا سے کتابت کرلو'' (کتابت کا معنی یہ کہ غلام اپنے آقا سے یہ مقرر کر لے کہ اگر اس قدر معاوضہ آقا کو ادا کر دے تو اسکو آزاد کر دے گا) سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے یہودی آقا سے کتابت کے لئے کہا۔ یہودی نے جواب دیا کہ اگر تم مجھے چالیس اوقیہ سونا ادا کرو اور کھجور کے تین سو درخت میری زمین پر لگاؤ جب وہ درخت پھل دینے لگیں تو تم میری طرف سے آزاد ہو گے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کے حکم مبارک سے اپنے یہودی آقا کی یہ کتابت منظور کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ''سلمان کی کھجور کے پودوں سے امداد کریں''۔ اس طرح کسی نے مجھے تیس پودے دیئے، کسی نے بیس اور کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ پندرہ چند ایک نے دس دس پودوں سے بھی میری مدد کی۔ جب مطلوبہ پودے پورے ہو گئے تو آپ علیہ

السلام نے مجھے حکم دیا کہ ''سلمان ان پودوں کے لئے گڑھے تیار کرو'' جب میں نے گڑھے تیار کر لئے تو خود اپنے دست مبارک سے وہ پودے ان گڑھوں میں لگا کر خیر و برکت کی دُعا فرمائی۔ ایک سال کے عرصہ میں ہی تمام پودوں پر پورا پورا پھل آ گیا اور اُن میں سے ایک پودا بھی خشک نہ ہوا۔ سب کے سب سرسبز و شاداب رہے۔ اِسطرح میرا درختوں کا قرض تو ادا ہو گیا۔ اب صرف چالیس اوقیہ سونا دینا باقی رہ گیا۔ ایک روز ایک شخص سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس ایک بیضہ کی مقدار میں سونا تھا۔ اس نے وہ سونا ہدیہ کے طور پر آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''وہ مسکین مکاتب سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہے۔ اسکو بلا کر لاؤ''۔ حکم کے مطابق میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام نے وہ بیضہ (انڈے) کی مقدار کا سونا مجھے عطا فرمایا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اِسکو'' لے جاؤ اللہ کریم تمہارا قرضہ ادا کر دے گا''۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سونا تو بہت کم ہے اس سے میرا قرض ادا نہیں ہوگا فرمایا ''جاؤ اس کو لے جاؤ۔ اللہ کریم اسی سے تمہارا قرض ادا فرما دے گا''۔ چنانچہ میں نے جب اس سونے کا وزن کیا تو پورا چالیس اوقیہ تھا یوُں میرا پورا قرض ادا ہو گیا اور میں آزاد ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاضرِ خدمت ہوا۔ جنگِ خندق سے لے کر باقی تمام غزوات میں شریک جہاد رہا''۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 73، مدارج النبوۃ جلد 2، طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 53)

جب مدینہ منورہ میں سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کے قیام کا بندوبست ہو گیا تو آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ قبیلہ بنی قضاعہ۔ لقب حبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اپنے غلام ابو رافع کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا تا کہ آپ کے اہل وعیال کو مدینہ منورہ لے آئیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن اریقط جو مکہ مکرمہ واپس جا رہا تھا اسکے ہاتھ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو رقعہ دے کر فرمایا کہ تم اور میرے اہل وعیال یہاں مدینہ منورہ ہجرت کر آئیں۔ سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُن کے خاوند ابوالعاص نے مدینہ منورہ جانے سے روک دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمرہ پہلے ہی ہجرت فرما کر حبشہ جا چکی تھیں۔ اس لئے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابو رافع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری دونوں صاحبزادیوں حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اُمِ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و زوجہ زید اور اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ دوسری طرف حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنی والدہ ماجدہ اُم رومان و حضرت اسماء

بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ یہ دونوں قافلے حضرت حارثہ بن نعمان کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں سات ماہ تک رونق افروز رہے جب مسجد نبوی کے ساتھ ازواج مطہرات کے لئے حجرے تعمیر ہو چکے تو آپ علیہ السلام وہاں منتقل ہو گئے۔ اس سارے عرصہ میں بنونجار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مہمان نوازی کا حق کما حقہ، ادا کیا خداوند کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ (جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء)۔

(ابن سعد، زاد المعاد، وفاء الوفاء)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر 1 ہجری

مدینہ منورہ میں وَرُودِ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت جہاں ناقہ سب سے پہلے آکر بیٹھی تھی وہ جگہ بنونجار کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی دونوں یتیم خرمن سہل تھے جو کہ اسعد بن زرارہ کی زیر کفالت تربیت حاصل کر رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں قیام کے بعد سب سے پہلا کام خداوندِ قدوس کے گھر کی تعمیر کا کیا۔ ابتدائی ایام میں کیونکہ مسجد موجود نہ تھی اس لئے جہاں موقع ملتا نماز ادا فرما لیتے۔

(از ابوداؤد باب بناء مسجد)

مسجد کی ضرورت محسوس فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یتیموں کو بلایا۔ ان کا چچا اسعد بن زرارہ بھی ساتھ ہی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ جگہ جہاں تم لوگ کھجوریں خشک کرتے ہو اور یہاں چند ایک پرانی قبریں بھی ہیں ہمیں قیمتاً دے سکتے ہو تا کہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلا خدا کا گھر تعمیر کیا جا سکے۔ اُن یتیم بچوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم یہ جگہ آپ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتے ہیں ہماری طرف سے یہ نذر قبول فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے جواباً فرمایا میں یہ زمین کا ٹکڑا بطور نذر قبول نہیں کروں گا بلکہ اسکی قیمت ادا کر کے خریدوں گا۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس خرمن کی قیمت ادا کر دیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس دینار دے کر اس خرمن کو خریدا یہ رقم انہوں نے اس مال میں سے ادا کی جو وہ ہجرت کے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 192)

اسکے بعد نبی مکرم علیہ اسلام نے اس خرمن میں موجود مشرکین کی قبروں کو اکھاڑنے کا حکم دیا اور مشرکین کی

ہڈیوں کو کسی دوسری جگہ دفن کروا دیا۔ تمام درخت کاٹ دیئے گئے اور سارے گڑھوں کو مٹی ڈال کر ہموار کر دیا۔ جب یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو آپ علیہ السلام نے کچی اینٹیں بنانے کا حکم دیا اور یوں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔

(الوفا باحوالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(مدارج النبوت از: شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

مسجد کی تعمیر میں آقائے دوجہاں احمد مختار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بہ نفسِ نفیس شریک ہوئے۔ آپ علیہ السلام اپنی چادر مبارکہ میں کچی اینٹیں ڈال کر اٹھا اٹھا کر لاتے تمام انصار و مہاجرین اس کام میں آپ علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے۔ شہنشاہِ دو عالم احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ جب اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تو زبانِ اقدس سے یہ کلمات ارشاد فرماتے جاتے۔

"ھٰذا الحمال لا حمَال خیبر ھٰذا البر رَبَّنَا وَاطھر"

ترجمہ: "اے ہمارے پروردگار! یہ اینٹیں خیبر کے ثمر و زیب سے زیادہ ثواب والی اور پاکیزہ ہیں۔"

آپ یہ بھی فرما رہے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ الاَجر اَجرُالاٰخِرَۃ فَارحَم الاَنصار وَالمُھَاجِرَۃ"

ترجمہ: "خدایا! بے شک اجر صرف آخرت کا اجر ہے پس تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما"

تمام صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو دو اینٹیں اُٹھا کر لاتے اور کہتے تھے ایک اینٹ میرے حصے کی ہی اور دوسری اینٹ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حِصہ کی۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے عمار تمہیں دوسروں کی نسبت دو گنا اجر عطا ہو گا نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی خبر دی کہ آخرت میں تمہارا توشہ دودھ کا شربت ہو گا اور تمہیں باغی نوجوان شہید کریں گے"۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 193 بخاری باب المساجد و باب الہجرت)

(مدارج النبوت حصہ دوم، صفحہ 122)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جماعت میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب القرشی) بھی شامل تھے۔ وہ فطری اعتبار سے بڑے صفائی پسند اور نظیف الطبع تھے۔ جب اینٹیں اٹھا کر لاتے تو کپڑوں سے دُور رکھتے اور جہاں کپڑوں پر مٹی لگ جاتی یا کچھ غُبار پڑ جاتا اُسی وقت جھاڑ دیتے۔ (امام بیہقی نے یہ روایت تحریر فرما کر کہا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

"جو شخص اُٹھتے بیٹھتے تعمیر مسجد میں مصروف ہے اور وہ شخص جو کپڑوں سے مٹی اور غبار کو بچاتا ہے دونوں برابر کے نہیں ہیں۔"

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 193)

طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گارا بنانے کا حکم دیا۔ میں پھاوڑا لے کر گارا گھولنے (بنانے) کے لئے کھڑا ہوا۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 368)

مسجد نبوی نہایت سادہ اور ہر قسم کے تکلفات سے بری گویا اسلام کی سادگی کی تصویر تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں اور تین ہاتھ تک پتھر کی بنیادیں تھیں۔ کھجور کے تنے بطور ستون استعمال کئے گئے جبکہ چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے تیار کی گئی۔ مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ مسجد میں تین دروازے رکھے گئے۔ جن میں سے ایک کا رُخ کعبہ معظّمہ کی جانب اور دو دائیں اور بائیں طرف تھے۔ جب بارش ہوتی تو پانی چھت کے ذریعے اندر آجاتا جس کی وجہ سے کیچڑ ہو جاتی تھی بعد میں اس چھت پر مٹی کا لیپ کر دیا گیا تھا۔ بارش کے وقت نمازیوں کے کپڑے اور پیشانی وہاتھ پاؤں کیچڑ سے لت پت ہو جاتے ایک دفعہ بارش میں ایک صحابی نماز ادا کرنے آئے تو اپنے ہمراہ کنکریاں لیتے آئے اور اپنی نشست گاہ پر بچھا دیں تاکہ کیچڑ سے بچ سکیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ طریقہ پسند فرمایا اور بعد میں مسجد کے سارے صحن پر پتھر کے سنگریزے بچھوا دیئے اور یوں کنکریوں کا فرش بنوا دیا۔

(مدارج النبوت از: شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

جب قبلہ تبدیل ہو کر کعبہ مکرمہ کی طرف ہو چکا تو مسجد نبوی کا کعبہ شریف کی سمت والا دروازہ بند کر دیا گیا اور اسکے مقابلے میں شمالی جانب نیا دروازہ کھول دیا گیا۔ مسجد نبوی کے مغربی یعنی دائیں طرف والے دروازے کو اب باب الرحمتہ اور بائیں جانب والے دروازہ کو جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد و رفت کے لئے استعمال فرماتے تھے اب باب جبریل کہا جاتا ہے۔

علماء سیرَ کا اس میں اختلاف ہے کہ مسجد نبوی کی لمبائی چوڑائی کتنی تھی۔ بعض کا کہنا ہے کہ اسکی لمبائی اور چوڑائی دونوں اطراف میں سو ہاتھ ہی تھی۔ مسجد نبوی کی لمبائی ستر (70) ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ (60) ہاتھ تھی طول وعرض کی یہ پیمائش مدینہ منورہ کے مشہور عالم اور فقیہہ حضرت خارجہ بن زید کے مطابق ہے۔ مسجد نبوی شرقاً غرباً تریسٹھ (63) ہاتھ جبکہ شمالاً جنوباً چون (54) ہاتھ اور دو ثلث طویل وعریض تھی۔

محمد بن یحییٰ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد خاص نے اس مذکورہ طول وعرض کو رقم کیا ہے۔ متعدد احادیث اور روایات سے تاریخ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی مبارکہ میں مسجد نبوی کی دو دفعہ تعمیر ہوئی۔ اول جب آپ علیہ السلام حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ہی رونق افروز رہے تھے اور دوسرے 7ھ میں فتح خیبر کے بعد اسکی تجدید کی گئی۔ ہجرت فرما کر جب آپ علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلی مرتبہ مسجدِ نبوی کی تعمیر کی گئی اس وقت اس کا طول وعرض سو (100) گز سے کم تھا لیکن جب

7ھ میں فتح خیبر کے بعد اسکی تجدید کی گئی تو طول وعرض سو ہاتھ یعنی گز سے زیادہ کر دیا گیا

(روایت از ابن جریج جعفر بن عمرو)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں محراب کی وہ علامت جو آجکل ہے نہیں پائی جاتی تھی۔ اس محراب کی ابتداء حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہوئی تھی جو کہ ولید بن عبد الملک کی طرف سے جو مدینہ کے امیر (گورنر) تھے انہوں نے مسجد نبوی کی عمارت میں مزید تجدید کی اور پہلی مرتبہ مسجد کے قبلہ کی جانب محراب تعمیر کروائی تھی اسکے بعد یہ محراب کا مساجد میں رکھا جانا شروع ہوا۔

(از: مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 123)

مسجد نبوی کے ایک سرے پر ایک سائبان والا چبوترہ تھا جو صفّہ کہلاتا تھا۔ جو مسکین صحابہ کرام اہل وعیال و مال و منال نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی اُن کے پاس رہنے کو کوئی رہائش کا بندوبست تھا۔ وہ اس جگہ کو رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ان احباب کو ہی اہل صفّہ یا صحابہ صُفہ کہا جاتا ہے

ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد ستر (70) تھی۔ کسی کے پاس چادر نہ تھی صرف تہ بند ہی تھا یا گودڑی تھی جسے وہ اپنی گردن میں باندھے رکھتے۔ بعض کے وہ نصف پنڈلی تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک اور جب وہ سجدہ کرتے تو اسکو لپیٹ لیتے تا کہ ستر ننگی نہ ہوں۔

(صحیح بُخاری شریف روایت از: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(مواہب لِدنیہ)، (مدارج النبوت)

ازواجِ مُطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حُجروں کی تعمیر 1 ہجری

جب مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوگئی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں کی تعمیر شروع کروائی اس وقت کیونکہ صرف حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہی عقد (نکاح) میں تھیں اس لئے صرف دو حجرے ہی تیار کرائے جب دیگر ازواجِ مطہرات آتی گئیں تو ان حجروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مسجد کے بالکل برابر یعنی جڑے ہوئے مکانات حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے۔ جب حجروں کے لئے زمین کی ضرورت پیش آتی وہ زمین آپ علیہ السلام کی نذر کر دیتے اس طرح یکے بعد دیگرے تمام مکانات آپ علیہ السلام کی ازواج کے حجروں کے لئے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کر دیئے۔ یہ تمام حجرے کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے۔ جن میں پانچ حجروں کو کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ دروازوں پر پردے کے لیے کمبل پڑے رہتے تھے۔ باقی حجرے جن کی تعداد چار تھی۔ کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے جن کی چھتیں کھجور کی شاخوں کی کھگل کی بنی ہوئی تھیں۔ حجرہ کے

دروازے سے لیکر اندرونی کمرہ کے دروازے تک چھ یا سات ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اندرونی کمرہ دس ہاتھ کا تھا۔

از صحیح بخاری شریف جلد 1 صفحہ 156،

وفاء الوفاء جلد 1 صفحہ 327،

الادب المفرد صفحہ 88،

الوفا بأحوالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

مدارج النبوت، طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 8

حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب ذرا بڑا ہوا تو کھڑے ہو کر حجرے کی چھت کو ہاتھ لگالیا کرتا تھا۔ سب حجرے مشرق اور شام کی سمت واقع تھے۔ مغرب کی جانب کوئی حجرہ نہ تھا۔

خلاصہ الوفا صفحہ 127

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں کی ترتیب کچھ یوں تھی۔

1۔ حجرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2۔ حجرہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

3۔ حجرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

4۔ حجرہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

5۔ حجرہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

6۔ حجرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان کے حجرے شام کی جانب تھے)

7۔ حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

8۔ حجرہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

9۔ حجرہ حضرت سَودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان کے حجرے جنوب کی جانب تھے)

از: طبقات ابن سعد جلد سیرۃ النبی صفحہ 161

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید ہذلی نے بتایا کہ میں نے ازواج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو اس وقت دیکھا جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے اور انہوں نے یہ حجرات شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کر دیئے تھے۔ ان حجروں کی دیواریں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھیں اور اور چھتیں کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھیں۔ مجموعی طور پر ان حجرات کی تعداد نو (9) تھی۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حجرے اور

حویلیاں دیکھیں جو کہ کھجور کی شاخوں سے تیار کئے گئے تھے اور ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے بوریئے لٹکے ہوئے تھے۔ جب ولید بن عبدالملک کے حکم سے ان حجروں کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم نامہ پڑھ کر سُنایا جارہا تھا تو میں اس وقت مدینہ منورہ میں ہی موجود تھا یہ حکم نامہ سُن کر لوگ اس قدر روئے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی لوگوں کو اس قدر زار و قطار روتے نہیں دیکھا تھا۔

حضرت ابو اُمامہ سَہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن واہب بن حکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن جشم بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے شرکت کی۔ اسی زمانہ میں فارس کے امیر بنائے گئے۔ 38ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی) فرماتے تھے کہ اے کاش وہ حجرات مبارکہ اسی طرح پرانی حالت میں چھوڑ دیئے جاتے تا کہ لوگ اور اہل مدینہ کی نئی نسل اُن حجرات مُبارکہ کو دیکھتے کہ جس نبی مکرم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند کریم نے تمام جہانوں کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں وہ اُن حجرات مبارکہ میں کس طرح زندگی بسر فرماتے تھے تا کہ لوگ اس زہد اختیاری کی تقلید و اتباع کرتے۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 370)

مُواخات مابین مہاجرین وانصار 1 ہجری

مہاجرین مکہ مکرمہ سے بے سروسامانی کی حالت میں اپنے عزیز و اقارب، اہل و عیال، گھر بار اور تمام کاروبار چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے تھے۔ گو مہاجرین میں ایسے لوگ بھی تھے جو مکہ میں صاحبِ حیثیت مالدار اور خوشحال تھے۔ لیکن یہ لوگ کفار مکہ سے چھپ کر نکلے تھے اس لیے اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے۔ مہاجرین کے لیے انصار مدینہ نے اپنے گھر پیش کر دیئے تھے اور مہمان نوازی کا پورا حق ادا کر رہے تھے تاہم مہاجرین کے لئے ایک مستقل نظام معیشت کی ضرورت تھی تا کہ آئندہ یہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق گزر بسر کر سکیں۔ دوسرا مہاجرین نذر اور خیرات پر زندگی بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے مہاجرین کی دِلی خواہش تھی کہ وہ اپنے زور بازو سے کام لے کر خود محنت کریں اور اپنے اہل و عیال کے لئے سامانِ زندگی پیدا کریں۔ سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت مضبوط کرنے کے لئے مواخات کا سلسلہ قائم فرمادیا تا کہ وطن اور اہل و عیال سے مفارقت کی وحشت اور پریشانی انصار کی الفت و موانست سے بدل جائے۔ بوقتِ ضرورت یہ لوگ ایک دوسرے کے معین و مددگار ثابت ہو سکیں۔ نحیف و کمزور کو طاقت ور کی اخوت سے قوت حاصل ہو جائے جب مسجد نبوی کی تعمیر تقریباً مکمل ہوگئی تو آپ صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے سلسلہ مواخات قائم فرمایا۔

سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے ہجرت مدینہ سے قبل بھی مکہ مکرمہ میں یہ رشتہ اخوت قائم فرمایا تھا اور

یوں مواخات کا عمل دو دفعہ قائم فرمایا پہلی مواخات فقط مہاجرین کے درمیان ہوئی جبکہ ایک مہاجر کو دوسرے مہاجر کا بھائی قرار دیا۔ (حافظ ابنِ عبد البر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مواخات فرمائی۔ جبکہ دونوں حضرات مہاجرین میں سے تھے۔

(حدیث مروی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

مستدرک حاکم میں ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فلاں فلاں میں مواخات فرمائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میرا بھائی کون ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں تیرا بھائی ہوں"۔ "اَنتَ اَخِی فِی الدُّنیاَ وَالاٰخِرَۃِ"۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 210)

ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں جن مہاجرین کے درمیان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشتہ مواخات قائم فرمایا ان اسمائے گرامی یہ تھے۔

1۔ سیدنا سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2۔	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3۔	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4۔	حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5۔	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6۔	حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7۔	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8۔	حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سالم ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9۔	حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روضۃ الاحباب، فتح الباری از شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن سید الناس عیون الاثر، وغیرہ میں مذکورہ ناموں کی فہرست موجود ہے۔

ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد جب مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہو چکی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری دفعہ یہ رشتہ مواخات قائم فرمایا اس دفعہ یہ مواخات مہاجرین وانصار کے درمیان قائم ہوئی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں مہاجرین اکٹھے ہوئے جن کی تعداد پینتالیس (45) تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ "یہ سب مہاجرین تمہارے بھائی ہیں" اسکے بعد مہاجرین اور انصار میں

ایک ایک آدمی کو بلا کر فرماتے یہ مہاجر اس انصار کا بھائی بنا دیا گیا ہے۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 210)

اب یہ لوگ حقیقت میں بھائی بھائی تھے۔ انصار مہاجرین کو اپنے اپنے گھر لے گئے اور ہر ایک چیز آدھی تقسیم کر لی۔ انصار نے جو مواخات کا عملی مظاہرہ کیا اور جس خلوص اور ایثار سے بھائی بھائی ہونے کا ثبوت پیش کیا اولین اور آخرین میں اسکی مثال اور نظیر نہ پہلے ملتی ہے اور نہ ہی قیامت تک ملے گی۔ مال، جائیداد، زمین، باغات وغیرہ سے تو آدھا آدھا حصہ مہاجرین کے سپرد کیا ہی اس سے بڑھ کر اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو اس نے اپنے مہاجر بھائی کو گھر لے جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ میری دونوں بیویوں میں سے جسکو تم پسند کرو میں اُسے طلاق دیتا ہوں اور طلاق کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔

مثال کے طور پر حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن ثعلبہ بن کعب خزرج بن حارث بن خزرج۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی) جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی قرار پائے تھے۔ اُن کی دو بیویاں تھیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں اپنی ایک بیوی کو طلاق دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیں مگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عوف بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری) نے احسان مندی کے ساتھ انکار فرما دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب اخا، سیرت ابن ہشام صفحہ 178)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے آپ کو مستحق خیال نہیں کرتا تھا۔

(از سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، زرقانی جلد 1 صفحہ 376)

انصار کی تمام دولت و ثروت، زمین اور نخلستان کی شکل میں تھی۔ انصار نے سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ صَلی اللہ عُلیہ وآلہ وسَلم سے درخواست کی یہ ہماری جائیداد باغات ہمارے مہاجر بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیئے جائیں۔

مہاجر چونکہ تجارت پیشہ تھے اور کھیتی باڑی کے فن سے نا آشنا تھے اس لئے سرکارِ دوعالم صَلی اللہ عُلیہ وآلہ وسَلم نے اُن کی طرف سے انکار فرما دیا اس پر انصار نے درخواست کی کہ کھیتی باڑی کا سارا کاروبار ہم خود سرانجام دیں گے جو کچھ پیداوار ہو اس میں سے آدھا حصہ مہاجرین کا ہوگا۔ اس طرح مہاجرین نے یہ درخواست منظور کر لی۔

(صحیح بخاری شریف صفحہ 312)

مواخات کا یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا یہاں تک کہ جب کوئی انصار میں سے فوت ہو جاتا تو اسکی جائیداد اور مال مہاجر کو ورثے میں ملتا تھا۔ جب کہ اسکے اور بھائی اس جائیداد سے محروم رہتے۔ وراثت کا یہ حکم فرمانِ الٰہی کی

تعمیل میں تھا۔

صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے سورۃ انفال آیت 72

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا
وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ
وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

ترجمہ: ''بے شک جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے ہجرت کی اور جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کوٹھکانا دیا اوران کی مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔اوروہ جوایمان لائے اورہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں اوراگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگرایسی قوم پر کہ تم میں اوران میں معاہدہ ہے اوراللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے''۔

چند روز بعد میراث کا حکم منسوخ ہوگیا اورتمام مومنوں کو بھائی بھائی بنادیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ

ترجمہ: بے شک مومن بھائی بھائی ہیں۔(سورۃ الحجرات آیت 10)

جنگ بدر کے بعد جب مہاجرین کومدد کی ضرورت نہ رہی تو قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔

سورۃ انفال آیت 75

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ
إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾

ترجمہ: ''ارباب قرابت ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے''۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 219، زرقانی جلد 1، صفحہ 374)

انصار مدینہ کے ایثار پر جہاں کائنات ہمیشہ فخر کرے گی وہاں یہ امر بھی قابل ستائش ہے کہ مہاجرین نے انصار کے اس ایثار کے جواب میں کیا ردِعمل اختیار کیا۔حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ہر ایک چیز کا نصف لینے کی پیش کش کی تو انہوں نے جواب دیا خداوند کریم یہ سب کچھ آپ کو مبارک کرے مجھے صرف بازار کا راستہ بتاؤ تا کہ میں محنت ومشقت سے اپنا پیٹ پال سکوں اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکو بنو قینقاع کا جو مشہور بازار تھا اس کا راستہ بتا دیا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازار جا کر کچھ گھی اور پنیر خریدا اور شام تک سب فروخت کر دیا۔ آپ روزانہ تشریف لے جاتے اور شام تک خرید وفروخت میں مصروف رہتے یہاں تک کہ چند روز میں اتنا سرمایہ اکٹھا کر لیا کہ اسکی مدد سے شادی کر لی۔

(از صحیح بخاری شریف کتاب لبیوع وباب کیف اخی النبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وباب اخا النبی بین المہاجرین والا انصار)

بعد میں اللہ کریم نے ان کے مال تجارت میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اگر خاک پر بھی ہاتھ ڈالتا تو وہ سونا بن جاتی۔ ان کا مالِ تجارت سات سات سو اونٹوں پر لد کر جب مدینہ منورہ میں آتا تو سارے شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔

(از اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 314)

چند ایک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو مہاجر تھے انہوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کرتے ہوئے دکانیں کھول لیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخ کے مقام پر کپڑے کی تجارت کا کاروبار شروع کر دیا۔

(از ابن سعد جلد اول صفحہ 103)

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا آپ بنو قینقاع کے مشہور بازار میں کھجوروں کی خرید وفروخت کرتے تھے اور اس کاروبار میں بہت نام پیدا کر لیا تھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 63)

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تجارت کو بطور پیشہ اختیا کیا۔

(از مسند ابن حنبل جلد 4 صفحہ 400)

دوسری مواخات جو ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قائم فرمائی اس میں مہاجر وانصار کی تعداد پچاس (50) کے قریب تھی اور یہ واقعہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر ظہور میں آیا۔ شرکاء مواخات کے اسمائے گرامی جو مختلف کتب سیرَ سے دستیاب ہو سکے درج ذیل ہیں۔

	مہاجرین	انصار
1۔	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت خارجتہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2۔	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4۔	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5۔	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سلامتہ بن سلامتہ بن وقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6۔	حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7۔	حضرت سعید بن زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8۔	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9۔	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت ابوالدرداعویمر بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10۔	حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11۔	حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12۔	حضرت صفوان بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت رافع بن معلّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13۔	حضرت ذوالشمالین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت یزید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14۔	حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت طلحہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
15۔	حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
16۔	حضرت طفیل بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سفیان نسر خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17۔	حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
18۔	حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
19۔	حضرت ابومرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
20۔	حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
21۔	حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عُمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
22۔	حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عبداللہ بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
23۔	حضرت حاطب بن ابی متبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
24۔	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
25۔	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
26۔	حضرت ابوخدیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27۔	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
28۔	حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت مجذر بن دمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
29۔	حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت حارث بن حتمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
30۔	حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت منذر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
31۔	حضرت عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
32۔	حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
33۔	حضرت سرہ بن ابی رہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عبادہ بن الخشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
34۔	حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(از فتح الباری جلد 7 صفحہ 210، ابن ہشام صفحہ 179)

رشتہ مواخات بظاہر تو صرف عارضی ضرورت کے تحت قائم کیا گیا تھا تاکہ بے سروسامان ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کے لئے چند روز زندگی بسر کرنے کا انتظام کیا جاسکے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ رشتہ ایک عظیم الشان اسلامی اغراض و مقاصد کی تکمیل کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔ اسلام جو کہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس ضابطے کو احسن طریقے سے چلانے کے لئے وزراء، مشیر، ارباب تدبیر، سپہ سالاران افواج، غرض زندگی کے ہر شعبہ کو چلانے کے لئے قابل ترین لوگوں کی ضرورت تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض اور آپ علیہ السلام کی صحبت عظیم کی برکت سے مہاجرین میں مذکورہ قابلیت رکھنے والا ایک مکمل گروہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس گروہ کی مکمل تربیت خود آقائے دو جہاں حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔

یہی وجہ تھی کی جن جن مہاجرین وانصار کے درمیان یہ رشتہ اخوت قائم کیا گیا تھا ان میں اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ استاد و شاگرد کے درمیان وہ اتحاد و مذاق موجود ہو جو تربیت کے لئے اشد ضروری ہے جب ہم اس رشتہ مواخات میں بھائی بھائی بنائے جانے والے حضرات کی زندگیاں اور باہمی تعلقات دیکھتے ہیں تو ہمیں ان میں یہ رشتہ بدرجہ اتم موجود نظر آتا ہے۔ ان چند یوم کی رفاقت سے لوگوں کی ایک جیسی طبیعت، فطرت، مذاق وذوق کا صحیح اندازلگا کران کو بھائی بھائی کے رشتہ میں باندھ دینا ممکن ہی نہیں تھا لیکن ناممکن کو ممکن بنا دینا شانِ نبوت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تھی اور یقیناً یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا۔ مذکورہ عبارت کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند مثالیں تحریر کی جاتی ہیں۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے تھے جو کہ اہل قریش میں نہایت معزز اور رئیس اعظم تھا سرداری کی اس نسبت کو سامنے رکھتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنا دیا جو کہ انصار

میں سے قبیلہ اشہل کے سردار تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا خطاب امین الامتہ تھا۔ نہایت جری اور قابل ترین سپہ سالار تھے جنگی مہارت میں بے مثل تھے۔ سرکار دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے انصار میں سے جن کو آپ کا بھائی بنایا ان کا نام حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جو کہ قبیلہ اوس کے رئیس اعظم تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوعبیدہ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحارث بن فہر القرشی الفہری۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) والی تمام صفات کے حامل تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ان کو حضرت سعد بن الربیع جو کہ انصار میں سے تھے ان کا بھائی بنا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی مفلسی کی حالت میں تھے۔ حضرت سعد بن الربیع جو کہ بہت ہی خوشحال اور امیر ترین انصاری تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازار میں تجارت کے لئے بھیجا جہاں وہ سارا دن مکھن اور پنیر سر پر رکھ کر فروخت کرتے۔ جلد ہی خداوند کریم نے ان کے کاروبار میں اس قدر ترقی عطا فرمادی کہ مدینہ کے امیر ترین آدمی بن گئے جن کا مال تجارت سات سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا اس طرح مہاجرین وانصار میں ہر وہ وحدت موجود تھی جسکی بدولت نہ صرف شاگرد بلکہ استاد بھی شاگرد سے اثر پذیر ہو سکتا تھا اس سے بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا اور انہوں نے حاصل بھی کیا۔

انصار نے جس قدر جسمانی، مالی اور ہر طرح سے مہاجرین کی مہمان داری کا حق ادا کیا۔ تاریخ عالم میں نہ پہلے اسکی کوئی نظیر موجود تھی نہ ہے اور نہ ہی قیامت تک مل سکے گی یہی وجہ ہے کہ جب بحرین کا علاقہ فتح ہو کر اسلامی حکومت کے زیر اثر آیا تو سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انصار کو طلب کیا اور فرمایا میں اس علاقے کی تمام چیزیں بلکہ پورا پورا علاقہ ہی انصار میں تقسیم کر دینا چاہتا ہوں اس پر انصار نے یک زبان ہو کر عرض کیا یارسول اللہ آقائے دوجہاں صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم پہلے ہمارے مہاجر بھائیوں میں بھی اتنا علاقہ وزمین تقسیم فرمائیں۔ تب ہم بحرین کی زمین اور پورا مفتوح علاقہ منظور کریں گے۔

(صحیح بخاری شریف فضائل انصار)

اسی طرح جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا انکی جائیداد جو کہ نخلستان کی شکل میں تھی۔ اور دیگر تمام اموال سرکار دو عالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کے قبضہ میں آئے۔ آپ علیہ السلام نے تمام انصار کو طلب فرمایا اور ان کو ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں یہ تمام اموال واراضی مہاجرین میں تقسیم کردوں اور یوں مہاجرین تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں اور اگر تم چاہتے ہو تو یہ تمام مال مہاجرین وانصار یعنی تم دونوں میں برابر تقسیم کر دیتا ہوں اور یوں مہاجر بدستور تمہارے (انصار کے) گھروں اور اموال میں شریک رہیں گے۔ حضرت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اموال کو مہاجرین میں تقسیم فرما دیں اور یہ لوگ ہمارے گھروں اور مال میں بدستور شریک رہیں گے۔ اسکے بعد تمام انصار بیک زُبان بولے ہمیں یہ منظور ہے یہ سن کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''خدایا تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما''

اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال واسباب بنونضیر صرف مہاجرین میں ہی تقسیم فرما دیا۔

(صحیح بخاری شریف کتاب المناقب، زرقانی علی المواہب غزوہ بنی نضیر بحوالہ اکلیل حاکم نیشاپوری، فتوح البلدان بلاذری صفحہ 26)

مہاجرین نے انصار کی اس بے لوث اور بے مثال ہمدردی وایثار کو دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ انصار جن کے پاس ہم آکر ٹھہرے ہیں ان سے بڑھ کر کسی قوم کو ہمدرد وغمگسار ورحم دِل نہیں پایا۔ ہمیں ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ سارے کا سارا اجر وثواب تو یہ لوگ لے جائیں اور ہم بالکل محروم رہ جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد ''فرمایا تم ان کے لئے دُعا کرتے رہو''۔

(حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ شرائط الصحیحین کے عین مطابق ہے۔)

دُعاء کا احسان درہم ودینار کے احسان سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اگر تمام دنیا کے خزانے ترازو کے ایک پلڑے میں اور صرف ایک مخلصانہ دعا دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو انشاء اللہ دُعا کا پلڑا وزنی رہے گا۔ میں یہ بات تحمیق کی بنا پر نہیں بلکہ تبرکاً اور تیمناً کہتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 228)

صحیح بخاری کتاب التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ: میں کثیر احادیث اس ضمن میں مذکور ہیں۔

جب 7 ہجری میں خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت میں سے مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال کثیر آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان کی حاجت نہ رہی اس لئے اُن مہاجرین نے انصار کے نخلستان بصد شکریہ اُن کو واپس کر دیئے

(صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد۔ باب، المہاجرین الی الانصار)

مواخات کے سلسلہ میں ہی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سائل کا واقعہ درج کرنا بھی اس رشتہ کی مضبوطی اور اہمیت کو ظاہر کرنے میں مزید باعث تقویت ہوگا۔

ایک دفعہ ایک بھوکا شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں سے فرمایا'' کچھ کھانے کو ہے'' جواب ملا صرف پانی ہے۔ آپ علیہ السلام واپس مجد

تشریف لائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے دریافت کیا ''کون ہے جو اس سائل کو اپنا مہمان بنائے''؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا سرکاردوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا مہمان آیا ہے اسکو کھانا کھلاؤ۔ بیوی نے جواب دیا صرف بچوں کے لئے خوراک موجود ہے صحابی فرمانے لگے تم کھانا تیار کرو۔ بچوں کو سُلا دینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بچے سو گئے میاں بیوی مہمان کے ساتھ دستر خوان بچھا کر کھانے کو بیٹھ گئے۔ بیوی نے بتی ٹھیک کرنے کے بہانے اٹھ کر چراغ گل کر دیا مہمان کھانا کھاتا رہا اور وہ دونوں میاں بیوی اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ وہ بھی کھانا تناول کر رہے ہیں۔ یوں مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا لیکن وہ دونوں میاں بیوی بھوکے رہے۔ صبح جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکاردوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کے حضور حاضر ہوئے تو فخر دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم نے فرمایا ''اے طلحہ اللہ کریم تمہارے رات کے نیک کام سے راضی ہوا۔ تجھے خوشخبری ہو کیونکہ اس سلسلہ میں قرآنِ کریم میں آیت اتری ہے''۔

(سورۃ الحشر آیت 9)

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ
قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ
حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ⑨

ترجمہ: ''اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں''۔

(از صحیح بخاری فضائل انصار، فتح الباری، کتاب المناقب)

اذان کی ابتداء 1 ہجری

جب سرکاردوعالم رحمۃ اللعالمین صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو دو ماہ بعد اور بعض سیرت نگاروں کے مطابق سال کے بعد صلوٰۃ عصر میں زیادتی کر دی گئی۔ اس سے قبل مغرب کی نماز کے سوائے سب نمازیں دو رکعت تھیں۔ صرف نماز مغرب کی تین رکعت تھی۔ اب ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ فجر کی نماز بدستور دو رکعت ہی رہی اس میں کوئی اضافہ نہ کیا گیا کیونکہ اس نماز میں قرأت کو طویل کرنے کا

حکم ہے اور ادھر نماز مغرب میں بھی کوئی اضافہ نہ کیا گیا۔ کیونکہ یہ نماز دن کا وتر ہے۔

(از مواہب لدنیہ)

ہجرت مدینہ سے قبل دو رکعت نماز فرض تھی۔ لیکن جب سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو ظہر، عصر اور عشاء کی رکعت دو کی بجائے چار چار کر دی گئیں۔ لیکن سفر کے دوران دو رکعت نماز ہی فرض رہنے دی گئی۔

(روایت از اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (صحیح بخاری شریف)

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کی تمام عبادات کا اصلی مرکز وحدت واجتماع ہے۔ ہجرت مدینہ منورہ تک کسی خاص نشانی یا علامت نہ ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بس معمول یہ تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تو لوگ خود بخود اکٹھے ہو جاتے۔ جب مسجد نبوی تیار ہوگئی تو سرکارِ دوعالم صَلی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلم نے ارادہ فرمایا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ لوگ ایک ہی وقت میں سہولت کی ساتھ مسجد میں اکٹھے ہو جایا کریں تاکہ نماز با جماعت اجتماعی طریقے سے ایک ہی وقت میں ادا کی جاسکے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مختلف طریقے خدمت اقدس میں پیش کئے۔

کسی نے کہا کہ نماز کے وقت مسجد پر ایک علم کھڑا کر دیا جائے۔ لوگ اس علم کو دیکھیں گے اور یوں مسجد میں ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں گے۔

حضور صَلی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلم نے یہ طریقہ ناپسند فرمایا۔

بعض نے کہا کہ آگ کو روشن کر کے اونچی جگہ کر دیا جائے۔ لوگ اس آگ کو روشن ہوتا دیکھ کر مسجد میں جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور علیہ السلام نے اس طریقہ کو بھی پسند نہ فرمایا کیونکہ ایسا کرنے سے مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہو جاتی۔

چند نے عرض کیا کہ ناقوس بجا دیا جائے جب لوگ اس کی آواز سُنیں تو مسجد میں جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور اکرم صَلی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلم نے اس طریقہ کو بھی ناپسند فرمایا۔ کیونکہ نصاریٰ اپنے عبادت خانوں (گرجوں) میں ناقوس بجا کر لوگوں کو اکٹھا کرتے۔ مسلمان اگر یہی طریقہ اختیار کرتے تو نصاریٰ کی مشابہت ہو جاتی۔ اسی طرح بوق (بگل) کو بوجہ مشابہت یہود پسند نہ فرمایا۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایک شخص کو نماز کے وقت اعلان کے لئے کہا جائے۔ اس پر رسول اکرم صَلی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اٹھ کر نماز کے لئے ندا کر دے۔ اس طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی جس سے ایک طرف تو نماز کا اعلان ہو جاتا تو دوسری طرف دعوت عام دینے کا مقصد بھی حل ہو جاتا۔

(از بخاری شریف باب الاذان)

(ابوداؤد، صحیح مُسلم، نسائی، ترمذی)

یوں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ندا کیا کرتے تھے:

"الصَّلوۃُ جَا مِعَتہ"

اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص آیا اُس نے دو سبز چادروں کو اوڑھ رکھا تھا۔ پہلے وہ دیوار پر چڑھا اور دو مرتبہ اذان دی اور پھر نیچے اترا اور دو مرتبہ اقامت کہی۔

حافظ علاء الدین ماردینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم شدہ شرائط پر پورے اترتے ہیں۔

(حاشیہ سُنن کبریٰ جلد 1 صفحہ 420)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صاحب الاذان عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن خزرج۔ قبیلہ خزرج) نے خواب دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص ناقوس ہاتھ میں لئے میرے پاس سے گزرا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ ناقوس فروخت کرو گے۔ اس سبز پوش نے دریافت کیا تم اس ناقوس کا کیا کرو گے میں نے کہا اسکی مدد سے مسلمانوں کو نماز کے لئے بلایا کریں گے۔ سبز پوش نے کہا تم اس طرح اذان دیا کرو اور یوں مروجہ اذانِ شرعی کے کلمات بتائے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خواب بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ آپ علیہ السلام پر اس سے پہلے وحی آچکی تھی۔ اس لئے سُنتے ہی فرمایا "بے شک یہ رویا حق ہے انشاء اللہ تعالیٰ"۔

پھر عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "یہ کلمات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلقین کردو تاکہ وہ اذان دیں کیونکہ اُن کی آواز تم سے بلند اور شیریں ہے"۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

گو بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کا ذکر نہیں ہے لیکن صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھ کر اذان کی تجویز پیش کی تھی۔ جسکو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمایا اور مروجہ اذانِ شرعی رائج کی گئی۔ اذان کی آواز سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ علیہ السلام کو حق دے کر دنیا میں مبعوث کیا میں نے خواب میں یہی کچھ دیکھا جو عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا۔ یہ سُن کر حضور علیہ اسلام نے فرمایا "الحمدللہ"۔

اس حدیث کو محمد بن اسحٰق نے یوں بیان کیا ہے:۔

"قَالَ ابن اسحٰق ثنیٔ بھٰذا الحدیث محمد بن ابراھیم التیمی عَنْ محمد بن عبداللّٰہ بن زید بن

عبد ربه عَنْ اَبِيهِ"

امام ترمذی اور امام ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اس سند سے یہ حدیث روایت کی ہے۔البتہ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اذان کی تجویز پیش کرنے کا ذکر موجود ہے۔

اصحابِ صُفّہ 1ہجری

اصحاب صفہ سے مراد وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھے جو مسجد نبوی کے ایک کونے میں سائبان کے نیچے چبوترے پر رہتے تھے صفہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سائبان کے ہیں یہ سائبان والا چبوترہ مسجد کے ایک کنارے سے ملا ہوتھا۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں اکثریت دینی مشاغل کے ساتھ ساتھ دوسرے کاروبار یعنی تجارت وکھیتی باڑی زراعت وغیرہ کیا کرتے تھے تاکہ کارخانہ قدرت سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا حصہ حاصل کر کے گزر بسر کرسکیں۔چند لوگ ایسے بھی تھی جنہوں نے اپنی ساری زندگی عبادت اور نبی کریم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لئے وقف کر دی تھی۔یہ سب کے سب بیوی بچوں سے بے نیاز تھے لیکن ان میں سے جب کوئی شادی کر لیتا تو اس صفہ کے حلقے سے نکل جاتا۔ان لوگوں میں سے ایک گروہ دن کے وقت جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا اور انکو فروخت کر کے اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ گروہ سارا دن بارگاہِ نبوی صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم میں حاضر رہتا اور حضور صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا کلام سنتا۔حدیثیں ذہن نشین کرتے اور رات کے وقت اسی چبوترے پر پڑ کر سو رہتے۔ان لوگوں کو دو کپڑے یعنی چادر اور تہبند اکٹھے کبھی بھی میسر نہ آئے یہ لوگ چادر کو اس طرح گلے میں باندھ لیتے کہ رانوں تک لٹکتی رہتی تھی۔یہ لوگ اکثر دو دو روز تک فاقے سے رہتے اکثر ایسا ہوتا کہ جب رسول خدا صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم مسجد نبوی میں نماز کے لئے تشریف لاتے تو یہ لوگ آپ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہو جاتے۔لیکن بھوک اور کمزوری کی وجہ سے نماز کی حالت میں گر پڑتے باہر کے لوگ آ کر دیکھتے اور کہتے یا خیال کرتے کہ دیوانے ہیں۔

(صحیح ترمذی باب اصحاب النبی صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ، بخاری شریف جلد 1 صفحہ 63)

جب دعوت کا کھانا آتا تو آقائے دوجہاں صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم ان کو بلا کر ساتھ ملا کر کھاتے نبی اکرم صَلی اللہ علیہ وآلہ وسَلم کا معمول تھا کہ رات کو ان لوگوں کو مہاجرین وانصار میں تقسیم کر دیتے اور یوں مہاجر وانصار اپنی طاقت کے مطابق ایک یا دو دو کو اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلاتے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ولیم بن حارثہ بن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج) جو کہ نہایت ہی امیر اور صاحب ثروت تھے۔بعض اوقات اَسی اَسی (80) کے قریب مہمان اپنے گھر لے جاتے اور ان کی اعلیٰ پیمانے پر خاطر

مدارات کرتے۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 70)

باب اصحاب صُفہ بخاری شریف میں یہ تحریر ہے کہ اصحاب صفہ رات کی خاموشی میں عبادت کیا کرتے اور یہ ان کا معمول تھا۔ رات کو یہ لوگ قرآن کریم پڑھا کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو قرآن مجید پڑھانے کے لئے ایک معلم مقرر کر رکھا تھا یہ لوگ اسکے پاس جا کر قرآنِ پاک پڑھا کرتے۔ اسی وجہ سے ان میں سے اکثر قاری کہلاتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 130)

مدینہ منورہ سے باہر جب دعوت اسلام کے لئے مسلمانوں کو بھیجا جاتا تو یہی لوگ بھیجے جاتے۔ اصحابِ صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ کل مجموعی تعداد چار سو تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن ایک وقت میں ایک سو سے زائد تعداد نہ تھی۔ کیونکہ اس سے زیادہ اس سائبان کے نیچے جگہ بھی نہیں تھی۔

اصحاب صفہ کے مفصل حال اور ان کے شب و روز کے بارے میں ابو العربی احمد بن محمد البصری التوفی 304ھ نے الگ ایک مدلل رسالہ تحریر کیا ہے۔

حافظ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دو صفحہ کا رسالہ تحریر کیا جس میں ایک سو اصحاب صفہ کے نام درج کئے ہیں۔

مذکورہ واقعاتِ زندگی اصحاب صفہ صحیح بخاری و مسلم باب المغازی میں کہیں کہیں درج ہیں۔

علامہ زرقانی نے دیگر کئی کتب سے بھی ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حالات لے کر اپنی تصنیف میں مفصل درج کئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ صفہ میں سے تھے اور کتب احادیث میں انہوں نے ہی روایت کی ہیں۔ لوگوں نے جب کثرت روایت حدیث کی بناء پر ان پر اعتراض کیا اور کہا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے تو اتنی روایات نہیں کیں تو انہوں نے فرمایا میں رات دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا۔ آپ علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلنے والا ہر حرف ذہن نشین کر لیتا جبکہ دوسرے لوگ اس وقت بازار میں خرید و فروخت اور تجارت میں مشغول ہوتے تھے اب اگر میں نے زیادہ وقت خدمت اقدس میں گزار کر علمی خزانے اکٹھے کئے ہیں تو یہ میری سعادتمندی ہے۔ یہ تو قربانی مال و جان و وقت کے بعد حاصل ہونے والا ثمر ہے جو قسمت نے میری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔

(روایت از صحیح بخاری شریف)

یہودِ مدینہ سے مُعاہدہ 1 ہجری

جب ہم تاریخ عرب کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مدینہ منورہ (یثرب) کی اکثریتی آبادی اوس وخزرج کے قبائل پر مشتمل تھی۔

کتبِ سیرَ میں یہ بات درج ہے کے مدینہ طیبہ کے یہود نسلاً یہودی تھے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے عمالقہ قوم کے مقابلہ کے لئے یہاں آئے اور پھر یہیں آکر آباد ہو گئے نسلاً یہود کی تعداد کم تھی البتہ مقامی لوگ جوان کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ان کا مذہب اختیار کر چکے تھے ان کو ساتھ شامل کرنے سے ان کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی تھی اور یوں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آباد سارے یہودی نسلاً یہودی نہ تھے۔ بلکہ ان میں مقامی لوگ بھی مذہباً شامل ہو گئے تھے۔

بنو قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ وغیرہ یہودیوں کے مشہور قبائل تھے۔ جو کہ مدینہ منورہ اور خیبر میں آباد تھے اور ان لوگوں نے بڑے مضبوط قلعے اور برج بنائے ہوئے تھے۔ جن میں محفوظ سکونت اختیار کئے ہوئے تھے۔ خیبر میں ان لوگوں کے متعدد مضبوط قلعے تھے۔ مدینہ منورہ اور خیبر میں ان کے دینی اور علمی مدارس و مراکز قائم تھے۔ یہ لوگ اہل کتاب تھے اپنے علمی قابلیت اور آسمانی کتب کے علوم کی وجہ سے سرزمین حجاز کے مشرکین پر فوقیت وامتیاز رکھتے تھے۔ کتب سماویہ کے ذریعے یہ لوگ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال واوصاف سے بخوبی واقف تھے لیکن حسد، عناد اور شرارتی فطرت کی وجہ سے حقیقت ظہور نبی آخر الزمان علیہ السلام کو ماننے سے انکاری تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو یہود قریش کو آپ علیہ السلام کے خلاف اکساتے رہتے کبھی کہتے کہ تم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحابِ کہف اور ذوالقرنین اور روح کے بارے سوالات کرو کبھی کوئی سوال کرتے کبھی کوئی۔

جب آپ علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو یہود کی اس آتش حسد عناد میں مزید اضافہ ہو گیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ نور نبوّت کے سامنے اب ہماری علمی برتری ختم ہوگئی اس لئے ان لوگوں نے اپنی شرارتوں کا بازار مزید گرم کر دیا۔

علماء یہود میں سے جو متقی، صالح اور سلیم الفطرت تھے انہوں نے سابقہ کتب میں مذکور احوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر کیا۔ اور خود آپ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ مگر اکثریت اپنی ان فتنہ پردازیوں، فسادی طبیعت اور شرارتوں جن کا تفصیلاً ذکر قرآن کریم میں جا بجا موجود ہے کی وجہ سے اس نعمت عظمٰی سے محروم رہے۔ دوسری طرف ان لوگوں نے اپنی دولت، علم اور سیاسی جوڑ توڑ کی بنا پر انصار کو آپس میں لڑا لڑا کر اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ تمام انصار یہود کے سامنے بالکل بے بس ہو کر رہ گئے تھے یہود ہمیشہ اسی لائحہ کار یعنی پالیسی پر عمل کرتے رہتے کہ انصار

باہم متحد نہ ہونے پائیں۔ بنواوس اور بنوخزرج کا آخری معرکہ جنگ بعاث اس کا ثبوت ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کی گذشتہ تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے حسد، عناد اور فتنہ فساد کے انسداد کے لئے ان سے ایک تحریری معاہدہ کیا تاکہ مستقبل میں مسلمان ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ معاہدہ ہجرت مدینہ منورہ کے پانچ ماہ بعد تحریر کیا گیا۔ معاہدہ کا پانچ ماہ بعد تحریر کیا جانا تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 39 پر تحریر ہے جبکہ تاریخ ہشام اور البدایہ والنہایہ میں تاریخ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو ان کے دین اور اموال واملاک پر بدستور برقرار رکھ کر حسب ذیل معاہدہ تحریر فرمایا اس معاہدہ کی مفصل تشریح سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 178 اور البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 224 پر مذکور ہے۔

ذیل میں اس معاہدہ کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ دونوں فریقین کی باہمی رضامندی سے تحریر کیا گیا۔

شرائط معاہدہ

1۔ خون بہا اور قصاص کا جو طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے وہ بدستور قائم رہے گا۔

2۔ ہر دو فریق عدل وانصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ ادا کریں گے۔ یعنی جس قبیلہ کا جو قیدی ہوگا اسکو چھڑانے کے لئے فدیہ کی ادائیگی متعلقہ قبیلہ کے ذمہ ہی ہوگی

3۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

4۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ روا رکھیں گے۔

5۔ ایک ادنیٰ مسلمان کو پناہ دینے کا حق وہی ہوگا جیسا کہ ایک بڑے رتبہ کے مسلمان کو ہوگا۔

6۔ جو یہود مسلمانوں کے تابع رہ کر زندگی بسر کریں گے ان کی حفاظت کرنا مسلمانوں کا فرض ہوگا ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا اور نہ ہی ان کے مقابلہ میں ان کے دشمن کی کسی قسم کی مدد کی جائیگی

7۔ ہر دو فریقین میں کسی کو لڑائی پیش آجائے تو دوسرا فریق ہر حال میں اسکی مدد کرے گا۔

8۔ اگر فریقین میں کوئی ایسا اختلاف پیدا ہو جائے جس سے فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جائے تو اس اختلاف کا فیصلہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چھوڑ دیا جائے گا۔

9۔ جو قبائل اس عہد اور حلف میں شریک ہیں اگر ان میں سے کوئی قبیلہ اس حلف اور عہد سے الگ ہونا چاہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر علیحدگی اختیار کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔

10۔ کوئی فریق قریش یا ان کے معاونین کو امان نہیں دے گا۔

11۔ اگر کوئی دشمن مدینہ منورہ (یثرب) پر حملہ آور ہو تو ہر دو فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

12۔ اگر ایک فریق کسی سے صلح کرے گا تو دوسرے فریق کو اس میں لازماً شریک ہونا پڑے گا۔ مگر مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی

13۔ اگر کوئی مسلمان قتل ہو جائے اور شہادت قتل بھی موجود ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا البتہ اگر مقتول کے لواحقین خون بہا پر راضی ہو جائیں تو یہ ان کی مرضی ہوگی۔

از البدائیہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 224

ابو عبیدہ کتاب الاموال میں لکھتے ہیں کہ یہ عہد نامہ یا معاہدہ جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے لکھا گیا تھا۔ اس وقت کیونکہ اسلام کچھ کمزور تھا اس لیے یہ حکم تھا کہ اگر یہود مسلمانوں کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کریں تو مال غنیمت میں سے انکو بھی کچھ دے دیا جائے اس وجہ سے اس معاہدہ میں یہود پر یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ جنگی اخراجات میں ان کو بھی حصہ لینا پڑے گا۔

از: روض الانف جلد 2 صفحہ 17

میثاق مدینہ کی شرائط

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان ایک تحریر لکھ دی جس میں یہود سے معاہدہ بھی تھا۔ اس کے مطابق ان کے دین و مال کی حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا۔ ان کے حقوق بھی واضح کیئے گئے تھے اور ان پر شرطیں بھی عائد کی گئی تھیں۔

اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ تحریری معاہدہ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش و یثرب کے ان لوگوں کے مابین ہے جو مومن ہیں، اطاعت گزار ہیں، جو ان کے تابع ہیں، جو ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔

1. یہ سب مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہوں گے۔
2. قریشی مہاجر اسلام سے پہلے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا کریں گے تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو۔
3. بنی عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلایا کریں گے تاکہ مومنوں کا برتاؤ آپس میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

4. بنی حارث اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کرنے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے تا کہ اہل ایمان کے باہمی تعلقات نیکی اور انصاف کے مطابق استوار ہوں۔
5۔ بنو ساعدا پنے دستور کے مطابق خون بہا کی ادائیگی اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ دے کر رہائی دلوانے کے ذمہ دار ہوں گے تا کہ مومنوں کے تعلقات نیکی اور انصاف کی بنیاد پر قائم ہوں۔
6۔ بنو جشم اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائیں گے تا کہ مسلمانوں میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر باہمی خیر سگالی و خیر خواہی کی فضا قائم ہو۔
7۔ بنو نجار اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوں گے تا کہ اہل ایمان کے باہمی روابط بھلائی اور انصاف کی بنیاد پر مضبوط ہوں۔
8۔ بنو نبیت اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کرنے اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلانے کے ذمہ دار ہوں گے تا کہ اہل ایمان کا باہمی میل جول بھلائی اور انصاف کا آئینہ دار ہو۔
9۔ بنو اوس اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلایا کریں گے تا کہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

اہل ایمان کی ذمہ داریاں

10۔ اہل ایمان میں سے اگر کوئی شخص مفلس اور قلاش ہے یا قرض کے بوجھ تلے بری طرح دبا ہوا ہے تو اس کے ساتھی ایسے شخص کو لازمی طور پر امداد دیں گے تا کہ اس کے حق کا خون بہا یا فدیہ بخوبی ادا ہو سکے۔
11۔ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی اجازت کے بغیر اس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہیں کرے گا۔
12۔ اہل تقویٰ اور اہل ایمان ہر اس شخص کی مخالفت متحد ہو کر کریں گے جو سرکشی، ظلم، زیادتی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ایسے شخص کے خلاف تمام اہلِ ایمان کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی ہو۔
13۔ کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا۔ اور نہ کسی کے خلاف کسی کافر کو امداد دی جائے گی۔
14۔ اللہ تعالیٰ کا ذمہ وعہد ایک ہی ہے۔ اہل اسلام کا ایک معمولی درجے کا فرد بھی کسی شخص کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
15۔ یہودیوں میں سے جو اس معاہدے میں شریک ہوں گے، انہیں برابر کی حیثیت حاصل ہوگی۔ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

16۔ اہل اسلام کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جنگ کے موقع پر کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور یہ صلح سب مسلمانوں کے لئے برابر اور یکساں ہونی چاہیے۔

17۔ وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں گے باری باری انہیں آرام کا موقع دیا جائے گا۔

18۔ مومنوں کو اللہ کی راہ میں جو جانی نقصان اٹھانا پڑے اس کا بدلہ وہ سب مل کر لیں گے۔

19۔ بلاشبہ متقی مومن سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

20۔ اس معاہدے میں شریک کوئی مسلمان، مشرک قریش کے مال وجان کو پناہ نہیں دے گا اور اس سلسلے میں وہ کسی مسلمان کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔

21۔ جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اس کا ثبوت ملنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کا وارث خون بہا لینے پر راضی ہو جائے تو قاتل قصاص سے بچ سکتا ہے۔ تمام اہل ایمان پر لازم ہوگا کہ وہ مقتول کے قصاص کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اس کے سوا ان کے لئے کوئی صورت جائز نہیں ہوگی۔

22۔ کسی ایسے مسلمان کے لئے جو اس عہد نامے کو تسلیم کر چکا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہ ہوگا کہ وہ ایسے شخص کو پناہ دے جو نئی بات نکالنے والا اور فتنہ انگیزی کرنے والا ہو۔ جو ایسے شخص کی حمایت کرے گا یا اسے پناہ دے گا وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب کا مستوجب ہوگا جہاں کوئی فدیہ اور ہدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

23۔ اس عہد نامے کی پابندی کرنے والے لوگوں کے درمیان جب کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رجوع کریں گے۔

یہودیوں کے حقوق

24۔ یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر جب تک جنگ کرتے رہیں گے تو وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات بھی خود ہی برداشت کریں گے۔

25۔ بنی عوف کے یہودی، مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت متصور ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ خواہ موالی ہوں یا اصل، لیکن ظلم اور جرم کے مرتکب افراد اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے سوا کسی اور کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔

26۔ بنو نجار کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

27۔ بنو حارث کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

28۔ بنو ساعد کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

29۔ بنو جشم کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔
30۔ بنو اوس کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔
31۔ بنو ثعلبہ کے یہودی بھی انہی حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے بنو عوف کے یہودی ہیں، مگر جو ظلم اور جرم کا ارتکاب کرے گا اس کی مصیبت اور اس کا وبال صرف اس کی ذات اور اس کے گھرانے پر ہوگا۔
32۔ جعفنہ، بنی ثعلبہ کی شاخ ہیں، لہٰذا جعفنہ کے یہودیوں کے حقوق بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے حقوق کے برابر ہوں گے۔
33۔ وفا شعاری کے صورت میں یہودی بنی شطیبہ کے حقوق وہی ہوں گے جو یہود بنی عوف کے ہیں۔
34۔ بنو ثعلبہ کے موالی کے حقوق وہی ہوں گے جو اصل کے ہیں۔
35۔ یہودیوں کے تمام موالی کے وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

قیام امن اور دفاع کی مشترکہ ذمے داریاں

36۔ معاہدے کا کوئی فریق بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے نکلنے کا مجاز نہیں۔
37۔ زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خونریزی کے مرتکب کی ذمے داری اس کی ذات اور اس کے گھر پر عائد ہوگی۔ مظلوم کے ساتھ اللہ ہے۔
38۔ یہودی اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے۔
39۔ اس معاہدے کے شریک کسی فریق کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکاء ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ آپس میں مشورہ کریں گے، ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفا شعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔
40۔ کسی شخص کو حلیف کی بدعملی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا، مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔
41۔ یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے وہ جنگ کے اپنے مصارف خود برداشت کریں گے۔
42۔ معاہدے میں شریک تمام فریقوں کے لئے یثرب کا میدان مقدس ومحترم ہوگا۔
43۔ پناہ حاصل کرنے والے کے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو پناہ دینے والے کے ساتھ ہو رہا ہو۔ نہ اسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کرے گا۔
44۔ کسی عورت کو اس کے خاندان والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

45۔ اس معاہدے میں شریک افراد یا گروہوں کے درمیان کوئی نئی بات، معاملہ یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ عہدنامے کی اس دستاویز میں جو کچھ درج ہے وہ اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ پوری احتیاط اور وفاشعاری کے ساتھ اس کی پابندی کی جائے۔

46۔ نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ان کے کسی معاون کو۔

47۔ یثرب پر حملے کی صورت میں معاہدے کے شرکاء یعنی مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

48۔ اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہوگا۔ لیکن اس کا اطلاق ایسی جنگ پر نہ ہوگا جو خالص دین کے لئے ہو۔

49۔ معاہدے میں شریک ہر شخص اور گروہ پر یثرب کے اسی حصے کی ذمہ داری ہوگی جو اس کے سامنے یعنی بالمقابل ہوگا۔

50۔ اوس کے یہودیوں کو خواہ وہ موالی ہوں یا اصل وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے کو قبول کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

51۔ اس عہدنامے کے حکم میں ظالم اور خطاکار داخل نہیں جو جنگ کے لئے نکلے وہ بھی اور جو گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی اس کا حقدار ہوگا۔

52۔ اللہ اس کا حامی ونگہبان ہے جو اس اقرار وعہد میں مخلص اور سچا ہے۔ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا حامی ہے۔

عام مورخین کے نزدیک یہ ایک دفاعی معاہدہ تھا، لیکن اگر غور سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ یہ دنیا کی تاریخ ساز اور انقلاب انگیز دستاویز تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی نظریاتی اور فلاحی ریاست وجود میں آئی جس نے انسانی تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔ اس دستاویز میں ریاست کی بنیادی حکمت عملی (پالیسی)، شہریوں کے حقوق وفرائض، ریاست کے دفاع واستحکام کے لائحہ عمل، خارجہ حکمت عملی (پالیسی) کے اصول وضوابط اور ریاست کے وفاق میں شامل ہونے والے مختلف یونٹوں (اکائیوں) کے حدود کار تفصیل سے بیان کر دیئے گئے۔

پہلی یعنی ایک ہجری میں اس میثاق کی رو سے یثرب کی سرزمین پر جو منظم ریاست قائم ہوئی وہ صرف ڈیڑھ سو مربع کلومیٹر پر محیط تھی، لیکن صرف دس سال میں اس میں اتنی توسیع ہوئی کہ 11 ہجری میں پندرہ لاکھ کلومیٹر کے وسیع

وعریض علاقے پر اس کا علم لہرا رہا تھا۔ پورا علاقہ امن و سلامتی کا گہوارہ تھا۔ سب کے جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ تھے۔ پورا معاشرہ منظم تھا۔ باہمی اعتماد و اتحاد اور تعاون و رواداری کا دور دورہ تھا۔ معاشرے کی تمام قوتیں پورے جوش و خروش سے انسانیت کی تعمیر و فلاح کی مثبت سرگرمیوں میں مصروف تھیں۔

اس میثاق کو مرتب کرنے والی اس کے لئے زمین ہموار کرنے والی ہستی وہ تھی جسے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل تھا، جسے مبعوث ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ دین حق کو تمام ادیان باطل پر غالب کر دے اور ظلم و ستم کی چکیوں میں پسی ہوئی انسانیت کو امن و سلامتی اور عدل و انصاف میسر ہو۔

ابو عبیدہ کتاب الاموال میں لکھتے ہیں کہ یہ عہد نامہ یا معاہدہ جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے لکھا گیا تھا۔ اس وقت کیونکہ اسلام کچھ کمزور تھا اس لیے یہ حکم تھا کہ اگر یہود مسلمانوں کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کریں تو مال غنیمت میں سے انکو بھی کچھ دے دیا جائے اسی وجہ سے اس معاہدہ میں یہود پر شرط عائد کی گئی تھی کہ جنگی اخراجات میں ان کو بھی حصہ لینا پڑے گا۔

(از: روض الانف جلد 2 صفحہ 17، سیرت النبی کامل مؤلفہ ابن ہشام جلد 1 صفحات 554 تا 561)

متفرق واقعات 1 ہجری

1۔ ہجرت کے پہلے سال انصارِ مدینہ منورّہ میں سے دو نہایت ہی اہم اور خاص مقربین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی حضرت کلثوم بن ہدم اور حضرت اسعد بن زرارہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین انتقال فرما گئے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش قسمت صحابی تھے جن کو مقام قباء میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا اسکے علاوہ ہجرتِ مدینہ کے وقت بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی انہی کے گھر پر ٹھہرے۔

2۔ حضرت زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن چھ خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکّہ مکّرمہ میں ہی جناب فخر موجودات علیہ السّلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ کیونکہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب تھے اس لئے ان کی وفات کے بعد قبیلہ والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کسی شخص کو اس منصبِ نقابت پر فائز فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میرے ننھیال میں سے ہو اور میں تم میں سے ہوں اس لئے میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بنونجار اس رشتہ عظیم پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔

(روض الانف جلد 2 صفحہ 17، تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 257 وغیرہ)

3۔ اِدھر انصارِ مدینہ کی یہ دو نہایت ہی اہم ترین شخصیات انتقال فرما گئیں تو اُدھر اسی سال مشرکین مکّہ کے بھی

دو اہم شخص جو سرداروں میں سے تھے مر گئے ان میں سے ایک ولید بن مغیرہ اور دوسرا عاص بن وائل تھا۔
ولید بن مغیرہ، حضرت خالد بن ولید "سیف اللہ" رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی) کا باپ تھا جبکہ عاص بن وائل حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سلہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی) فاتح مصر کا باپ تھا۔
(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 257)

4۔ ہجرت کے پہلے سال کسی مہاجر صحابی کے ہاں لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا اور یہود نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے اب مسلمانوں کے ہاں لڑکیاں ہی پیدا ہوا کریں گی۔ خداوندِ کریم نے ان کو جھوٹا ثابت کر دیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ جنکی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی خبر سُن کر مہاجرین نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور یہود جھوٹے ثابت ہوئے۔

5۔ پہلی سن ہجری میں 9 ماہ بعد شوال میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ زفاف فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں جب ہم مدینہ منورہ میں آئے میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محلّہ سخ میں خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج) کے ہاں ٹھہرے ایک روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام کے گرد انصار مرد اور عورتوں کی جماعت اکٹھی ہوگئی۔ میری والدہ نے مجھے پکڑا میرے بالوں میں کنگھی کی میری مانگ سجائی میرا منہ دھویا اور مجھے اپنے ہمراہ لے کر اس مکان کے دروازے پر پہنچی جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میرا نفس مجھ پر تنگ ہونے لگا۔ پس تھوڑی دیر بعد مجھ میں تسکین و اطمینان پیدا ہوا۔ مجھے اندر لے جا کر حضور علیہ السّلام کے پہلو مبارک میں تخت پر بٹھا دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ علیہ السلام کی زوجہ ہے۔ اللہ کریم آپ علیہ السلام کے ذریعے اس میں برکت فرمائے اسکے بعد لوگ گھر سے باہر چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ زفاف فرمایا۔ کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہیں کی گئی۔ ولیمہ میں صرف دودھ کا ایک پیالہ تھا جو کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے آیا تھا۔ اس دن میری عمر پورے نو سال تھی جبکہ مکہ مکرمہ میں جب میرا حضور علیہ السّلام سے عقد ہوا تو اس وقت

میری عمر چھ یا سات سال تھی۔

(از: مدارج النبوت: شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

6۔ ہجرت مدینہ منورّہ کے وقت جب مُسلمان شہر میں آئے تو مدینہ شہر کے تمام کنویں کھاری تھے، میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا جس کو بیئر رومہ کہتے تھے اس کنویں کا پانی میٹھا اور نہایت ہی خوش ذائقہ تھا۔ ایک یہودی اس کنویں کا مالک تھا جو قیمت کے بغیر کسی کو پانی نہیں دیتا تھا مہاجرین و دیگر مُسلمانوں کو اس سلسلے میں بڑی مشکل و دشواری پیش آ رہی تھی۔ سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیئرِ رُومہ کو مہنگے داموں خرید کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر جنت کے ایک چشمہ کے عوض فروخت کر دیا۔ اور اس بیئرِ رومہ کو مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیا کہ جس کا جی چاہے اس کنویں سے جتنا چاہے پانی حاصل کرے۔

(از: امام ترمذی، کنز العمال، تاریخِ طبری جلد 6 صفحہ 372)

امام بخاری نے اجمالاً کتاب المساقات و کتاب الوقف میں اس واقعہ کا ذِکر کیا ہے۔

7۔ جب نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورّہ میں تشریف لائے تو اسوقت اس شہر کا نام یثرب یعنی ''وباؤں کا گھر'' تھا۔ چنانچہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار ہو گیا۔ جب بخار کی شِدّت ہوتی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:

''ہر شخص اپنے گھر میں دُعائیں دیئے جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی صُبح بالخیر کرے اور حال یہ ہے کہ موت اسکے جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے''۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار کی شِدّت بڑھ جاتی تو وہ فرماتے:

''آگاہ رہو اور غور سے سُنو۔ اے کاش میری سمجھ موجود ہوتی اور مجھے میری عقل و فہم بتاتی کہ میں کوئی رات بسر کروں گا اس وادی میں جہاں میرے اِردگرد سرکنڈے کی طرح خوشبودار پودا (اذخر) اور ضعیف و کمزور نباتات (جلیل) ہوں۔ اور آیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ ہوں گے۔ اے اللہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما کہ انہوں نے ہم کو مکّہ مکّرمہ سے نکالا''۔

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو دُعا فرمائی کہ ''اے اللہ کریم ہمیں مدینہ اس طرح محبوب بنا دے جس طرح مکہ مکّرمہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ اس شہر کو ہمارے لئے مقامِ صحت و عافیت بنا دے اور اسکے صاع (پیمانہ جس کی مقدار تقریباً چار سیر) ہے اور مدّ (پیمانہ بمقدار ایک سیر) میں ہمارے لئے برکت پیدا فرما اور اس بخار (تپ) کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے''۔ (جحفہ میں یہود آباد تھے جو اسلام کے بدترین دشمن تھے) اس دعا کے بعد یثرب مدینہ منورہ صحت افزاء مقام بن گیا اور

حجفہ وباؤں کا گھر۔

روایت از: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،
الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از: علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مدارج النبوت از: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جلد 2 صفحہ 126

فرضیت رمضان 1،2 ہجری

ہجرت کے پہلے سال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ روزہ رکھنے کا یہ حکم یوم عاشورہ کے لیے تھا۔ جب آپ علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے شر سے نجات پائی تھی۔ اس خوشی کے موقع پر شکرانہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور اسکے بعد باقی تمام ظاہری حیات دنیا میں اس روز روزہ رکھتے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہم اپنے بھائی کی سنت کے احیا کے لیے روزہ رکھا کریں گے۔ کیونکہ ہم سے زیادہ بھائی کی اس اتباع کا کوئی حقدار نہیں ہے"۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے منادی کو کہا کہ وہ اعلان کردے کہ تمام مسلمان اس دن کا روزہ رکھا کریں گے۔ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا۔

روایت از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخاری شریف، فتح الباری، طحاوی وغیرہ

علماء ومحققین فرماتے ہیں کہ اس خبر کے صدق وسچ ہونے کے بارے بذریعہ وحی آپ کو باخبر کردیا گیا تھا۔ یا اس جماعت کے علماء نے آپ علیہ السلام کو خبر دی تھی جو اب مسلمان ہوچکے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کیونکہ شرائع میں کافر کی خبر معتبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو عاشورہ کے روزہ کی تاکید کا حکم باقی نہ رہا۔ اور سرکار دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ جو کوئی چاہے روزہ رکھ لے کسی پر اب پابندی نہیں ہے۔

کذافی روضۃ الاحباب

ہجرت کے پہلے سال ماہ شعبان کے آخری عشرہ میں رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم فرقان حمید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ البقرہ آیت 185۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ

ترجمہ: ''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا (اترا) لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینے پائے ضرور اس کے روزے رکھے''۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے سال یوم عاشورہ دسویں محرم کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو فرمایا کہ اب کوئی عاشورہ کا روزہ رکھے چاہے نہ رکھے اسکو اختیار حاصل ہے۔

از بخاری، مسلم، ابوداؤد، موطا، ترمذی، مدارج النبوت

2 ہجری میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات، تحویل قبلہ 2ھ

تحویل قبلہ 2ھ میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ ہے۔ جیسا کہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ نماز دین اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے۔ نماز کی ادائیگی کے لیے خشوع اسکی روح کا درجہ رکھتا ہے۔ خشوع و خضوع کے لیے جہاں باطنی یکجہتی ضروری ہے وہاں ظاہری یکجہتی بھی لازمی امر ہے۔ کیونکہ ظاہر عمل باطن پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے اور یوں حاصل مقصد کو بڑی تقویت و ہمت حاصل ہوتی ہے۔

نماز باجماعت، جمعہ و عیدین سے اتحاد کا جو عملی مظاہرہ ہوتا ہے اس کا جو اثر نمازیوں پر پڑتا ہے وہ کسی بیان کا محتاج نہیں۔ اس لیے نماز میں ایک سمت کا تعین بہت ضروری ہے۔ سمت کے اس تعین میں انسانی عقل و دانش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جہت کے اس تعین کا حق صرف اسی ذات اقدس کو ہے جو لائق عبادت ہے۔ ہر قوم، گروہ اور مذہب کا اپنا ایک خصوصی امتیازی شعار ہوتا ہے جس کے تعین کے بغیر اس قوم، گروہ اور مذہب کی مستقل حیثیت قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے یہ شعار قبلہ نماز قرار دیا ہے۔ یہ شعار اس قدر وسیع دائرہ پر محیط ہے کہ اس قبلہ شریف کی طرف رخ کرنا ہی انسان کو کفر کے دائرہ سے نکال کر اسلام کے دائرہ میں داخل کر دیتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو ابتدائی سولہ یا سترہ ماہ تک آپ علیہ السلام بیت المقدس کی جانب منہ مبارک کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ اہل یہود بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے تھے اور مسلمانوں کا بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نمازیں ادا کرنا ان لوگوں کے لیے باعث تکلیف قلوب تھا۔ یہود اسلام سے پہلے اپنے علمی مقام کی وجہ سے کفار مشرکین میں بڑی اہمیت رکھتے تھے اس لیے اہل یہود اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے قبلہ کا رخ بھی وہی ہے جو ان کا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ شریف یعنی مسجد الحرام ہو جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ آپ کو مسلسل انتظار رہتا کہ کب ان کی خواہش کی تکمیل کے لیے خداوند کریم کی طرف سے تبدیلی قبلہ کا حکم

نازل ہوتا ہے۔ مذکورہ مدت کے بعد خداوند تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ آرزو پوری فرمادی اور یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔سورۃ البقرہ آیت 144۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

ترجمہ:''بے شک ہم دیکھتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرہ مبارک کا بار بار پھرنا آسمان کی طرف پس ضرور ہم پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف کہ آپ اسے پسند کرتے ہیں (جس میں تمہاری خوشی ہے)۔ پس پھیر لیجئے اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو پس پھیرو اپنا منہ اسکی طرف''۔

اس آیت مبارکہ کے تحت قبلہ بیت المقدس منسوخ ہو گیا۔

صحیح بخاری وفتح الباری شرح بخاری

اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکّی دور میں قبلہ بیت المقدس تھا یا یہ کہ کعبہ شریف؟

جمہور علماء اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ قبلہ بیت المقدس ہی تھا۔لیکن حضور علیہ السلام اس طرح کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیت المقدس کے درمیان کعبہ شریف ہوتا تھا۔ اور اسی فعل پر آپ علیہ السلام عمل فرماتے رہے۔ جب ہجرت کے بعد آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہ صورت نہ ہو سکی کہ دونوں قبلوں کو جمع فرما سکیں۔ اس لیے بحکم الٰہی قبلہ تبدیل کر دیا گیا۔

تحویل قبلہ کی کیفیت یہ ہے کہ نصف شعبان یوم سہ شنبہ یا نصف رجب یوم دوشنبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی سلمہ کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ جبریل علیہ اسلام نے تحویل قبلہ کا حکم سنایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ تمام مقتدی بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی مسجد بیت المقدس سے مسجد الحرام کی طرف مڑ گئے اور نماز مکمل کی۔

اسی لیے مسجد بنی سلمہ جو کہ وادی عقیق اور بیئر رومہ کے نزدیک مدینہ منورہ سے مغرب کی جانب نصف میل کی مسافت پر ہے جہاں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا کو مسجد قبلتین کہتے ہیں یعنی دو قبلوں والی۔

بخاری شریف، روضۃ الاحباب

ایک نمازی جو کہ تحویل قبلہ کے وقت نماز میں شریک تھا جب مسجد بنی حارثہ میں گیا تو مسلمان بدستور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے اس شخص نے تحویل قبلہ کی خبر دی تو انصار کی اس جماعت نے فوراً اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف پھیر دیا۔ دوسرے روز مسجد قباء میں نماز فجر کے وقت یہ خبر پہنچی تو تمام نمازیوں نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا۔ مسجد قبلتین اس مقام پر ہے جہاں بیت المقدس اور مسجد الحرام کعبہ شریف ایک دوسرے کے متقابل ہیں اس مقام

پر اگر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو پشت کعبہ کی طرف ہوتی ہے اور اگر منہ کعبہ شریف کی طرف کریں تو پشت بیت المقدس کی طرف ہوتی ہے۔ بیت المقدس مدینہ منورہ سے عین شمال میں واقع ہے اور کعبۃ اللہ بالکل جنوب میں۔

تحویل قبلہ کا جب حکم نازل ہوا تو یہودی سخت برہم و ناراض ہوئے۔ انہوں نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بات میں ہماری مخالفت کرتے ہیں اسی لیے انہوں نے مخالفت کی وجہ سے قبلہ کی سمت تبدیل کر دی ہے۔ خداوند کریم نے یہودیوں کے اس اعتراض اور اسکے جواب کو قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا۔ سورۃ البقرہ آیت 142 تا 143۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾

ترجمہ: ''اب کہیں گے لوگوں میں سے بیوقوف کس چیز نے پھیرا ان کو ان کے قبلے سے جس پر وہ تھے۔ کہہ دیں اللہ کی ہے مشرق و مغرب چلاتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف''۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ

ترجمہ: ''اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا۔ کہ معلوم کریں کون تابع رہتا ہے رسول کا اور کو پھرتا ہے الٹے پاؤں۔ اور البتہ یہ قبلہ ہے شاق و دشوار مگر ان لوگوں پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے (حکمت احکام کی)''۔

مومنوں میں سے بعض آدمی یہ کہنے لگے کہ جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے وصال پا چکے ہیں مثلاً حضرت براء بن معرور اور حضرت اسعد بن زرارہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ۔ انہوں نے تو تمام نمازیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا فرمائیں ان کا کیا ہوگا؟

اس پر قرآن کریم میں آیت ناز ہوئی (سورۃ البقرہ آیت 143)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ

ترجمہ: ''اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے''۔

یعنی پہلا بھی حکم الٰہی تھا اور یہ بھی حکم الٰہی ہے۔ منسوخ ہونے سے سابقہ حکم باطل نہیں ہو جاتا دونوں ہی حق ہیں۔

سورۃ البقرۃ آیات 142، 143 میں یہود کے اعتراض نقل فرما کر یوں جواب ارشاد فرمایا:
" کہ مشرق ومغرب بلکہ تمام جہان سب خدا کے ہی ہیں"

سورۃ البقرآیت 142

اسکو کسی خاص جہت سے خصوصیت نہیں کیونکہ وہ مکان اور جہت سے پاک ہے وہ جس جہت کو چاہے قبلہ مقرر کردے۔ ہمارا کام اطاعت ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا:
" کہ تحویل قبلہ اس واسطے ہوا کہ ثابت ومتزلزل میں عیاں طور پر تمیز ہو جائے"۔ البقرا 143 تا 150
از الوفا با حوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مدارج النبوت

سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی، 2 ہجری

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح دوسرے سال ہجری کے اہم واقعات میں سے ہے۔

صحیح ترین قول کے مطابق سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت شریفہ نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ ان ایام میں بیت اللہ شریف میں سیلاب کا پانی داخل ہو گیا تھا جسکی وجہ سے بیت اللہ شریف کی عمارت کو نقصان پہنچا اور قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی۔

ماہ رمضان 2ھ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا گیا۔ بعض روایات میں نکاح رجب اور بعض علما کے نزدیک ماہ صفر میں شادی ہوئی۔

کذافی جامع الاصول

شادی کے وقت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک سولہ سال تھی۔ بعض علماء کے نزدیک اٹھارہ سال اور بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اس وقت عمر پندرہ سال تھی۔ جبکہ شادی کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

اکثر روایات میں آیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخواست کی تو حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا "مجھے اس بارے میں وحی کا انتظار ہے"۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی تو تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی صغیر سن ہیں"۔

مشکوٰۃ شریف

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (برکتہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان۔ حبشہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد محترم اور والدہ محترمہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں۔ پہلے حارث بن خزرج کے خاندان میں عبید بن زید سے عقد ہوا، ان کی وفات کے بعد رسول کریم علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح فرما دیا۔ اسامہ انہیں کے بیٹے تھے) نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جاؤ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے سوال کرو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم آتی ہے اور پھر آپ حضرت ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے انکار کر چکے ہیں تو مجھے کیوں کر ہاں فرمائیں گے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ترین آدمی ہو ان کے چچازاد بھائی ہو شرم مت محسوس کرو۔

از روضۃ الاحباب

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کس غرض سے میرے پاس آئے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے درخواست لے کر آیا ہوں۔ اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مرحبا و اھلا" یہ دو الفاظ ادا کرنے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا یہ سوال سن کر آپ علیہ السلام پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی جیسی وحی کے نزول کے موقع پر ہوتی تھی۔ آپ علیہ السلام از خود رفتہ ہو گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت جاتی رہی اور فرمایا "اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خداوند کریم کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ کریم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کر دیں"۔

"اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاؤ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ و زبیر اور انصار کی جماعت (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کو بلا لاؤ"۔ میں سب کو بلا لایا۔ جب سب لوگ حاضر خدمت ہوئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر شادی کرنے کی ترغیب کے بارے میں ارشاد فرمایا اور اسکے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔

چار سو مثقال حق مہر مقرر فرمایا اور فرمایا ''اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قبول کرتا ہے''۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں قبول کرتا ہوں اور راضی ہوں۔ اور اسکے بعد چھوہاروں کا ایک تھال طلب فرما کر لوگوں میں بکھیر دیا۔

از مواہب لدنیہ

نکاح کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ گھر تشریف لائے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''میرے لیے پانی لاؤ'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لکڑی کا پیالہ پانی سے بھر کر لائیں اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ پکڑ کر اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''بیٹی آگے آؤ'' اور وہ آگے آئیں تو آپ علیہ السلام نے وہ پانی ان کے سینے اور سر مبارک پر چھڑک دیا اور ''فرمایا اے خداوند کریم میں اس لخت جگر کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اسکی اولاد کو بھی شیطان مردود سے'' پھر ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ میری طرف پشت کرو'' انہوں نے ایسا ہی کیا آپ علیہ السلام نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی انڈیلا اور فرمایا ''اے خداوند قدوس! میں اسے اور اسکی اولاد کو شیطان لعین سے تیری پناہ میں دیتا ہوں''۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا ''پانی لاؤ'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے علم تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھا اور پانی کا پیالہ بھر لایا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا اور مجھے فرمایا کہ آگے آؤ۔ میں آگے آیا تو سرکار علیہ السلام نے وہ پانی میرے سر پر ڈالا اور کچھ میرے چہرے پر پھر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُعِیذُ بِکَ وَ ذُرِّیَةٍ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ ○

پھر فرمایا اپنے اہل کے ساتھ آؤ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بَرَکَة

(جزری نے حصن حصین میں صحیح ابن حبان سے نقل کیا ہے)

جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکاح کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''اے میری بیٹی کیوں رو رہی ہے''۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے مجھے ایسے شخص کے ساتھ بیاہ دیا ہے جسکے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی چیز اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ اللہ کریم نے جن دو ہستیوں کو ساری روئے زمین پر سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا ہے ان میں سے ایک تمہارا والد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دوسرا تمہارا خاوند (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے''۔

(خطیب نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کی ہے)

دوسری جگہ آیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں نے تمہاری شادی اس شخص سے

کی ہے جو از روئے اسلام مسلمانوں میں سب سے پہلا ہے۔ اور علم کے اعتبار سے ان میں سے دانا ترین ہے اور تم میری امت کی عورتوں میں سے بہترین ہو جیسے کہ مریم اپنی قوم میں تھی کیا تو اس پر راضی نہیں ہے''۔

(حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں نے تیری شادی اس سے کی ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے''۔

روایت از طبرانی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ''کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ایک گھوڑا اور ایک زرہ میرے پاس ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ''گھوڑا تمہارے لیے ضروری ہے لیکن زرہ فروخت کر کے اسکی قیمت میرے پاس لاؤ''۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہ کو چار سو اسی (480) درہم میں فروخت کر دیا اور رقم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ علیہ السلام نے اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی اور فرمایا ''اس خوشی کے موقع پر یہ رقم خرچ کر دیں''۔ باقی رقم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دی اور فرمایا کہ ''اس رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے گھر کی ضرورت کا سامان خریدیں''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھ کر چند صاع جو کھجور اور حیش (دودھ کا خشک مرکب) سے اپنی دعوت ولیمہ کا بندوبست کیا اس زمانہ میں اس سے بہتر کوئی اور دعوت ولیمہ نہ تھی۔

شادی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے الگ مکان لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی مکانات تھے جن میں سے اکثر وہ پہلے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور مکان مجھے دلوا دیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اسکو کہاں تک کہوں اب مجھے شرم آتی ہے''۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو دوڑے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میرا مال، میری جان اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ علیہ السلام ہی کا ہے خدا کی قسم آپ علیہ السلام میرا جو مکان اپنے استعمال کے لیے لیتے ہیں مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہے۔ اسکے بعد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سکونت اختیار فرمائی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہنشاہ کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں ایک بان کی چارپائی، چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی

بجائے کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، ایک چھاگل پانی کے استعمال کے لیے، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے عطا فرمائے۔

یہ جہیز مختار کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو عطا فرما کر امت کے لیے ایک مثال قائم فرما دی۔ کہ جہیز کی زیادتی سے بچو۔ اور جہیز کی زیادتی کا مطالبہ مت کرو۔

ہمیں چاہیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت مبارکہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

ماخوذ از طبقات ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے کاموں کی تقسیم خود فرما دی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''گھر کے اندر روٹی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا، وغیرہ تمام کام تم سرانجام دیا کرو گی'' جبکہ باہر کے کام یعنی اونٹوں کو پانی پلانا، بازار سے چیزیں خریدنا اور دیگر تمام بیرونی کام حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرانجام دیا کریں گے۔ اگر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کسی وجہ سے موجود نہ ہوں تو یہ کام حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ محترمہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انجام دیں گی جن کا قیام خاتون جنت کے گھر میں ہوگا''۔

اہل سیر حضرات تحریر کرتے ہیں کہ آگ کے پاس بیٹھ کر کام کرنے روٹی پکانے جھاڑو دینے اور دیگر کاموں کی وجہ سے سیدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ کے ہاتھ بھی ان کاموں کے کرنے سے متاثر ہوئے۔

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کام کی زیادتی میرے لیے کافی دشواری کا باعث ہے۔ آپ میرے لیے ایک خدمت گار کا بندوبست فرما دیں۔ یہ سن کر فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے میری لخت جگر میں تمہیں ایک ایسی چیز سکھا دیتا ہوں جو تیرے حق میں خدمتگار سے بہتر ہے۔ جس وقت کام وغیرہ سے فارغ ہو کر تم اپنی خواب گاہ میں جاؤ تو تینتیس (33) بار سُبْحَانَ اللہ 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ 34 بار اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ لیا کرو''۔ اسکے بعد خاتون جنت اس وظیفہ پر ہمیشہ عمل فرماتی رہیں۔

از مدارج النبوت، الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اوصاف رسول کریم علیہ السلام اور یہودی علماء کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوالات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نو روشن نشانیاں

(1) ترمذی نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی اور ابونعیم صفوان بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ، اس نبی کے پاس چلیں اور ان سے اس آیت
سورہ بنی اسرائیل اسراء آیت 101

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ

ترجمہ: ''بے شک ہم نے موسیٰ کو نو واضح روشن نشانیاں دیں''۔
کے متعلق سوال کریں تو انہوں نے آ کر آپ علیہ السلام سے اس کے متعلق پوچھا، آپ علیہ السلام نے اس کو مندرجہ ذیل جواب دیا۔

1-اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔
2-اسراف نہ کرو۔
3-زنا سے باز رہو۔
4-ناحق کسی کو قتل نہ کرو۔
5-جادو نہ کرو۔
6-سود نہ کھاؤ۔
7-بے گناہ کو حاکم کے پاس قتل کے لئے نہ لے جاؤ۔
8-پاک دامن پر بہتان نہ باندھو۔
9-اے یہودیو! ایک حکم تمہارے ساتھ مخصوص ہے کہ ہفتہ کے دن کے بارے میں زیادتی نہ کرو۔

یہ جواب سن کر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے، اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: (جب تم یہ مانتے ہو تو) تمہیں اسلام لانے سے کیا چیز مانع ہے؟ کہنے لگے داؤد علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ پیغمبر رہے گا، ہمیں اندیشہ ہے کہ (ہمارے اسلام قبول کرنے سے) یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔

ستارے یوسف علیہ السلام

(2) سعید بن منصور، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، حاکم، بیہقی اور ابونعیم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنیم بن سلمہ۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ ان سے احادیث کی مرویات 540 تک پہنچتی ہے۔ 19 غزوات میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ 74 ہجری میں 94 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی) سے نقل کرتے ہیں۔ ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ان ستاروں کے متعلق بتایئے جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھ سجدہ ریز ہوتے دیکھا، ان ستاروں کے نام کیا تھے؟ آپ علیہ السلام نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ جبریل امین نے نزول فرمایا، اور ان ستاروں کے نام بتائے، آپ نے اس یہودی کو بلا بھیجا اور فرمایا: اگر میں ان ستاروں کے نام بتا دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے، اس نے کہا: ہاں! تو آپ علیہ السلام نے ان سب کے نام بتا دیئے۔ جو کہ یہ ہیں۔

(1) خرثان، (2) طارق، (3) ذیال (4) کثغان (5) فرع (6) وثاب (7) قابس (8) ضروح (9) عمودان (10) مصبح (11) فلیق (12) ضیاء۔

ان کے علاوہ انہوں نے ایک نور دیکھا کہ افق سماء پر ساجد تھا، یہ سن کر وہ یہودی پکار اٹھا، بخدا! یہی نام تھے۔

(3) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، ایک یہودی عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام اس وقت سورہ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے، اس نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو یہ کلام کس نے پڑھایا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ نے مجھے سکھایا" وہ سن کر بڑا متعجب ہوا، لوٹ کر یہودیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن اس طرح پڑھ رہے ہیں جیسا کہ (اس کا مضمون) توریت میں اترا ہے۔ وہ یہودیوں کے ایک گروہ کو لے کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں آیا، جنہوں نے آپ علیہ السلام کے اوصاف پہچانے اور آپ علیہ السلام کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی، وہ آپ علیہ السلام سے سورہ یوسف کی تلاوت سننے لگے، اور تعجب کا اظہار کرنے لگے، اور وہ سب کے سب ایمان لے آئے۔

(4) بیہقی، عمر بن حکم کا بیان نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں مجھے خاندان کے ایک بزرگ نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں ایک ورق تھا جو ایام جاہلیت میں بطور وراثت منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسلام آ گیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ شریف تشریف لے آئے، وہ لوگ یہ ورق لے آئے، اس میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَقَوْلُ الظَّالِمِينَ فِيْ تَبَابٍ هٰذَا الذِّكْرُ لِأُمَّةٍ تَأْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَغْسِلُوْنَ اَطْرَافَهُمْ يَاْتَزِرُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ وَيَخُوْضُوْنَ الْبِحَارَ اِلٰى اَعْدَائِهِمْ فِيْهِمْ صَلَاةٌ" لَوْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ مَا اُهْلِكُوْا بِالطُّوْفَانِ

ترجمہ: "اللہ کے نام سے شروع، اللہ کا قول حق ہے اور ظالموں کی بات برباد ہے۔ یہ ایسی امت کا ذکر ہے جو آخری زمانے میں آئے گی، جس کے افراد اعضائے وضو کو دھوئیں گے، ٹخنوں تک تہہ بند باندھیں گے، دشمنوں کے تعاقب میں سمندروں میں گھس جائیں گے، ان میں ایسی نماز ہے کہ اگر قوم نوح کے پاس ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتی، قوم عاد بادصرصر سے تباہ نہ ہوتی، قوم ثمود کے پاس ہوتی تو وہ چنگھاڑ سے ختم نہ ہوتی"۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ورق کے اس مضمون کو پڑھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی تعجب کا اظہار کیا۔

(5) زبیر بن بکار اخبار مدینہ میں حضرت کعب رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں، جو اس نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی، شہر مدینہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے طیبہ! اے طابہ! اے مسکینہ! تو خزانوں کو قبول نہ کر تو اپنے مکینوں کو بستیوں کے باشندوں پر رفعت عطا کر، یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ قبائل کے یہودی جب بنو اسد، غطفان اور جہنیہ وغیرہ عرب قبائل کے مشرکین سے برسرپیکار ہوتے تو یہ دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَنْصِرُکَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الاُمِّيِّ الَّذِیْ وَعَدْتَّ اِنَّکَ بَاعِثُهٗ اٰخِرَ الزَّمَانِ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ وَفِی لَفْظِ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ نَعْتَهٗ وَوَصْفَهٗ فِی التَّوْرَاةِ فَيُنْصَرُوْنَ

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے اس نبی کے وسیلہ سے مدد کے طلب گار ہیں جس کے مبعوث کرنے کا تو نے وعدہ دے رکھا ہے تو ہمیں دشمنوں کے خلاف کامیابی عطا کر بروایت دیگر وہ یہ دعا کرتے، اے اللہ! تو ہمیں آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی کے وسیلہ سے امداد عطا کر جس کی نعت وصفت ہم تورات میں پاتے ہیں، تو اس استغاثہ کی وجہ سے ان کی مدد کی جاتی تھی۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

(6) اے اللہ! اس نبی کو مبعوث فرما جس کے اوصاف تورات میں لکھے ہیں تاکہ وہ ان کے دشمنوں کو سزا دے اور انہیں قتل کرے۔

(7) ایک اور روایت ہے کہ خیبر کے یہودی بنو غطفان سے معرکہ آرا رہتے، مڈبھیڑ کے وقت شکست سے دوچار ہوتے ایک دن انہوں نے یہ دعا کی۔

(8) "اے اللہ! ہم تجھ سے اس نبی کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانے میں ظہور کا وعدہ دے رکھا ہے، فتح و نصرت کی التجا کرتے ہیں، تو انہیں اس وسیلہ کے طلب کرنے پر فتح نصیب ہوئی، اس کے بعد جب کبھی لڑائی ہوتی تو یہی دعا کرتے اور غطفانی ہمیشہ شکست و ہزیمت سے دوچار ہو جاتے"۔

(9) اسی طرح کی وہ روایت ہے جو واقدی نے ثعلبہ بن ابی مالک سے نقل کی ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوثعلبہ سے، جو کہ ایک یہودی عالم تھے، کہا کہ تورات میں مذکور اوصاف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرو۔ اس نے کہا: نبی ہارون پر نازل شدہ غیر محرف تورات میں آپ علیہ السلام کے اوصاف یوں آئے ہیں۔

''احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنی اسماعیل میں پیدا ہوں گے، کمر بند باندھیں گے، وضو کریں گے، ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی، پشت پر مہر نبوت ہوگی، نہ وہ کوتاہ قد ہوں گے نہ دراز قد، شملہ باندھیں گے، خچر پر سوار ہو کر جنگ کریں گے، اونٹ پر سوار ہوں گے، بازاروں میں چلیں گے، تلوار حمائل کریں گے، انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ کون ان کے مدمقابل ہے۔ ان کے پاس ایسی نماز ہے کہ اگر قوم نوح کے پاس ہوتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اسی طرح عاد وثمود کے پاس یہ نماز ہوتی تو انہیں بھی تباہی اور بربادی کا سامنا نہ کرنا پڑتا، ان کی ولادت، پرورش اور اعلان نبوت مکہ میں ہوگا۔ ان کے جائے ہجرت یثرب ہے وہ امی ہوں گے لکھ پڑھ نہیں سکیں گے، وہ حماد ہوں گے ہر سختی وتنگی اور آسانی میں حمد بجالائیں گے، سلطنت ان کی شام میں ہوگی، فرشتوں میں سے جبریل ان کے ساتھی ہوں گے، انہیں اپنی قوم سے شدید اذیت پہنچے گی، پھر وہ ان پر غالب آجائیں گے اور انہیں گھیر لیں گے۔ یہی سلسلہ یثرب میں جاری رہے گا یہاں تک کہ انہیں مکمل کامیابی نصیب ہوگی، ان کے ساتھ ایسی قوم ہوگی جو موت کی طرف پہاڑ سے اترنے والے پانی سے زیادہ تیز جانے والی ہوگی۔ انجیلیں (سورتیں) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی، دن کے وقت بہادر شیر ہوں گے تورات کے وقت شب زندہ دار زاہد، دشمن ایک ماہ کی مسافت پر ان سے خوفزدہ ہوگا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس جنگ میں شریک ہوں گے یہاں تک کہ وہ زخمی ہوں گے اور کوئی پاسبان شخص ان کے ساتھ نہ ہوگا، صرف اللہ ان کی حفاظت کرے گا۔

روایات اوصاف نبوی علیہ السلام

وھب بن منبہ کا بیان ہے کہ اللہ جل مجدہ فرماتا ہے ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں جہاں عرب پر ایک نور اتاروں گا جو شرق وغرب کو روشنی سے معمور کردے گا۔ میں بنی اسماعیل میں سے ایک امی نبی ظاہر کروں گا، جس پر ستاروں کی طرح اور زمین کے پودوں کی مانند بے شمار لوگ ایمان لائیں گے۔ وہ مجھے رب مانیں گے اور اسے میرا رسول، وہ اپنے آباؤ اجداد کی ملتوں کا انکار کریں گے اور ان ملتوں سے دور بھاگیں گے''۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، تیری ذات پاک ہے اور تیرا نام مقدس، تو نے اس نبی کو بڑی شان دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! میں اس کے دشمن سے دنیا وآخرت میں سخت انتقام لوں گا، اس کی دعوت (یعنی دین) کو ہر دعوت پر غالب کروں گا۔ اس کے ساتھیوں کو میں بحر و بر پر غلبہ دوں گا، میں اس کے لئے زمین کے خزانے ظاہر کروں گا، جو اس کی شریعت کی مخالفت کرے گا میں اس کو ذلیل ورسوا کردوں گا، اے موسیٰ! میں نے عدل کے ساتھ اس کی تربیت کی اور قسط کے ساتھ اس کا

ظہور ہوگا، مجھے عزت الوہیت کی قسم! میں ان کی خاطر قوموں کو جہنم کی آگ سے نجات دوں گا، منظم دنیاوی معاشروں کا آغاز ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا اوران کا خاتمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے ساتھ ہوگا، اے بنی اسرائیل! تم اس کتاب کو اچھی طرح سمجھو، اس کی کتاب اس بھرے ہوئے پیالے کی مانند ہے جسے بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ یہ کتاب سلسلہ کتب کی آخری کتاب ہے، میں شریعت محمدیہ کے ساتھ دوسری شریعتوں کو منسوخ کردوں گا، جس شخص نے اس نبی کا زمانہ پایا پھر اس پر ایمان نہ لایا اور اس کی شریعت کے دائرے میں نہ آیا تو اس کا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے"۔

"میں اس پیغمبر کی ایسی امت بناؤں گا جو شرق وغرب میں مساجد کی تعمیر کریں گے، جب ان مساجد میں میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ اس نبی کا نام گرامی بھی لیا جائے گا اور جب تک دنیا باقی ہے اس کا ذکر دائم وقائم ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ (بن مانع بن ہنیوع بن قیس بن معن بن حشم بن عبدشمس بن وائل بن عوف بن جمہر بن عوف بن زہیر بن ایمن بن حمیر بن سبا حمیری۔ یمن کے مشہور حمیری خاندان آل ذی رعین سے تھے) سے پوچھا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہونے کی تمنا کی تھی پھر تم نے آپ علیہ السلام کے دست اقدس پر اسلام کیوں نہ قبول کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا، وہ مجھ سے افضل تھے مگر تم نے اسلام قبول نہ کیا۔ اب میرے زمانے میں ایمان لائے ہو (اس کی کیا وجہ ہے) عرض کیا، اے امیر المومنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی نہ کیجئے، میں بطور آزمائش اس بات کا جائزہ لیتا رہا کہ یہ معاملہ کیا صورت اختیار کرتا ہے؟ پس میں نے یہ معاملہ ایسا ہی پایا جیسا کہ تورات میں مذکور ہے۔ تورات میں آپ کے اوصاف اس طرح موجود ہیں کہ سید الخلق اور صفوۂ اولاد آدم کوہ فاران سے جلوہ گر ہوگا، وہ وادی مقدس جہاں سلم کے درخت پیدا ہوتے ہیں اور توحید اور حق کو ظاہر کرے گا، پھر طیبہ شریف منتقل ہوگا وہاں معرکہ ہائے کارزار گرم ہوں گے، وہیں زندگی بسر کرے گا اور اسی شہر میں اس کا وصال اور مدفن ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: پھر کیا ہوا؟ حضرت کعب نے جواب دیا کہ آپ کے بعد ایک صالح بزرگ حکومت کی باگ ڈور سنبھالے گا۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	پھر کیا ہوگا؟
کعب رحمۃ اللہ علیہ	اس صالح بزرگ کا وصال ہو جائے گا۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اس کے بعد کیا ہوگا؟
کعب رحمۃ اللہ علیہ	فولادی عزم کا حکمران ہوگا۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(وادفراہ) پھر کیا ہوگا۔
کعب رحمۃ اللہ علیہ	صاحب اقتدار جام شہادت نوش کرے گا۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — اس کے بعد؟
کعب رحمۃ اللہ علیہ — صاحب حیاء و کرم سریر آرائے سلطنت ہوگا۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — یہ تو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفت ہے، اس کے بعد کیا واقعہ ہوگا۔
کعب رحمۃ اللہ علیہ — انہیں حالت مظلومی میں شہید کر دیا جائے گا۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — اس سانحہ کے بعد کیا پیش آئے گا۔
کعب رحمۃ اللہ علیہ — صاحب محجہ بیضا، صاحب عدل و مساوات، صاحب شرف تام و علم جام زینت آرائے سلطنت ہوگا۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — یہ تو ابوالحسن علی ہیں، پھر کیا وقوع پذیر ہوگا؟
کعب رحمۃ اللہ علیہ — وہ درجہ شہادت پر فائز ہوں گے۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — اس المیہ کے بعد کی خبر کیا ہے؟
کعب رحمۃ اللہ علیہ — امور سلطنت و خلافت شام منتقل ہو جائیں گے۔
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — کعب اب بس کرو۔

اسی طرح کی روایات ان پادریوں سے آئی ہیں جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفاء کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

اسی طرح ایک روایت واقدی نے نقل کی ہے کہ ہرقل قیصر روم نجاشی کے پاس شماس بھیجا کرتا، تا کہ وہ نجاشی اور اس کے درباریوں سے انجیل اور دیگر کتابوں کی تعلیم حاصل کریں جبکہ نجاشی خود اپنے زمانے میں آسمانی کتابوں کا بڑا عالم تھا، جب شماس تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو جاتے تو واپس چلے جاتے، پھر ہرقل ان کی جگہ دوسروں کو بھیجتا، ایک دن اس نے اپنے ہم مذہب علماء سے پوچھا، کہ یہاں کوئی ہے جس نے نجاشی کے سامنے پڑھا ہو۔ انہوں نے جواب دیا، ہاں! دس شماس ایسے موجود ہیں پھر ان سے ان کے سب سے بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے ایک عالم کی طرف اشارہ کیا، ہرقل اس عالم کو خلوت میں لے گیا اور کہا کیا تم نجاشی کے متعلق نہیں بتاؤ گے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں اے بادشاہ! میں اس کے ہاں چار سال رہ کر سب سے آخر میں علم حاصل کر کے آیا ہوں، مجھے اس کے تمام حالات معلوم ہیں، بادشاہ سلامت کس معاملہ کے بارے میں دریافت فرمانا چاہتے ہیں؟ قیصر نے پوچھا: کیا نجاشی اس عربی شخص کا ذکر کرتا ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! اس نے انجیل اپنے سامنے رکھی، اس وقت اسکے پاس میرے علاوہ کوئی اور نہ تھا اس نے پڑھا۔

اَحْمَدُ النَّبِیُّ الْعَرَبِیّ یَرْکَبُ الْبَعِیْرَ وَیُجْبِرُ الْکَسِیْرَ یَخْرُجُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی یَثْرِبَ وَھُوَ خَیْرُ الْاَنْبِیَاءِ یَقُوْمُ فِیْمَا بَیْنَ عِیْسٰی وَالسَّاعَۃُ فَمَنْ اَدْرَکَہٗ وَاتَّبَعَہٗ رَشَدَ وَمَنْ خَالَفَہٗ ھَلَکَ

ترجمہ: ''احمد عربی نبی ہیں، اونٹ پر سوار ہوں گے، ٹوٹے دلوں کو جوڑیں گے مکہ سے نکل کر یثرب جائیں گے، وہ تمام انبیاء سے افضل ہیں، عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان ظہور فرمائیں گے تو جس نے انکا زمانہ پایا اور ان کی اتباع کی وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ ہلاک ہو گیا''۔

یہی تعلیم نجاشی اپنے بیٹے کو دیتا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اس کے دربار میں آ کر اس سے کلام کیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد (جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نجاشی سے گفتگو کی تو وہ اشکبار ہو گیا حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی، پھر اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی عربی ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی، وہ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ تو قیصر نے کہا: نجاشی نے سچ کہا، اگر مجھے اپنے ملک کی فکر نہ ہوتی اور رومیوں کی بغاوت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس کی تصدیق کا اظہار عام کرتا، اور عنقریب اس کا دین غالب ہو کر میری زمین (میرے قدموں) تک آ جائے گا۔ قیصر نے شماس سے پوچھا تم کس دین پر ہو؟ اس نے جواب دیا اگر مجھے بادشاہ معظم کی مخالفت ناگوار نہ ہوتی تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرتا، قیصر نے اس سے کہا مجھ سے خوف نہ کرو، البتہ! اہل روم سے یہ معاملہ پوشیدہ رکھو اور جہاں چاہو چلے جاؤ اور رہو، شماس نے کہا: میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔ قیصر نے کہا چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہو گیا، جب بلقاء کے مقام پر پہنچا ایک گروہ (رہزناں) نے اسے قتل کر دیا۔ قیصر روم کو یہ اطلاع ملی تو عامل بلقاء کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو تلاش کر کے قتل کر دو جس نے ہمارے خادم کو قتل کیا ہے، پس عامل بلقاء نے انہیں گرفتار کر کے سولی چڑھا دیا اور قتل کر دیا۔

عبداللہ بن سلام کے ایمان لانے کا واقعہ

ابن ہشام اپنی سیرت میں ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان سے ابن سلام کے کسی رشتہ دار نے ان کے ایمان لانے کا واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ ابن سلام ایک ماہر عالم تھے، انہوں نے بیان کیا کہ جب میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سنا اور آپ علیہ السلام کے اسم گرامی، اوصاف و حالات اور زمانہ بعثت جس کے ہم اہل کتاب منتظر تھے، کو جان لیا تو میں نے اس راز کو راز رہنے دیا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے جب آپ علیہ السلام نے بنی عمرو ابن عوف کے محلّہ قبا میں نزول اجلال فرمایا تو ایک شخص نے آ کر آپ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر دی، میں اس وقت کھجور کے ایک درخت پر کام میں مصروف تھا، میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث اس درخت کے نیچے بیٹھی تھی، میں نے دل افروز خبر سنی تو صدائے تکبیر بلند کی، میری پھوپھی نے یہ تکبیر سن کر کہا: تیرا برا ہو تو موسیٰ بن عمران کی آمد کا سنتا تو کچھ زیادہ نہ کہتا، میں نے اس سے کہا پھوپھی جان! اللہ کی قسم! وہ موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے۔ انہیں کے دین پر ہے اور اسی دعوت کے ساتھ اسے مبعوث کیا گیا ہے جس کے ساتھ

موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا، پھوپھی جان یہ سن کر بولی! کیا یہ وہی نبی ہے جس کی خبر ہمیں دی جاتی رہی ہے کہ وہ قرب قیامت میں مبعوث ہوگا؟ میں نے کہا: ''ہاں'' پھوپھی نے کہا: جبھی تو تمہاری یہ حالت ہے۔

اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام اختیار کرلیا، پھر اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹا اور انہیں اسلام لانے کے لئے کہا: تو سب نے اسلام قبول کرلیا، ابن سلام کہتے ہیں کہ میں نے اپنا اسلام یہودیوں میں پوشیدہ رکھا۔ بعدازاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! یہ یہودی بہتان طراز اور سر پھرے لوگ ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے اپنے کسی حجرے میں چھپادیں اور پیشتر اس کے کہ انہیں میرے اسلام کے متعلق پتہ چلے، آپ علیہ السلام ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں کہ میں ان کے ہاں کس حیثیت اور وجاہت کا آدمی ہوں؟ اگر انہیں میرے اسلام لانے کا علم ہوگیا تو وہ مجھ پر افتراء پردازی کریں گے اور مجھ پر عیب باندھیں گے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک حجرہ اقدس میں بٹھایا، یہودی آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور مختلف سوالات کئے پھر آپ علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا تھا، حصین بن سلام تمہارے نزدیک کس حیثیت کا آدمی ہے؟ انہوں نے جواب دیا وہ تو ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے، ہمارا ایک بزرگ عالم ہے، جب وہ گفتگو سے فارغ ہوئے تو میں حجرے سے نکل کر ان کے پاس آگیا، میں نے ان سے کہا: اے گروہ یہود! تم اللہ سے ڈرو اور جو دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر آئے ہیں اسے اختیار کرلو، بخدا! تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ کے رسول ہیں تم تورات میں ان کے ذکر گرامی، نام و اوصاف کو لکھا ہوا پاتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، میں ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں، یہودیوں نے کہا: تم جھوٹے ہو، پھر میری شخصیت میں حرف گیری کرنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا میں نے آپ علیہ السلام سے عرض نہیں کیا تھا کہ یہ لوگ بہتان طراز بے وفا جھوٹے اور غلط کار ہیں؟

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے اور گھر والوں کے اسلام کا اظہار کیا، میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث نے بھی اسلام قبول کرلیا اور وہ حسن اسلام کی دولت سے مشرف ہوگئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا سورۃ الاحقاف آیت 10

قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿10﴾

ترجمہ: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر وہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا تو بے شک اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو۔

یہاں شاہد بنی اسرائیل سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اس کے علاوہ بھی آیت نازل فرمائیں مثلاً سورۃ الرعد آیت 43

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

ترجمہ: تم فرماؤ، اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

سورۃ قصص آیت 52، 53۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ: جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے ہیں (یعنی مان چکے ہیں اور انہیں اس کا اجر دوبالا دیا جائے گا)۔

سورۃ الشعراء آیت 197

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾

ترجمہ: اور کیا ان کے لئے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم۔

امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں بطریق محمد بن حمزہ بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب انہوں نے مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت وظہور کی خبر سنی تو آپ علیہ السلام سے ملاقات کے لئے نکلے، نبی اکرم علیہ السلام نے ان سے فرمایا ''تم ابن سلام ہو اہل یثرب کے عالم'' حضرت عبد اللہ نے کہا: ہاں! حضور نے فرمایا ''تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کیا کتاب اللہ (تورات) میں میری صفت موجود ہے؟'' اس نے کہا: اے محمد! اپنے رب سے یہ اوصاف منسوب کرلو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لرزہ طاری ہو گیا اسی وقت جبریل علیہ السلام نے یہ سورۃ کریمہ پڑھی:۔ سورۃ اخلاص آیت 1 تا 4۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿1﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿2﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿3﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿4﴾

ترجمہ: ''تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی''۔

ترجمہ: تو عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ آپ کو اور آپ کے دین کو سارے ادیان پر غالب کرے گا، بے شک میں تورات میں آپ کے یہ اوصاف پاتا ہوں۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا

اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلُ لَيْسَ لِفَظٍّ

سیرت ابن ہشام میں ہے عبداللہ بن سلام کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے تین سوال پوچھوں گا، یہ سوال وہ ہیں جنہیں سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا۔

1- قیامت کے آغاز میں کیا ہوگا؟

2- جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟

3- بچہ ماں باپ سے کیوں مشابہت رکھتا ہے؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''ابھی ابھی ان سوالات کے متعلق جبریل امین نے خبر دی ہے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوالات کے یہ جواب دیئے۔

1- قیامت کا آغاز ایک آگ سے ہوگا جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کرے گی۔

2- اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر ہوگا۔

3- تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مرد کا مادہ تولید اگر عورت کے مادہ تولید پر غالب آجائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوگی اور اگر عورت کا مادہ تولید مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ ماں سے مشابہہ ہوگا۔

سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 142 تا 144۔

میمون بن بنیامین کے اسلام لانے کا واقعہ

سرکردہ یہودیوں میں سے جن علماء وشرفاء نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں ایک میمون بن بنیامین ہیں (یہود کے مشہور قبیلہ قریظہ سے تھے)۔ میمون یہودیوں کا ایک رئیس تھا، اس کے اسلام لانے کا واقعہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی طرح ہے۔ میمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے

رسول! ان یہودیوں کو بلوا بھیجیں اور مجھے ان کے درمیان ثالث بنائیں کیونکہ یہ اپنے معاملات میں میری طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ آپ نے میمون کو پس پردہ بٹھا دیا اور یہودیوں کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کہ "رفع نزاع کے لئے تم میرے اور اپنے درمیان ایک ثالث کا انتخاب کرلو"۔ انہوں نے کہا: ہم میمون بن بنیامین کی ثالثی پر راضی ہیں تو آپ علیہ السلام نے میمون کو باہر آنے کا حکم دیا اور میمون نے باہر نکل کر گواہی دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ علمائے یہود کے سرکردہ علماء میں سے ثعلبہ، اسد اور اسید بھی اسلام لائے۔

مخریق کا واقعہ

ابن ہشام بحوالہ ابن اسحاق لکھتے ہیں، مخریق کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک ماہر عالم اور دولت مند شخص تھے، انہیں نخلستان سے بڑی آمدنی ملتی تھی وہ اپنے علم کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی صفات کو جانتے تھے، ان پر اپنے دین کی محبت غالب تھی اور وہ اس پر جمے رہے جب جنگ احد کا دن آیا اور یہ شنبہ کا دن تھا انہوں نے کہا: اے گروہ یہود! بخدا! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و اعانت فرض ہے وہ بولے! آج تو شنبہ کا دن ہے۔ مخریق (قبیلہ نضیر سے نسبی تعلق تھا) نے کہا: تمہارے لئے شنبہ وغیرہ کچھ نہیں، پھر اپنے ہتھیار لئے اور نکل پڑے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے اصحاب سے مقام احد پر آملے اور اپنے پس ماندگان کو وصیت کر دی کہ اگر آج میں قتل کر دیا گیا تو میری ہر طرح کی ملکیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے، وہ بحکم خدا جیسا چاہیں اس میں تصرف کریں پھر جب معرکہ کارزار گرم ہو تو وہ بھی قتال میں شامل ہو گئے، یہاں تک کہ قتل ہو گئے مجھے خبر ملی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مخریق خیر یہود (مخریق یہودیوں میں سے بہترین انسان تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تمام ملکیت اپنی تحویل میں لے لی مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام صدقات اسی مال میں سے ہوتے تھے۔

سیرت النبی میں ہے کہ آیت سورۃ آل عمران آیت 18، 19

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِؕ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ
الْاِسْلَامُ ۗ

ترجمہ: اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

ان آیات کا ایک شان نزول یہ ہے کہ شام کے دو یہودی علماء کو جو ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے آگاہ نہ تھے، مدینہ منورہ آئے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کہ یہ شہر اس نبی کے شہر سے کتنی مشابہت رکھتا ہے جو آخری زمانے میں مبعوث ہونے والا ہے تو انہیں بتایا گیا کہ وہ نبی ہجرت کر کے اس شہر میں آ چکے ہیں اور یہیں موجود ہیں۔ پس وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو پوچھا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں، آپ نے فرمایا "ہاں" انہوں نے کہا: ہمیں بتائیے کہ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران آیت 18۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

نازل فرمائی، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو وہ دونوں ایمان لے آئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ 72)۔

عبداللہ بن صوریا کی شہادت

ابن اسحاق کہتے ہیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ یہودیوں کے ایک بزرگ عالم عبداللہ بن صوریا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند اشیاء کے متعلق دریافت کیا وہ ان اشیا کے علم کو نبوت کی نشانیوں میں سے شمار کرتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ان تمام اشیاء کے بارے میں بتا دیا۔ چنانچہ تحقیق کر لینے کے بعد اس نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیُّ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن صوریا مسلمان ہو گیا تھا، امام سہیلی کی یہی رائے ہے۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گواہی

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے ذکر کیا کہ مجھے حضرت صفیہ بنت حیّی بن اخطب سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا: میں اپنے باپ اور چچا ابو یاسر کی ساری اولاد سے زیادہ لاڈلی تھی، جب کبھی وہ مجھے دوسرے بچوں کے ہمراہ دیکھتے تو پیار سے مجھے اٹھا لیتے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور قبا میں بنی عوف کے ہاں نزول فرمایا تو میرے ابا حیّی بن اخطب اور چچا ابو یاسر سویرے منہ اندھیرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور غروب آفتاب تک واپس نہ آئے جب شام کو لوٹے تو انتہائی تھکے ماندے، افتاں وخیزاں سست روی سے چل رہے تھے۔ میں حسب معمول مسکراتی ہوئی ہشاش بشاش ان کے پاس گئی مگر ان میں کسی نے بھی غم واندوہ کے باعث میری طرف توجہ نہ کی۔ میں نے سنا میرے چچا ابو یاسر میرے باپ سے کہہ رہے تھے کیا یہ

''وہی'' ہے۔میرے باپ نے جواب دیا اللہ کی قسم ''وہی'' ہیں۔ابو یاسر نے پوچھا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو، اور تم نے ان کے بارے میں خوب تحقیق کرلی ہے۔کہا'' ہاں! دریافت کیا پھر تمہارے دل میں ''اس'' کے متعلق کیا ہے؟ جواب دیا بخدا! جب تک زندگی ہے اس سے دشمنی اور عداوت رکھوں گا۔

ایک اور روایت میں ہے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا چچا ابو یاسر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر آپ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور آپ علیہ السلام سے گفت وشنید ہوئی پھر واپس آ کر اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! میری بات سنو! مانو جس نبی کا تمہیں انتظار تھا وہ آ گیا ہے، لہٰذا اس نبی کی پیروی کرو اس کی مخالفت نہ کرو۔اسکے بعد میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ علیہ السلام سے کلام سن کر واپس آیا اور اپنی قوم سے کہا میں ایک شخص کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔واللہ میں ساری زندگی اس سے عداوت رکھوں گا۔میرے چچا ابو یاسر نے اس سے کہا میرے بھائی! میری صرف ایک بات مان لو کہ اس رسول پر ایمان لے آؤ پھر بے شک کوئی اور بات نہ ماننا، تم ہلاکت سے بچ جاؤ گے۔میرے باپ نے جواب دیا بخدا! میں تیری بات نہیں مان سکتا۔اس پر میرا چچا بھی اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا اور دونوں بھائی سب یہودیوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن گئے، وہ لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔سورۃ البقرآیت 109

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾

ترجمہ: بہت سے اہل کتاب حسد کی وجہ سے یہ شدید خواہش رکھتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں بعد اس کے کہ ان کے لئے حق واضح ہوگیا۔تو تم چھوڑ دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

بنی نضیر کی عورتوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو کہہ رہی تھیں حیی بن اخطب نے اپنے بھائی کی بات نہ مان کر اچھا نہیں کیا۔ہم لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہے جس کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے۔ان میں سے ایک بوڑھی عورت نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا تھا وہ میرے بھائیوں کو بتا رہے تھے کہ عربوں میں سے ایک نبی ہوگا جو مکہ میں پیدا ہوگا اس کی جائے ہجرت یثرب ہوگی اور وہ تمام نبیوں سے افضل ہوگا اگر تمہاری زندگی میں اس نبی کا ظہور ہو

جائے تو اسکی اتباع کرنا۔

ابن الہیبان کی مدینہ طیبہ آمد اور حضور علیہ السلام کے لئے انتظار

بنی قریظہ کے ایک بزرگ نے ذکر کیا کہ ایک شامی یہودی جس کا نام ابن الہیبان تھا ظہور اسلام سے کئی سال پیشتر ہمارے پاس آیا اور ہمارے ہاں قیام کیا اللہ کی قسم ہم نے اس سے زیادہ بہتر نماز ادا کرنے والا نہیں دیکھا پھر جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا: اے معشر یہود! کیا تمہیں علم ہے کہ میں ایک سرسبز زمین سے مصیبت اور بھوک کی زمین میں کیوں آیا؟ ہم نے جواب دیا آپ زیادہ جانتے ہیں اس نے بتایا کہ میں یہاں اس توقع پر آیا تھا کہ یہاں ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہ شہر اس نبی کی ہجرت گاہ ہے مجھے امید تھی کہ وہ نبی مبعوث ہوگا تو میں اس کی اتباع کروں گا۔

اے گروہ یہود! وہ اپنے دشمنوں کا خون بہائے گا اور ان کی عورتیں اور بچے قید کرے گا۔ لہٰذا اس کا یہ عمل تمہیں اس کی اتباع سے باز نہ رکھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور کچھ عرصہ بعد آپ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو بنی ہدل کے کچھ نوجوانوں نے ان سے کہا: اے بنی قریظہ! اللہ کی قسم! یہ تو اس نبی کی صفات ہیں، چنانچہ وہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے اپنے خون جان اور مال کو محفوظ کر لیا۔

سیرت ابن ہشام

یمن کے ایک یہودی عالم کا اعتراف

حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوسفیان بن حرب کے تجارتی کاروان کے ہمراہ یمن گیا، ان کے بیٹے حنظل کا انہیں خط ملا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بطحائے مکہ میں اعلان کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں دعوت الی اللہ دیتا ہوں تو یہ بات اہل یمن کی مجلسوں میں پھیل گئی، چنانچہ اس بات کا چرچا سن کر ایک یہودی عالم ہمارے پاس آیا اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس قافلہ میں دعویٰ نبوت کرنے والے شخص کا چچا موجود ہے، میں نے جواب دیا ہاں! میں ہوں۔ اس نے قسم دے کر پوچھا کیا تمہارے بھتیجے کو کوئی دماغی مرض لاحق ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، اللہ کی قسم نہ اسے دیوانگی ہے اور نہ وہ جھوٹا ہے، نہ خیانت کار وہ قریش کے ہاں الامین کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے پوچھا کیا تمہارے بھتیجے نے کبھی ہاتھ سے لکھا ہے؟ میں ہاں کہنا چاہتا تھا لیکن ابوسفیان کے اندیشہ تردید سے نہ کہہ سکا اور کہا نہیں وہ ہاتھ سے لکھنا نہیں جانتا، یہ سن کر وہ یہودی عالم اچھل پڑا یہاں تک کہ اس کی چادر گر گئی۔ اس نے پکار کر کہا یہودی ذبح ہو گئے! یہودی قتل ہو گئے جب ہم واپس قیام گاہ لوٹے تو ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل! یہودی تمہارے بھتیجے سے خوفزدہ ہیں، میں نے کہا: ابوسفیان! مجھے شک گزرتا ہے کہ تم بھی اس پر

ایمان لانے والے ہو۔ تو ابوسفیان نے جواب دیا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک مقام کداء میں شہ سواروں کو نہ دیکھ لوں'' میں نے پوچھا: ابوسفیان کیا کہہ رہے ہو؟

اس نے کہا: یہ بات میری زبان پر آ گئی ہے بخدا! میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور گھوڑ سواروں کو مقام کداء میں لائے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا اور ابوسفیان نے مقام کداء میں شہ سوار دیکھ لئے تو میں نے ابوسفیان سے کہا: تمہیں وہ بات یاد ہے اس نے کہا: واللہ! وہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

یہودی علماء

علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں کہ مدینہ طیبہ کے اکثر علمائے یہود حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہوئے اور توریت و زبور میں بیان کردہ بہت سے ایسے امور اور ایسی باتیں دریافت کرتے تھے کہ نبی کے سوا اور کوئی ان کا جواب نہیں دے سکتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے صحیح اور درست جوابات سُن کر اکثر یہودی مشرف بہ اسلام ہو گئے اُن میں سب سے مقدم عبداللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ ان کے علاوہ بن یامین۔ ثعلبہ، اسد اور اسید بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

امام احمد اور بیہقی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے بارے میں غیر نبی کچھ نہیں جانتا۔

1۔ بتایئے وہ کونسا کھانا ہے جس کو بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تھا؟

2۔ بتایئے؛ کہ نسلِ انسانی میں لڑکے اور لڑکی کی تخلیق میں یہ فرق کس وجہ سے ہوتا ہے؟

3۔ بتایئے کہ عام افراد سے نبی میں امتیازی فرق کیا ہوتا ہے؟

اُن کے سوالات کو سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''اگر تم لوگوں کے اندر کچھ بھی صداقت پسندی کی رمق باقی ہے تو تم سمجھ لو گے کہ بنی اسرائیل جب بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور ان کے مرض نے شدّت اور طوالت اختیار کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ ہم کو اِس موذی مرض سے شفایاب فرما دے تو ہم رضا کارانہ طور پر اپنے اوپر ہر وہ کھانا حرام کرلیں گے جو ہمیں ہر کھانے سے زیادہ مرغوب ہے اور اِس طرح انہوں نے ازخود ''اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا۔''

اِس پہلے سوال کا جواب پا کر یہود کے معبدی پجاریوں نے کہا: ''یہ حقیقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے ٹھیک فرمایا۔"

اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ مَرد کا مادہ؛ غلیظ اور سفید اور عورت کا رقیق اور زرد ہے، اِن میں سے جو مادہ دوسرے پر غالب آجائے گا تو سنّت اللہ کے مطابق عملِ تخلیق سے گزرنے والا بچّہ، غالب مادہ والے کی جنس اختیار کرے گا۔ معبد کے پادریوں نے بَرملا کہا" آپ نے صحیح فرمایا"

بعدازاں تیسرے اور آخری سُوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: "تمام انسانوں پر اور کُل اعضاء و جوارح پر نیند کا اثر اور غفلت طاری ہو جاتی ہے، سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے کہ ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔" یہود نے جواب کے صحت کی تصدیق کی۔

محدثین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ مدینہ طیّبہ کے ایک باغ میں گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک درختِ کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد چند یہودی ہمارے پاس سے گزرے اور ایک نے دوسرے سے کہا:

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سے رُوح کے بارے میں پوچھو" دوسرے نے جواب دیا کہ "مَت پوچھو، ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات فرما دیں جو تمہیں ناگوار ہو۔"

ایک اَدْنے توقّف کے بعد انہوں نے پوچھ ہی لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کچھ دیر سکوت اختیار فرمایا۔ جس کے اندازِ خاموشی سے ہم نے سمجھ لیا کہ وحی کا نزول ہو رہا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر وحی کا نزول ختم ہوا تو فرمایا۔ سورۃ بنی اسرائیل (اسراء) آیت 85

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ
وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: "اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا"۔

ابن اسحاق و بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ابن صوریا سے فرمایا کہ "کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم دیا ہے؟" ابن صوریا نے جواب دیا۔ ہاں خدا گواہ ہے یہی حکم ہے۔ پھر کہا، اَے ابوالقاسم! یہود خوب جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر وہ قومی عصبیّت کی بنا پر آپ علیہ السلام سے حسد کرتے ہیں۔

ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے صفوان بن عسال سے روایت کی کہ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا آؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے پاس چلیں اور اُن سے آیۂ کریمہ سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء آیت 101 کے بارے

میں پوچھیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ

ترجمہ: ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو کھلی نشانیاں دیں۔ تو بنی اسرائیل سے دریافت کرلو کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو فرعون نے اس سے کہا کہ موسیٰ میں خیال کرتا ہوں کہ تم سحر زدہ ہو''۔

پس وہ دونوں آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اُن نو نشانیوں کے بارے میں سُوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (2) سَرقہ نہ کرو، (3) زنانہ کرو۔ (4) غیر واجب قتل نہ کرو، (5) جادو وغیرہ نہ کرو، (6) سُود نہ لو، (7) کسی بے گناہ کو قتل نہ کرو نہ سزا دو، (8) عِفّت مآب عورتوں پر تہمت نہ دو، (9) اور ہفتہ کے روز خاص طَور پر ظلم وطغیان سے اور ہر ممنوعہ کام سے پرہیز کرو۔

اِن جوابات کو سُن کر ان دونوں یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''جب تمہیں میری رسالت پر یقین ہے تو مجھ پر ایمان لاکر اسلام قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ داوٗد علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی اَولاد میں نبوّت رہے گی، یہود کا اِس روایت پر پختہ یقین ہے اِس لئے ہمیں خوف ہے کہ یہود ہم کو قتل کردیں گے۔

مسلم نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اُس نے پوچھا جس روز اِس زمین کو ایک دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا، اس وقت بنی آدم کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''پُل کے قریب ظلمت میں۔''

اُس نے پوچھا: سب سے پہلے جو پل پر سے گزریں گے، وہ کون لوگ ہوں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''فقراء ومہاجرین۔''

اُس نے پوچھا: جنّت میں داخلہ کے بعد، انکے لئے سب سے پہلا تحفہ کیا ہوگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''زیادہ تر مچھلی کا جگر ہوگا؟

اُس نے پوچھا: جنّتیوں کا صبح کا کھانا کیا ہوگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ''ان کے لئے جنّت کا وہ بیَل ذبح کیا جائے گا جو جنّت کی چراگاہوں میں آزادانہ چرتا پھرتا ہے۔''

اُس نے پوچھا: اُس کے ناشتہ کے بعد وہ کیا شئے نوش کریں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: (سورہ الدھر آیت 18)

عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ''وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں''۔ ''یہ چشمہ زیرِ عرش سے جنت عدن ہوتا ہوا تمام جنتوں میں گزرتا ہے''۔

یہ جوابات پا کر یہودی عالم نے کہا۔ آپ نے تمام جوابات درست فرمائے۔ بعد ازاں اُس نے لڑکے اور لڑکی کے اسبابِ پیدائش کے بارے میں بھی سوال کیا اور آپ علیہ السلام نے جواب برحق عطا فرمایا۔

سعید بن منصور ابن جریر۔ حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ان ستاروں کے بارے میں بتایئے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا؟ نیز اُن ستاروں کے نام بھی بتایئے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُس کے سوال کا جواب نہ دیا۔ اور وہ یہودی چلا گیا۔ اُسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہودی کے سوال کے بارے میں تعلیل کیا۔ پس آپ نے یہودی کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُس سے پوچھا: ''اگر میں تیرے سوال کا جواب درست طور پر دے دوں تو کیا تو دعوتِ اسلام کو قبول کر لے گا؟'' اُس نے اقرار کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس ستاروں کے نام بتائے۔

خرثان۔ طارق۔ ذیال۔ کثغان۔ زدالفرع۔ وثاب۔ عمودان۔ قابس۔ ضروح۔ مصبح۔ فلیق اور ضیاء لور، یوسف علیہ السلام نے آسمان کے اُفق پر ان ستاروں کو اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا۔

یہودی ماہرِ دینیات نے کہا بے شک ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔

بیہقی نے حضرت عبد اللہ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ ایک روز یہودی عالم بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہوا اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سورۂ یوسف کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پڑھ چکے تو اس نے کہا۔ قصۂ یوسف علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا ''اللہ نے''۔ اِس کے بعد اس نے بنی اسرائیل میں جا کر کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) قرآن کو توریت کے مطابق ہی پڑھتے ہیں۔ اِس اطلاع پر یہودیوں کو حیرت ہوئی، وہ اپنے اُس عالم کے ساتھ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودیوں نے آپ علیہ السلام کے چہرے بشرے سے پہچان لیا اور وہ چادر کے ڈھلک جانے سے مُہرِ نبوّت کو دیکھ سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سورۂ یوسف کا بقیہ ختم کر رہے تھے، وہ سلیم الطبع لوگ تھے بڑے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر کے اُمّتِ مُسلمہ میں شامل ہو گئے۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کچھ یہودیوں سے فرمایا۔ ''اگر تم اپنے دعوے میں سچے اور مخلص ہو تو پھر جنّت میں تمہاری آبادکاری ضروری ہے۔ تو تم کہو

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں ابھی موت دے دے'' مگر میں کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا کہنے کے لئے آمادہ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی یہ دُعا کر لے تو میں یقین دِلاتا ہوں کہ اس کا لُعاب گلے میں حائل ہو جائے گا، نفس کی آمد و شد رک جائے گی اور وہ اسی جگہ مر جائے گا''۔ یہودی سہم گئے اور خواہش موت کرنے سے انکار کرنے لگے۔ اِس موقعہ یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ سورۃ البقر آیات 94،95۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ:۔ ''تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لیے ہو نہ اوروں کے لیے تو بھلا تم اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو۔ لیکن اِن اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو''۔

عبداللہ بن احمد نے ''زوائد المسند'' میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک جرمقانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا: تمہارے سردار کہاں ہیں جو دعویٔ نبوّت کرتے ہیں۔ میں اُن سے ملوں گا اور گفتگو کے بعد سمجھ سکوں گا کہ وہ اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے تو وہ آپ کے قریب بیٹھا اور کہا اپنی منزلہ کتابِ الہامی سے کچھ مجھے سُنایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چند آیات تلاوت کیں۔ وہ سُن کر کہنے لگا: وَاللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سماوی تورات اور آپ کا الہامی قرآن ایک ہی آفتاب کا نور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دعویٰ صادق اور اُس کو نہ ماننے والے کاذب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہودی علماء کے سوالات

ابن اسحاق نے شہر بن حوشب الاشعری کی روایت سے حدیث بیان کی کہ یہود کے علما میں سے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں چار باتیں بتایئے جو ہم دریافت کرتے ہیں اگر بتا دیں تو ہم آپ کی پیروی کر لیں گے آپ (علیہ السلام) کو سچا جانیں گے اور ایمان لائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِذٰلِكَ عَهْدُ اللّٰهِ وَ مِيْثَاقُهٗ لَئِنْ اَنَا اَخْبَرْتُكُمْ بِذٰلِكَ لَتُصَدِّقُنَّنِي قَالُوْ نَعَمْ قَالَ فَاسْئَلُوْ عَمَّا

بَذَالِکُمْ

ترجمہ: ''یہ تم پر اللہ کا عہد و میثاق ہے۔ اگر میں نے تمہیں اس کی خبر دے دی۔ پھر تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔ انہوں نے کہا ہاں فرمایا جس چیز کے متعلق تمہیں مناسب معلوم ہو پوچھو''۔

انہوں نے پہلا سوال کیا کہ ہمیں بتایئے کہ لڑکا اپنی ماں سے کیونکر مشابہ ہو جاتا ہے حالانکہ نطفہ تو باپ کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَنْشُدُ کُمْ بِاللّٰهِ وَ بِاَیَّامِهٖ عِنْدَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ نُطْفَةَ الرَّجُلِ بَیْضَآءُ غَلِیْظَةٌ'' وَ نُطْفَةَ'' الْمَرْاَةِ صَفْرَآءُ رَقِیْقَةٌ'' فَاَیَّتُهُمَا غَلَبَتْ صَاحِبَتَهَا کَانَ لَهَا الشَّبَهُ۔

ترجمہ: ''میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور بنی اسرائیل پر اس کی جو نعمتیں تھیں ان کی قسم دیتا ہوں سچ سچ بتاؤ کیا تم کو اس بات کا علم ہے کہ مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ زرد اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں میں سے جو بھی دوسرے پر غالب آجاتا ہے اولاد اسی سے مشابہ ہوتی ہے''۔

پھر انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ اچھا یہ بتایئے آپ (علیہ السلام) کی نیند کیسی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''میں تمہیں اور اللہ کی اور بنی اسرائیل پر اس کی جو نعمتیں تھیں ان کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ کیا اس بات کو جانتے ہو کہ اس شخص کی نیند جس کے متعلق خیال کرتے ہو کہ میں وہ نہیں ہوں ایسی ہوتی ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل بیدار رہتا ہے''۔

یہودی علما کہنے لگے خدایا یہ سچ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَکَذٰلِکَ نَوْمِیْ تَنَامُ عَیْنِیْ وَ قَلْبِیْ یَقْظَانُ۔

ترجمہ: ''پس میری نیند بھی ایسی ہے میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل بیدار رہتا ہے''۔

یہودی علما نے تیسرا سوال کیا کہ ہمیں وہ چیزیں بتایئے جنہیں حضرت یعقوب علیہ السلام (یعنی اسرائیل) نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''میں تمہیں اللہ اور اس کی ان نعمتوں کی قسم دیتا ہوں جو بنی اسرائیل کو عطا ہوئی تھیں سچ بتاؤ کہ کیا اس بات کو جانتے ہو انہیں کھانے پینے میں اونٹوں کا دودھ اور ان کا گوشت سب سے زیادہ پسند تھا اور وہ ایک بیماری میں مبتلا ہو گئے پھر اللہ نے انہیں اس سے صحت دی تو انہوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزوں میں سے انتہائی پسندیدہ چیزوں میں سے انتہائی پسندیدہ چیزوں کی اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اپنی ذات پر حرام کر لیا۔ اسی وقت اونٹوں کا گوشت اور اونٹنیوں کا دودھ ترک کر دیا''۔

یہودی علماء پکار اٹھے یا اللہ یہ سچ ہے۔

پھر یہودی علما نے چوتھا سوال کیا کہ ہمیں روح کے متعلق کچھ خبر دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰہِ وَ بِاَیَّامِہٖ عِنْدَ بَنِی اِسْرَائِیْلَ ھَلْ تَعْلَمُوْنَہٗ جِبْرِیْلَ وَ ھُوَ الَّذِی یَاتِیْنِی

ترجمہ: ''میں تمہیں قسم دیتا ہوں اللہ کی اور اس کی ان نعمتوں کی جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں کیا تم اسے جانتے ہو کہ وہ جبریل علیہ السلام ہے اور وہی ہے جو میرے پاس آتا ہے''۔

علماء یہود نے کہا یا اللہ یہ سچ ہے لیکن اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ ہمارا دشمن ہے جو صرف سختیاں اور خونریزیاں لاتا ہے اور اگر ایسی بات نہ ہوتی تو ضرور ہم آپ علیہ السلام کی پیروی کرتے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

سورۃ البقرآیات 97 تا 101

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: تم فرمادو جو کوئی جبریل (علیہ السلام) کا دشمن ہو تو اس (جبریل علیہ السلام) نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔ جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل (علیہ السلام) کا تو اللہ کا دشمن ہے کافروں کا۔ اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ۔ اور کیا جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں ان میں کا ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے بلکہ ان میں بہتیروں کو ایمان نہیں۔ اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے

یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب رسولوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو بعض یہودی علما نے کہا کیا تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حالات پر تعجب نہیں کرتے وہ تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام نبی تھے حالانکہ وہ تو صرف ایک جادوگر تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

سورۃ البقرآیت 102

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۟ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: ''اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے۔ لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو۔ تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا''۔

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھ سے زید بن ثابت کے آزاد کردہ ایک صاحب نے عکرمہ یا سعید بن جبیر سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کہا کرتے تھے دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے۔ اللہ لوگوں کو سزا کے طور پر دنیا کے ہزار

سال کے عوض آخرت کے دنوں میں سے ایک دن آگ میں رکھے گا۔ اور یہ عذاب صرف سات روز ہوگا اس کے بعد روک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سورۃ البقرہ آیت 81، 82

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: ''ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا''۔

یعنی جس نے تمہارے کاموں کے سے کام کیے اور ایسی چیز کا انکار کیا جس کا تم نے انکار کیا ہے حتیٰ کہ اس کے کفر سے اس کی نیکیوں کو گھیر لیا تو ایسے لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جن لوگوں نے وہ چیز مان لی جس کا تم نے انکار کیا ہے اور اس دین پر عمل کیا جو تم نے چھوڑ دیا ہے تو ان کے لیے جنت ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس بات سے مطلع فرماتا ہے کہ نیکی بدی کی جزا نیکوں اور بدوں کے لیے دائمی اور ابدی ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔

جب بنی اسمٰعیل (عربوں) کو اللہ نے اپنی رسالت کی خصوصیت عنایت فرمائی تو ان پر حسد کرنے والے یہود میں سب سے زیادہ سخت حیی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب تھے یہ دونوں لوگوں کو اسلام سے پھیرنے کی جس قدر کوشش ہو سکتی تھی کرتے رہتے تھے۔ انہیں دونوں کے متعلق یہ ہے آیت نازل ہوئی۔ سورۃ البقرآیت 109۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: ''بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے تو تم چھوڑو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر

ہے''۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب نجران کے نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو ان کے پاس یہودی علماء بھی پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دونوں گروہوں یعنی یہود و نصاریٰ میں جھگڑا ہوا تو رافع بن حریملہ (یہودی) نے نصاریٰ سے کہا تم کسی ٹھیک بات پر قائم نہیں۔ نیز اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر دیا۔ نجران کے نصرانیوں میں سے ایک شخص نے یہود سے کہا تم کسی صحیح بات پر قائم نہیں اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور تورات کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان دونوں کے اقوال بطور نقل نازل فرمائے اور ارشاد فرمایا سورۃ البقرآیت 113

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۗ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿113﴾

ترجمہ: ''اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان کی بات کہی۔ تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا۔ جس بات میں جھگڑ رہے ہیں''۔

یعنی ہر گروہ اپنی کتاب میں اس بات کی سچائی کے متعلق پڑھتا رہتا ہے۔ جس کا وہ انکار کرتا ہے یعنی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں وہ معاہدہ جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی عیسیٰ علیہ السلام کے تصدیق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا موجود ہے۔ انجیل میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی تورات کی تصدیق کا معاہدہ بھی موجود ہے جو اللہ کے پاس سے لائے تھے۔ ہر گروہ اس چیز سے انکار کرتا ہے جو اس کے مخالف کے ہاتھ میں ہے۔

اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف لائے ہوئے سترھواں (17) مہینہ ہو چکا تھا یعنی ماہ رجب قبلہ کی تحویل شام کی سمت سے کعبہ مکرمہ کی سمت ہوئی تو رفاعہ بن قیس، قردم بن عمرو، رافع بن ابی رافع، کعب بن اشرف اور اس کا حلیف حجاج بن عمرو، ربیع بن الربیع بن ابی الحقیق اور اس کا بھائی کنانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ علیہ السلام جس قبلے پر تھے اس سے کس چیز نے آپ علیہ السلام کو پھیر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہیں۔ آپ جس قبلے پر تھے اس پر لوٹ آئیں ہم آپ کی پیروی کریں گے اور آپ (علیہ السلام) کو سچا مان لیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کو دین حق سے برگشتہ کر دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیات نازل

فرمائیں۔سورۃ البقرہ آیات 142-143

سَیَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا ‌ؕ قُل لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ‌ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَةَ الَّتِىۡ كُنۡتَ عَلَيۡهَآ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ يَّنۡقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيۡهِ ‌ؕ وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ ‌ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: ''اب کہیں گے بیوقوف لوگ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر تھے تم فرمادو کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کے ہیں وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ بتادیتا ہے اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین جماعت بنایا کہ تم لوگوں کے لیے گواہ بنو اور رسول تمہارے لیے نگہبان و گواہ بنے اور جس قبلے پر تو تھا وہ تیرے لیے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ جو رسول کی پیروی کرتا ہے اسے اس شخص سے ممتاز کریں جو اپنی ایڑیوں کی جانب لوٹ جاتا ہے''۔

(یعنی آزمائش اور امتحان کے طور پر ایسا کیا گیا) اور اگرچہ یہ بڑی بھاری بات تھی مگر ان لوگوں پر کوئی بھاری بات نہ تھی جنہیں اللہ نے سیدھی راہ دکھادی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بے شک اللہ انسانوں پر بہت مہربان ہے (البقرہ 143)۔

یعنی جنہیں آزمائش سے گزرنے اور امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کی راہ بتادی اور انہیں اللہ نے ثابت قدم رکھا یعنی پہلے قبلے کے متعلق تمہارا ایمان، نبی کی تصدیق، دوسرے قبلے کے باب میں نبی کی پیروی اور اس سلسلے میں نبی کی اطاعت۔ اللہ تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۃ البقرہ آیت 144)۔

قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ‌ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا‌ ۚ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ‌ؕ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ‌ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: ''ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا۔ تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد الحرام کی طرف اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کی خواہشوں سے بے خبر نہیں''۔

جب غزوہ بدر کے روز اللہ تعالیٰ نے قریش کو شکست فاش سے دوچار کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے یہود کو سوق بنی قینقاع میں جمع کیا اور فرمایا:

يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ وَ اِسْلِمُوْ قَبْلَ اَنْ يُصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِمِثْلِ مَا اَصَابَ بِهٖ قُرَيْشًا.

ترجمہ: ''اے گروہ یہود اسلام اختیار کر لو اس سے پہلے کہ اللہ تم پر ویسی ہی مصیبت ڈالے جیسی قریش پر ڈالی''۔

یہودیوں نے آپ علیہ السلام سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ علیہ السلام اس بھلاوے میں نہ رہیں کہ آپ (علیہ السلام) نے قریش کی ایک (ایسی) جماعت کو قتل کر ڈالا جو ناتجربہ کار تھی۔ اور جنگ کرنا نہ جانتی تھی۔ واللہ! اگر ہم سے جنگ کرو گے تو معلوم ہوگا کہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں اور ہم سا کوئی نہیں ملا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قول کے متعلق یہ آیتیں نازل فرمائیں (سورۃ آل عمران آیات 12،13)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬

ترجمہ: ''فرمادو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔ بیشک تمہارے لیے نشانی تھی دو گروہوں میں جو ایک دوسری سے مقابل ہوئیں ایک جماعت اللہ کی راہ میں جنگ کر رہی ہے اور دوسری کافر ہے۔ تم انہیں ان کا دونا دیکھ رہے تھے (اور یہ کچھ خیالی بات نہ تھی بلکہ) آنکھوں دیکھا معاملہ تھا اور اللہ اپنی مدد سے جس کی تائید چاہتا ہے کرتا ہے بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے''۔

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	تالیف
1.	شرح المواہب اللدنیہ	حضرت امام زرقانی محمد بن عبدالباقی الزرقانی (متوفی 1172ء)
2.	المصنف عبدالرزاق	حضرت امام عبدالرزاق بن ہمام (استاد حضرت امام بخاری) (المتوفی 211ھ)
3.	السیرۃ الحلبیہ	امام العصر علامہ علی ابن برہان الدین حلبی متوفی 1044 ہجری (975 تا 1044ھ)
4.	الخصائص الکبریٰ	حضرت امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ
5.	مسند امام احمد	حضرت امام احمد بن حنبل ابن ادریس (ولادت بغداد 164ھ وفات بغداد 241ھ)
6.	قرآن کریم	ترجمہ مولانا احمد رضا خاں (المتوفی 1340ھ) حاشیہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی
7.	بخاری شریف	حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (ولادت 192ھ وفات 256ھ) (امام مسلم، ترمذی، ابن خزیمہ، ابی زرعہ، ابوحاتم، نسائی وغیرہ محدثین آپ کے شاگرد ہیں)۔
8.	مسلم شریف	حضرت امام مسلم ابن حجاج قشیری نیشاپوری (ولادت 204ھ وفات نیشاپور 261ھ)
9.	سنن ابوداؤد	حضرت ابوداؤد سلیمان ابن اشعث (ولادت ہرات کے قریب بجستان 202ھ وفات بصرہ 275ھ)
10.	فتح الباری	حضرت ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ)
11.	مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد علیہ الرحمۃ
12.	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ مظہری (متوفی 1225ھ)

13.	السیرۃ النبی کامل	ابومحمد عبدالملک بن ہشام ابن ایوب الحمیری (متوفی 213ھ)
14.	السیرۃ النبویہ	حضرت علامہ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر (متوفی 774ھ) (701ھ تا 774ھ)
15.	تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی (متوفی 606ھ)
16.	تاریخ طبری	حضرت ابی جعفر ابن جریر طبری (المتوفی 310ھ)
17.	شرح السنۃ	حضرت ابومحمد حسین علامہ بغوی (متوفی 516ھ)
18.	مسند احمد	حضرت احمد بن حنبل (ولادت بغداد 164ھ وفات بغداد 241ھ)
19.	مستدرک	حضرت امام حاکم
20.	دلائل النبوۃ	حضرت امام بیہقی احمد ابن حسین نیشاپوری (مولد 384ھ وفات 458ھ)
21.	مشکوٰۃ المصابیح	حضرت خطیب تبریزی
22.	تاریخ الخمیس	حضرت علامہ دیار البکری (متوفی 966ھ)
23.	دلائل النبوۃ	حضرت علامہ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (المتوفی 430ھ)
24.	طبقات ابن سعد	علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری (168ھ تا 230ھ)
25.	تاریخ ابن عساکر	حضرت علامہ ابن عساکر
26.	طبرانی شریف	علامہ امام طبرانی
27.	فتوحات مکیہ	علامہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (المتوفی 638ھ)
28.	الوفاء باحوال مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	عبدالرحمٰن ابن جوزی (المتوفی 597ھ)
29.	مطالع المسرات	حضرت تقی الدین الفاسی بن احمد الحسنی الفاسی المکی متوفی 832ھ
30.	الشفاء شریف	قاضی عیاض المالکی (المتوفی 544ھ)

.31	نسائی شریف	امام ابوعبدالرحمٰن ابن احمد ابن شعیب ابن بحر ابن سنان نسائی (ولادت خراسان کی بستی نساء 215ھ وفات بعض کے مطابق مکہ مکرمہ 303ھ)
.32	الحدیقۃ الندیہ	امام عبدالغنی نابلسی
.33	مرقاۃ المفاتیح وشرح الشفاء	علامہ ملا علی قاری مکی حنفی (متوفی 1016ھ)
.34	مدارج النبوت	شاہ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی 1073ھ 1672ء، پیدائش 958ھ 1551ء)
.35	تفہیمات الٰہیہ	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (التوفی 1176ھ = 1762ء)
.36	قصیدہ بردہ شریف	حضرت امام شرف الدین محمد بوصیری (پیدائش بوصیر یکم شوال 608ھ بمطابق 7 مارچ 1213ء) 695ھ میں سکندریہ میں وفات پائی بمقام فسطاط حضرت امام شافعی کے مزار کے قریب مدفون ہیں)
.37	روح المعانی	حضرت محمود آلوسی بغدادی (متوفی 1270ھ)
.38	تفسیر ابن ابی حاتم	حضرت علامہ ابن ابی حاتم (التوفی 327ھ)
.39	امالی	علامہ ابوسہل قطان
.40	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
.41	اوسط طبرانی	حضرت ابوالقاسم سلیمان ابن احمد بن ایوب طبرانی (متوفی 360ھ)
.42	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ (ولادت قزوین 209ھ وفات 273ھ)
.43	دلائل النبوۃ	علامہ ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی (نیشاپور ولادت 384ھ وفات 458ھ)
.44	عیون الاثر	ابن سید الناس اندلسی (التوفی 734ھ)
.45	صورۃ من المدینۃ المنورہ	خالد مصطفیٰ۔ قاہرہ۔ مصر
.46	مرۃ الحرمین	ابراہیم رفعت پاشا (اشاعت 1908) قاہرہ۔ مصر

نمبر	کتاب	مصنف
47.	کنز العمال	امام علی المتقی بن حسام الدین (متوفی 975ھ)
4.	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
49.	تفسیر در منثور	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
50.	عقیدہ	علامہ طحاوی
51.	صبح الاعشیٰ	علامہ طحاوی
52.	غنیۃ الطالبین	حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات بعمر 90 سال 7 ماہ بغداد 561ھ)
53.	روح المعانی (تفسیر)	حضرت محمود آلوسی بغدادی (متوفی 970ھ)
54.	تفسیر کشاف	حضرت علامہ زمخشری (المتوفی 528ھ)
55.	کتاب الفصل	حضرت امام ابن حزم
56.	شرح شفاء شریف	حضرت ملا علی قاری حنفی (المتوفی 1016ھ)
57.	شفا شریف	قاضی عیاض مالکی (متوفی 544ھ)
58.	تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی المتوفی 774ھ (701ھ774ھ)
59.	کتاب الانسان الکامل	شیخ عبدالکریم جیلی شافعی یمنی (المتوفی 839ھ)
60.	کتاب فقہ اکبر	امام ابوحنیفہ امام اعظم نعمان بن ثابت (پیدائش 80ھ وفات بغداد 150ھ)
61.	نسیم الریاض	امام شہاب الدین احمد الخفاجی (متوفی 1069ھ)
62.	الصارم المسلول	امام ابن تیمیہ ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالعلیم بن عبدالسلام (661ھ-728ھ حران)
63.	سیرۃ النبویہ	علامہ حافظ الحدیث ابوحاتم محمد بن حبان احمد التمیمی البستی المتوفی 354ھ
64.	الاصابہ	امام احمد بن علی بن محمد بن علی العسقلانی (متوفی 852ھ)
65.	شواہد النبوۃ	حضرت مولانا عبدالرحمن جامی (متوفی 898ھ)
66.	معالم التنزیل	ابومحمد حسین امام بغوی (المتوفی 516ھ)
67.	سیرۃ النبویہ	علامہ زینی دحلان

نمبر	کتاب	مصنف
.68	سیرۃ نبویہ	علی ھاش الحلبیہ
.69	انسان العیون یعنی سیرۃ حلبیہ	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975 - 1044ھ)
.70	البدایہ والنہایہ	امام عمادالدین ابن کثیر دمشقی المتوفی 774ھ
.71	تاریخ طبری	علامہ ابی جعفر ابن جریر طبری (المتوفی 310ھ)
.72	تاریخ ابن خلدون	علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (المتوفی 808ھ= 1405ء)
.73	سیرۃ النبی (کامل)	ابومحمد عبدالملک بن ہشام (ابن ہشام متوفی 213ھ)
.74	الاحکام السلطانیہ	حضرت علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ
.75	اعلام النبوۃ	حضرت علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ
.76	معارج النبوت	حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی (المتوفی 907ھ)
.77	شواہد النبوت	حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی متوفی 898ھ=1492ء
.78	الوفا باحوال مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی المتوفی 597ھ
.79	دلائل النبوۃ	امام الحافظ ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ
.80	شرف المصطفیٰ	امام ابوسعید نیشاپوری (متوفی 213ھ)
.81	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت علامہ محمد رضا مصری
.82	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد الصادق ابراہیم عرجون
.83	خاتم النبیین	حضرت امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ
.84	تاریخ الخمیس	امام دیار البکری المتوفی 966ھ
.85	الروض الانف	امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی (متولد 508ھ متوفی 581ھ)
.86	شفاء الغرام باخبار البلد الحرام	علامہ تقی الدین محمد قاضی مکہ مکرمہ المتوفی 832ھ
.87	مغازی رسول اللہ	حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد مدینہ منورہ 22ھ متوفی مدینہ منورہ 93ھ
.88	جوامع السیرۃ	علامہ حافظ ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی 456ھ

89.	سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ (ولادت قزوین 209ھ وفات 273ھ)
90.	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار	حضرت علامہ ابو یوسف بن اسمٰعیل نبہانی فلسطینی (پیدائش 1265ھ=1849ء، التوفی 1350ھ=1931ء)
91.	نوادر الاصول	حکیم محمد بن علی ترمذی
92.	فتوحات مکیہ	شیخ محی الدین ابن عربی (التوفی 638ھ)
93.	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی (التوفی 606ھ)
94.	قصیدہ تائیۃ الکبریٰ	حضرت عمر بن فارض (التوفی 632ھ)
95.	ہدایۃ السول فی تفصیل الرسول	مولانا عز الدین بن عبد السلام شافعی (التوفی 660ھ)
96.	تہذیب الاسماء واللغات	علامہ محی الدین یحییٰ بن شرف بن الخزامی النووی (مولد 631ھ)(التوفی 676ھ)
97.	طہارۃ القلوب	شیخ عبدالعزیز دیرینی (التوفی 694ء)
98.	عیون الاثر ابن سید الناس	علامہ الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد (التوفی 734ھ)
99.	المدخل	علامہ ابن الحاج مالکی (متوفی 737ھ)
100.	الانسان الکامل	شیخ عبدالکریم جیلی شافعی یمنی (التوفی 811ھ)
101.	الکمالات الٰہیہ	شیخ عبدالکریم جیلی شافعی یمنی (التوفی 811ھ)
102.	کتاب الروض	علامہ شرف الدین اسماعیل بن المقری الیمنی الشافعی (متوفی 839ھ)
103.	التعظیم والمنۃ	علامہ تقی الدین سبکی (متوفی 756ھ)
104.	البدایہ والنہایہ	امام عماد الدین ابن کثیر دمشقی (التوفی 774ھ) (701ھ تا 774ھ)
105.	کتاب الیواقیت والجواہر	امام عبدلوہاب شعرانی (التوفی 972ھ)
106.	شرح ہمزیہ (شرح قصیدہ امام بوصیری)	علامہ شیخ شہاب احمد بن حجر الہیتمی (متوفی 973ھ)
107.	اہل الاسلام والایمان	حضرت علامہ شیخ نور الدین حلبی (متوفی 1044ھ)
108.	کتاب کبیر	حضرت علامہ شیخ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1030ھ)

109.	مکتوبات شریف	حضرت امام الربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی السرہندی النقشبندی (المتوفی 1034ھ)
110.	شرح دلائل الخیرات	علامہ شیخ محمد المہدی الفاسی مراکش (متوفی 870ھ)
111.	مراۃ الحرمین	ابراہیم رفعت پاشا (1901ء)
112.	الرحلۃ	سفرنامہ امام ابن جبیر
113.	تاریخ القلبی	علامہ قطب الدین الحنفی (المتوفی 988ھ)
114.	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
115.	حسن المقصد فی عمل المولد	حضرت امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
116.	عرف التعریف بالمولد الشریف	حضرت امام شمس الدین الجزری
117.	التنویر فی مولد البشیر النذیر ومراۃ الزمان والمولد العرس	حضرت امام عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی 597ھ)
118.	روح الارواح	حضرت الحافظ سیدی ابوعبداللہ التنسی
119.	المورد الروی فی مولد النبی	حضرت مولانا ملا علی قاری حنفی (المتوفی 1014ھ یا 1016ھ)
120.	الباعث علی البدع والحوارث	حضرت علامہ ابوشامہ
121.	سبل الھدیٰ	حضرت امال جلال الدین کہتانی
122.	اقتضاء الصراط المستقیم	حضرت امام ابن تیمیہ
123.	ماثبت من السنہ	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (978ھ-1073 ھ)
124.	فتویٰ	حضرت امام ذرعہ العراقی
125.	الدار الثمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
126.	سبل الھدیٰ	علامہ ظہیر الدین جعفر المصر ی
127.	فیوض الحرمین	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی 1176ھ)
128.	الجامع اللطیف فی فضل مکہ واہلہا وبنا البیت الشریف	حضرت محمد بن جار اللہ ابن ظہیر
129.	شمائم امدادیہ	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

.130	سبل الھدیٰ	حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی
.131	الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام	علامہ قطب الدین الحنفی
.132	فتاویٰ عبدالحیٔ	حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی
.133	القبلہ	اخبار مکہ مکرمہ 1917ء
.134	طریقت	اخبار لاہور مارچ 1917ء
.135	حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	السید محمد بن علوی المالکی المکی الحسینی
.136	مواہب لدنیہ	حضرت بدرالدین زرکشی
.137	المفردات	حضرت امام راغب الاصفہانی
.138	الروض الانف	امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی (متولد 508ھ متوفی 581ھ)
.139	شرف النبی	علامہ ابوسعید عبدالملک بن عثمان نیشاپوری (متوفی 407ھ)
.140	انوار جمال مصطفیٰ	مولانا نقی علی خاں
.141	طبقات ابن سعد	ابن سعد علامہ محمد بن سعد (المتوفی 230ھ)
.142	تاریخ مکہ	علامہ ارزقی (متوفی 233ھ)
.143	قاموس العلوم (اخلاق کی انسائیکلوپیڈیا)	عیسائی مورخ نیلوس
.144	انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (اشاعت 1981ء)	
.145	تعذیب المستضعفین	امام ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر
.146	تاریخ ابن خلکان	علامہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان قاضی القضا شمس الدین ابوالعباس (608ھ تا 681ھ)
.147	تاریخ ابن خلدون	علامہ عبدالرحمان ابن خلدون (732ھ تا 808ھ)
.148	دلائل النبوۃ	امام احمد بن حسین ابوبکر بیہقی نیشاپوری (متولد 384ھ متوفی 458ھ)
.149	تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی متوفی 606ھ

150. تفسیر ابن کثیر — حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی المتوفی 774ھ
151. تاریخ ابن کثیر — علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی المتوفی 774ھ
152. تفسیر در منثور — علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
153. اعلام النبوت — علامہ ابوالحسن علی الماوردی (متوفی 450ھ)
154. تہذیب الاسماء — علامہ محی الدین یحیٰی بن شرف بن الخزامی النووی (مولد 631ھ متوفی 676ھ)
155. شرح اسیر الکبیر — امام حافظ ذہبی اصابہ ترجمہ سلمان
156. المعجم الکبیر — حضرت سرخسی
157. وفا الوفا — حضرت علامہ سمہودی (998ھ)
158. السیرۃ النبویہ — امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ
159. سیرۃ النبویہ — امام حافظ الحدیث ابو حاتم محمد بن حبان ابن احمد التیمی البستی المتوفی 354ھ
160. شواہد النبوت — حضرت نور الدین عبد الرحمٰن جامی (متوفی 898ھ 1492ء)
161. السیرۃ الحلبیہ — حضرت امام العصر علامہ حلبی (متوفی 1044ھ)
162. فتوح البلدان — علامہ احمد بن یحیٰی بن جابر الشبیر البلازری (المتوفی 279ھ)
163. معجم البلدان — امام شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی (پیدائش روم 574ھ وفات حلب شہر کے قریب خان میں 626ھ)
164. روضۃ الاحباب
165. الجامع الاحکام القرآن — امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری
166. الباب التاویل — حضرت علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی متوفی 725ھ
167. یاقوت التاویل — حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی الطوسی (ولادت طوس 450ھ، وفات بغداد 505ھ)

168.	جواہر القرآن	حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی الطّوسی (ولادت طوس 450ھ، وفات بغداد 14 جمادی الاخر 505ھ)
169.	احیاء العلوم	حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی الطّوسی (ولادت طوس 450ھ، وفات بغداد 505ھ)
170.	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
171.	افضل الفوائد	حضرت محمد بن احمد بن دانیال حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی متوفی 725ھ
172.	فضائل نعلین حضور علیہ السلام	احمد المقری التلمسانی
173.	تفسیر ابن ابی حبان	ابن ابی حبان المتوفی 369ھ
174.	تفسیر بغوی	علامہ بغوی (المتوفی 516ھ)
175.	تفسیر ابن جبیر طبری	امام ابن جبیر طبری (المتوفی 310ھ)
176.	تفسیر ابن مردویہ	حضرت علامہ ابن مردویہ (المتوفی 410ھ)
177.	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (ولادت نہر بلخ جیحون کے کنارے مقام ترمذ 229ھ وفات ترمذ 279ھ)
178.	موطا امام مالک	امام ابوعبداللہ مالک ابن انس اصحی ولادت 103ھ مدینہ منورہ وفات مدینہ منورہ 179ھ)
179.	دارمی شریف	امام عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن افضل ابن بہرام دارمی (ولادت سمرقند 181ھ وفات 250ھ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں)
180.	کتاب دارقطنی	حضرت علامہ ابو الحسن علی ابن عمر دارقطنی (ولادت بغداد 305ھ وفات بغداد 385ھ۔ ابونعیم، حاکم، امام اسفرائینی محدثین آپ کے شاگرد ہیں)
181.	تفسیر زاد المسیر	امام جلال الدین عبدالرحمٰن علی الجوزی (متوفی 597ھ)
182.	معارج النبوۃ	ملا معین واعظ الکاشفی الہروی (متوفی 907ھ)
183.	زاد المعاد	علامہ حافظ ابن قیم (691ھ- 751ھ)
184.	السیرۃ الحلبیہ	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975ھ تا 1044ھ)

.185	تریاق البشریٰ	مرزا غلام احمد قادیانی
.186	حمامۃ البشریٰ	مرزا غلام احمد قادیانی
.187	انجام آتھم	مرزا غلام احمد قادیانی
.188	کتاب البریہ	مرزا غلام احمد قادیانی
.189	ایام صلح	مرزا غلام احمد قادیانی
.190	تحریری بیان جامع مسجد دہلی 23 اکتوبر 1891ء	مرزا غلام احمد قادیانی
.191	ازالۃ اوہام	مرزا غلام احمد قادیانی
.192	آئینہ کمالات	مرزا غلام احمد قادیانی
.193	خطبہ الہامیہ	مرزا غلام احمد قادیانی
.194	تصنیف التبلیغ	مرزا غلام احمد قادیانی
.195	تحفہ گولڑویہ	مرزا غلام احمد قادیانی
.196	تذکرہ الشہادتین	مرزا غلام احمد قادیانی
.197	حقیقۃ الوحی	مرزا غلام احمد قادیانی
.198	مواہب الرحمٰن (1903ء)	مرزا غلام احمد قادیانی
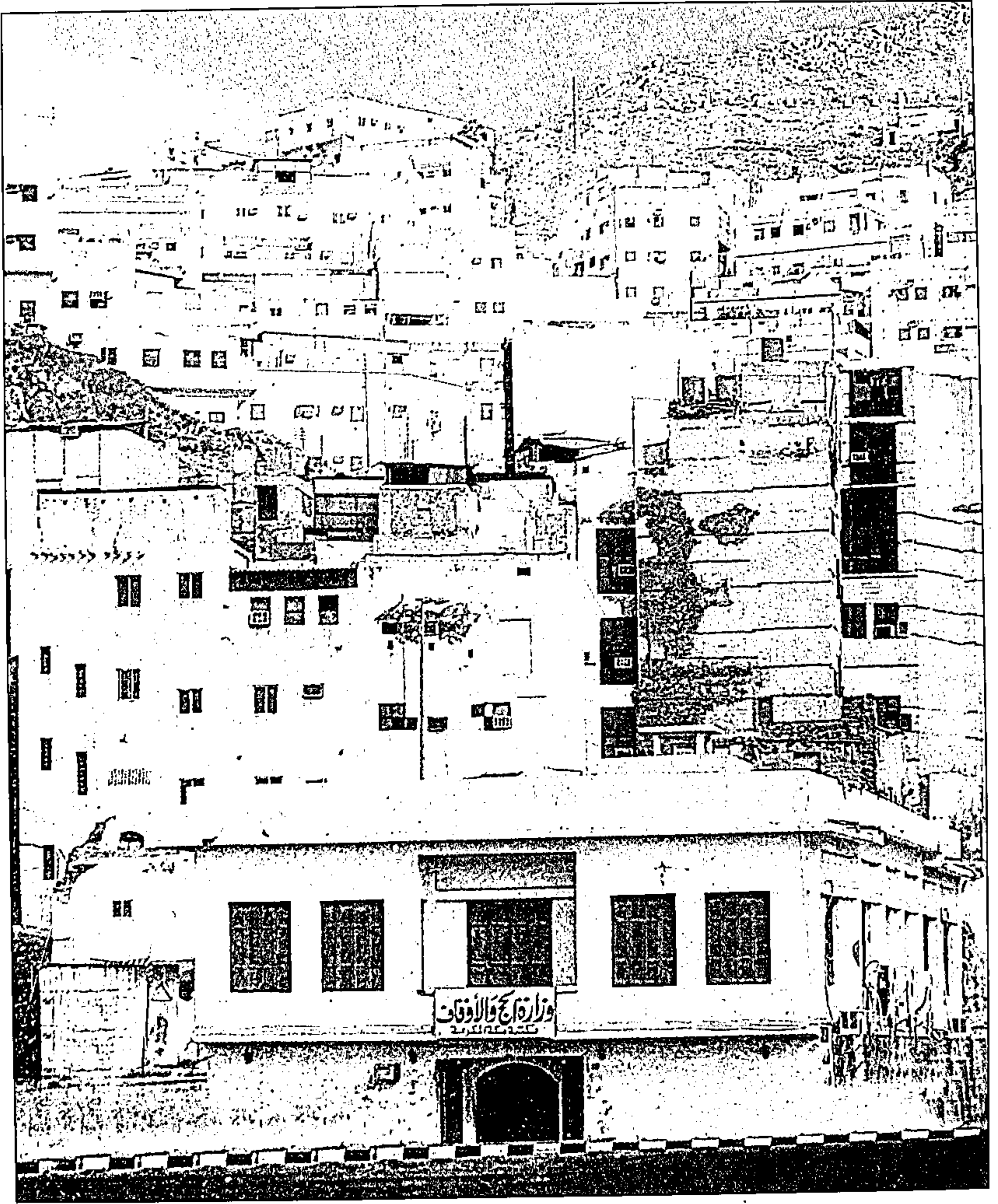
مکہ معظّمہ میں ابوقبیس کی پہاڑی کے دامن میں مولد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم
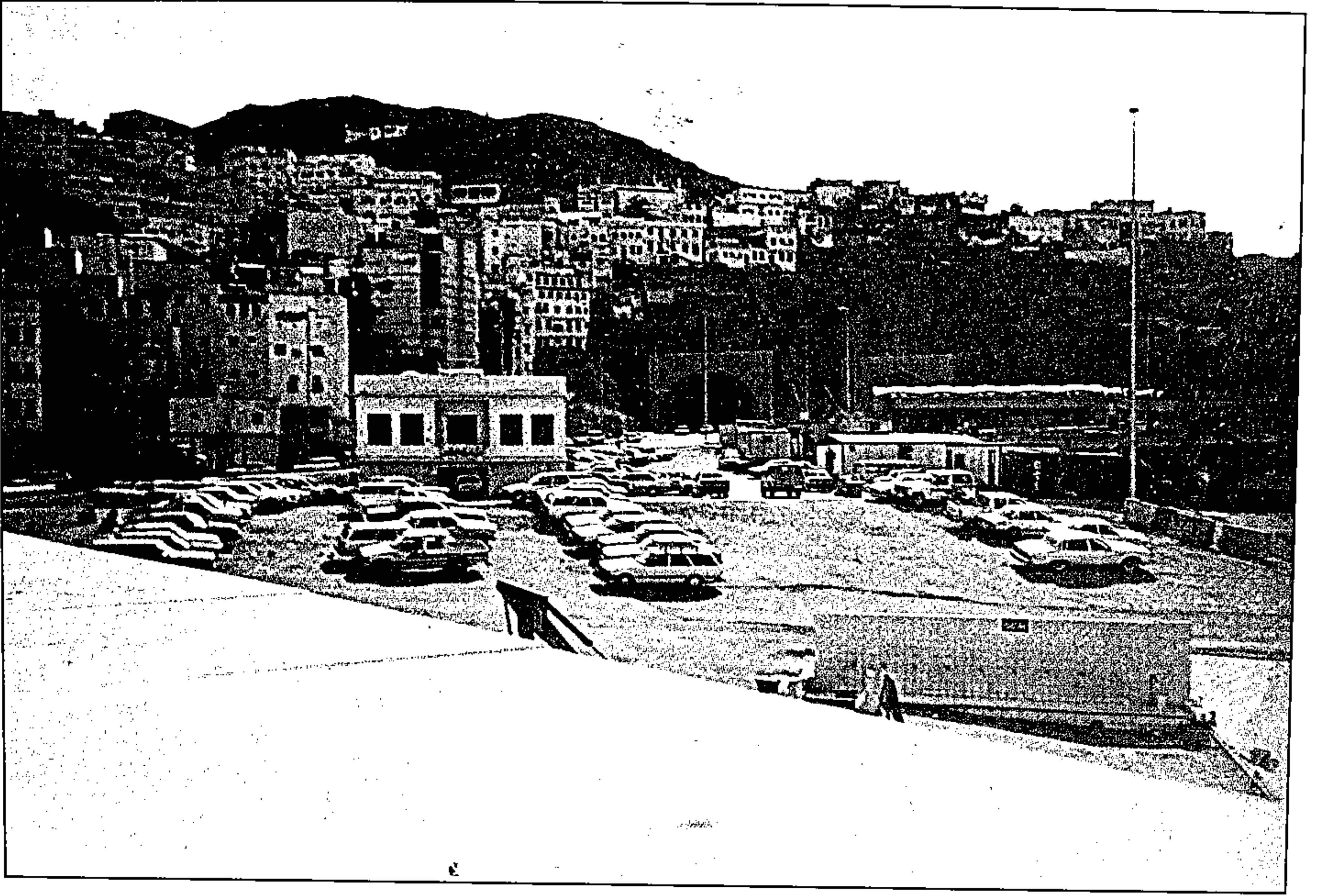
مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جَبَلُ النُّور بمکۃ المکرمہ
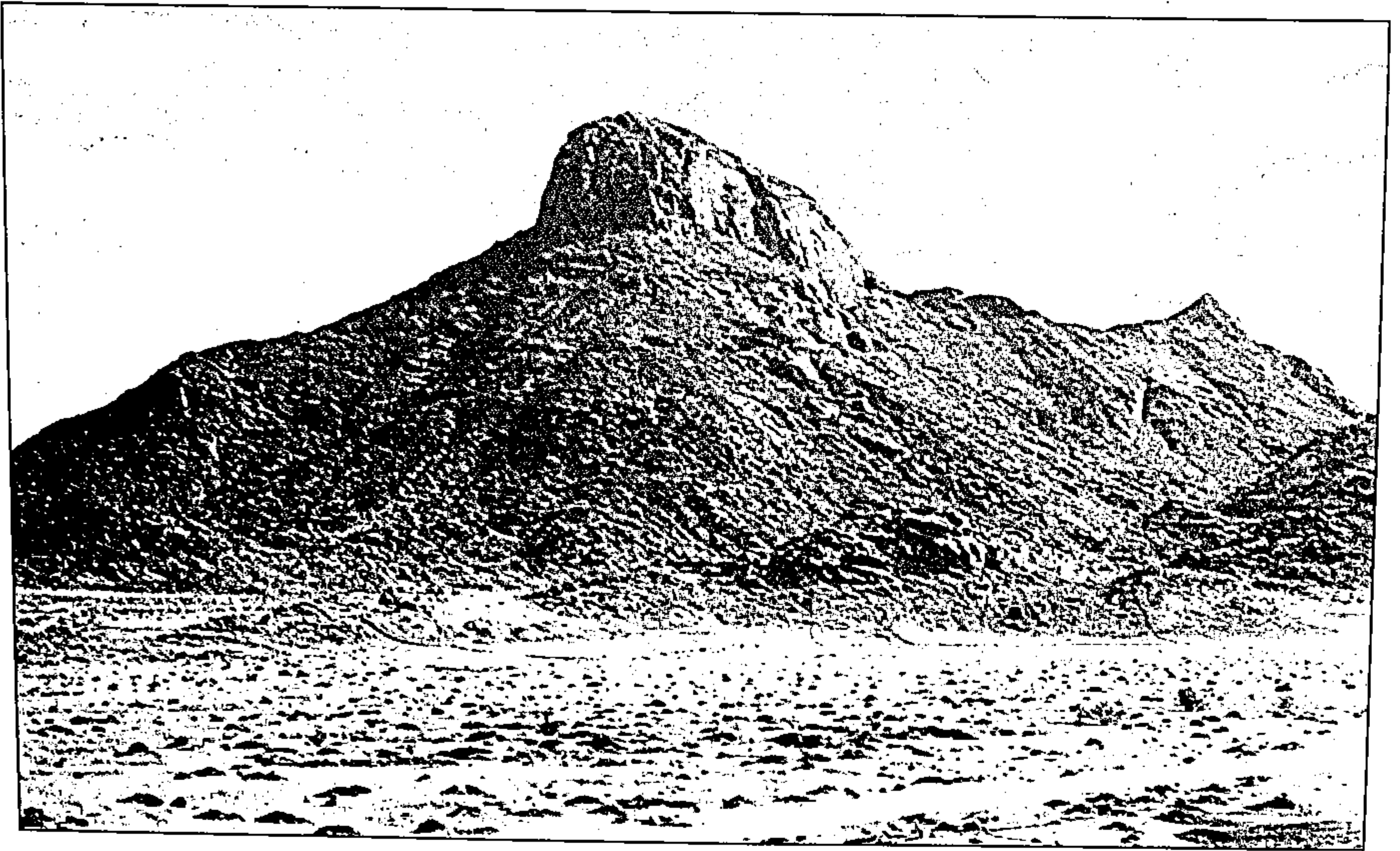
Al-noor mountain, Makkah
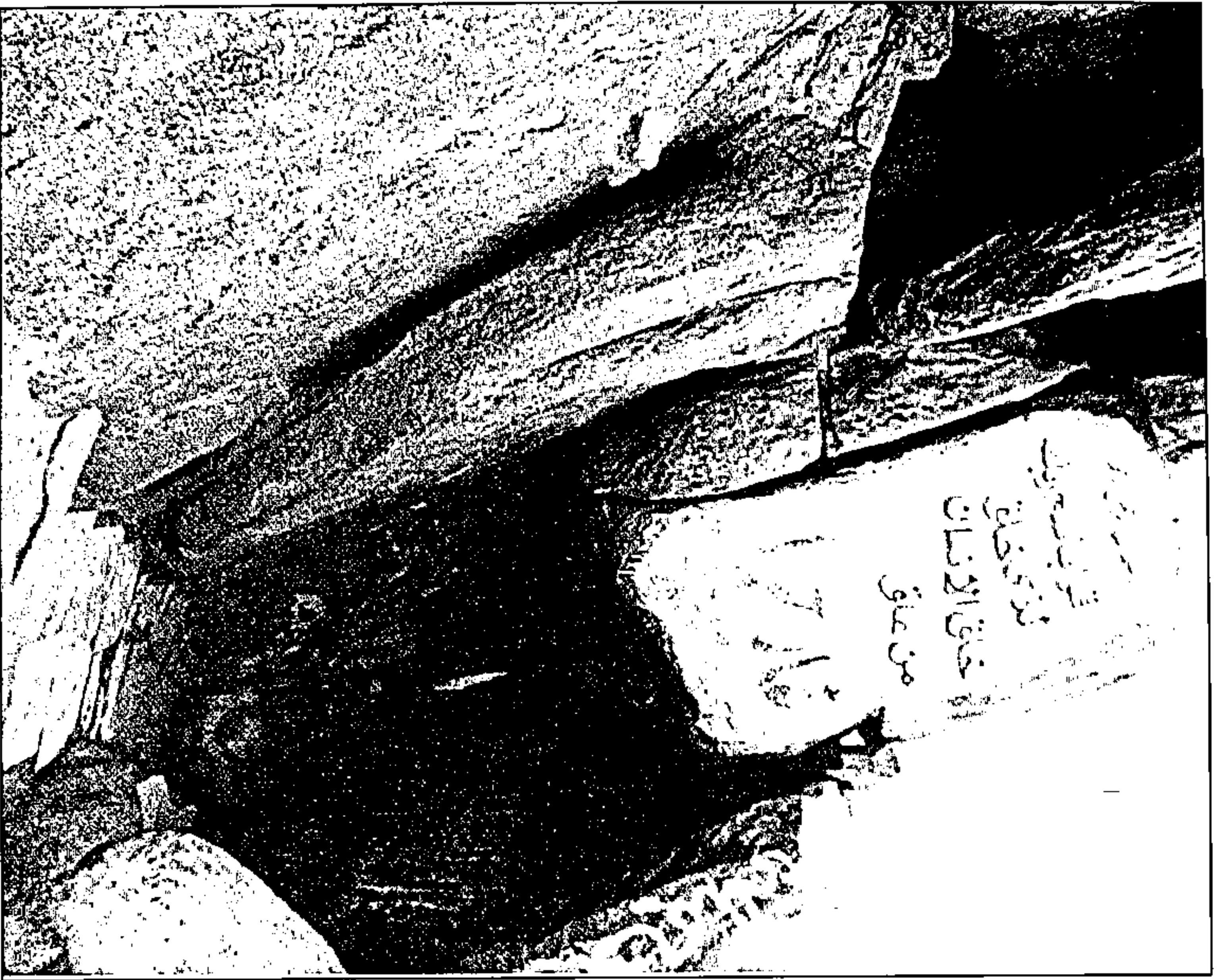
غارِ حرا (مکہ مکرمہ)

غارِ حرا (مکہ مکرمہ)
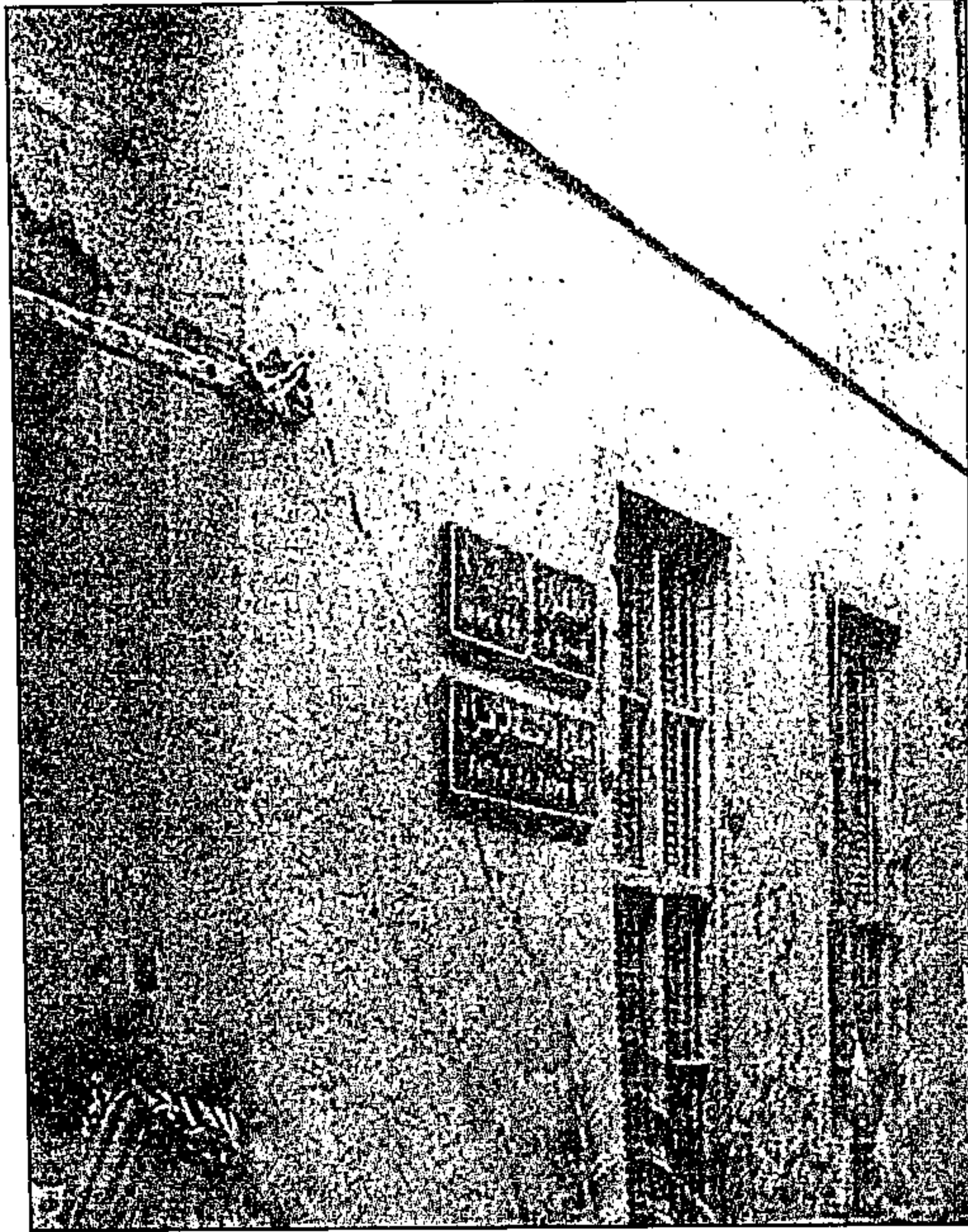
دارِ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
حضور علیہ السلام نے شادی کے بعد سے ہجرت تک یہاں قیام فرمایا۔

غارِ ثور (مکہ مکرمہ)
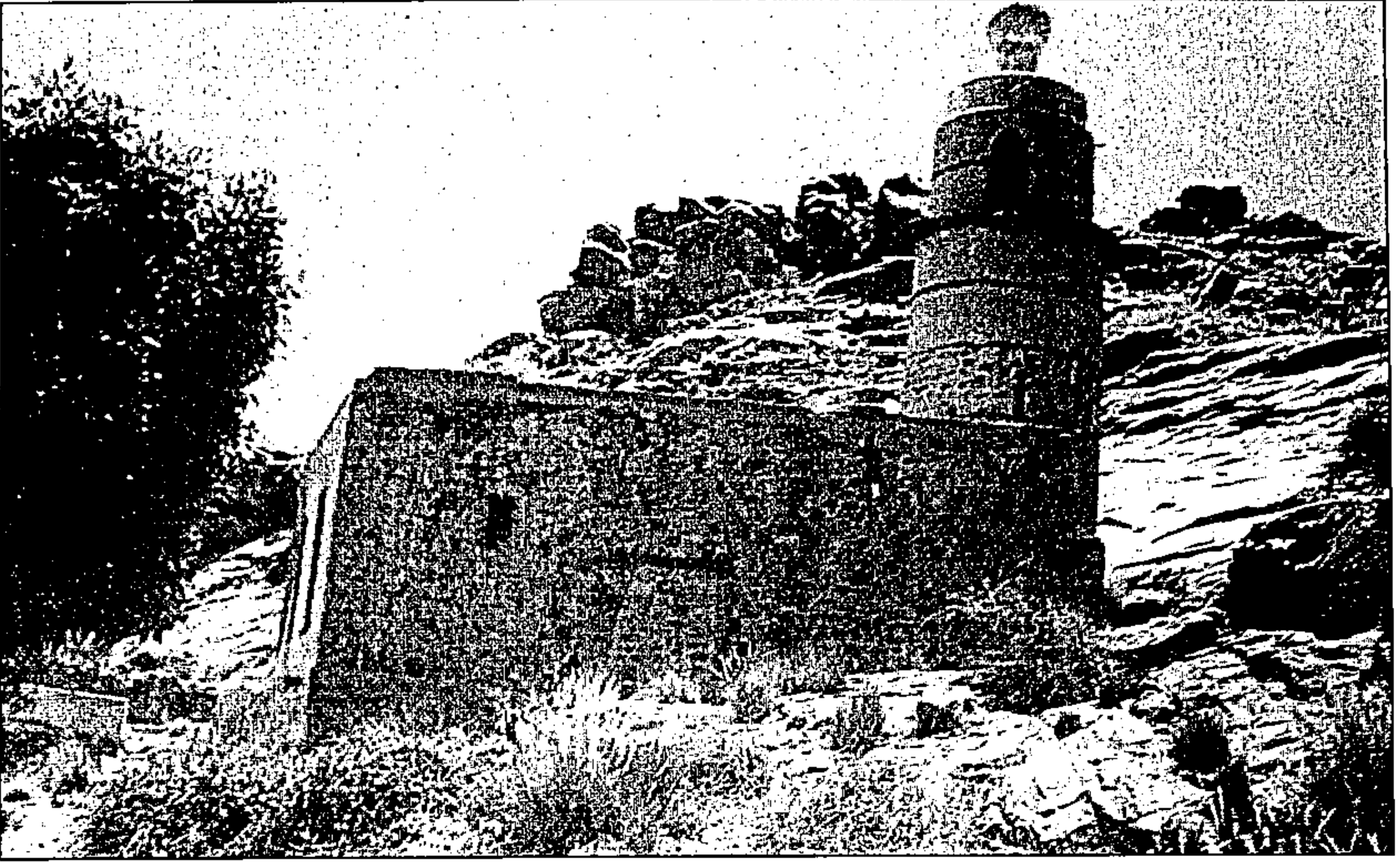
طائف میں وہ مقام جہاں روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم زخموں سے نڈھال ہو کر تشریف فرما ہوئے اور عداس نامی غلام نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں انگور پیش کئے۔
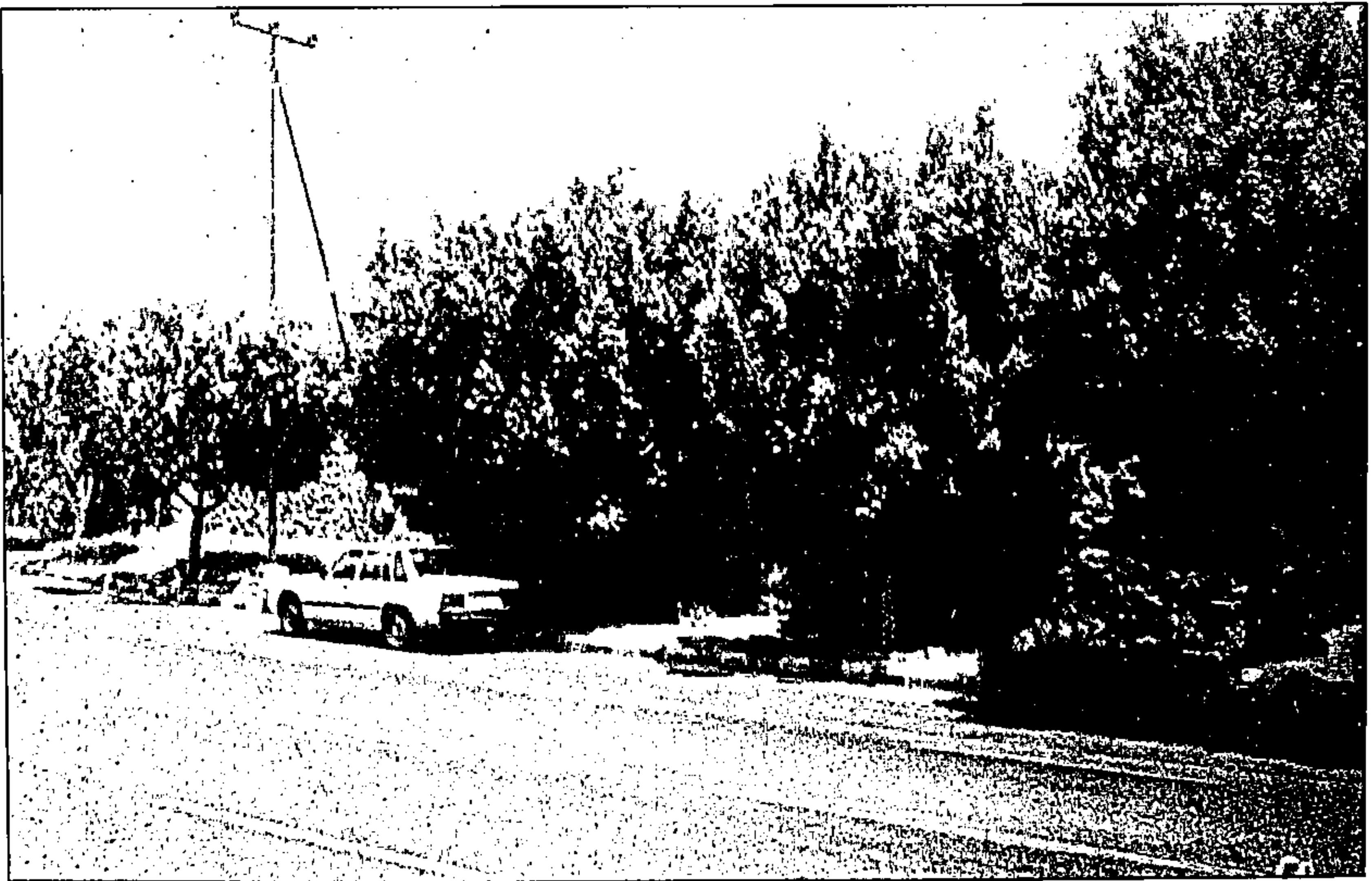
طائف میں وہ باغ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہاں آرام فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوئے۔
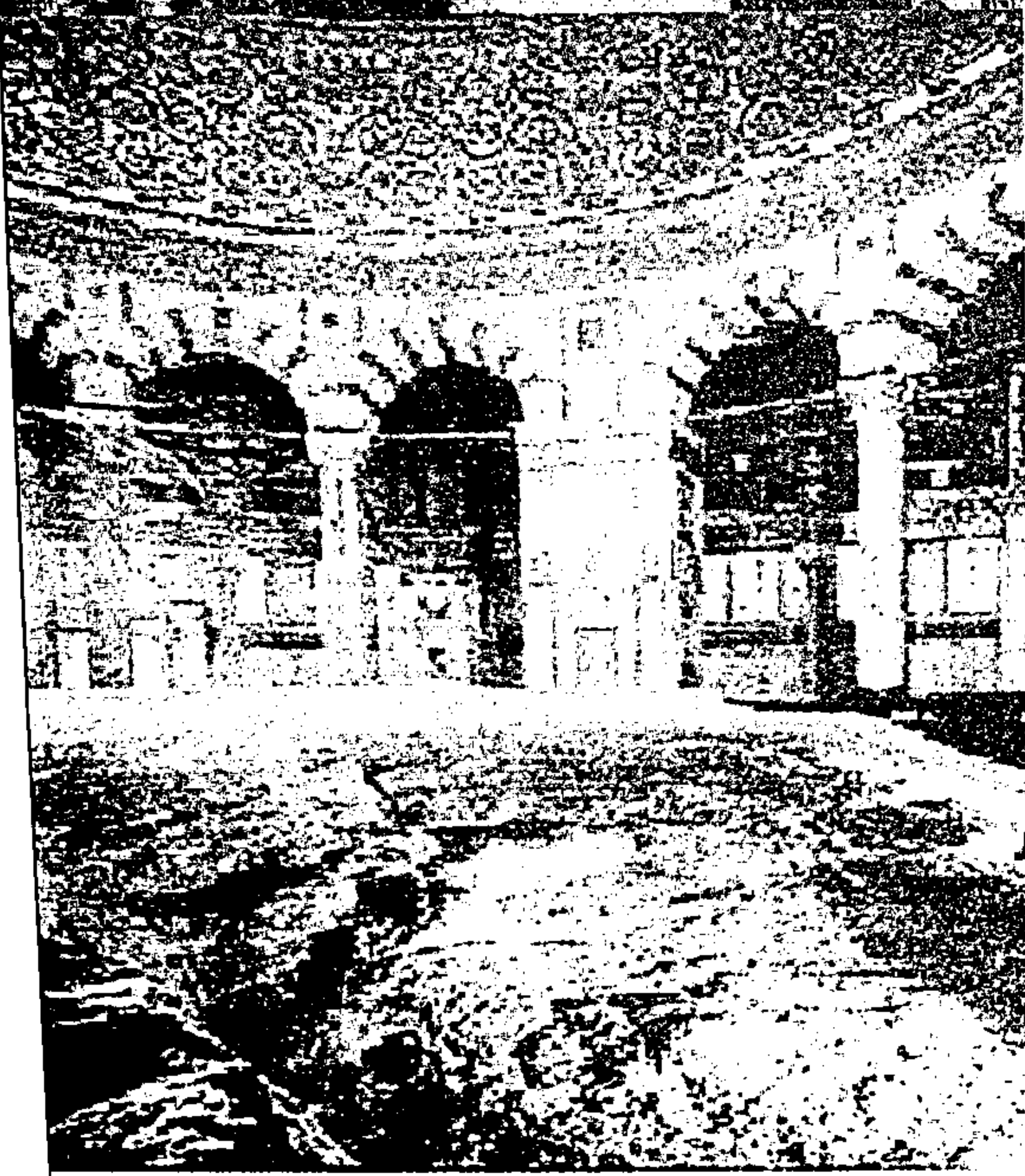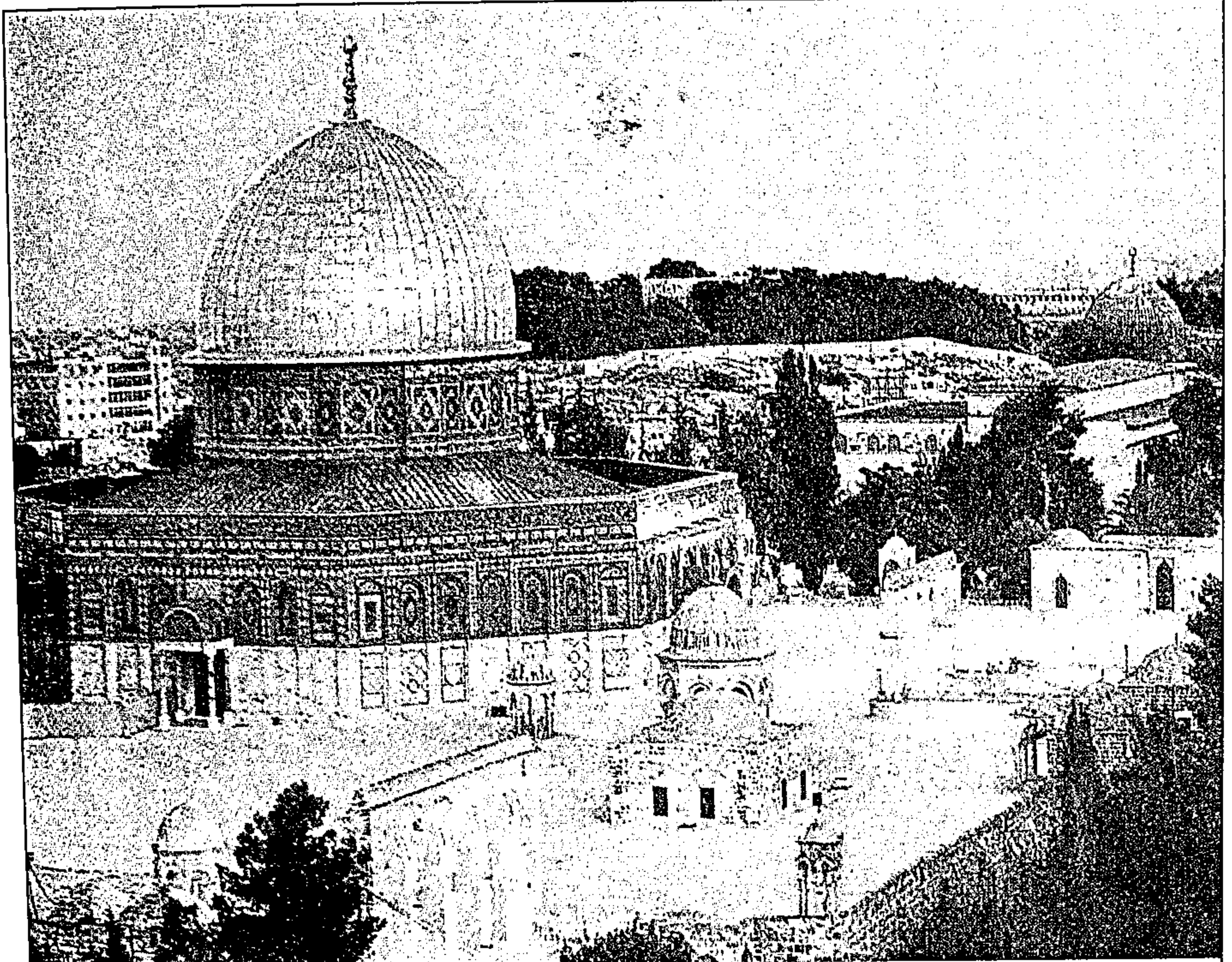
حرم قدس کی حدود میں واقع دوسری اہم اور خوبصورت عمارت "گنبد صخرہ" جو حرم کے صحن میں واقع ایک قدرتی چٹان پر تعمیر کی گئی ہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اسے انتہائی توجہ اور محنت سے تعمیر کروایا تاکہ مسلمان عیسائیوں کے شاندار گرجا گھروں سے مرعوب نہ ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ شاہکار تعمیر عجائبات عالم میں سے ہے مگر مسلمانوں کی نااہلی ہے کہ وہ اپنے اس ورثے کی اہمیت اور سحر انگیز خوبصورتی سے دنیا کو آگاہ نہیں کر سکتے۔ دائیں طرف مسجد کے مرکزی ہال کا گنبد اور سلاطین اسلام کے تعمیر کردہ دیگر تاریخی آثار نظر آرہے ہیں۔

مسجد کے صحن میں نسبتاً اونچی جگہ واقع وہ چٹان جس پر گنبد صخرہ تعمیر کیا گیا ہے
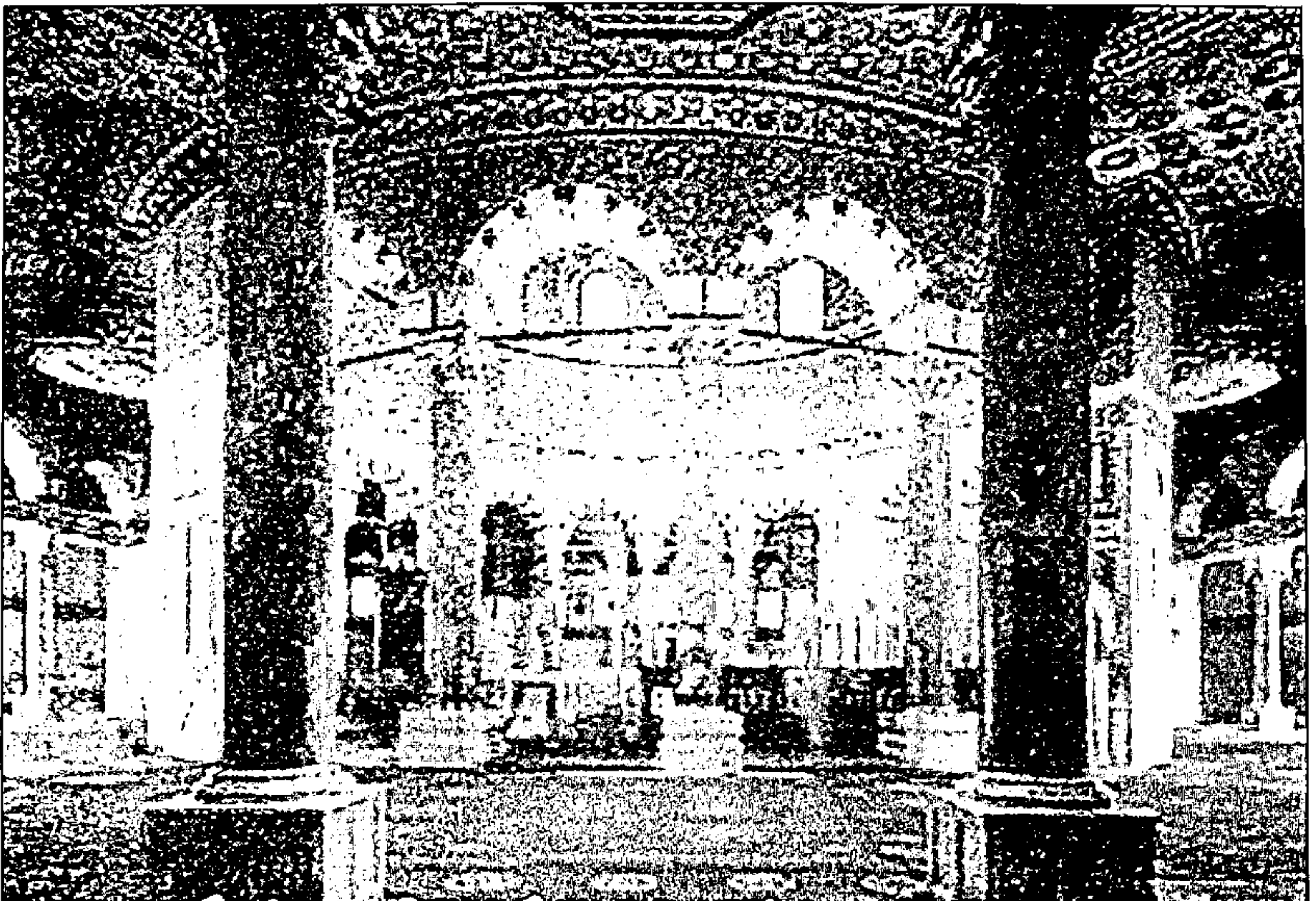
گنبد صخرہ (صخرہ عربی میں چٹان کو کہتے ہیں) کا اندرونی منظر۔ یہ عمارت اپنی مسحور کن خوبصورتی کی بناء پر دنیا کی ان گنی چنی عمارتوں میں سے ہے جنہیں بجا طور پر بنی نوع انسان کا تاریخی ورثہ قرار دیا جا سکتا ہے مگر یہود کی سازش سے اسے عالمی سطح پر اس کا جائز مقام نہیں مل پاتا
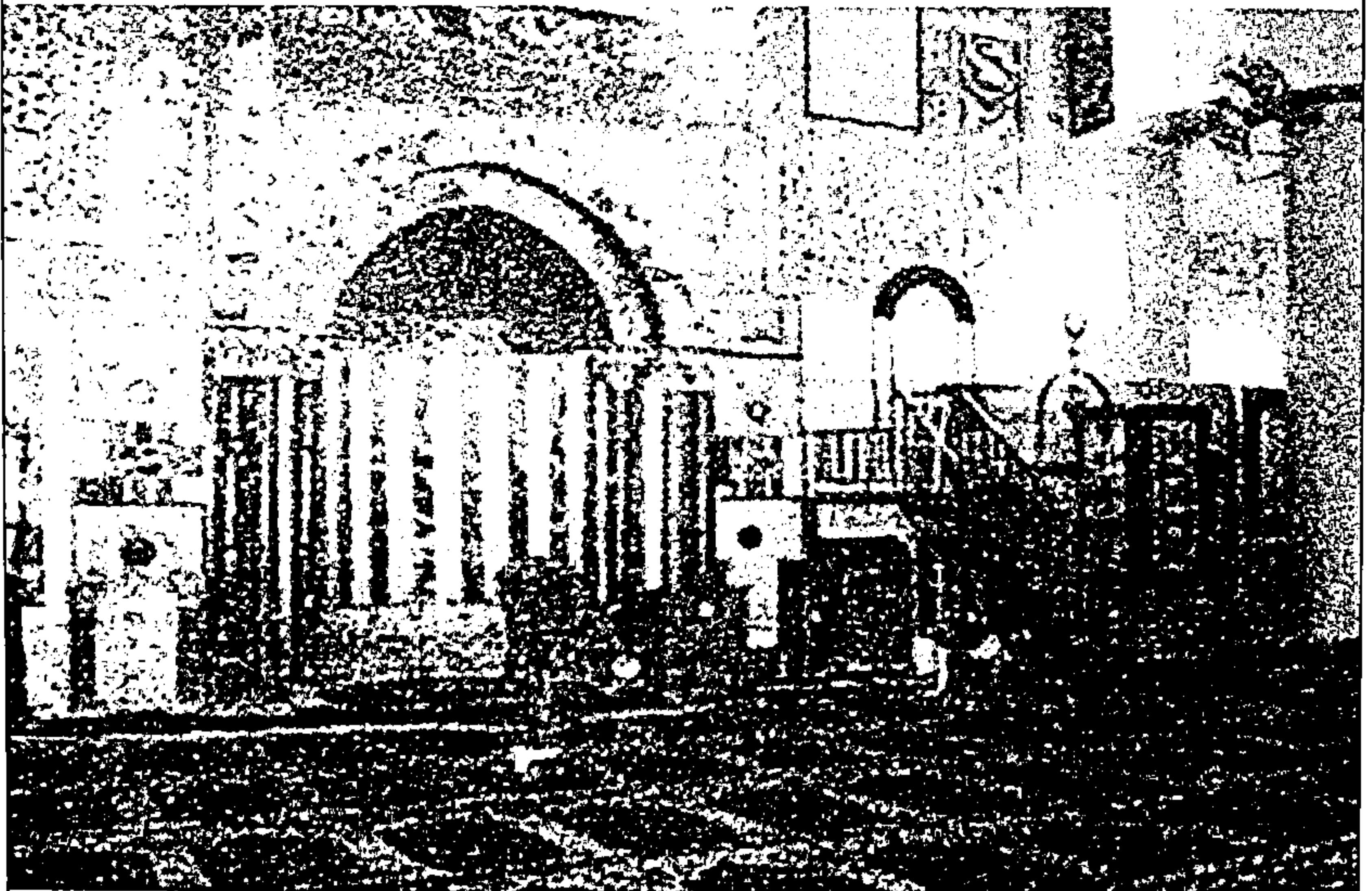
مسجد اقصیٰ کے محراب و منبر کا ایک دلکش منظر۔ یہ خوبصورت، پرشکوہ اور باوقار جگہ اللہ کے بے شمار مقرب بندوں کی سجدہ گاہ رہی ہے۔

حرم قدس کی حدود میں واقع دوسری اہم اور خوبصورت عمارت "گنبد صخرہ" جو حرم کے صحن میں واقع ایک قدرتی چٹان پر تعمیر کی گئی ہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اسے انتہائی توجہ اور محنت سے تعمیر کر دیا تاکہ مسلمان عیسائیوں کے شاندار گرجا گھروں سے مرعوب نہ ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ شاہکار تعمیر عجائبات عالم میں سے ہے مگر مسلمانوں کی نااہلی ہے کہ وہ اپنے اس ورثے کی اہمیت اور سحر انگیز خوبصورتی سے دنیا کو آگاہ نہیں کر سکتے۔ دائیں طرف مسجد کے مرکزی ہال کا گنبد اور سلاطین اسلام کے تعمیر کردہ دیگر تاریخی آثار نظر آ رہے ہیں۔

اصل مسجد اقصیٰ جہاں حضور نبی اکرم ؐ کے معراج پر تشریف لے جانے سے قبل جملہ انبیاء و رسل نے حضور نبی اقدس ؐ کی امامت میں نماز ادا کی تھی۔
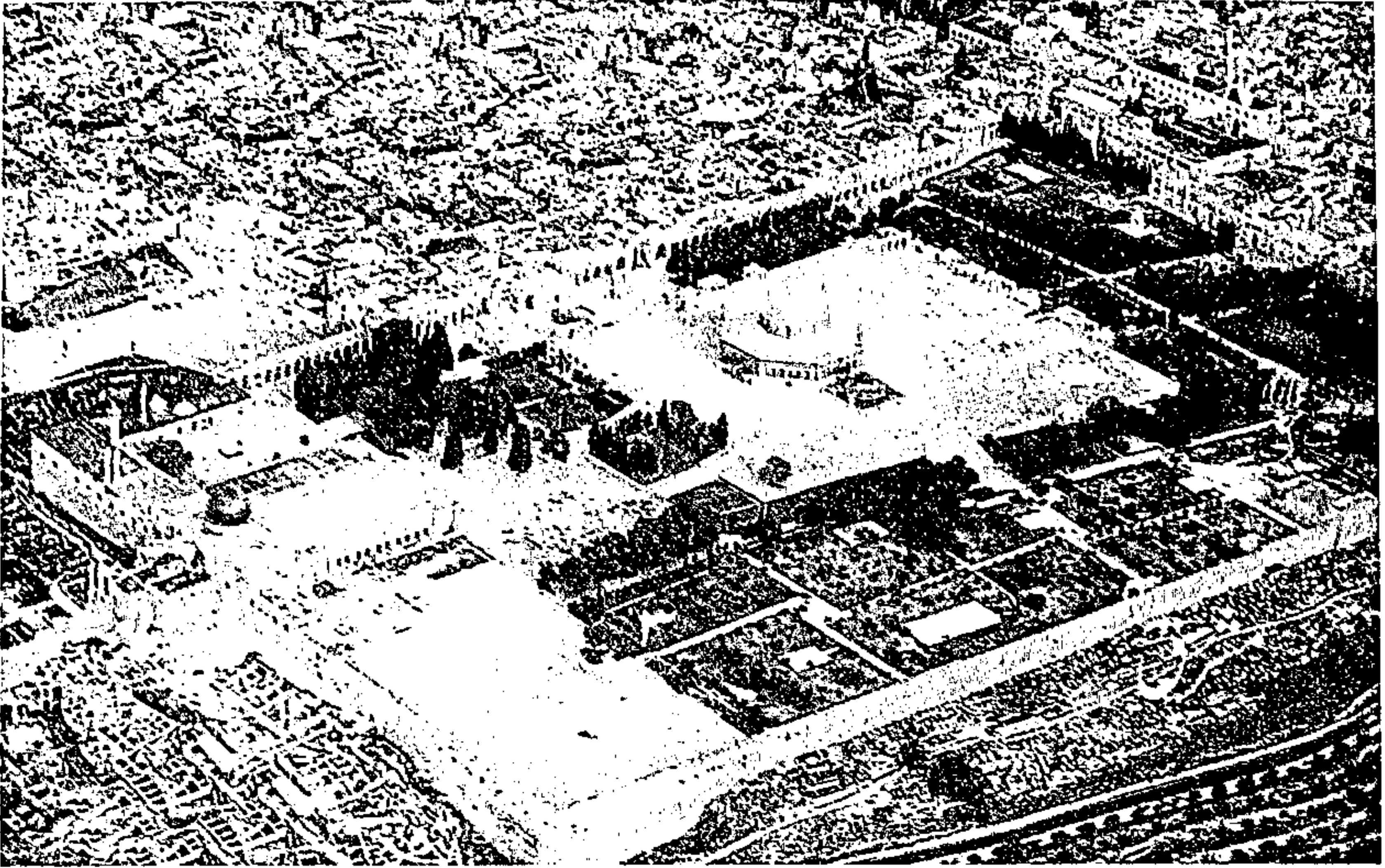
مسجد اقصیٰ کا فضائی منظر
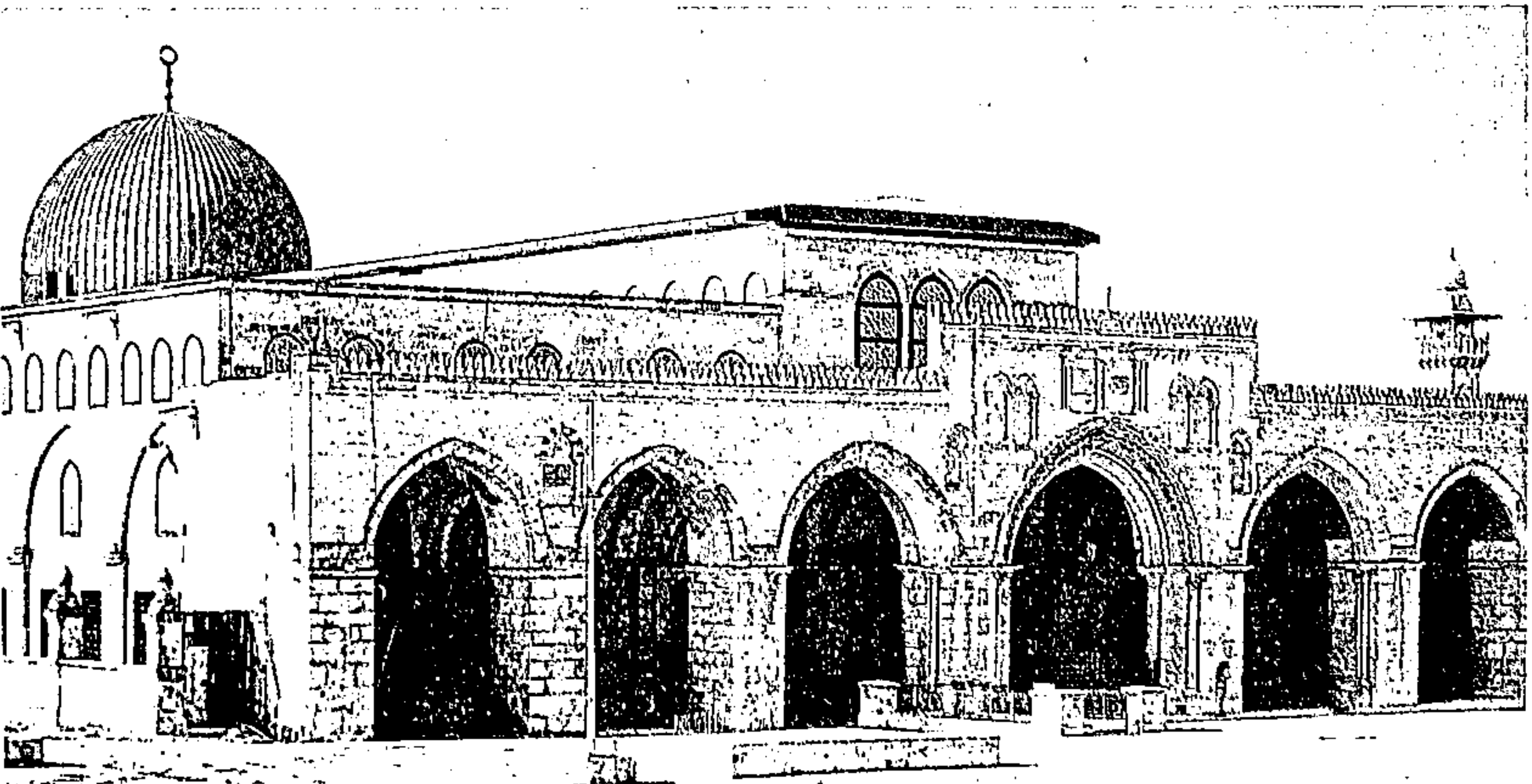
مسجد اقصیٰ کی مرکزی عمارت جس کے دیدار سے آج مسلمان اپنی بداعمالیوں کے سبب محروم ہیں۔ یہی وہ متبرک تاریخی مقام ہے جہاں امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی تھی۔ افسوس کہ مسلمان اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اس یادگار کے تحفظ سے غافل ہیں۔

ہجرتِ نبوی

﴿وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴾ "اور یاد کیجئے! جب تدبیر کر رہے تھے آپ کی بابت وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' تا کہ وہ قید کر دیں آپ کو' یا قتل کر دیں آپ کو' یا نکال دیں آپ کو' اور تدبیریں کر رہے تھے وہ اور تدبیر کر رہا تھا اللہ بھی' اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے O" (الانفال: 30/8)

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾

"اگر نہ مدد کرو گے تم اس کی' تو تحقیق مدد کی اس (پیغمبر) کی اللہ نے' جب کہ نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' (وہ) دوسرا تھا دو میں سے' جب وہ دونوں تھے غار میں' جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی سے' غم نہ کر' بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے' پس نازل کی اللہ نے اپنی سکینت اس پر اور مدد کی اس کی ایسے لشکروں سے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو"
(التوبہ: 40/9)

ہجرت کا راستہ

قافلوں کا متروک راستہ

مدینہ منورہ
قباء
عتیق
ذات الجیش
ملل
ذوالحلیفہ (آبار علی)
بطن رئم
روحاء
رویثہ
منصرف
حمراء الاسد
عرج
صفراء
ذوسلم
جداجد
بطن ذی کثیر
مرج مجاج
مولجہ مجاج
مولج لقف
ثنیۃ المرہ
بدر
رابغ الرمل
الجُحفہ
رابغ البحر
قدید
کُلیہ
خیمہ ام معبد
مشلل
قُدَید
خُلیص
امج
کدید
غدیر الاشطاط
ثنیۃ الغزال
عسفان
بطن مر
سرف
حدیبیہ
مکہ مکرمہ
جدہ
جبل ثور
طائف
بحیرہ احمر (قلزم)

* نبی ﷺ 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622ء بروز پیر کو قباء پہنچے۔ یکم محرم 1ھ 16 جولائی 622ء کے مطابق ہے اور یہی ہجری تاریخ کی ابتدا ہے۔
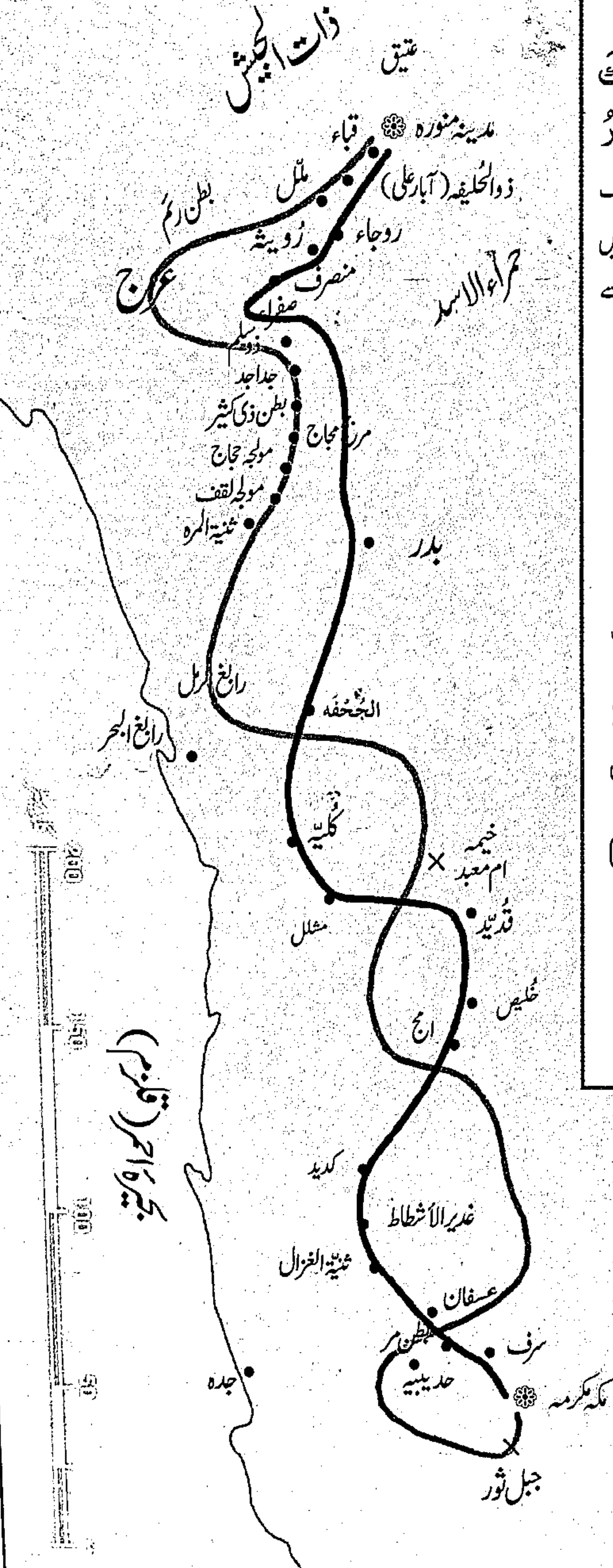
(از: اطلس القرآن مکتبہ دار السلام الریاض سعودی عرب)
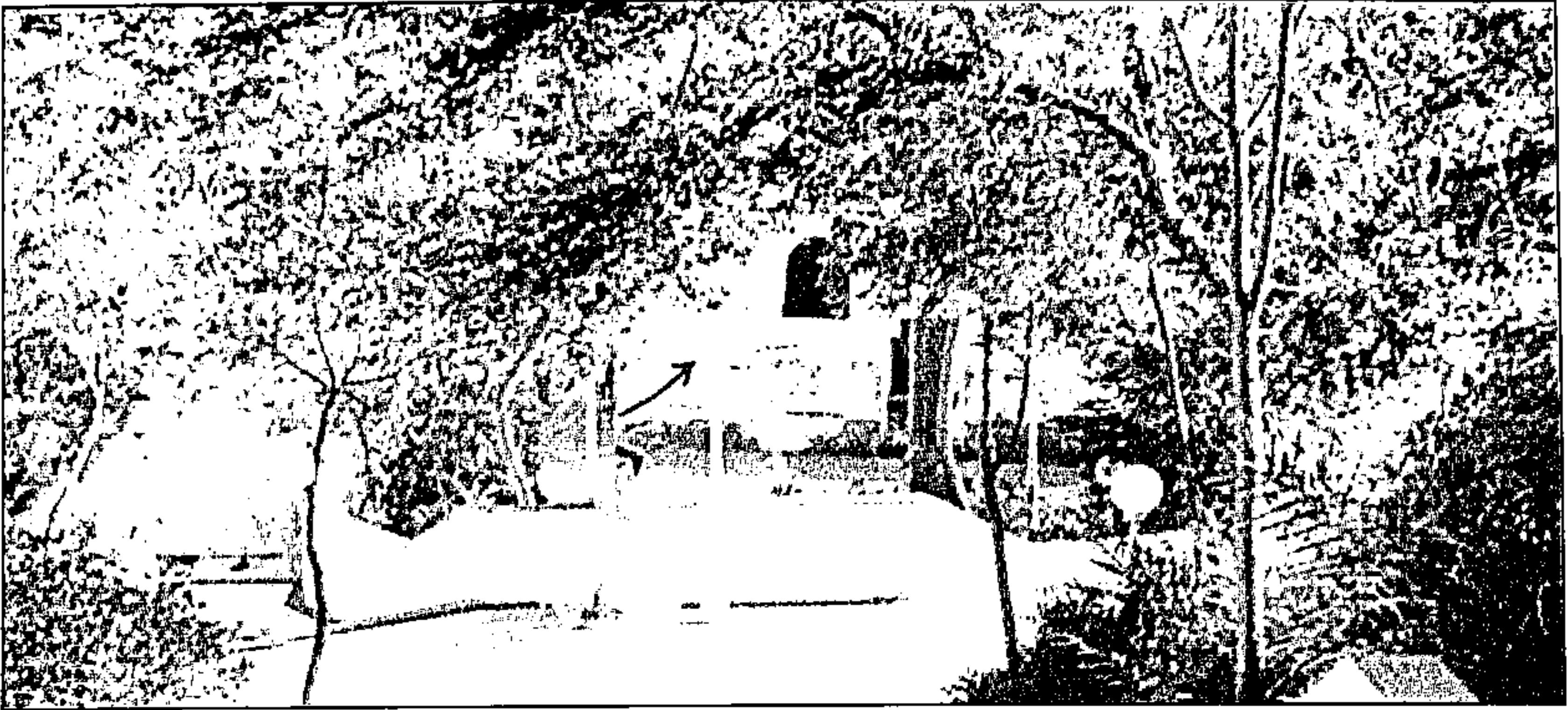
مسجد سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کان ھو الذی اقترح علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حفر الخندق و ھی من الحیل الحربیۃ التی عرفھا فی فارس ولم تکن مألوفۃ عند العرب .

Masjid Salman al-Farisi: Salman(R.A.T.A.), being Persian and thus aware of military tactics unfamiliar to the Arabs, suggested to the Prophet (PBUH) to dig a trench to prevent the enemy from entering Madina from its weakest point.
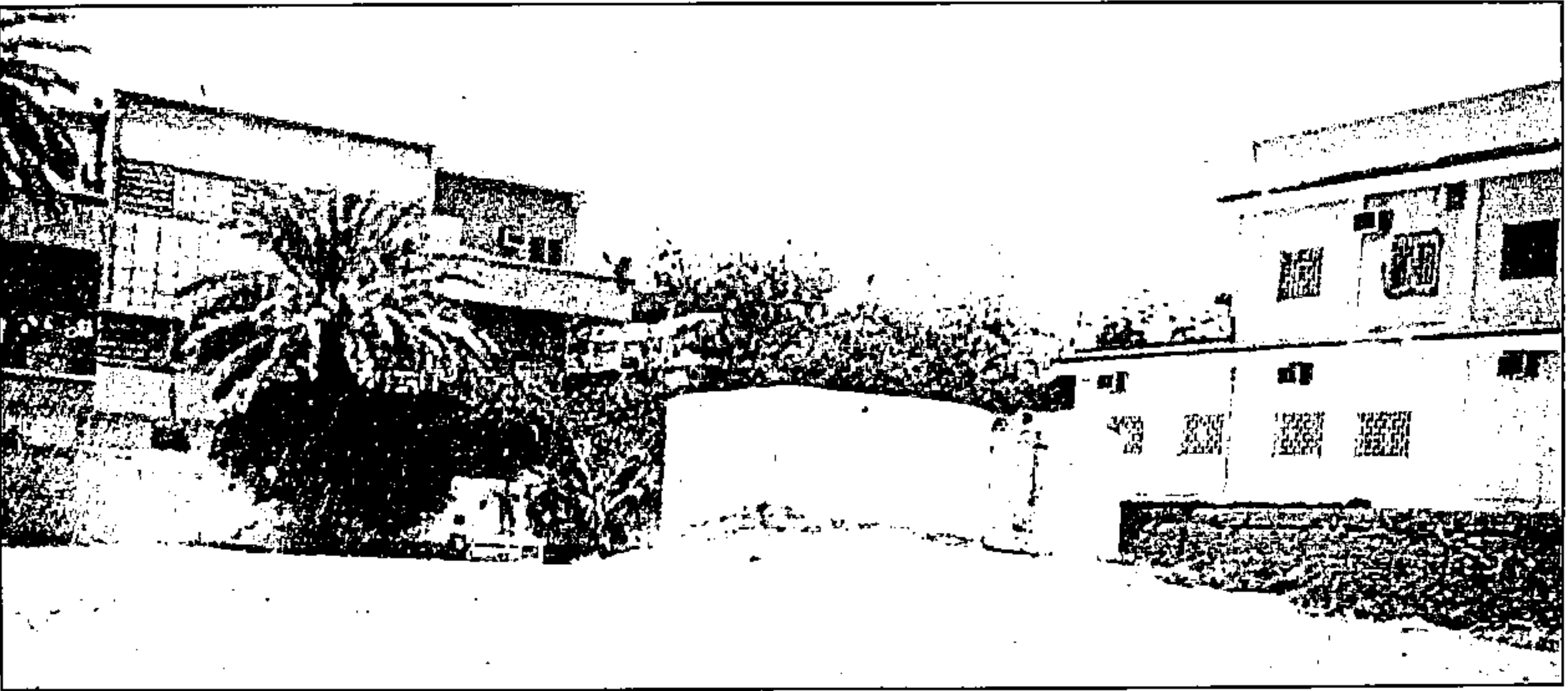
مسجد بنات بنی النجار: ھن بنات اخوال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و عند ھذا الموضعمسجد بنات بنی النجار: ھن بنات اخوال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و عند ھذا الموضع استقبلنہ عند قدومہ للمدینۃ مھاجراً من مکۃ منشدین (نحن جوار من بنی النجار.... یا حبذا محمد بن جار) فقال لھن: "اتحبیتی" قلن: نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فقال: "و انا واللہ احبکن" ثلاثاً و الأصح انہ مسجد عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ الذی کان ضریراً وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اتاہ فی منزلہ فلم یجلس حتی قال لہ: این تحب ان اصلی لک من بیتک؟ قال: فأشرت الی المکان ، فکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وصففنا خلفہ نصلی رکعتین .

Masjid Banat al-Najjar: Banat (daughters or girls) of the house of al-Najjar were the descendants of the Prophet's (P.B.U.H.) maternal uncles. At this location they welcomed him on his arrival from Macca(Makkah), saying: We are the girls of Bani al-Najjar. How wonderful to have Muhammad (P.B.U.H.) for a neighbour(jar). Also said to be the Mosque of Utban ibn Malik (R.A.T.A.) when the Prophet (P.B.U.H.) visited the blind Utban at home he asked him before sitting down: "Where in your house would you like me to pray?" Utban pointed at a spot to which the Prophet(PBUH) headed and led the prayer with Utban and the other Companions (R.A.T.A.) behind him.
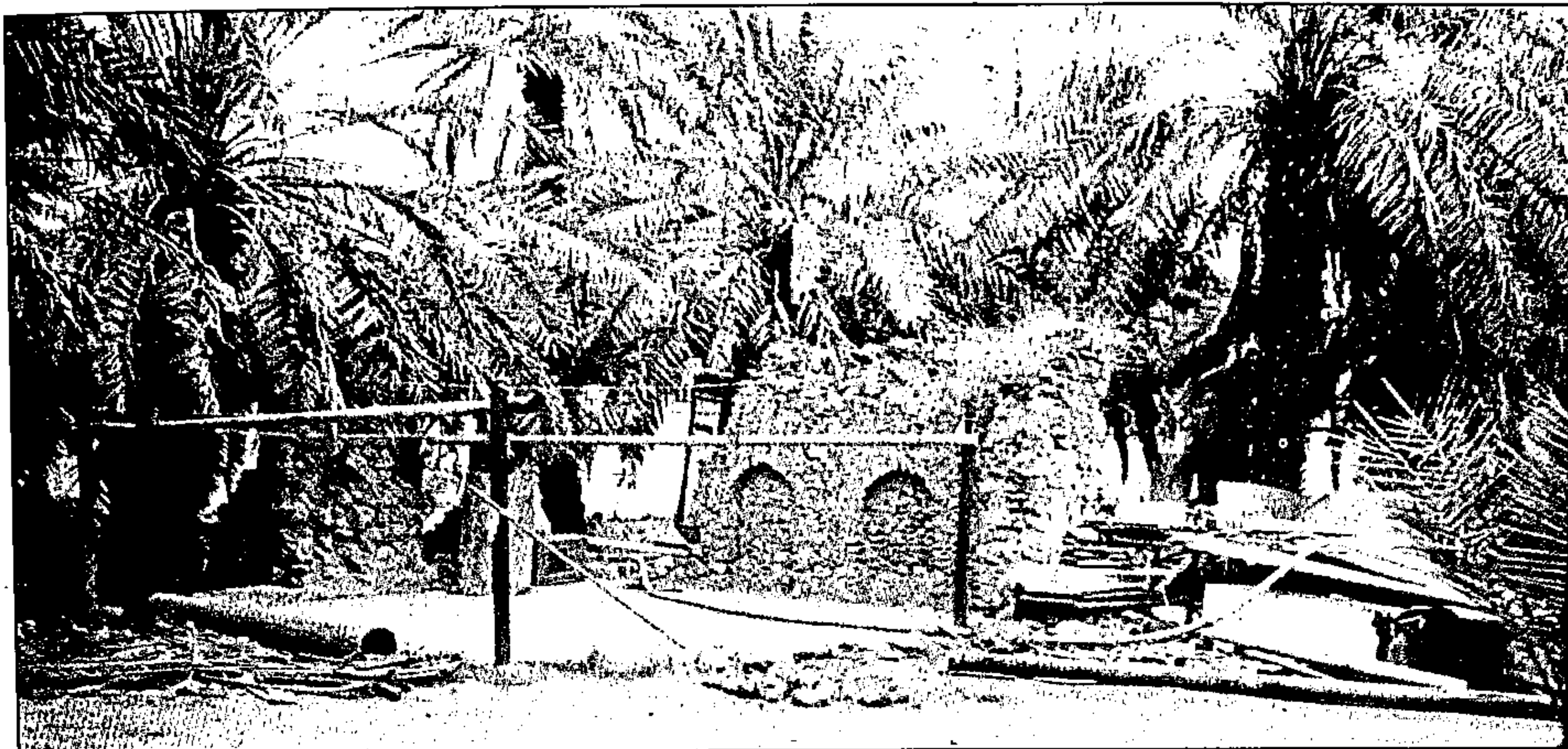
مكان التظليل: عند الهجرة قدم الانصار فتلقاهم ابو بكررضی الله تعالیٰ عنه فطفق ممن لم یر النبی صلی الله علیه وآله وسلّم یحیی ابا بکر حتی اصابت الشمس النبی صلی الله علیه وآله وسلّم فظلله ابو بکر بردائه فعرفه الناس.

The place where Abu Bakr(R.A.T.A.) stood behind the Prophet(P.B.U.H.) shading him from the sun soon after their first arrival to Madina. Only then the people of Madina learn which of the two was the Prophet(P.B.U.H.)
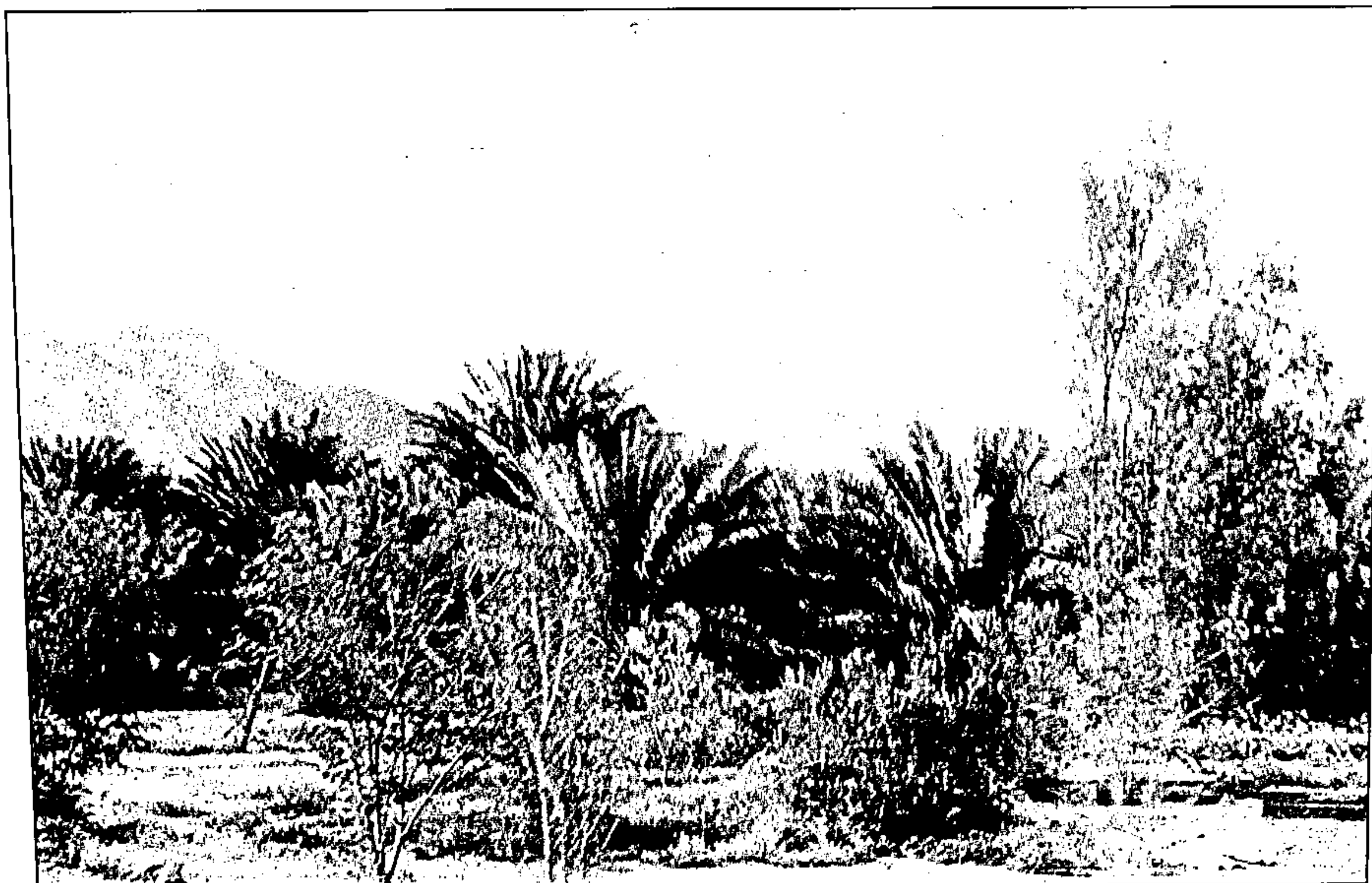
طرفاء الغابة: اخذ منها الخشب الذی صنع منها المنبر الذی أُقیم مکان جذع النخلة الذی کان النبی صلی الله علیه وآله وسلّم یستند علیه حین یخطب فان الجذع بکاء لفراق النبی صلی الله علیه وآله وسلّم

Tarafa al-Ghaba: The wood used to make the Prophet's(P.B.U.H.) Pulpit was taken from here.Before that He (P.B.U.H) used to lean on the trunk of a palm tree, the famous trunk that cried when the Prophet (P.B.U.H.) was about to abandon it until He (P.B.U.H.) placed his hand on it to sooth it.
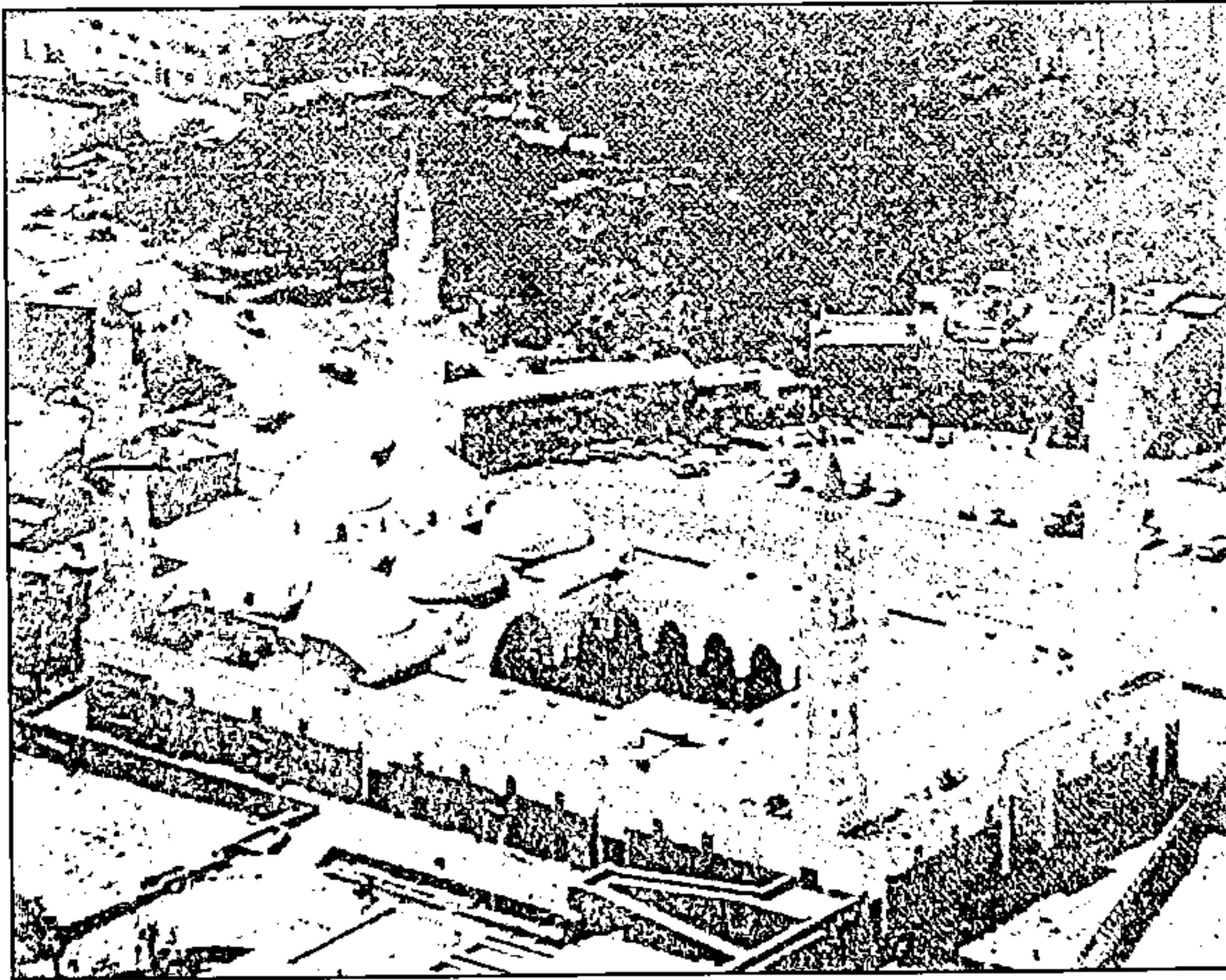
دارسیدنا الکلثوم بن الھدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حین قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم من مکۃ مھاجراً نزل فیھا بقباء قبل دخولہ المبارک للمدینۃ المنورۃ، وکذلک نزل بھا اھلہ علیہ السلام واھل سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عندما قدم بھم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ من مکۃ المکرمۃ.

The house of Kulthum (Kulsum) ibn al-Hadm(R.A.T.A.) in Quba: Where the Prophet (P.B.U.H.) stayed on his first arrival to Madina and where, later on, his wives and Abu Bakr's(R.A.T.A.) wives stayed on arrival from Macca escorted by Ali ibn Abi Talib (R.A.T.A.)
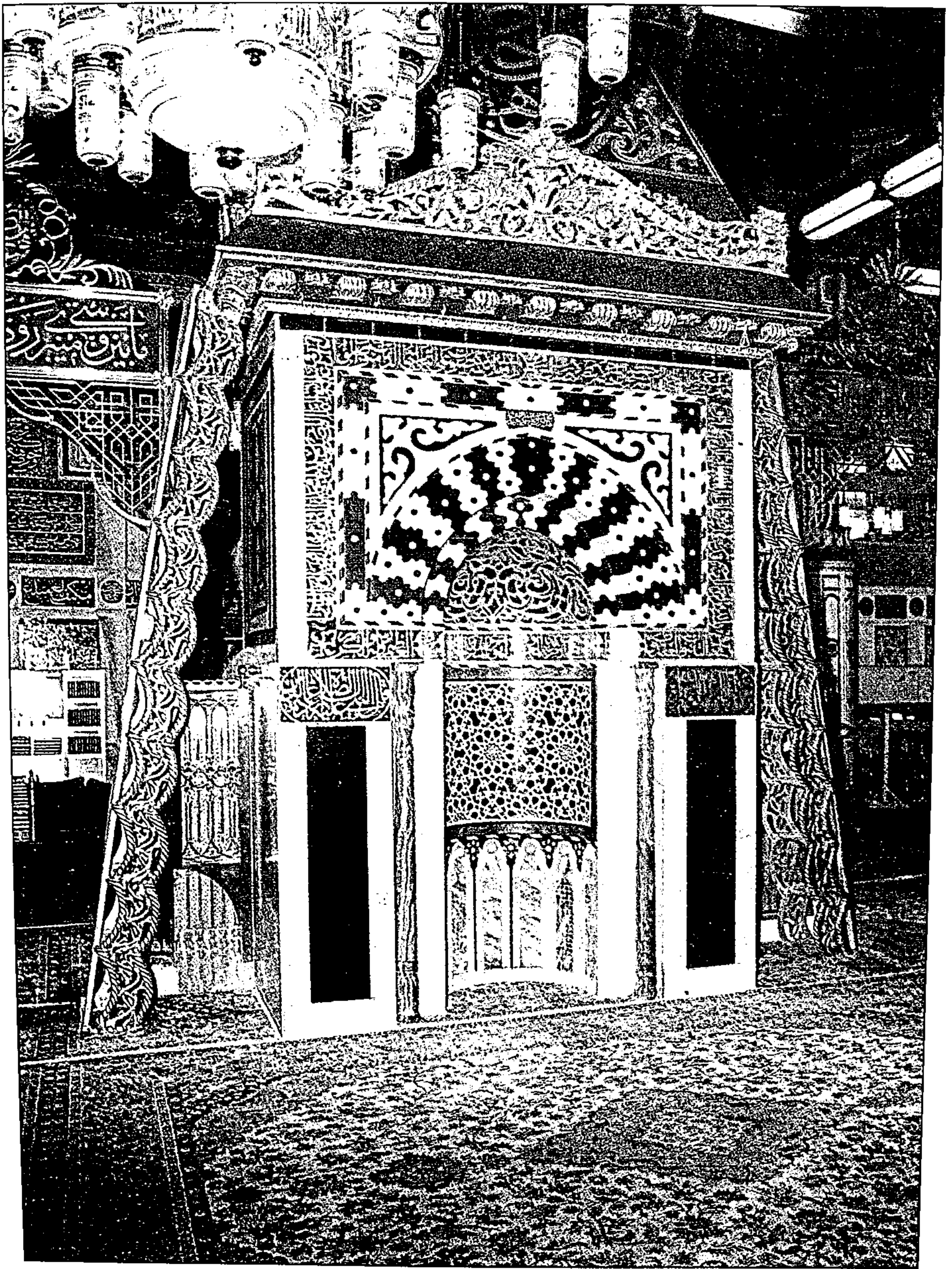
ریاض الجنّت میں وہ جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز ادا فرمایا کرتے تھے
یعنی مصلّٰی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

ابواء کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار شریف
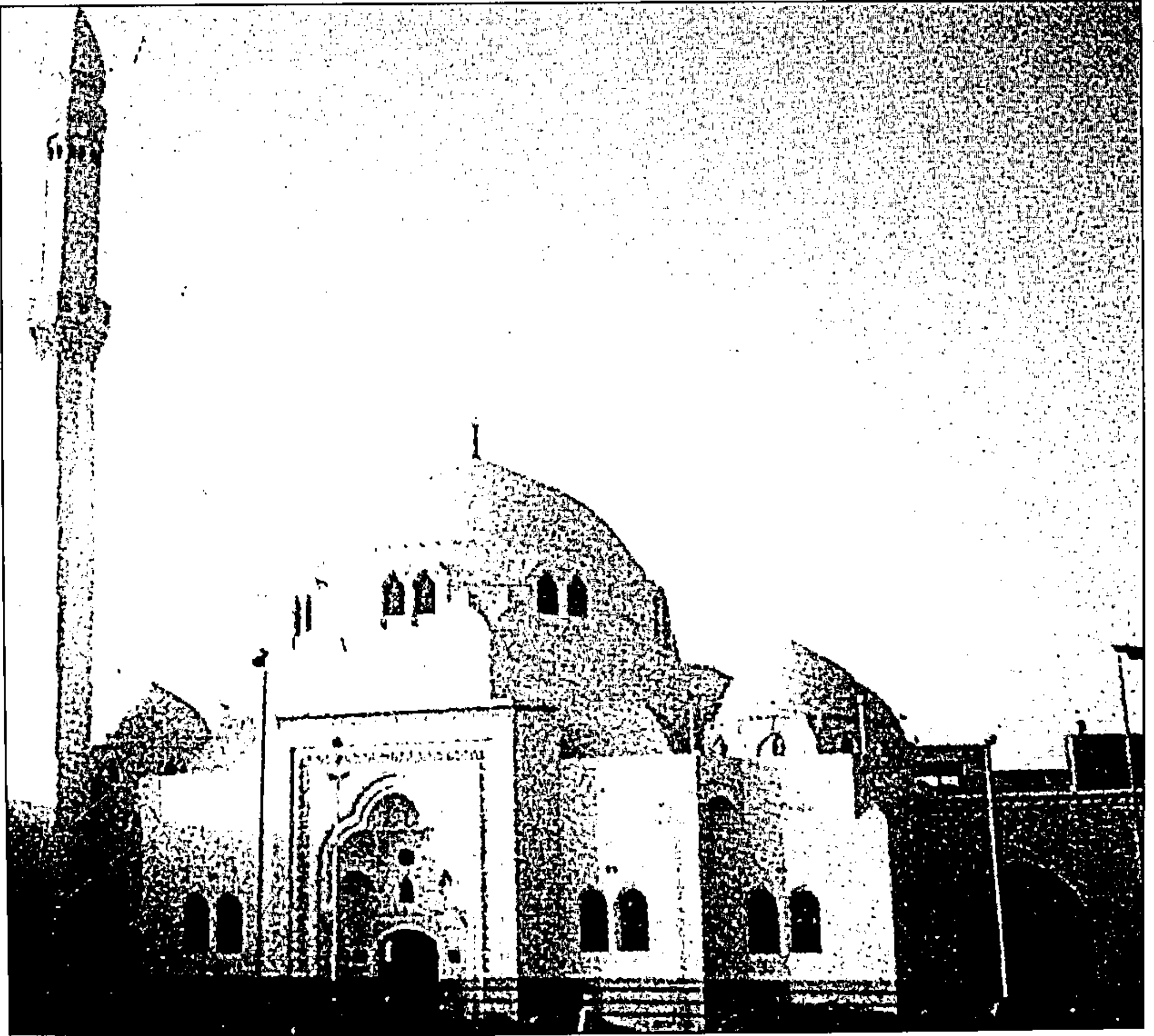
مسجد جمعہ (مدینہ منورہ)
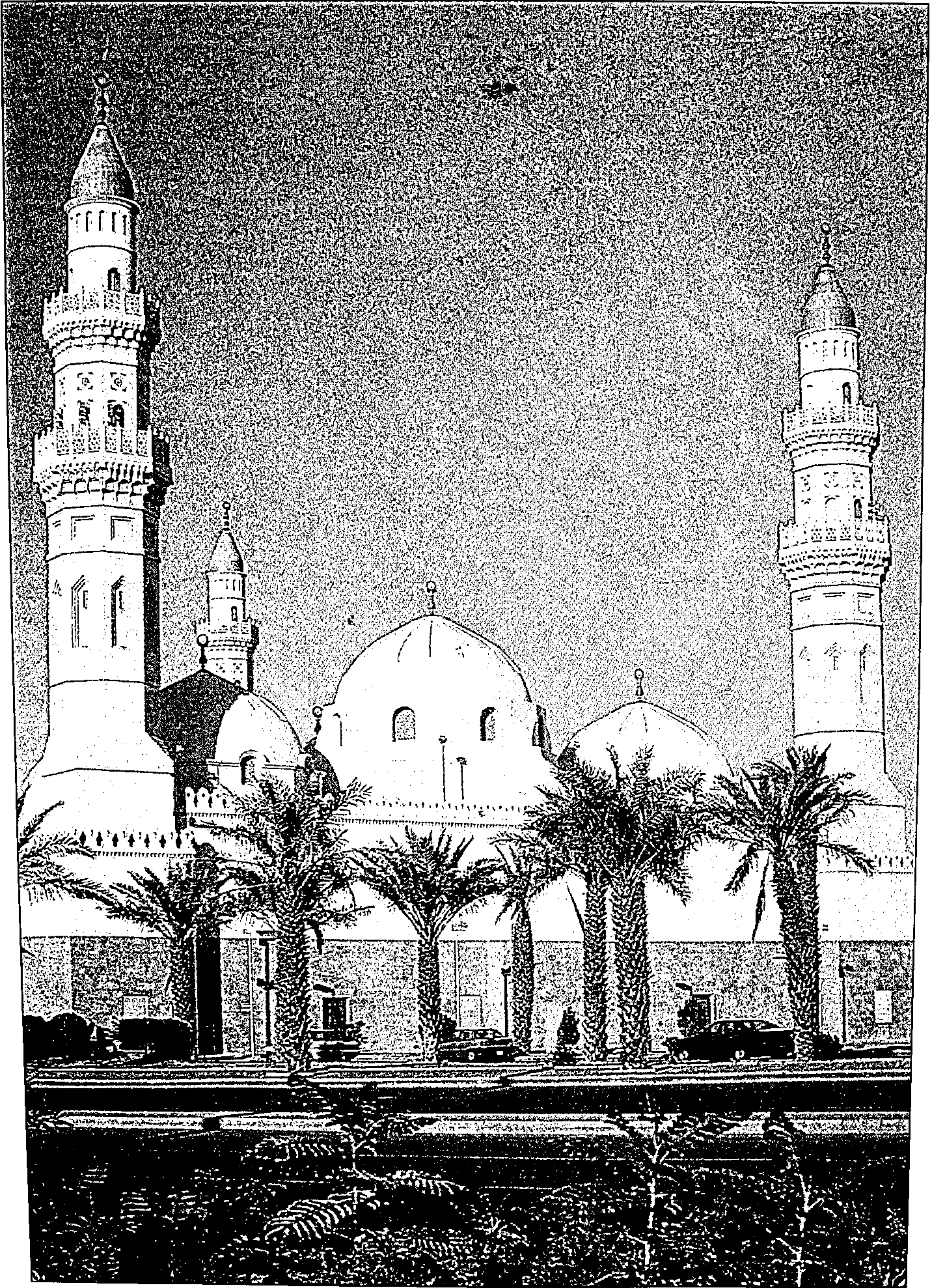
اسلام کی پہلی مسجد، مسجدِ قُباء
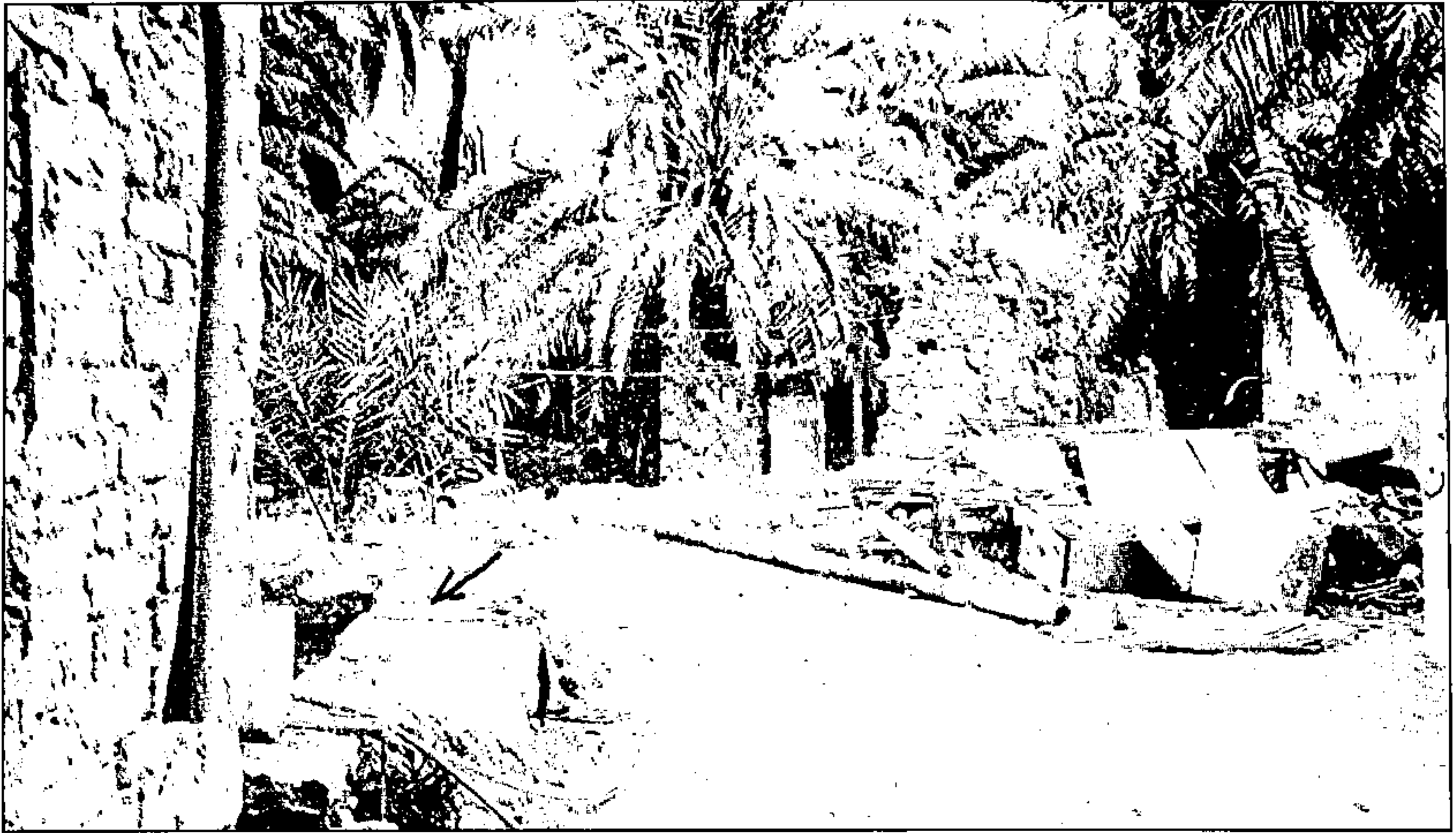
بئر عذق: کانتَ فی دار الکثوم بن الهدم رضی الله تعالیٰ عنه و عند قدوم النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم مهاجراًمن مکة نزل فی تلک الدار بقباء قبل دخوله للمدینة و عند البئر اناخ النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم ورفاقه

The well of Adhq: which was in the house of Kulthum (Kulsum) ibn al-Hadm (R.A.T.A.) in Quba; the house before which the Prophet's (P.B.U.H.) she camel knelt on his arrival from Macca (Makkah).
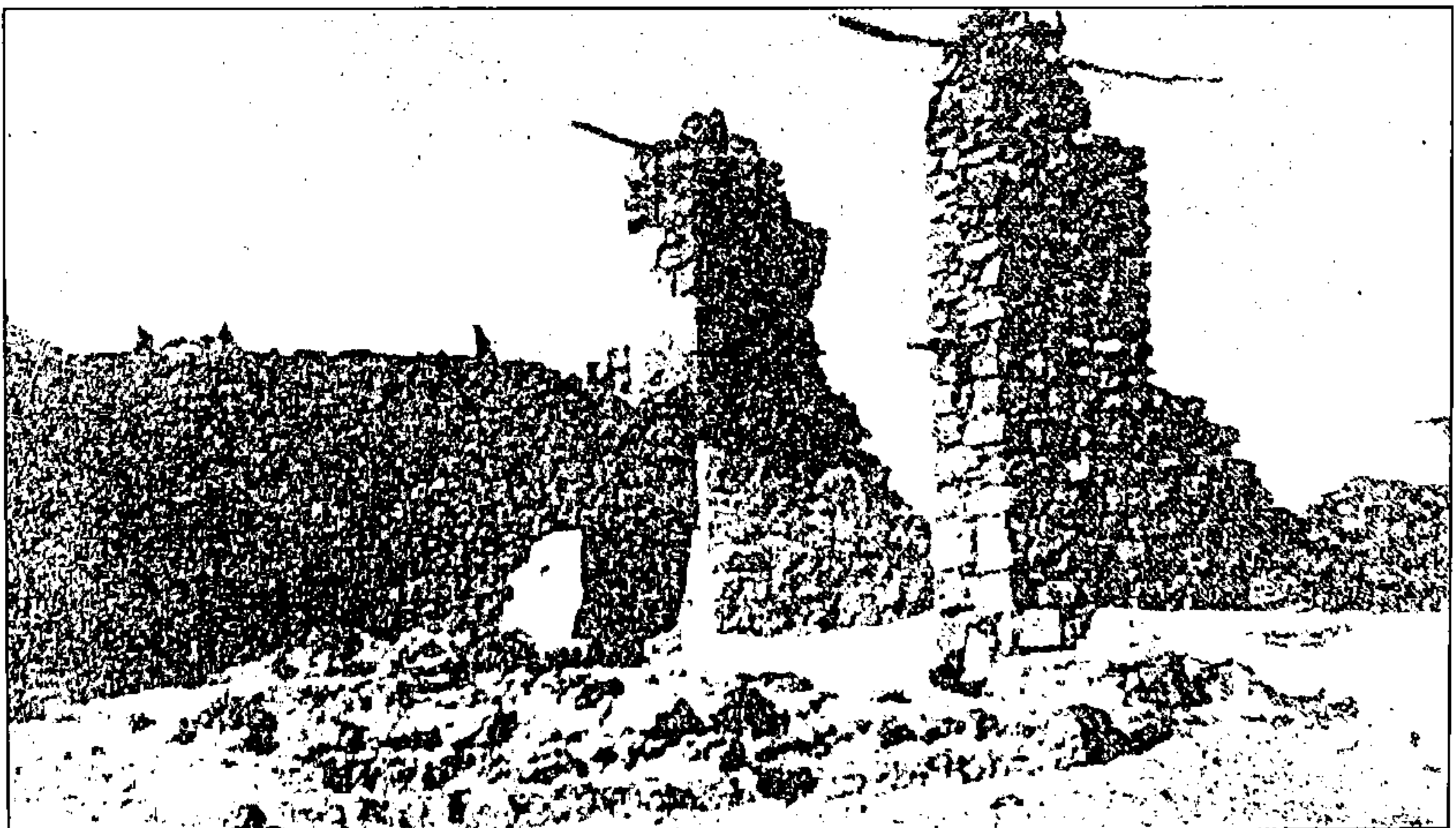
بئـر السقیا: ورد انه کان یستعذب النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم الماء من بئر السقیا و فی منطقة السقیا وفی خلافته استسقی سیدنا عمر رضی الله تعالیی عنه ربه للمسلمین بالعباس رضی الله تعالیٰ عنه عم النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم .

The well of al-Suqya: The water of which the Prophet (P.B.U.H.) found sweet. This is also where Umar(R.A.T.A.) took the Prophet's uncle al-Abbas (R.A.T.A.) to pray for rain.
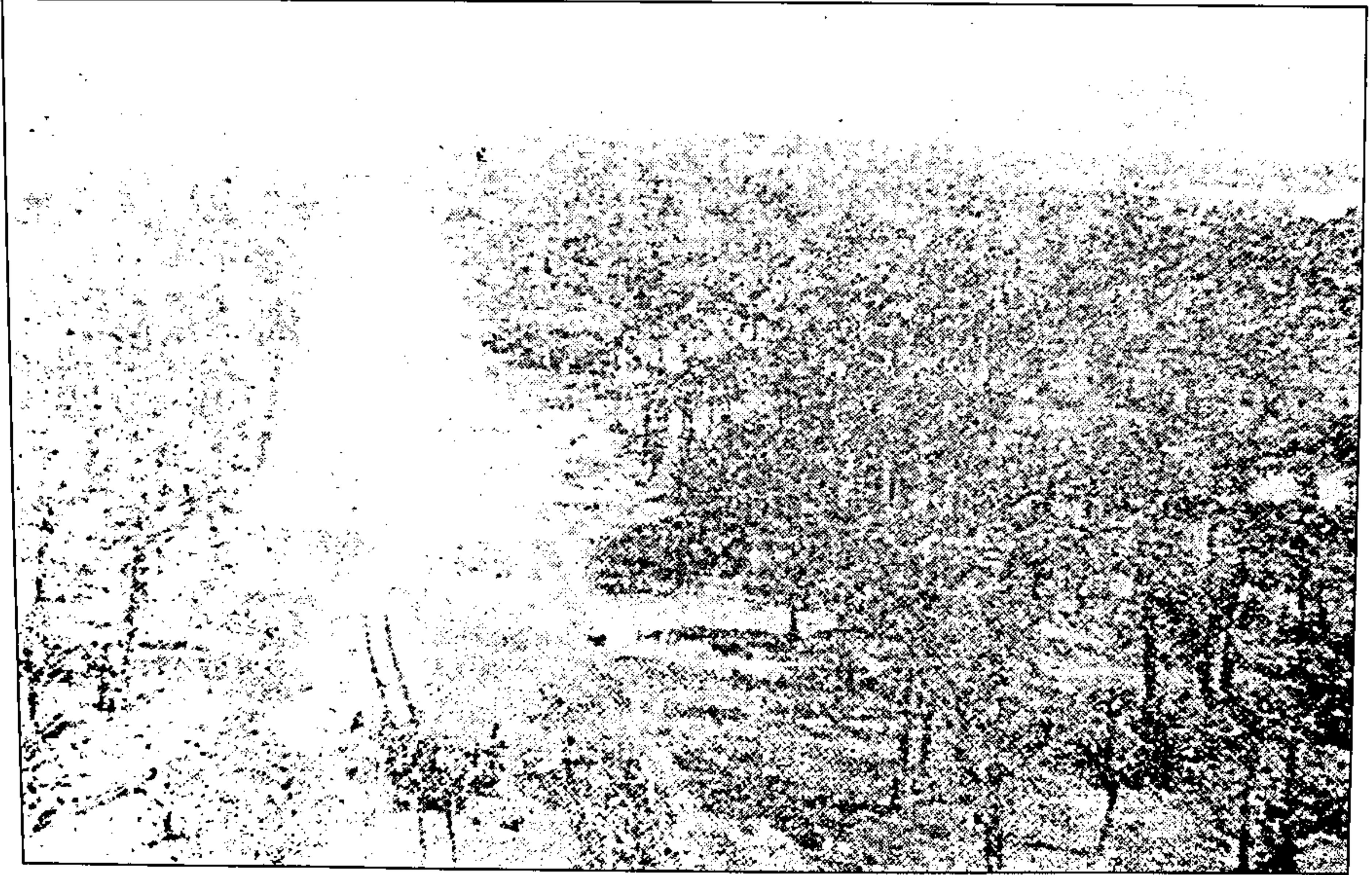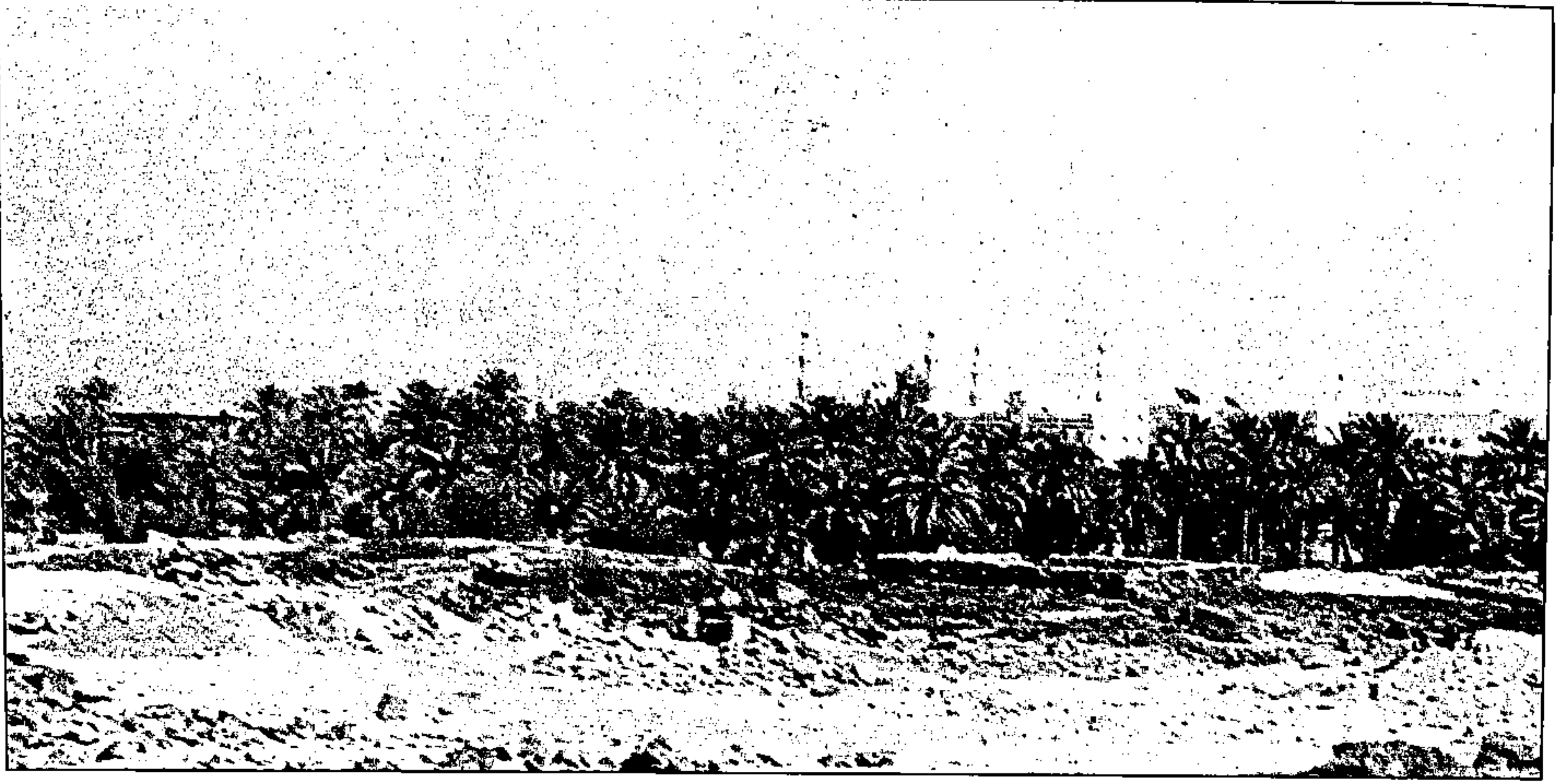
وادی رائـوناء: ہو الوادی الذی سلکه النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم عند نزوله من قباء الی المدینة فتسارع الانصار یتجاذبون خطام ناقته (القصواء) لدعوته للنزول عندہم فلما مر علی دیار بنی سالم بن عوف قال زعیمہم سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ تـعالیٰ عـنه : انزل فینا یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم نحن اصحاب العصا والحدائق والدرک ثم مر بینی عجلان رہط سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه ثم تیامن الطریق فمر ببنی الحبلی ثم مر بنی ساعدۃ فتلقاہ سیدنا سعد بن عبادۃ وابو دجانة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی قومہم فقالوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم انزل عندنا ففینا العدد و الثروۃ والحلقة، ثم مـر ببـنـی عـدی بـن الـنـجـار وہـم اخـوال جـدہ عبد المطلب فقالوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم نحن اخوالک فلا تتـجـاوزنـا، فـکان صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم یقول لکل من دعاہ: ”خلوا سبیلہا فانہا مامورۃ ”حتی اتی موضع مسجد ہ الحالی فبرکت الناقة.

The Valley of Ranuna . The route taken by the Prophet (P.B.U.H.) from Quba to Madina.
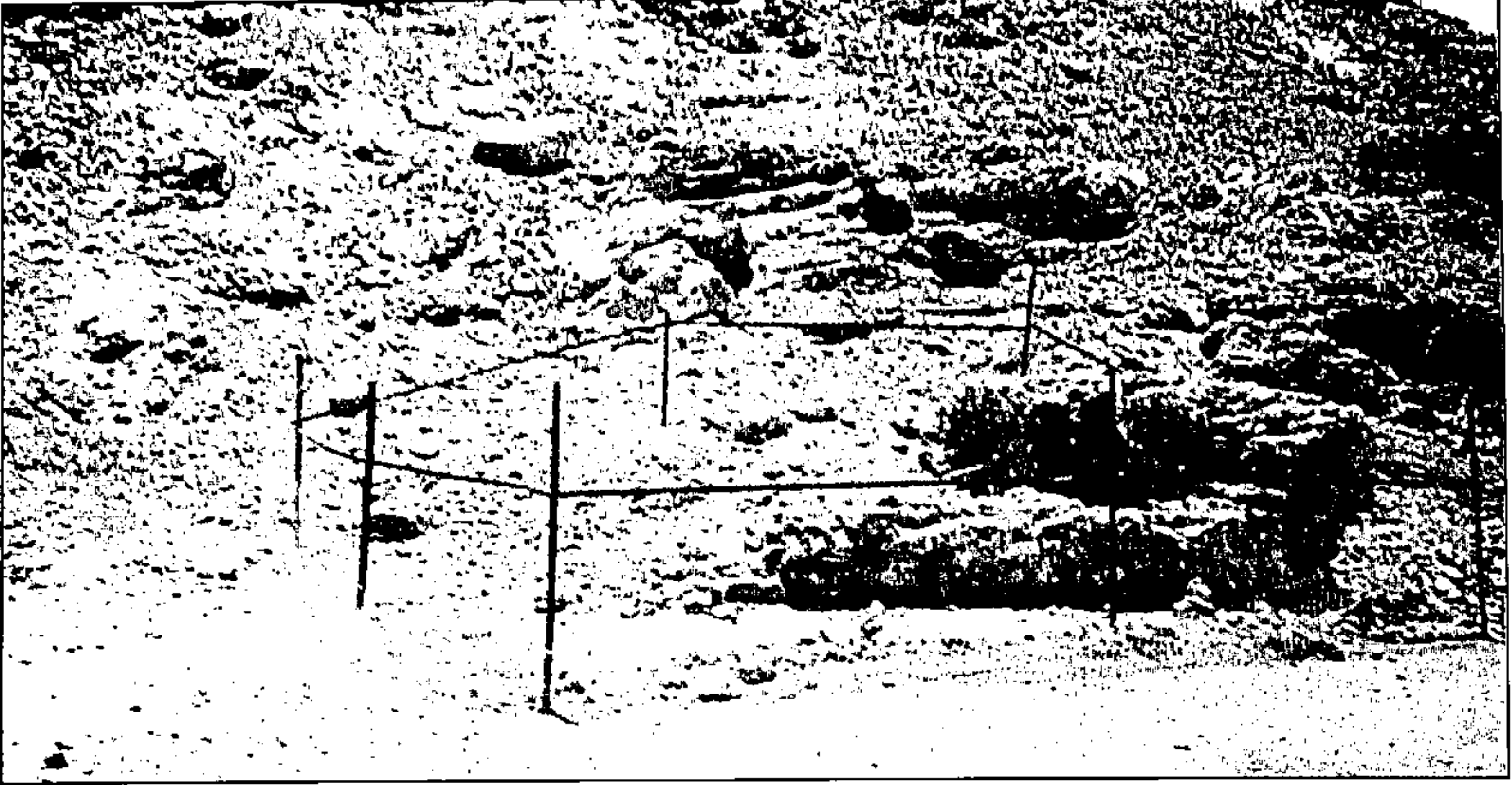
مسجد الفسح (أحد): هو مكان نزول الآية -(سورة المجادله. آیت 11) يَآ أَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ، وَقِيْلَ الأصحِ نزولها في المسجد النبوى . والمسجد فى شعب احد الذى جُرِح فيه النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلّم لما ضربه ابنِ قملة قاتلاً: خذها و انا ابن قمئة، فدخلت حلقتان من حلق المخفر فى و جنة النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلّم فقال: اقناک اللّه عز وجل فصعد فى نفس العام يرعى غنماله على جبل فظلت تنطحه بقرونها حتى سقط من فوق الجبل ميتًا ذليلاً و شجّ الكفار وجه النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلّم فنزف دمه رفاعاً عن الاسلام و هو يقول اشتد غضب اللّه على من دمىً وجه نبيه ، فاستقبله مالک بن سنان رضى الله تعالىٰ عنه فمص الدم عن وجه النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلّم بقمعه وازدرده فقال النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلّم من مس دمى دمه لم تصبه النار، ثم صلى النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلّم الظهر و العصر جالساً و صلى الناس معه جلوساً لِما اجهدهم من الجراح ولضيق المكان ازدحم الناس حوله للصلاة فنزلت الآية.

The alFash Mosque at Uhud: According to one opinion the following verse was revealed there as the people crowded around the Prophet (P.B.U.H.) for the ritual prayer during the battle of Uhud: "O you who have believed! when you are told to make room (for each other) in assembly make room! That Allah may expand things for you." According to another opinion this verse was revealed in the Prophet's (P.B.U.H.) Mosque.

مسجد الفسح (اُحد) ایک روایت کے مطابق سورۃ المجادلہ کی آیت 11 یہاں نازل ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق مسجد نبوی علیہ السلام میں نازل ہوئی۔

(ترجمہ: سورۃ المجادلہ آیت 11: اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے)

بئر عثمان بالمدینۃ المنورۃ
Bir Osman, Madinah
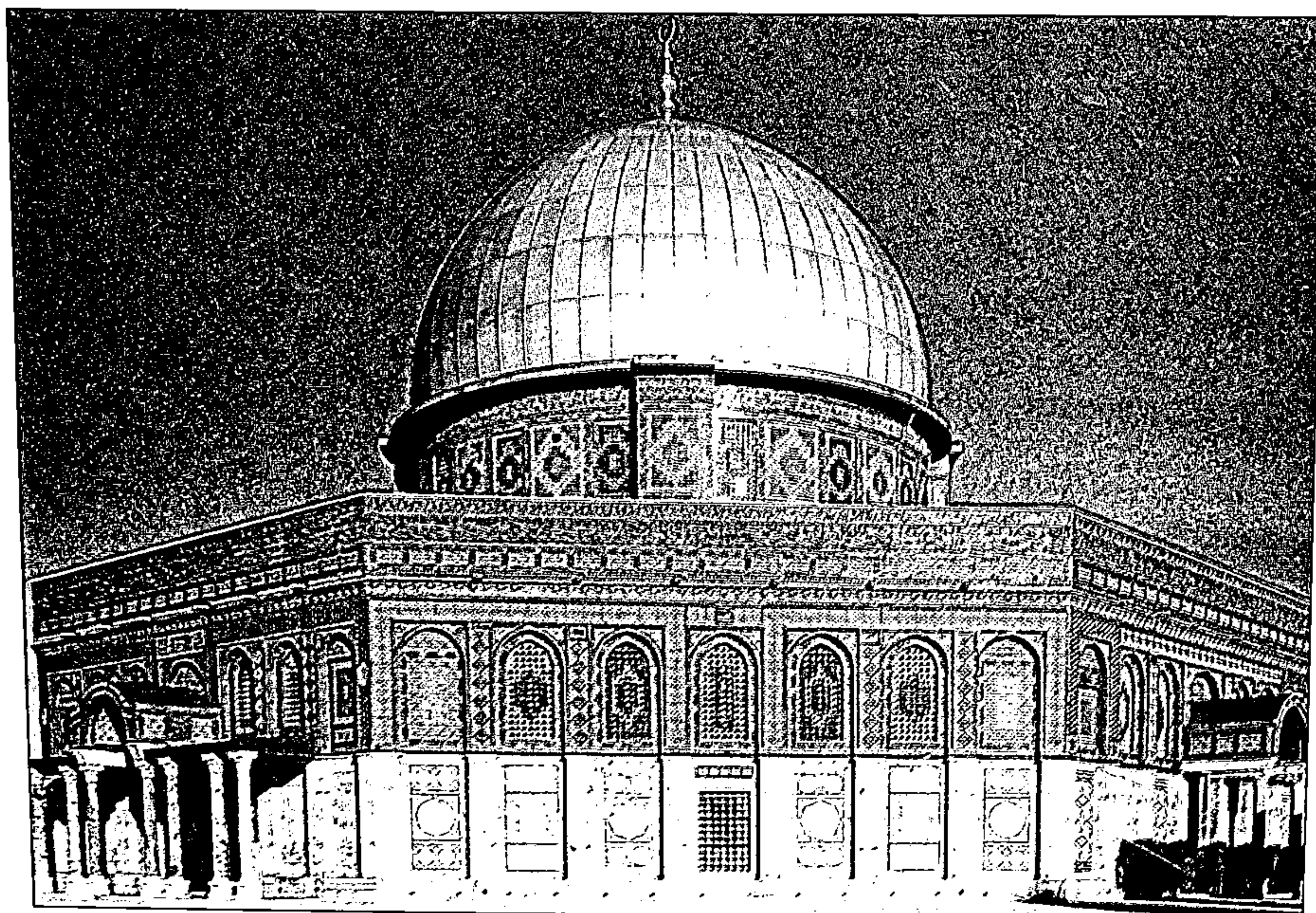
بیت المقدس
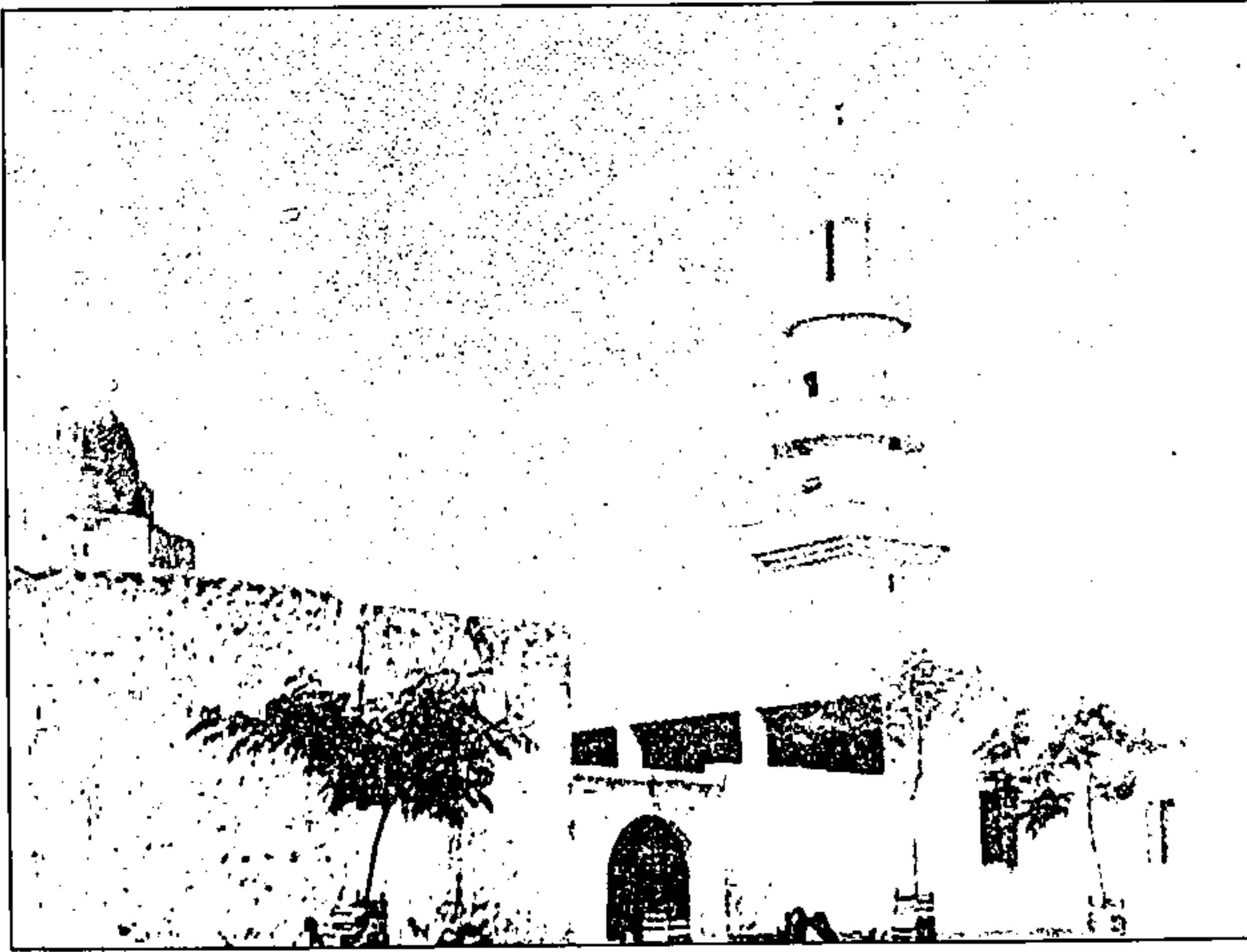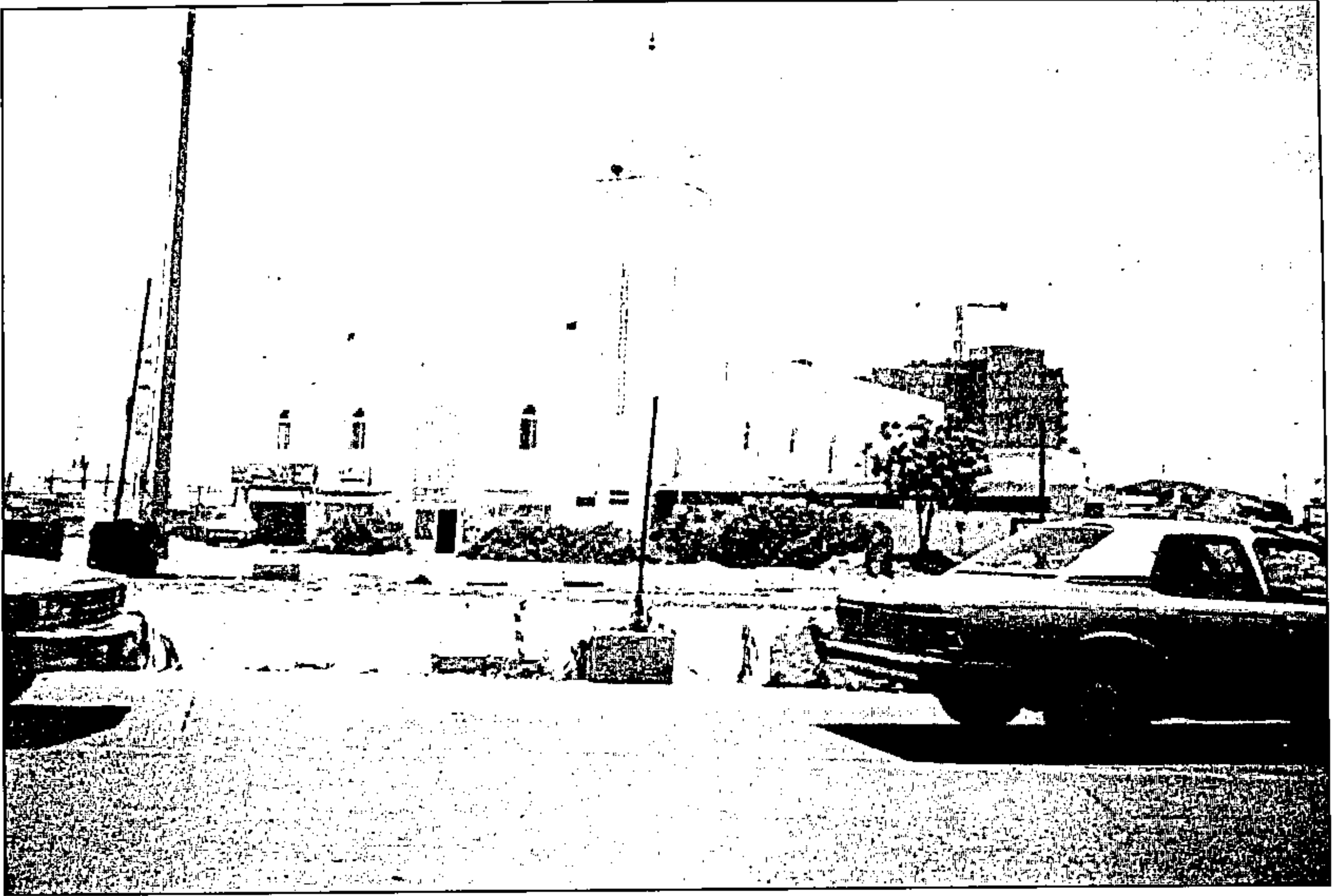
مسجد السبق او مسجد بنی زریق: عن معاذ بن رفاعة قال: ان النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم دخل مسجد بنی زریق و توضأ فیه و عجب من قبلته، ولم یصل فیه. وکان اول مسجد قری فیه القرآن . و عن سیدنا عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما: ان رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم سابق بین الخیل التی اُضمرت (علفت وسمنت) من الحفیا و امدها ثنیة الوداع و سابق بین الخیل التی لم تضمر من الثنیة الی مسجد بنی زریق. والارجح ان مکاته هو موضع وقوف النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم عند الخروج من صلاة العید.

Masjid al-Sabq: This was the finishing line of the horse races that the Prophet(P.B.U.H.) held between his Companions (R.A.T.A.) and started at Thaniyyat al Wada.

جزیرۂ نمائے عرب کی موجودہ سیاسی تقسیم اور ہمسایہ ممالک

ایران
عراق
اُردن
شام
مملکت سعودی عرب
عُمان
یمن
سوڈان
اریٹیریا
ایتھوپیا
صومالیہ
مصر
بحیرۂ عرب
خلیج عدن
خلیج فارس
ربع الخالی
الشرقیہ
متحدہ عرب امارات
الحدود الشمالیہ
الجوف
حائل
القصیم
الرياض
المکہ
المدینہ
تبوک
نجران
کویت
بغداد
عدن
صنعاء
مسقط
دبئی
ابوظبی

کلومیٹر 300
میل 200
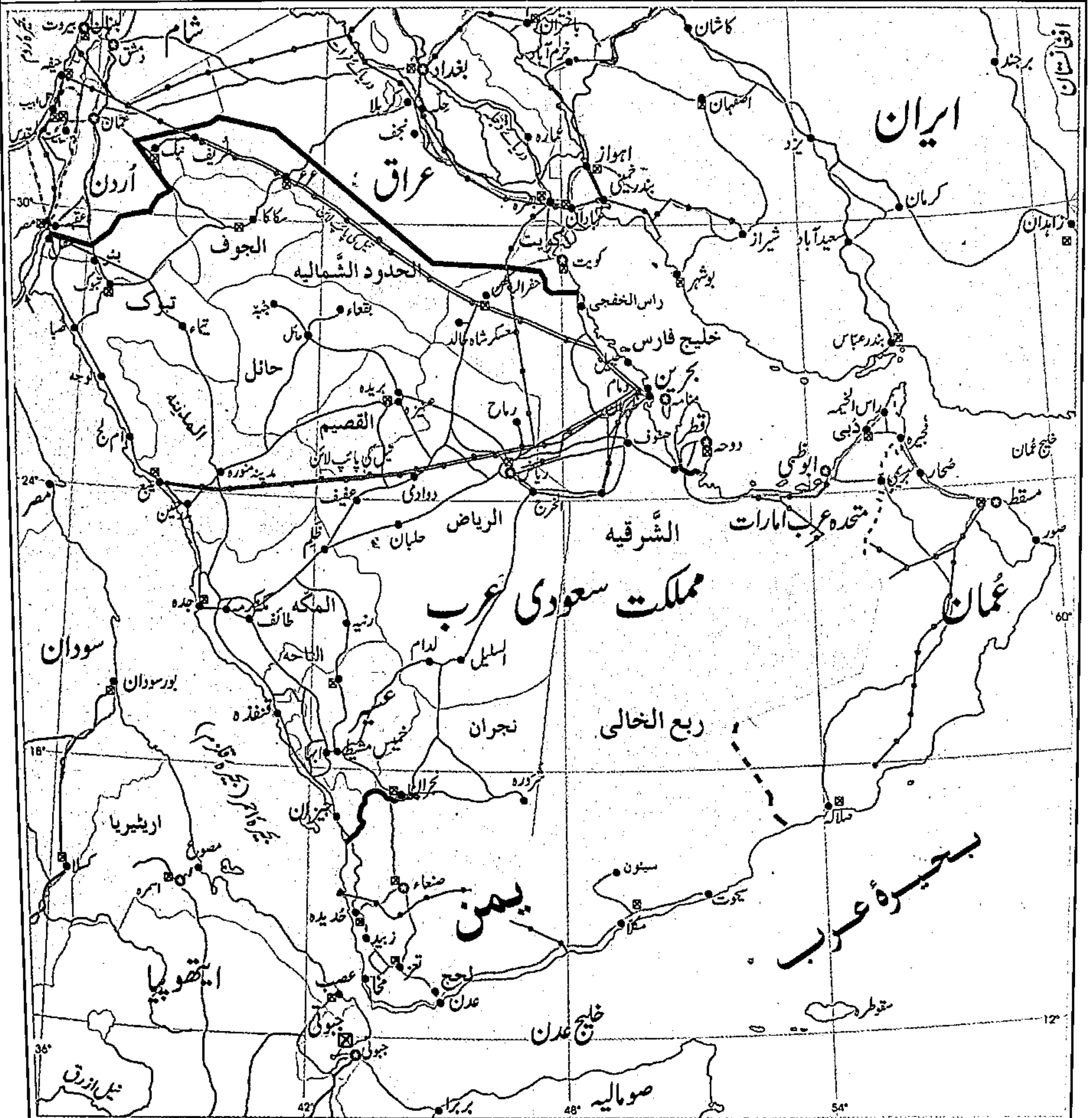
دارالحکومت	1967ء کی جنگ بندی لائن (فلسطین)
شہر	1949ء کی سرحد
ایئرپورٹ رفضائی اڈا	امارات عمان سرحد
تیل کی پائپ لائن	یمن عمان سرحد
شاہراہ	بین الاقوامی سرحد
ریلوے لائن	صوبائی حدود

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندرونی دلکش منظر

المسجد النبوی الشریف
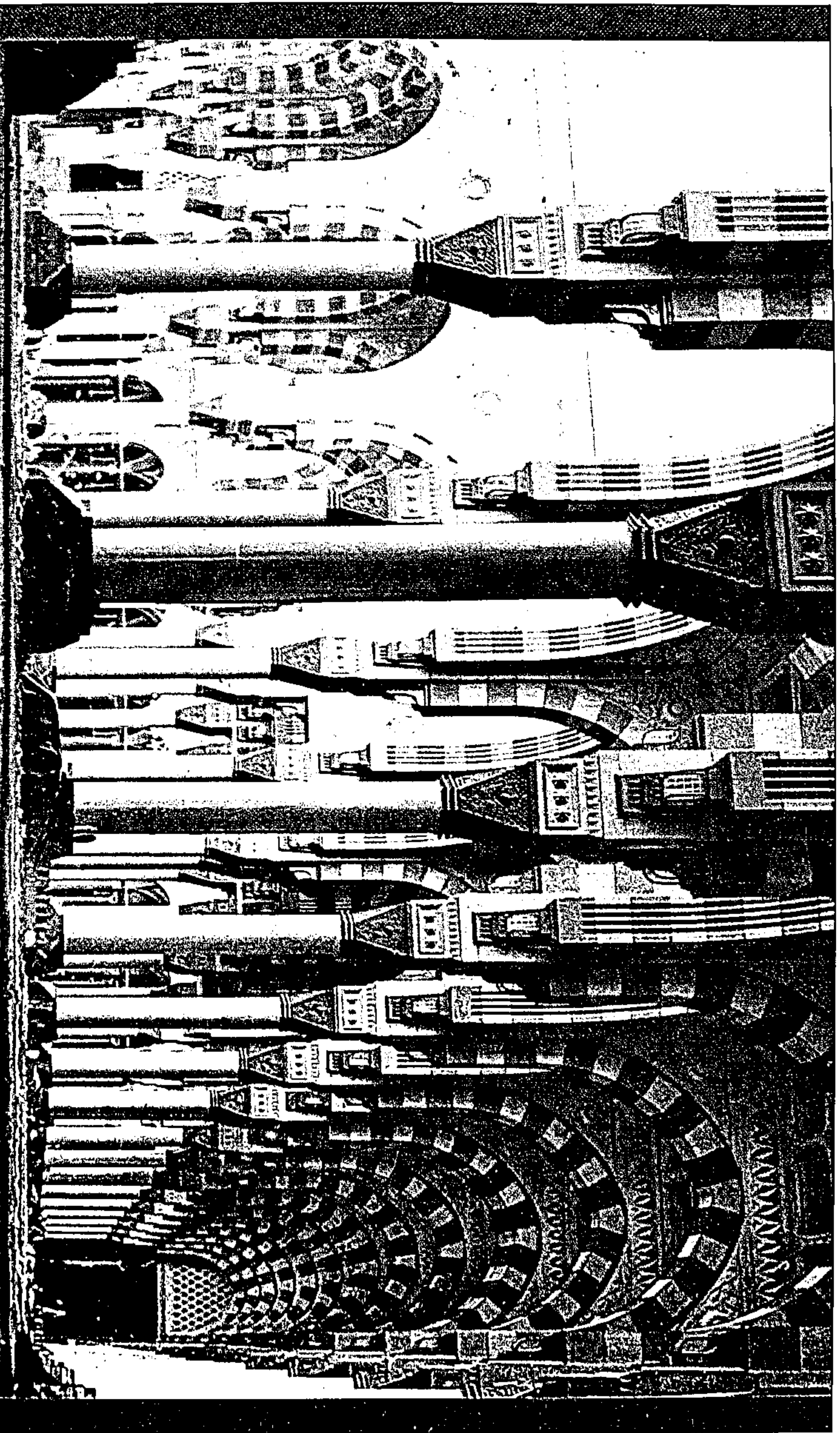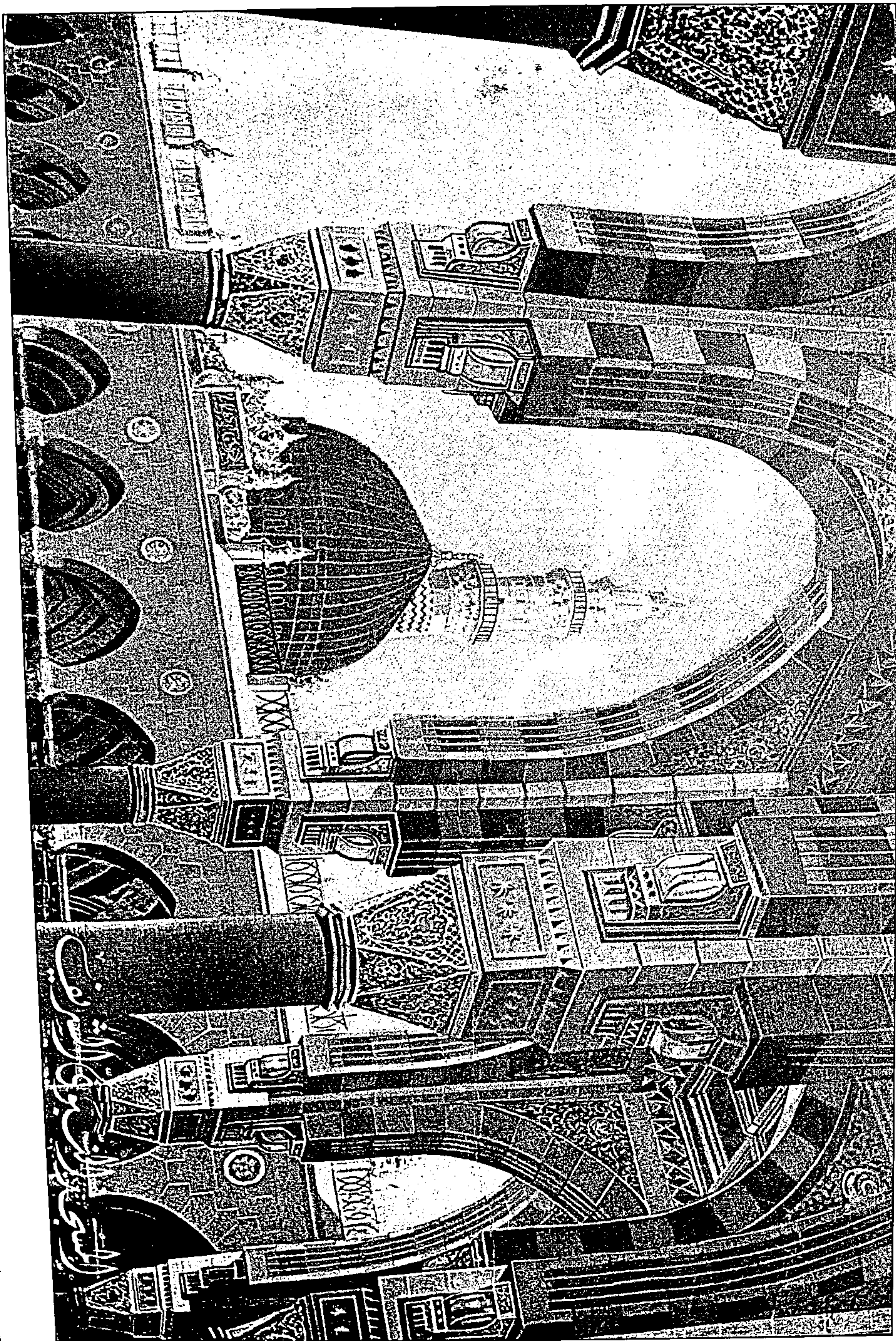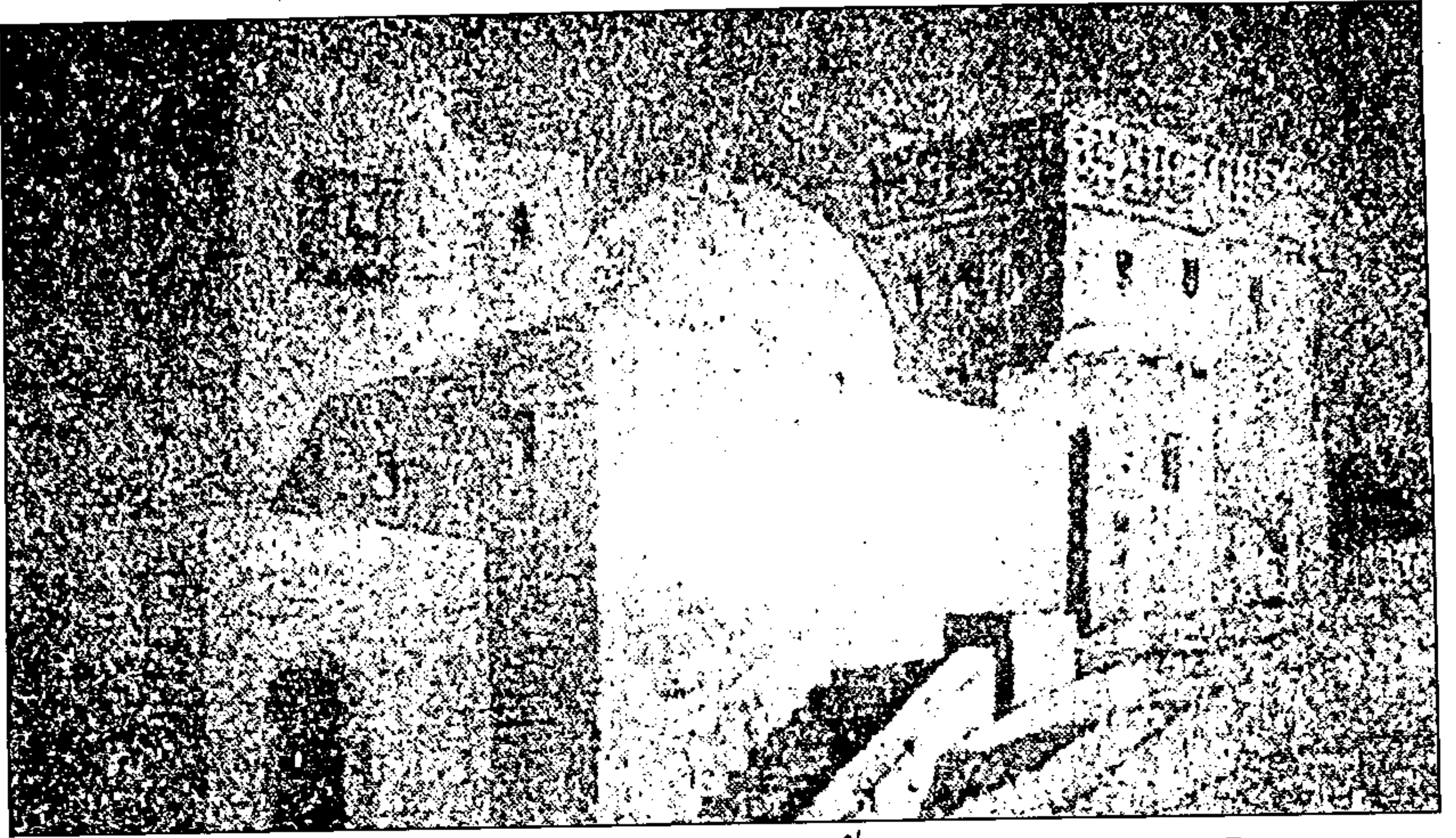
مولد النبی علیہ السلام ۔ قدیم تصویر
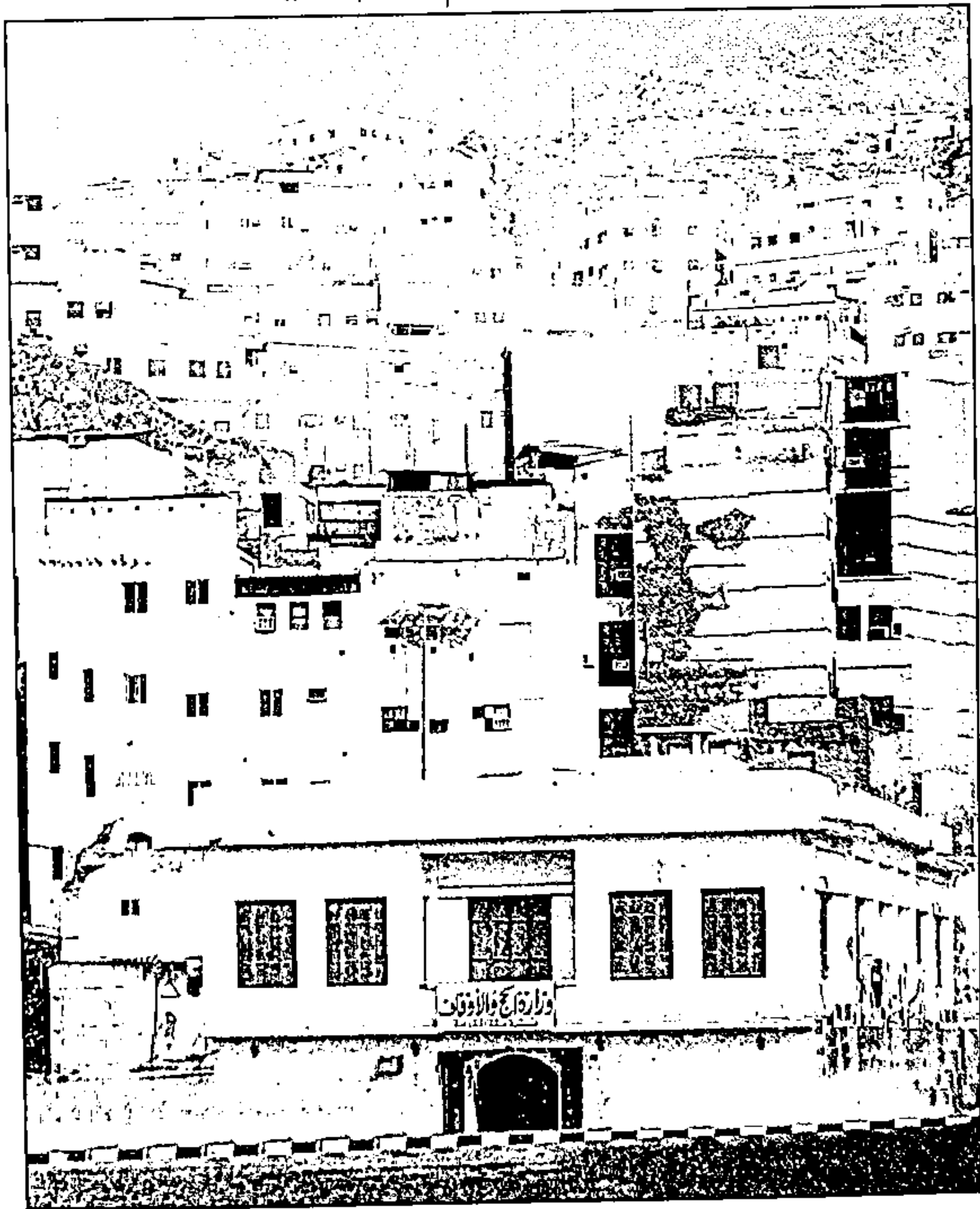
مولد النبی علیہ السلام
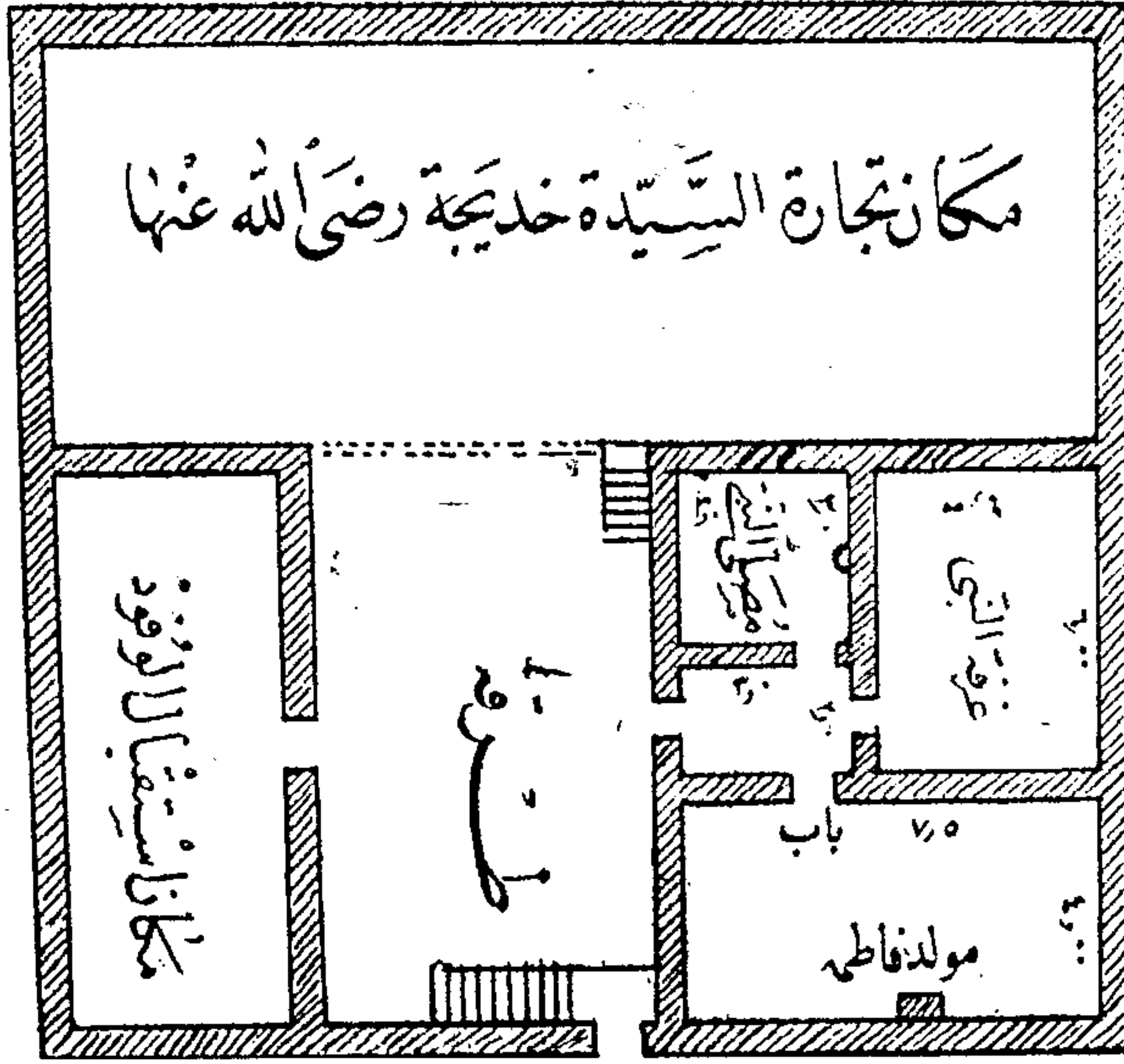
مکان تجارة السَّیِّدة خدیجة رضی اللہ تعالیٰ عنها

مکان تجارة السَّیِّدة خدیجة رضی اللہ تعالیٰ عنها
رسم نظری تقریبی لبیت السیّده خدیجة المشهور بمولد السیّدة فاطمة (بمکّه)
مکان اُم المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
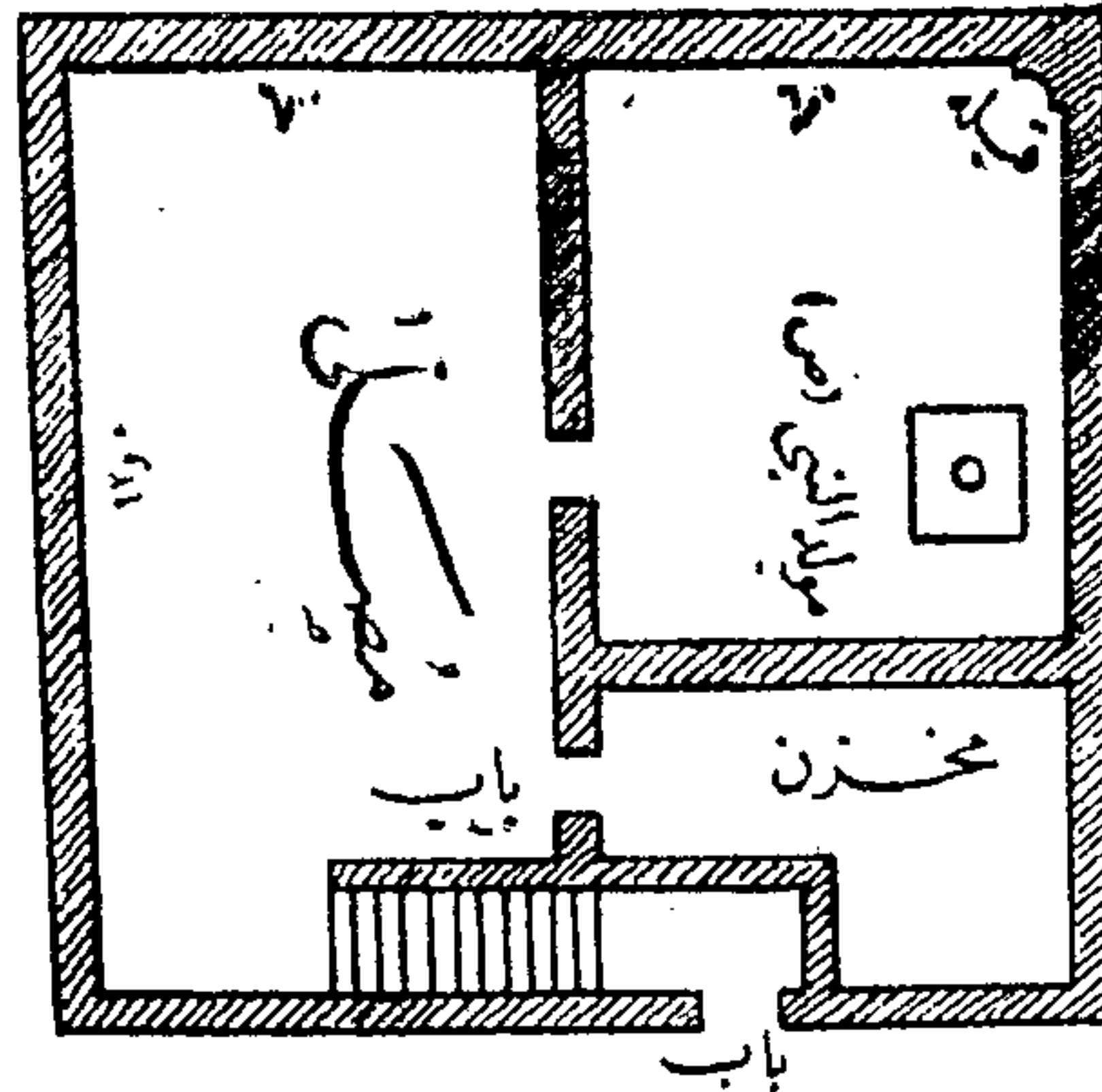
باب
رسم نظری تقریبی لمولد النبیؐ (ص) اودار عبدالله بن عبد المطلب (بمکّه)
The birthplace of the Prophet(P.B.U.H.) Mecca.
مولدالنبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
(مکہ مکرمہ۔ نقشہ 1326ھ۔ مرۃ الحرمین۔ اشاعت 1344ھ قاہرہ مصر)

مکہ مکرمہ کا یہ نقشہ معہ ملخص مناسک الحج ویلیہ دلیل الآثار المطلوبة فی مکة المحبوبة 23 شعبان 1412ھ (26-02-1992) کو نگران (لائبریری) مولد النبی نے مجھے (مؤلف کو) تحفہ کے طور پر دیا تھا۔ اس نقشہ میں مولد النبی کی نشاندہی کی گئی ہے۔
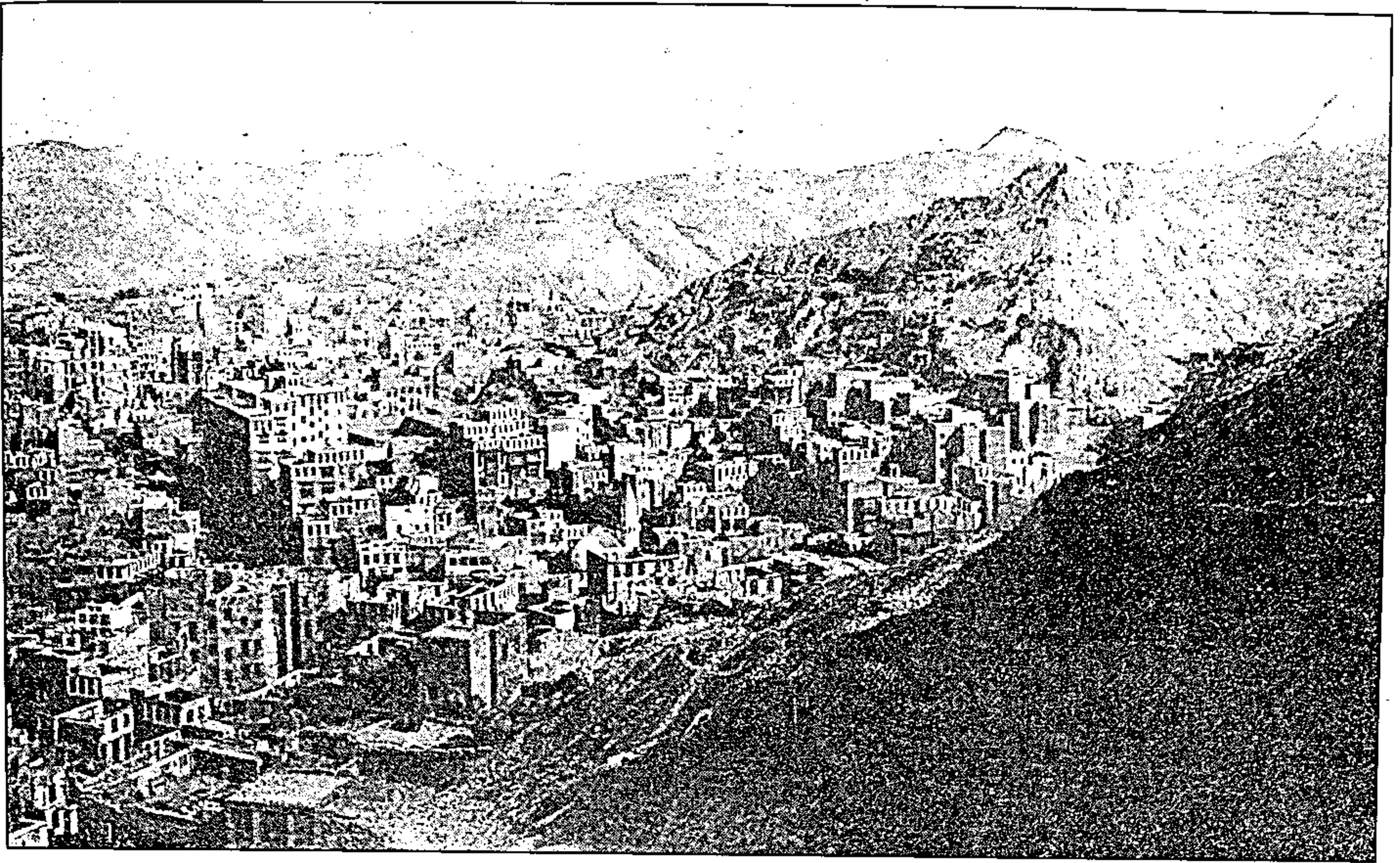
منظر منازل مکه و غارِ حراء الشهیر بجبلِ النور
House of Mecca as seen from the top of Abu-Kobis hills from the East, showing Gar Herak and the Birth Place of the Prophet(P.B.U.H.)
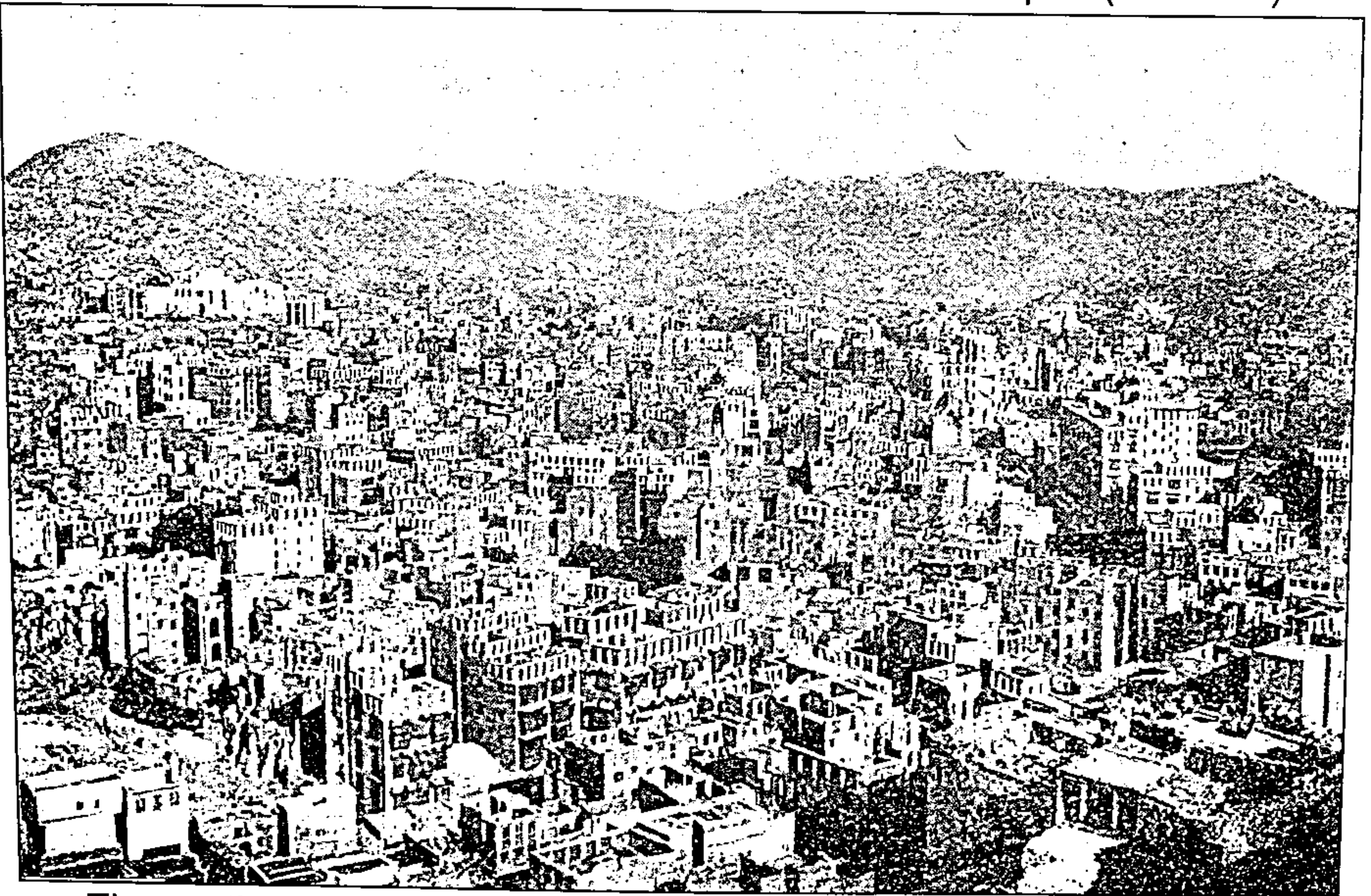
The northern and eastern view of the houses of Mecca in 1321.H.
1321 ہجری میں شمال مشرقی جانب سے مکہ مکرمہ کا منظر
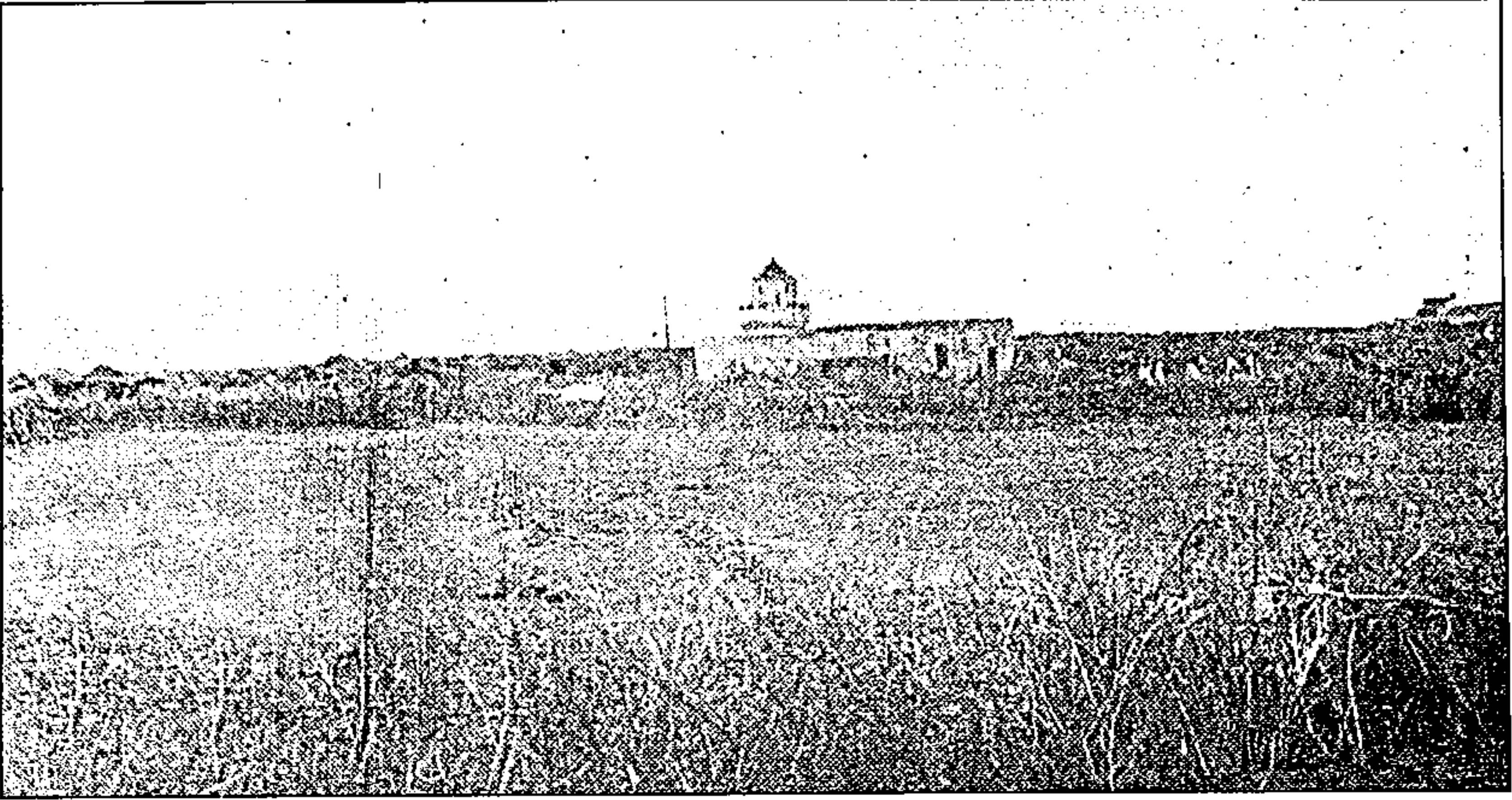
Bahrah and mosque where the Prophet Muhammad (P.B.U.H.) prayed.

جدّہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان مسجد واقع مقام بحرہ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔

(مرۃ الحرمین۔تصویر1325ھ=1908ء۔اشاعت1344ھ=1925ءقاہرہ مصر)
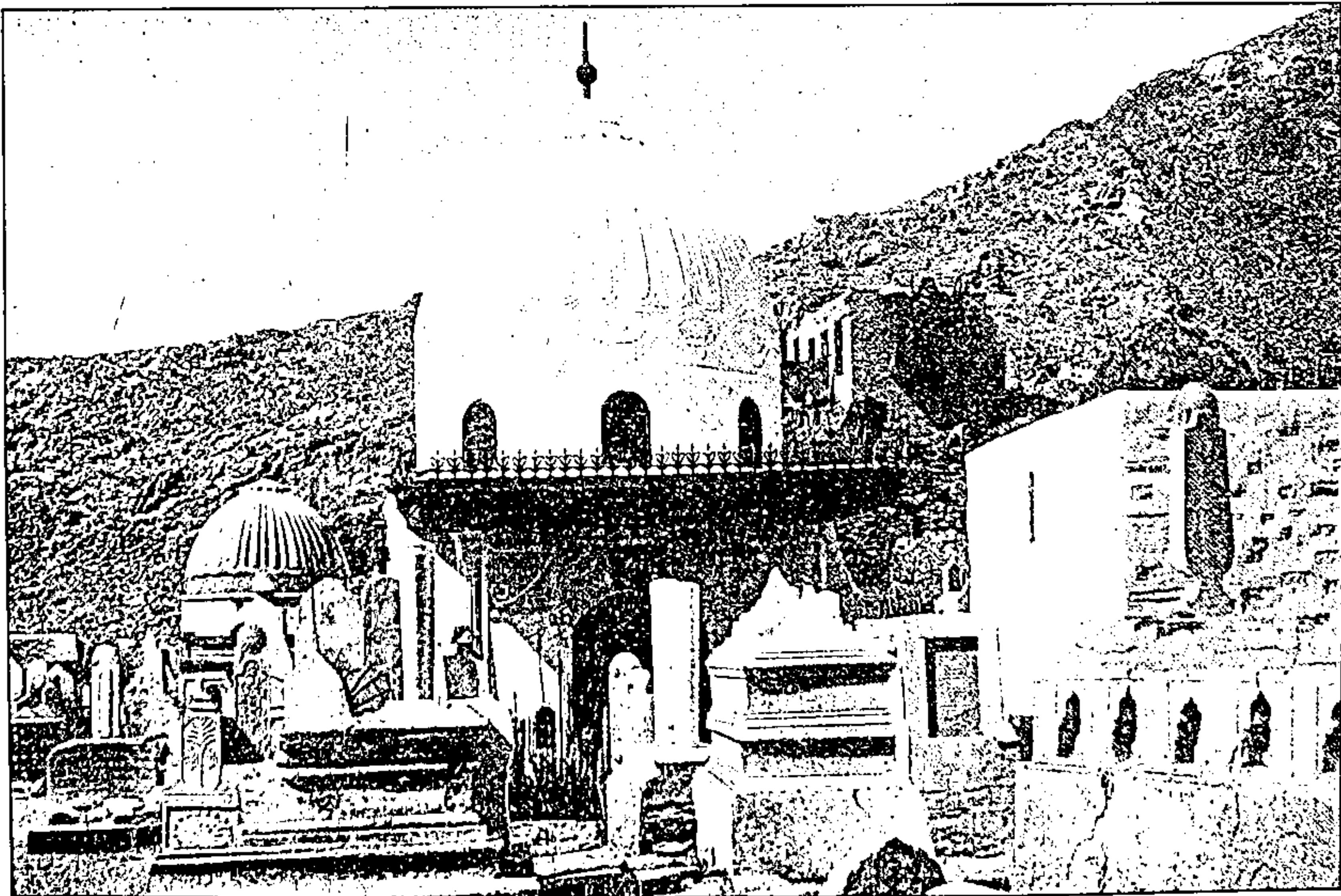
قبة السيدة خديجة بالمعلى بمكة المكرمة

The dome of El Sayyida Khadija (R.A.T.A.) in El Maalla at Mecca.

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنت المعلی مکہ مکرمہ میں1325ھ میں مقبرہ

(مرۃ الحرمین۔اشاعت1344ھ۔قاہرہ مصر)
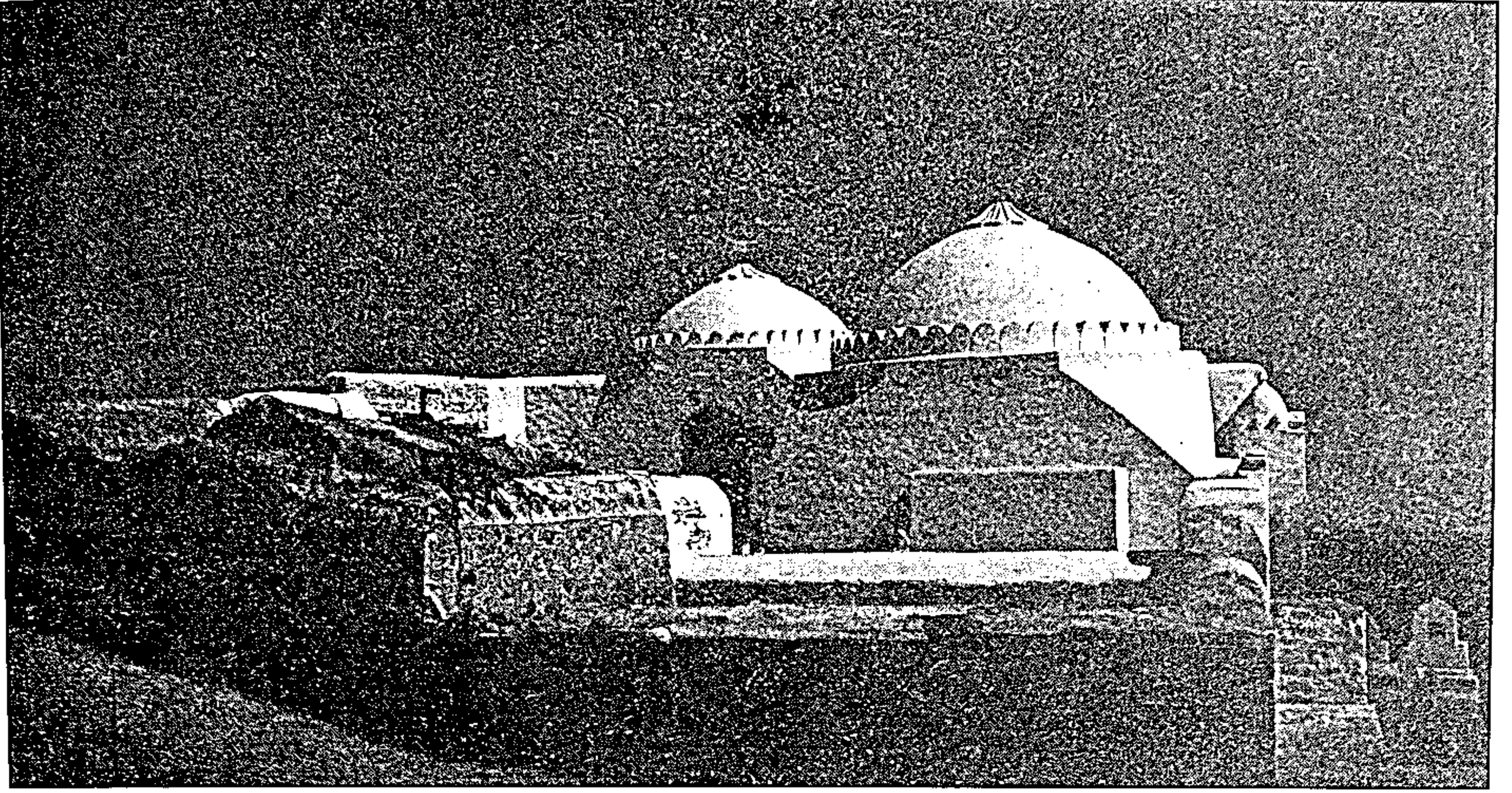
A view of the domes of the grandfathers of the Prophet(P.B.U.H.), Abdel Mottaleb Abd Manaf ,and his uncle Abu Taleb.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا محترم حضرت عبدالمطلب اور چچا حضرت ابوطالب کے جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں مقابر

(مرۃ الحرمین تصویر 1325ھ اشاعت 1344ھ قاہرہ مصر)
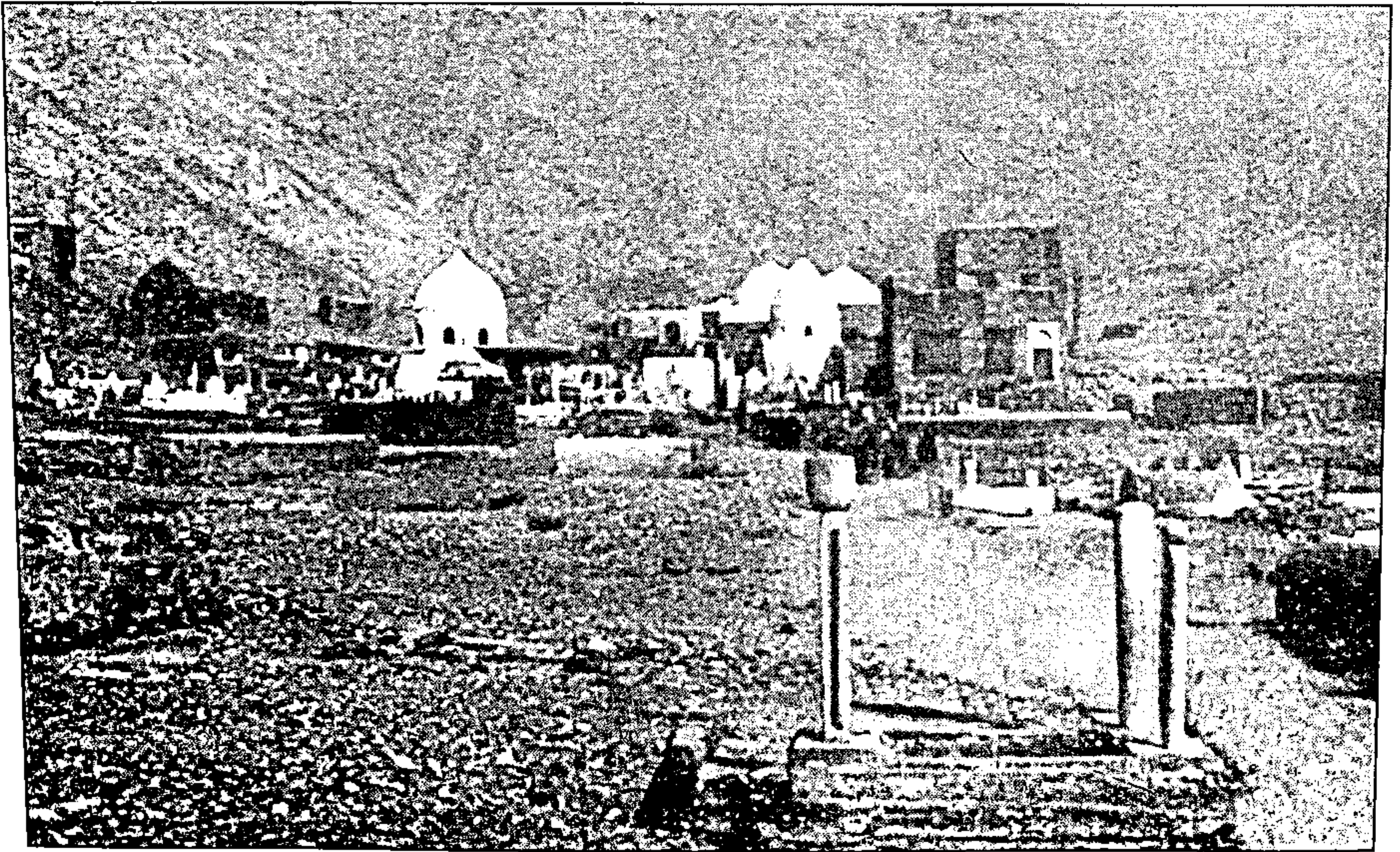
The Maalla showing the domes of El Sayyida Khadijah (R.A.T.A.) and the ancestors of the Prophet(P.B.U.H.), Abdel-Mottalib and Abd Manaf.

جنّت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقبرہ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبد مناف کے مقابر

(مرۃ الحرمین ۔ اشاعت 1925ء قاہرہ مصر)
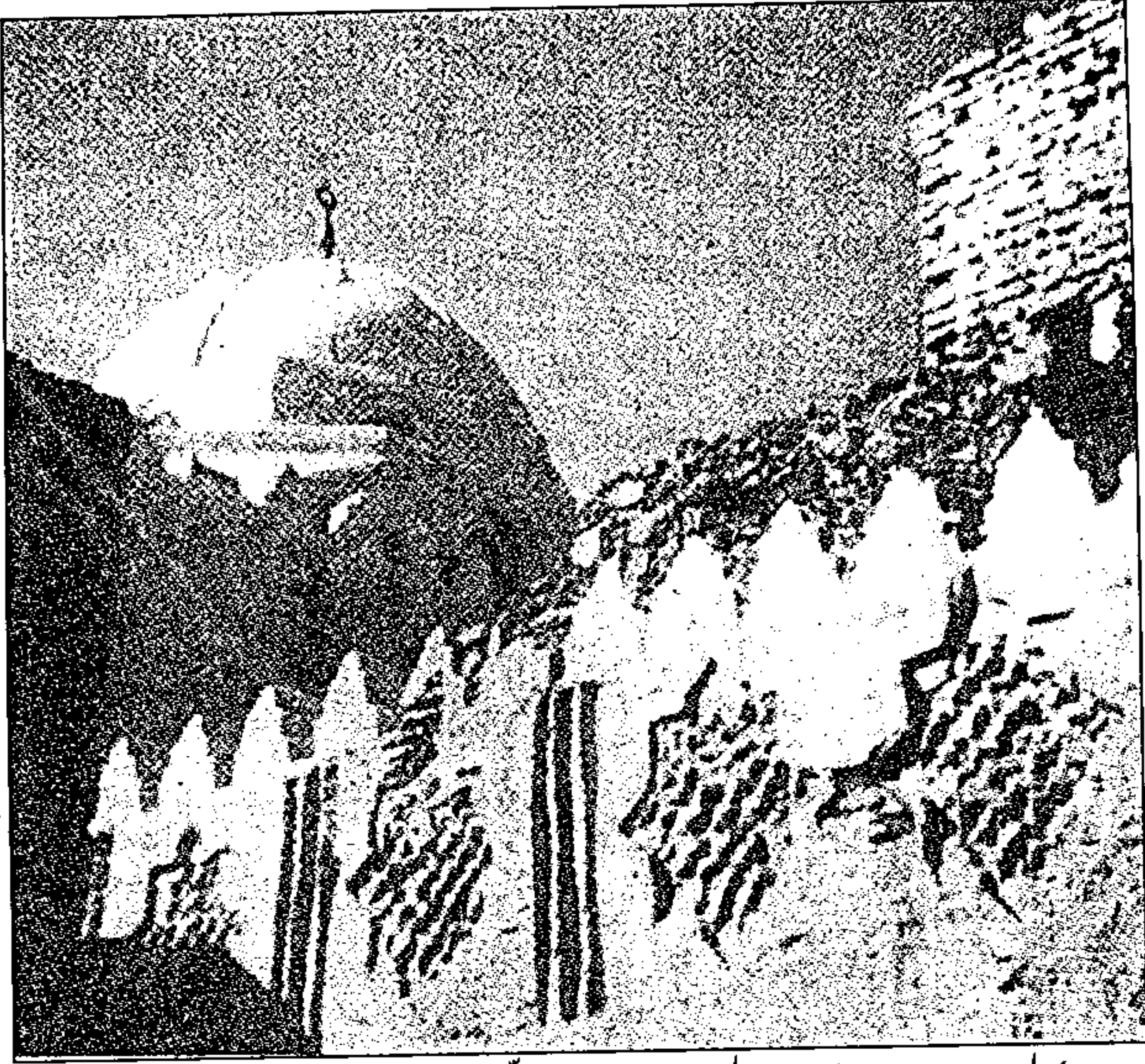
قباء میں پہلی قیام گاہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، مکان کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میزبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان۔ایک قدیم تصویر
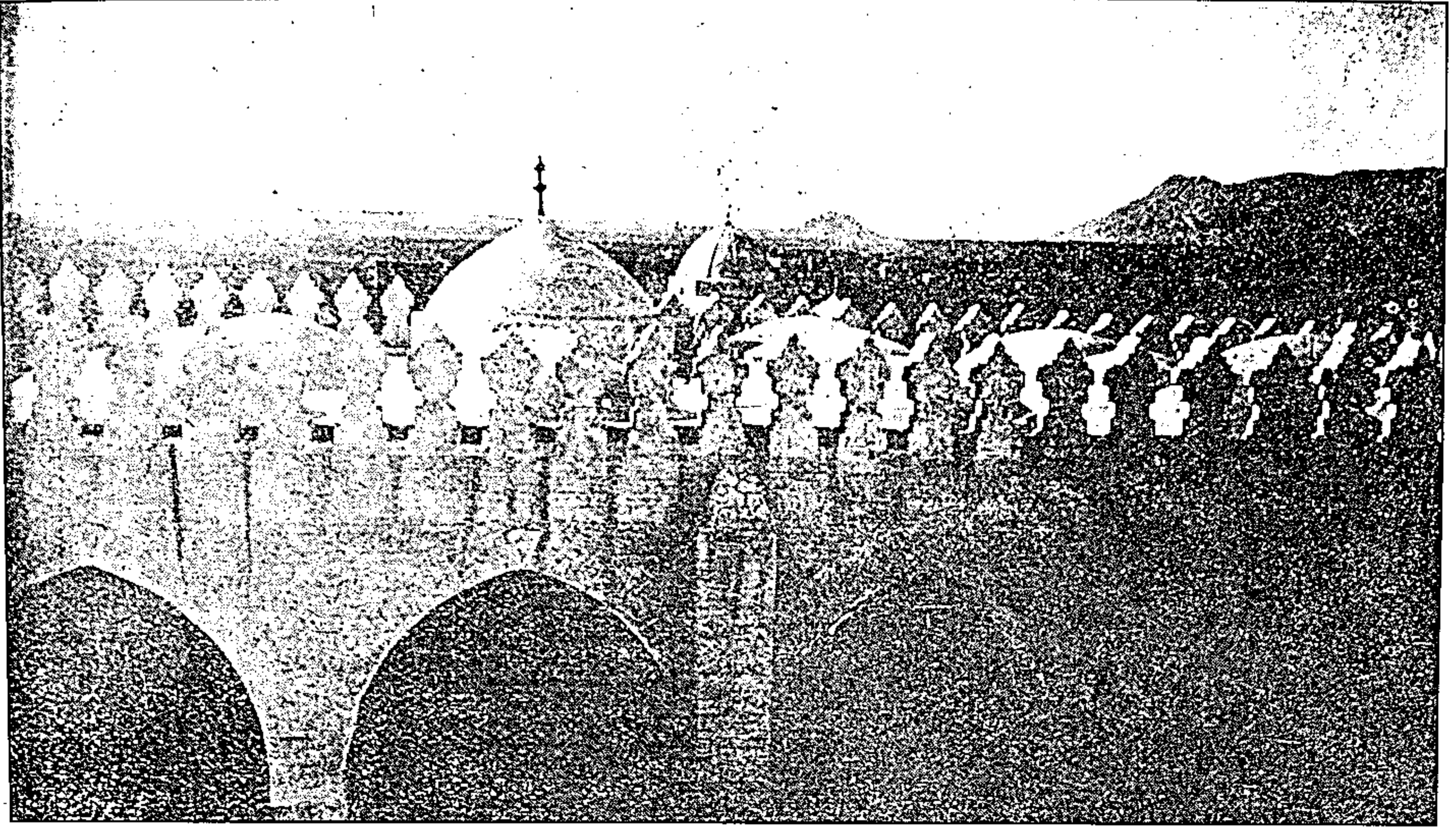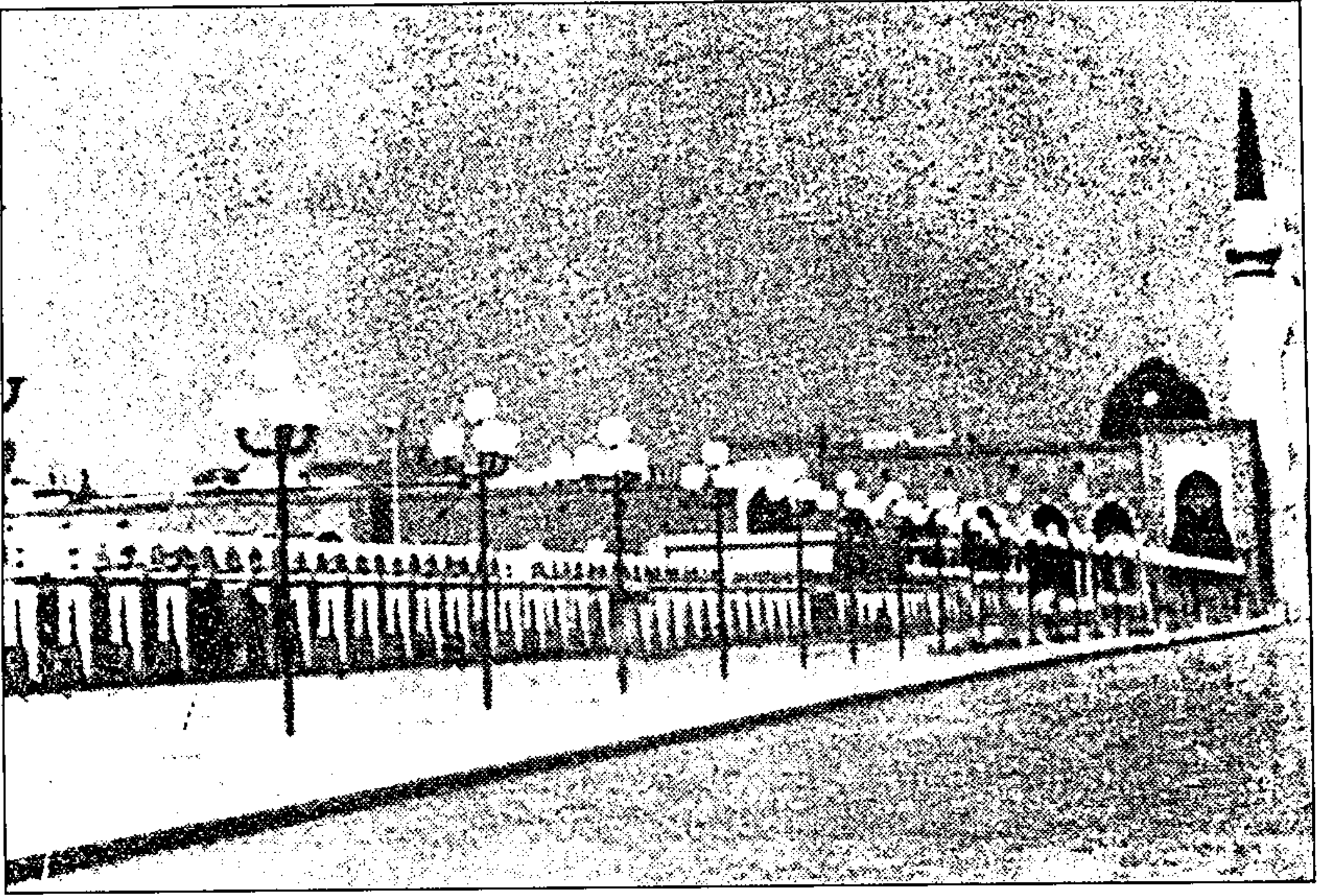
مسجد نبوی شریف قبل از توسیع جدید
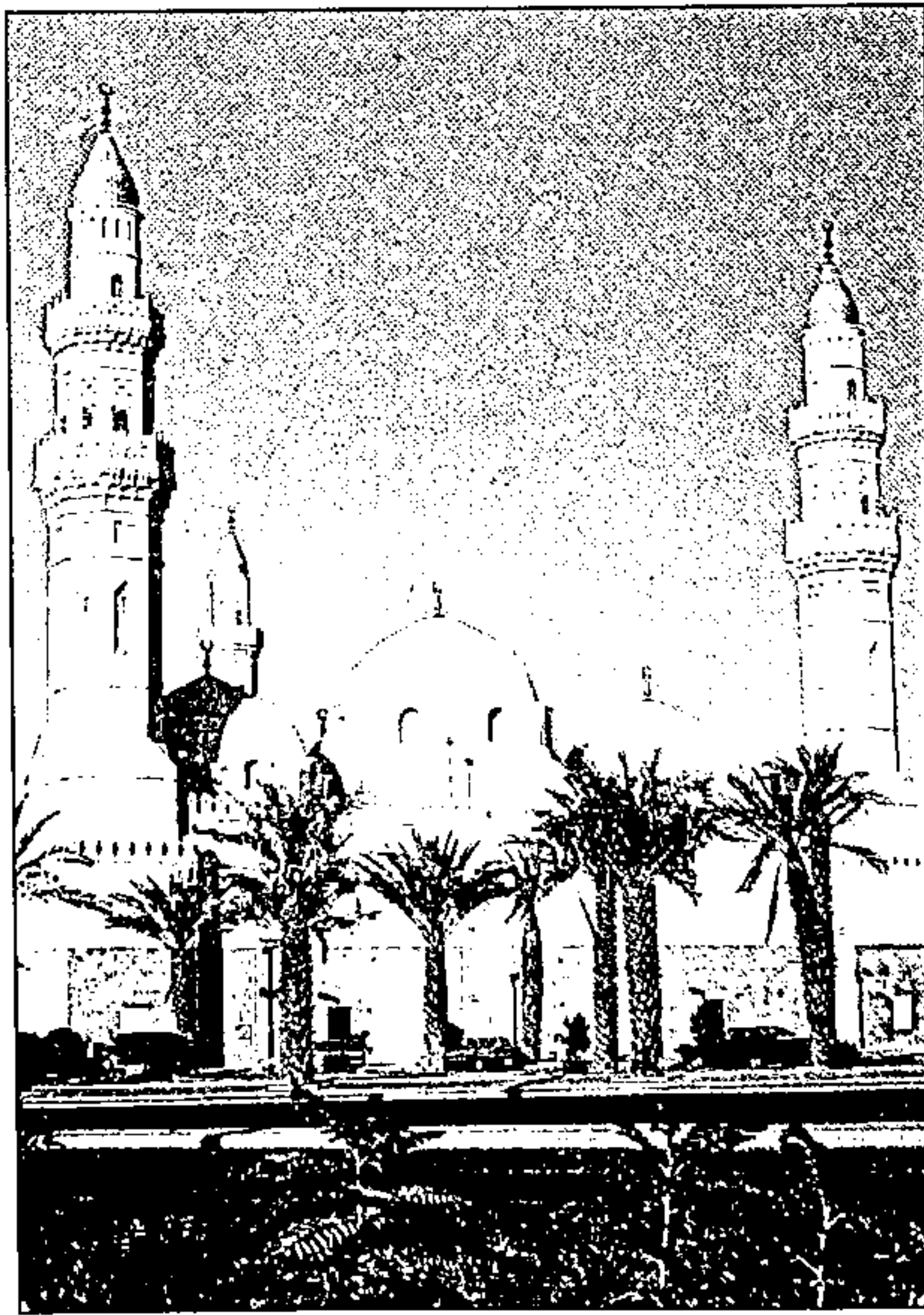
اسلام کی پہلی مسجد، مسجدِ قُباء
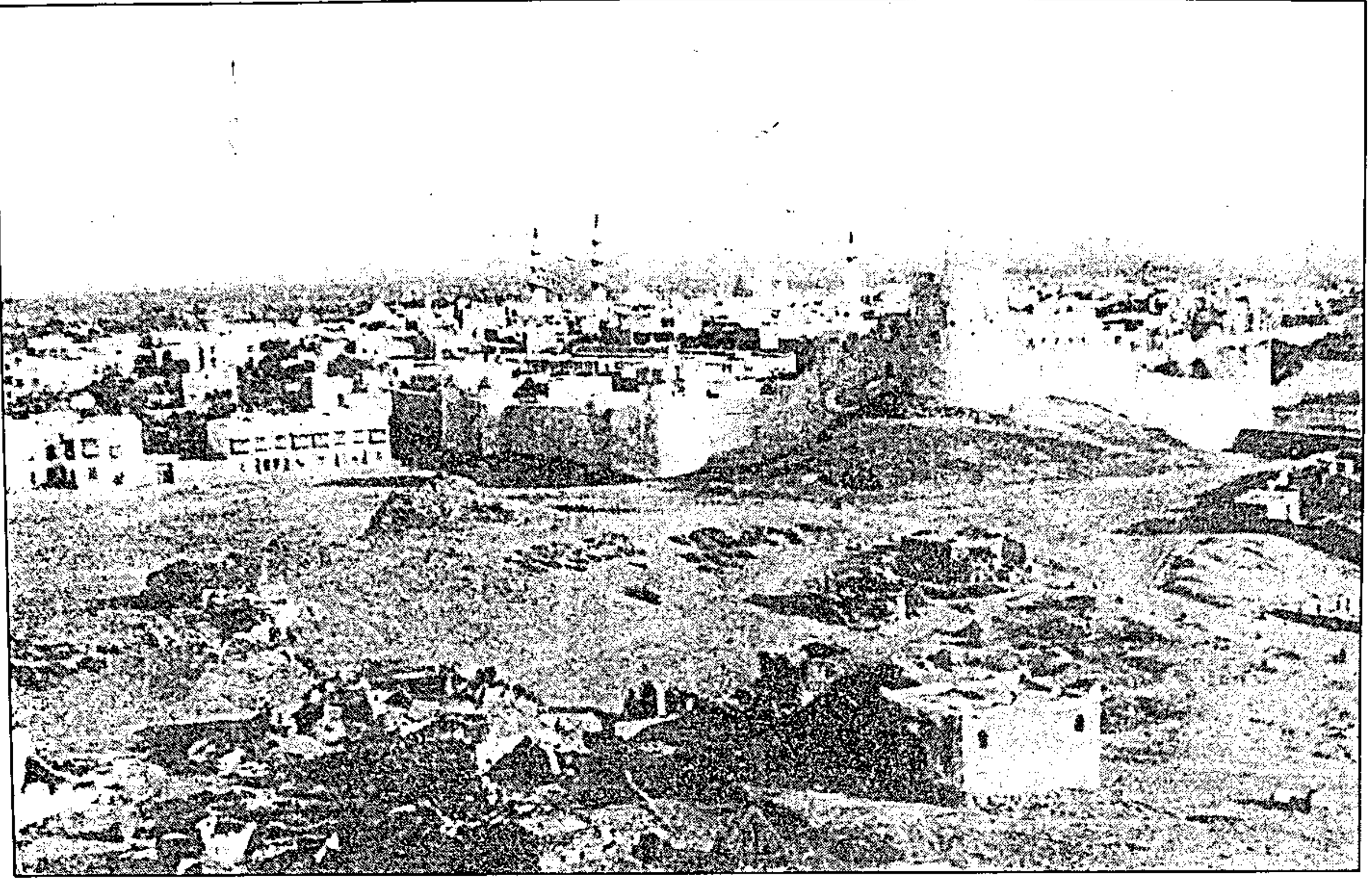
مدینہ منورہ کا 1907ء میں باب شامی سے منظر

مسجد عروۃ ۔ وادی العقیق